تاریخ بلوچ و بلوچستان

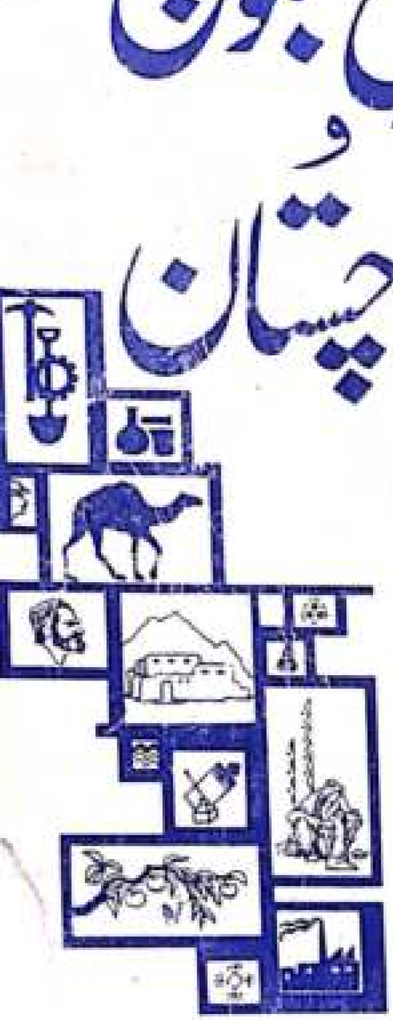

جلد ششم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی

(کمبرانی)

18، سریاب روڈ - کوئٹہ

Scanned with CamScanner

Baluchi Academy Quetta
LIBRARY
2642

تاریخ بلوچ و بلوچستان

جلد ششم

تصنیف

میر نصیر خان احمدزئی کمبرانی بلوچ
بی۔ اے۔ تمغہ امتیاز

سابق وزیر دربار ریاست عالیہ قلات بلوچستان۔
سابق ڈپٹی کمشنر بلوچستان اسٹیٹس یونین۔
سابق چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ بلوچستان۔
سابق چیئرمین سکینڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ بورڈ بلوچستان۔
حال ریسرچ اسکالر بلوچی / براہوئی زبان یونیورسٹی بلوچستان۔

جملہ حقوق محفوظ

طباعت اول ______ ۱۹۹۵ء

طابع ______ آغا نصیر خان احمدزئی

مطبع ______ یونائیٹڈ پرنٹرز زونگی رام روڈ کوئٹہ

کتابت ______ محمد ایاز

تعداد ______ ایک ہزار

قیمت

-/۳۰ روپے

شاد پراء : کوئٹہ
فون نمبر 837599

مصنف آغا میر نصیر خان احمدزئی بلوچ
اپنے نواسہ میر عباس احمدزئی کے ساتھ

مسودہ کا نظر ثانی کنندہ

واجہ غوث بخش صابر

سابق سیکرٹری جنرل بلوچی اکیڈمی

اِنتساب

حضرت اُمیر نصیر خان احمد زئی (کمبرانی) بلوچ اوّل

ملقب بہ حضرت امام نوری نصیر خان

کے نام

جنکے مدبرانہ، دوراندیشانہ، ادراک سلیم وسیاسی معاملہ فہمی نے اُنکی سیادت اور مخلصانہ جذبہ امامت کے تحت مرکزی ایشیا میں بلوچ ملت کے مربوط سرزمینوں کو ایک بین الاقوامی بلوچ مملکت کی حیثیت دی جو بلوچ ملت کی سیاسی تاریخ میں بلوچوں کے زریں، درخشاں تاباں دور کہلاتا تھا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	انتساب	الف
۲	دیباچہ	
۳	باب اول، امیر محراب خان ثانی کی مسند نشینی	۱
۴	باب دوئم، اخوند صالح محمد کے فرار ہونے کی وجوہات	۴۱
۵	باب سوئم، چارلس میسن انگریز سیاح کی امیر محراب خان کے دور حکومت پر تبصرہ۔	۸۸
۶	باب چہارم، امیر شاہنواز خان کی مسند نشینی۔	۱۲۲
۷	باب پنجم، مشروطہ بلوچستان کی تشریح۔	۱۶۷
۸	باب ششم، امیر نصیر خان کی انگریزوں سے گفت و شنید کی تجدید	۲۰۹
۹	باب ہفتم، امیر خداداد خان کی مسند نشینی	۲۶۷
۱۰	باب ہشتم، امیر شیر دل خان کی مسند نشینی۔	۳۰۵
۱۱	باب نہم، حکومت ہند کے خاص نمائندے کی بلوچستان کی سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے آمد۔	۳۲۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲	باب دہم، زنک کی دوسری لڑائی	۳۸۴
۱۳	باب یازدہم، سراوان کے سرداروں کی پشیمانی	۴۲۷
۱۴	باب دوازدہم، بلوچ باغی سرداروں کا آخری فیصلہ	۴۶۴
۱۵	باب سیزدہم، تجدید معاہدہ مابین حکومت قلات و حکومت برطانیہ	۵۰۵
۱۶	باب چہاردہم، وائسرائے ہند کی بلوچستان میں آمد۔	۵۳۰

Scanned with CamScanner

دیباچہ

قارئین گرامی کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ بلوچ و بلوچستان کی تاریخ کی چھٹی جلد ہے۔ جو پانچویں جلد کے تاریخی واقعات کا تسلسل ہے۔ اصل میں یہ چھٹی جلد پانچویں جلد کا ایک حصہ تھا۔ مگر کتاب اس قدر ضخیم تھی کہ چھپائی کے بعد جلد بندی میں مشکلات پیش آرہی تھیں۔ لہذا اس بنا پر جلد پنجم کو دو حصوں میں یعنی جلد پنجم و جلد ششم میں تقسیم کر دیا گیا۔ تاریخ بلوچ و بلوچستان کی چھٹی جلد بلوچستان میں بلوچ ملت کی ۷۶ سالہ دور حکومت پر محیط ہے یعنی ۱۸۱۷ء سے لیکر ۱۸۹۳ء تک یعنی امیر محمود خان اول کے بعد اُن کے جانشین امیر شہید امیر محراب خان ثانی کے دور حکومت ۱۸۱۷ء سے لیکر امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی تخت سے معزولی ۱۸۹۳ء تک کے بلوچستان کے تاریخی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بلوچ ملت کی تاریخ کا یہ دور ہے جب کہ بلوچ ملت کی تاریخ میں زوال کے نمایاں اثرات نمایاں ہوئے۔ بلوچستان کی تاریخ میں یہ تمام دور نہایت ہی ہنگامہ خیز رہا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں برصغیر ہندوستان پر یورپی اقوام انگریز اور فرانسیسی اپنی سیاسی سیادت قائم کرنے کی فکر میں تھے مگر اس سیاسی میدان میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی اور فرانسیسی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور تمام ہندوستان

کی سیاست پر انگریزوں کی بالادستی قائم ہوگئی. انگریز ہندوستان کے ہر خطہ اور ہندوستان کے قرب وجوار میں ہر مملکت پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا جس کے نتیجے میں انہوں نے ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں مملکت بلوچستان کے پائیہ تخت قلات پر حملہ کیا جب کہ امیر بلوچستان امیر مہراب خان ثانی شہید جو امیر میر وامیر وانی بلوچ کے انتیواں جانشین تھے بلوچستان اور بلوچ ملت کی آزادی کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ بلوچستان کی تاریخ میں بلوچ ملت کی سیاسی حکومت کے دوسرے ڈھانچے کا انہدام تھا. ویسے زوال کے آثار امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی وفات ۱۷۹۴ء کے بعد نمودار ہونے شروع ہوئے. جب کہ ان کے فرزند اکبر امیر محمود خان اول ۱۷۹۴ء میں بلوچستان کے تخت پر بیٹھے. لہٰذا بلوچستان کی سلطنت کی شکست وریخت وانہدام اُسی دور سے شروع ہوئی اس کی وجہ یہ تھی امیر محمود خان اول نہایت ہی تن آسان' آرام طلب لاپرواہ حکمران تھے اُن کے دور میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری کے دور حکومت کی متعدی بداعمال لوگوں کی گیر ودار بد دیانت اُمرا و وزرا کی سرزنش، بد افعال لوگوں کی تمبیح تشنیع کو قطعی طور پر نظرانداز کر کے لہو ولعب میں مشغول ہوگیا جس کے نتیجے میں بلوچ ملت کے کچھ حصوں پر ایران اور افغانستان کی حکومتوں نے قبضہ جمایا اور بلوچ ملت میں شکست وریخت کا سلسلہ شروع ہوا. یہ بلوچ ملت کی پہلی شکست و ریخت وانہدام تھا. لہٰذا امیر مہراب خان ثانی شہید کی شہادت بمعہ اور بلوچستان پر انگریزوں کا وقتی قبضہ بلوچ مملکت کی دوسری شکست وریخت اور انہدام تھا لہٰذا امیر خداداد خان امیر بلوچستان

جو امیر و میر وانی بلوچ کے چونتیسواں جانشین تھے ان کا سنہ ۱۸۹۳ء میں بلوچستان کے تخت سے معزول کرانے کے بعد بلوچستان پر انگریزوں کے قبضہ نے بلوچ مملکت کے سقوط کی تیری شکست و ریخت اور انہدام کا سامان مہیا کیا۔ اور حکومت بلوچستان انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا اور بین الاقوامی حیثیت سے بلوچستان کی آزاد بلوچ مملکت صفحہ ہستی سے معدوم ہوگئی۔

اظہار تشکر

تاریخ بلوچ و بلوچستان جلد ششم کی چھپائی کے لئے میں نے محترم ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ وزیر تعلیم صوبہ بلوچستان سے امدادی استدعا کی۔ انہوں نے اپنے قوم دوستی اور علمی ذوق کے پیش نظر تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جلد ششم کی چھپائی کے لئے امدادی رقم مہیا فرمائی۔ اور میرے لئے یہ سہولت پیدا ہوگئی کہ تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جلد ششم چھپ گئی جس کے لئے میں محترم ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ صاحب وزیر تعلیم صوبہ بلوچستان کا مشکور ہوں۔

آغا میر نصیر خان احمدزئی بلوچ

باب اوّل

اُمیر مہراب خان ثانی کی مسند نشینی

۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء

جب اُمیر محمود خان اول ۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء کو وفات پا گئے، تو ان کے دو بیٹے تھے اُمیر مہراب خان اور اُمیر اعظم خان اُمیر مہراب خان چونکہ بڑا بیٹا اور ولی عہد تھا۔ اس لیے بلوچستان کی حکومت کے مجلس شوریٰ نے ۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء کو اُمیر مہراب خان ثانی کو مسند حکمرانی بلوچستان پر بٹھایا اُمیر مہراب خان طبعاً ایک بہادر شخص تھا۔ مگر درشتی، تندی غضبناکی اُس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اُمیر مہراب خان مطلق العنان طرز حکومت کے قائل تھے اُس کے برعکس بلوچ عوام جمہوری طرز حکومت کی طرف مائل تھے۔ لہٰذا اُمیر مہراب خان کے حکمران بنتے ہی۔ بلوچستان میں بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

اُمیر احمد یار خان احمدزئی بلوچ کی بغاوت کی وجوہات

اُمیر مہراب خان ثانی عقلمند اور مدبر ضرور تھے مگر اُنکی طبیعت کی سختی تندی درشتی ہر وقت اُن پر حاوی رہتی تھی جس کی وجہ سے حکومتی وسیاسی معاملات کے تصفیہ میں سخت گیری سے کام لیا جاتا تھا۔ اس سے اس کے مخالفین کے حوصلے اور زیادہ بلند ہوئے۔ یوں اُن کے حکمران بنتے ہی چند مہینے نہیں گزرے تھے کہ کچھی میں لوگ اُس کی سخت گیری سے تنگ آ گئے۔ کچھی کے لوگوں کو اب تک اُن کے چچا اُمیر مصطفےٰ خان کی حکومت بھولی نہیں تھی۔ وہ پھر اسی طرح امن و چین کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ جو اُمیر مصطفےٰ خان کے عہد میں اُنہیں نصیب ہوئی تھی اُمیر مہراب خان ثانی کی روش کو اپنی توقعات کے خلاف پا کر انہوں نے اُمیر احمد یار خان احمدزئی کی طرف رجوع کیا۔ اُمیر احمد یار خان احمدزئی نے اُن کا ساتھ دیا۔

اُمیر احمد یار خان احمدزئی کی بغاوت

اُمیر احمد یار خان اُمیر بہرام خان کا بیٹا تھا۔ اور اُمیر بہرام خان اُمیر حاجی خان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حاجی خان کا والد اُمیر محبت خان اُمیر نصیر خان کا بڑا بھائی تھا جسے مجلس شوریٰ نے ۱۷۴۹ء میں معزول کر کے اُمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کو بلوچستان کے تخت حکمرانی پر بٹھایا تھا۔ لہٰذا اُمیر احمد یار خان اپنے باپ اُمیر بہرام خان اور دادا اُمیر حاجی خان کی طرح تخت حکومت بلوچستان کا دعویدار تھا اُمیر احمد یار خان، اُمیر محمود خان اول کے عہد سے حکومت حاصل کرنے کی سازشوں میں مصروف تھا۔ اب اُمیر مہراب خان ثانی کے دور حکومت کی سخت گیر پالیسیوں

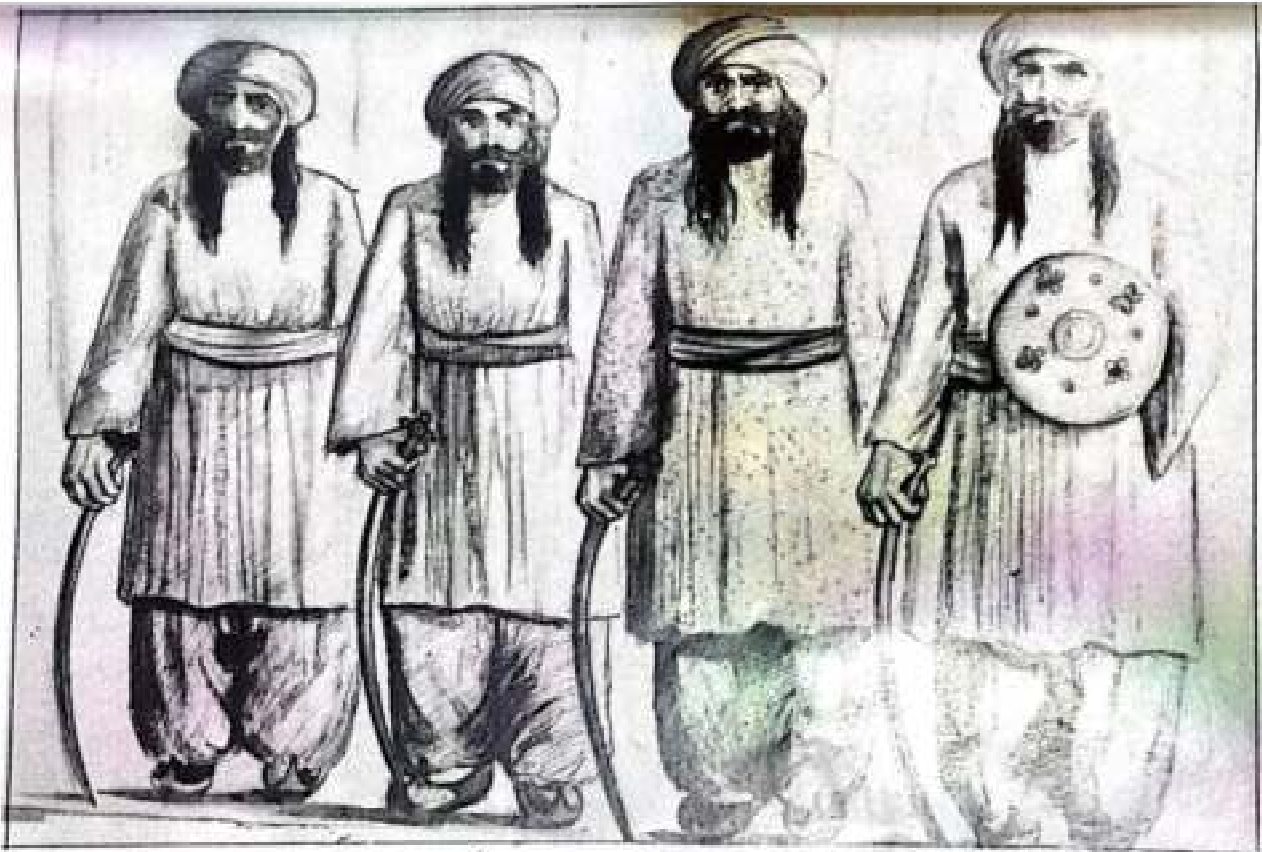

امیر محراب خان
امیر بلوچستان

سردار ولی محمد شاہی زئی
جنگل شہید

میر عبدالکریم
رئیسانی شہید

سردار داد کریم
شاہوانی شہید

اکابر بلوچستان

نے اس کی ہوس حکمرانی کے جذبات کو اُبھارا۔ کچھی کے بلوچ اور جاموٹ قبائل
کی طرفداری نے اُسے اَمیر مہراب خان کے برخلاف علی الاعلان علم بغاوت
بلند کرنے کا حوصلہ دیا۔ اَمیر مہراب خان ثانی گنداواہ میں تھا کہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۱۷ء
کو اَمیر احمد یار خان سردار میر جعفر خان مگسی کو ساتھ لے کر جھل مگسی کی طرف فرار
ہوا۔ اور مہراب خان ثانی کے خلاف مگسیوں سے لشکر جمع کرنا شروع کیا حسن اتفاق
سے کچھی کے دوسرے بلوچ سردار رند اور بلیدی وغیرہ ان دنوں سردار جعفر خان مگسی
سے ناراض تھے۔ لیکن اَمیر احمد یار خان احمدزئی کے خلاف نہ تھے مگر اَمیر احمد یار
خان احمدزئی نے اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث انہیں اپنے اعتماد میں نہیں لیا
جلد بازی میں اس نے صرف سردار جعفر خان مگسی کو اپنا ہم راز بنایا جس کی وجہ
سے سردار رند اور سردار بلیدی نے احمد یار خان کا ساتھ چھوڑ دیا اور سردار
جعفر خان مگسی کے ساتھ اپنی ذاتی دشمنی کی وجہ سے اَمیر مہراب خان ثانی حکمران
بلوچستان کے طرفدار ہو گئے۔ سردار میر قادر بخش زرکزئی قبیلہ زہری کا سردار
اور سردار میر ولی محمد شاہی زئی مینگل۔ اَمیر مہراب خان کے ساتھ تھے۔ اب سردار
بہرام خان بلیدی سردار میر سردار خان رند بھی اَمیر مہراب خان کے ساتھ مل گئے
اسی اثناء میں سردار میر قلاتی دینار زئی اور میر علی شیر کھپر بگٹی بھی اَمیر بلوچستان کے
طرفدار بنے۔ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ گنداواہ پہنچے الغرض ۱۲ ستمبر ۱۸۱۷ء میں
سردار میر سردار خان رند کی قیادت میں اَمیر بلوچستان کے لشکر نے جھل مگسی
کا رخ کیا۔ یہ لشکر جب بہ مقام (رینجگ) پہنچا تو سردار میر جعفر خان مگسی کے حوصلے
پست ہو گئے اس نے قرآن میرٹھ بھیج کر اپنے علاوہ اَمیر احمد یار خان احمدزئی
کے لیے بھی معافی مانگ لی اَمیر مہراب خان نے ان دونوں کو قرآن کے طفیل

معاف کر دیا۔

مکران پر حملہ

کیچ مکران کا گچکی سردار میر شہ قاسم امیر محمود خان کے عہد حکمرانی میں باغی ہو کر خود سر ہو چکا تھا اور امیر بلوچستان کے گورنر کو ملک سے نکال باہر کیا تھا۔ جب امیر مہراب خان ثانی بلوچستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھا۔ تو سردار شہ قاسم فوت ہو چکا تھا اب اُسکا بیٹا سردار بجائی خان ثانی گچکی کیچ کا سردار تھا لہٰذا امیر مہراب خان نے گندادامے آتے ہی مکران پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۲، نومبر ۱۸۱۷ء میں امیر مہراب اپنے قبائلی لشکر کے ساتھ مکران کی طرف روانہ ہوا جب ۱۲، نومبر ۱۸۱۷ء کو کیچ کے صدر مقام تربت میں امیر مہراب خان ثانی پہنچے۔ تو سردار کیچ سردار بجائی خان ثانی نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ امیر مہراب خان نے کیچ میں اپنی حکومت کی طرف سے ایک نائب الحکومت بٹھا کر کلیہ اختیارات حکم داری اُس کے سپرد کر کے واپس مراجعت فرمائے قلات ہوئے۔

بلوچستان کی بلوچی حکومت میں درباری سازشوں کی ابتدا

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ بلوچستان میں بلوچوں کی چوتھی حکومت کو امیر میرو میروانی بلوچ نے ۱۴۱۰ء میں تشکیل دے کر اس کی بنیاد رکھی اور امیر محمود خان اول اُن کے ۲۹ واں جانشین تھے تقریباً چار صدیوں کے بعد بلوچستان کی بلوچی حکومت کے دربار میں درباری ملازموں نے سازشوں کی طرح ڈالی امیر محمود خان اول کے دور ۱۷۹۵ء تا ۱۸۱۷ء م حکمرانی سے پہلے۔ بلوچی حکومت

شہزادہ میر احمد یار خان احمدزئی

کا دربار ایسی آلائشوں سے پاک تھا۔ جب امیر محمود خان امیر بلوچستان منتخب ہوئے۔ تو ان کی غفلت شعاری عیش کوشی آرام طلبی مردم ناشناسی کی وجہ سے اس کے عہد میں دربار قلات میں چاپلوس۔ دغاباز، نمک حرام، مطلب پرست افراد جو بلوچ بھی تھے اور غیر بلوچ بڑے بڑے عہدوں پر فائیز ہونے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کا امیر محمود خان پر بہت اثر تھا اور یہ سب حصول اقتدار کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان تھے۔ انہوں نے دربار قلات میں سازشوں اور جتھہ بندیوں کا لامتناہی سلسلے کی بنیاد رکھ ڈالی تھی حکومت بلوچستان کے بلوچ قبائلی سردار امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات سے بدظن تھے ان درباری مفسدہ پردازوں کو جن کی وجہ سے ان کے اور حکمران بلوچستان کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی تھی۔ سرداران بلوچ کو چاہیئے تھا کہ وہ آپس میں صلاح و مشورہ کرکے اس کشیدگی کو ختم کرتے کیونکہ بلوچستان کے اصل وارث امیر بلوچستان اور یہی بلوچ قبائلی سردار تھے۔ درباری ملازم تو سب ملازم تھے اُن کا رکھنا نہ رکھنا امیر بلوچستان اور حکومت بلوچستان کی قبائلی مجلس شوریٰ کا کام تھا مگر کسی سردار میں یہ ہمت نہ ہوئی وہ کنج عافیت میں بیٹھ کر اپنے ملک و قوم کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھنے لگے۔ امیر مہراب خان کی سخت گیریوں نے اگرچہ ان سرداروں کو جھنجھوڑا اور وہ خواب غفلت سے کسی قدر بیدار بھی ہوئے لیکن ان کی بیداری قوم و ملک کی آبادی اور آزادی کو برقرار رکھنے کی بجائے حکومت بلوچستان کی بربادی کا باعث ہوئی انہوں نے اپنے اصل اور بنیادی دشمنوں کو پہنچانے میں غلطی کی امیر مہراب خان کی روش کو دیکھ کر انہوں نے اسے اپنی بربادی کا باعث سمجھا اور ان دشمنان قوم اور وطن کے دام تزویر

میں پڑ کر امیر مہراب خان کو نابود کرنے اور مٹانے کے درپے ہو گئے حالانکہ امیر مہراب خان بھی ان کی طرح ان چند خود مطلب۔ غدار اور مفسدہ پردازوں کی سازشوں میں پھنس چکے تھے۔ اور ان کے ہی اشاروں پر چل رہے تھے گویا دونوں فریق اپنے اصل دشمنوں کو پہچان نہ سکے۔ اس وقت کے بلوچ قبائلی سرداروں کو اگر تھوڑی سی بہت سمجھ بوجھ ہوتی تو وہ اپنی حکومت کو جس کے لیے ان کے اجداد نے امیر بلوچستان کے اجداد کی سربراہی میں اپنا خون بہایا تھا۔ آسانی کے ساتھ اس آنے والی تباہی سے بچا سکتے تھے۔ ان میں طاقت بدرجہ اتم موجود تھی کہ ان غلط اور نابکار درباری ملازموں کو بیک بینی و دو گوش اپنی حکومت سے نکال باہر کرتے مانا کہ امیر مہراب خان پر بھی ان درباری ملازموں کا کافی اثر تھا۔ اور وہ ان کو نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں ہوا۔ لیکن ان کو ختم کرنے کے لیے کئی اور طریقے ہو سکتے تھے مگر بلوچ سرداروں نے ایسا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ خود گروہوں میں بٹ کر ان چرب زبان درباریوں کے جتھوں میں شامل ہو کر اُن کے ذاتی مفادات پر اپنی قربانیاں چڑھانے لگے۔ اور ان غداروں کو نہ صرف اپنے وطن اپنی قوم اور اپنے بادشاہ کے خلاف مہلک سازشوں کا جال بچھانے کا موقع دیا بلکہ ان کا دست و بازو بن کر بلوچ حکومت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے انہوں نے خود ہتھوڑا اُٹھایا۔ لہٰذا امیر مہراب خان کے عہد حکومت کے آئندہ واقعات کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے ان بلوچ اور غیر بلوچ مفسدہ پرداز درباری ملازموں کے خاندانی پس منظر واضح طور پر علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے جو امیر مہراب خان کی ناکامی اور بلوچی قومی حکومت کی تباہی کا باعث ہوئے

یہاں مناسب ہوگا کہ عظیم مورخ بابائے تاریخ ابن خلدون کا حوالہ پیش کروں

ابن خلدون کا ایک تاریخی فتویٰ

دنیا کا مشہور و معروف نامی گرامی مورخ ابن خلدون کہتا ہے کہ "جب تک کسی قوم میں عصبیت ہے۔ اُس سے حکومت نہیں نکلتی۔ ہاں اسی خاندان میں منتقل ہوتی رہتی ہے"۔ لہٰذا ابن خلدون کے اس ارشاد کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ اگرچہ دربار قلات میں درباری سازشوں کی ابتداء ہو چکی تھی۔ مگر بلوچ قوم اور اُمیر بلوچستان میں عصبیت موجود تھی جس کی بنا پر حکومت اُمیر محمود خان سے اُمیر مہراب خان کو منتقل ہوگئی

اخوند فتح محمد کا خاندانی پس منظر

اخوند فتح محمد، اخوند شہداد کا پوتا تھا۔ اخوند محمد صالح اور اس کا چھوٹا بھائی اخوند شہداد۔ یہ دونوں بھائی بہ حکمرانی (۱۶۵۶ء تا ۱۶۶۶ء) امیر التاز ثانی اپنے آبائی وطن زابل سیستان سے حکومت بلوچستان کے دارالخلافہ قلات آئے۔ چونکہ یہ عالم تھے۔ اس لیے اُمیر التاز خان ثانی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنے دربار میں ملازم رکھا۔ اخوند محمد صالح تاریخی کتاب گوردگال نامک کے مصنف ہیں جب اُمیر التاز خان ثانی کے بعد انکا بڑا بیٹا امیر احمد ثالث ملقب بہ امیر احمد کبیر حکمران بلوچستان بنا انہوں نے اخوند محمد صالح کو وزارت کا رتبہ دیا یہ بلوچستان کے چھ بلوچ حکمرانوں۔ اُمیر احمد کبیر اُمیر مہراب خان اول، اُمیر سمندر خان، اُمیر احمد چہارم، اُمیر عبداللہ خان، اُمیر محبت خان کے وزیر رہے۔ اور اُمیر

محبت خان کے ابتدائی دورِ حکومت میں لاولد فوت ہوئے بعد میں اُمیر موصوف نے اس کے بھتیجے اخوند محمد حیات کو جو اخوند شہداد کا بیٹا تھا وزارت کے منصب پر فائز کیا۔ اُمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے دورِ حکومت (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) میں اخوند محمد حیات اسی عہدہ وزارت پر فائز رہا اور نوری ہی کے دور میں فوت ہوا۔ اُن کی فوتیدگی کے بعد اُمیر نصیر خان اول نے اُس کے بیٹے اخوند محمد صالح دوئم کو وزیر مقرر کیا۔ وہ مریض رہتا تھا ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی اخوند فتح محمد کو وزارت کا منصب دیا۔ انہی کے دورِ وزارت میں اُمیر نصیر خان اول کا انتقال ہوا۔ لہٰذا سرداران قبائل بلوچ نے اخوند فتح محمد کو انکے خاندانی پس منظر کو دیکھ کر اُمیر نصیر خان اول کے خورد سال جانشین اُمیر محمود خان کو جو سات سال عمر کا تھا۔ اس کا سربراہ اور اتالیق مقرر کیا سرداران بلوچ کو یہ اُمید تھی کہ اخوند فتح محمد اپنے خاندانی اخلاص مندی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ایمانداری سے اُمیر بلوچستان اُمیر محمود خان اول کی سربراہی کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھائیگا۔ اِن کے جدامجد اخوند محمد صالح نارو ہی بلوچ تھے۔ جن کے اجداد نے قدیم الایام سے شہر زابل سیستان میں سکونت اختیار کی تھی کہتے ہیں جب اخوند فتح محمد کو بلوچستان کے کم سن حکمران اُمیر محمود خان کا سربراہ مقرر کیا گیا تو اُس کو اُسی وقت سے حکومت کرنے کا چسکا لگا۔ لہٰذا اُس کی نیت میں فتور آگیا اور اُس نے کمسن اُمیر محمود خان کی صحیح تربیت نہیں کی۔ جس کے نتیجے میں بعد میں یہ سارے سیاسی مشکلات پیش آئے۔ اُمیر محمود خان اول کی وفات کے بعد جب اُمیر محراب خان حکمران بلوچستان بنا تو انہوں نے اخوند فتح محمد کو بدستور اپنا وزیر رکھا۔ اس دور میں اخوند نے بلوچ قبائل میں کافی اثر و رسوخ پیدا کیا تھا

سردار میر قادر بخش زرک زئی سر سرداران جھالاوان اور سردار میر مہر اللہ خان رئیسانی سر سرداران سراوان دونوں اس کے داماد تھے وہ اس دور میں اسی کوشش میں رہے کہ کسی طرح امیر مہراب خان کو معزول کر کے وہ خود حکومت بلوچستان کا حکمران بنے مگر اس کی یہ خواہش تادم مرگ پوری نہ ہو سکی جب کہ ۲ فروری ۱۸۲۶ء میں داود محمد کے ہاتھوں مارا گیا اور امیر مہراب خان نے ان کے بیٹے اخوند محمد صدیق کو اپنا وزیر منتخب کیا اور پھر قلمدان وزارت اخوند فتح محمد کے خاندان میں ہی رہی۔

اخوند عبدالرحمٰن کا خاندانی پس منظر

اخوند عبدالرحمٰن بدوزئی بنگل زئی بلوچ تھے۔ بدوزئی طایفہ کے مینگل زئی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا اصل نام علی خان تھا۔ وہ امیر نصیر خان اول کے پاس اس وقت ملازم ہوا تھا۔ جب کہ وہ بہ حکمرانی (۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۹ء) امیر محبت خان قندھار میں نادر شاہ افشار بادشاہ ایران کے پاس امیر محبت کے کہنے پر بطور یرغمال نظر بند تھا۔ لہٰذا علی خان بھی ہمراہ امیر نصیر خان قید تھا۔ دوران نظر بندی امیر موصوف نے علی خان کو آغا کا خطاب دیا جب امیر محبت خان کے ۱۷۴۹ء میں معزولی کے بعد امیر نصیر خان اول حکمران بلوچستان بنا۔ تو جو لوگ اس کے ہمراہی میں نظر بندی کے دوران ثابت قدم رہے۔ تو انہوں نے اپنے دور اقتدار میں ہر ایک کو بقدر حیثیت اور لیاقت اپنے دربار میں عہدے عطا کئے۔ لہٰذا آغا علی کو امیر نصیر خان کے دربار میں مشیر کا عہدہ دیا۔ امیر محمود خان اول کے دور میں آغا علی کا بیٹا۔ اخوند عبدالرحمٰن کچھی کی گورنری کے عہدے پر فائز تھا

اُمیر مہراب خان کے زمانے میں اخوند عبدالرحمٰن اور اس کا بیٹا عبدالقادر کو دربار قلات میں کافی اثر و رسوخ حاصل ہوا. کہتے ہیں مبارک خان فرزند اخوند فتح محمد وزیر کو جب سردار قادر بخش زرک زئی سردار قبیلہ زہری قتل کرنا چاہتا تھا تو پہلے اُس نے اخوند عبدالرحمٰن اور اُس کے فرزند عبدالقادر سے مشورہ کیا ان کے مشورے کے بعد اُس نے اخوند مبارک کو قتل کیا لہٰذا اس سے اندازہ ہوتا ہے اخوند عبدالرحمٰن کو اُمیر مہراب خان کے دربار میں کیسا دسترس اور رسوخ حاصل تھا. اخوند عبدالرحمٰن اخوند فتح محمد کا سب سے بڑا رقیب تھا. یہ فتح محمد کی جگہ وزیر مملکت بلوچستان بنا چاہتا تھا. اخوند عبدالرحمٰن کا بڑا بیٹا تیز طرار شخص تھا سیاسی گٹھ جوڑ میں بہت مشاق تھا.

داود محمد غلزئی کا خاندانی پس منظر

داود محمد قندھار کا باشندہ تھا. نسلاً افغان تھا قبیلہ غلزئی سے تعلق رکھتا تھا قسمت آزما شخص تھا. یورپ کے قرون وسطیٰ کے دور کے اُن سپاہیوں کی مانند تھا. جو محض مالی فائدے کے لیے فوجوں میں شریک ہو کر. لڑا کرتے تھے اس قسم کے قسمت آزما کو انگریزی زبان میں (فری لانسر) کہتے ہیں. لہٰذا دربار قلات کی سیاست میں وہ بحیثیت فری لانسر دخیل رہا. یہ اُمیر محمود خان اول کے دور حکمرانی (۱۷۹۴ء تا ۱۸۱۷ء) میں قلات آیا. یہ بڑا زیرک اور معاملہ فہم شخص تھا اُمیر مہراب خان حکمران بلوچستان کا طرفدار تھا. اخوند فتح محمد وزیر کے اثر و رسوخ کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا بلوچ سرداروں کا بدترین مخالف تھا اس کی وجہ سے سردار زیادہ تر اُمیر مہراب خان کے مخالف ہو گئے. اور اس کے مقابلے میں اخوند

فتح محمد کو تقویت دینا شروع کر دیا امیر مہراب خان پر اس کا اثر بہت زیادہ تھا

اخوند صالح محمد کا خاندانی پس منظر

اخوند صالح محمد اخوند فتح محمد کا بڑا بھائی تھا. جب ان کا والد اخوند محمد حیات نے بدورِ حکمرانی (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) امیر نصیر خان اول رحلت کی تو امیر موصوف نے عہدہ وزارت اُس کے بیٹے صالح محمد کو دی چونکہ ہمیشہ مریض رہتے تھے لہذا اُس کی جگہ اس کے چھوٹے بھائی اخوند فتح محمد کو منصب وزارت ملی مگر اخوند صالح محمد بدستور دربار قلات سے وابستہ رہا. یہ بہت ہوشیار چالاک اور خوشامدی شخص تھا. اس نے بھی اپنے بھائی اخوند فتح محمد کی طرح اپنے مالک سے غداری اور نمک حرامی کی اخوند فتح محمد کے بعد اسے کافی عروج حاصل ہوا اخوند صالح محمد بھی اپنے بھائی اخوند فتح محمد کی طرح بلوچستان کے تخت پر قبضہ کرنے کا آرزو مند رہا. مگر اس کی بھی یہ آرزو پوری نہیں ہوئی اس نے افغانستان کے حکمران شاہ شجاع الملک اور انگریزوں کے ساتھ مل کر امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے خلاف سازشوں اور بغاوتوں کا جال پھیلایا نیچے اِن کا اور ان کے بھائی اخوند فتح محمد کا شجرہ دیا جاتا ہے۔

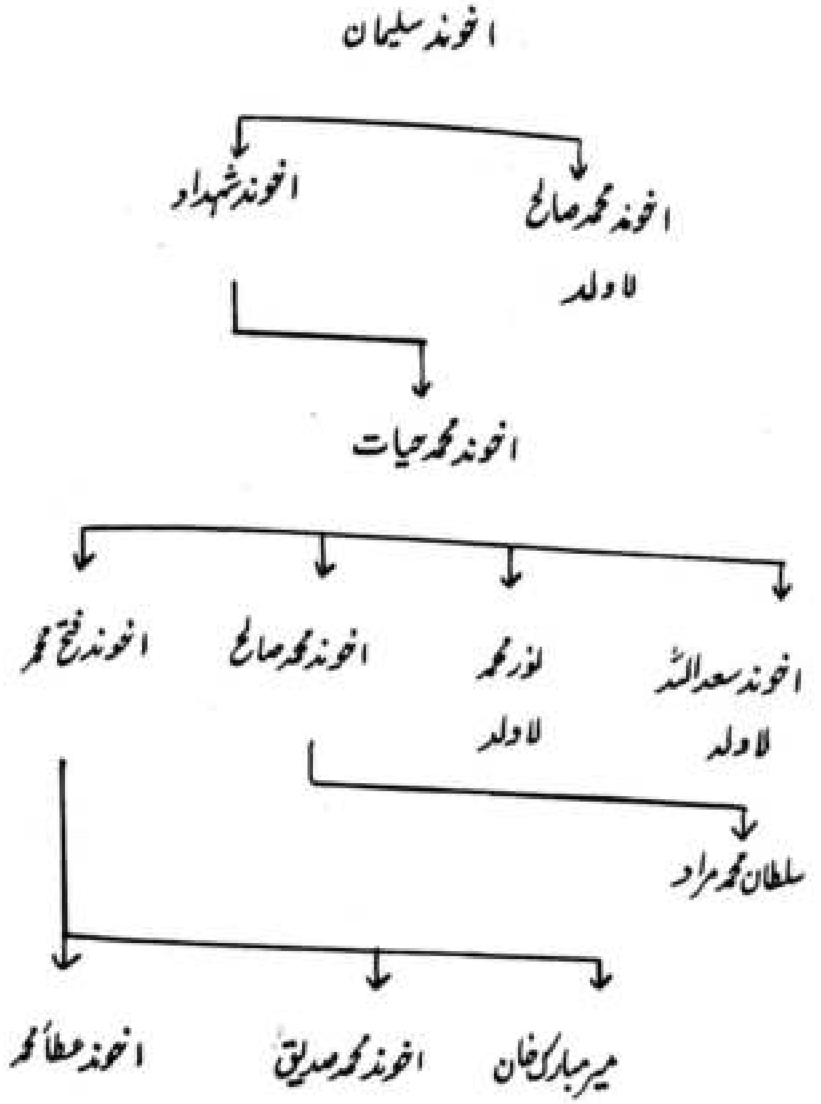

اخوند محمد صدیق کا خاندانی پس منظر

اخوند محمد صدیق اخوند فتح محمد کا بیٹا اور اخوند صالح محمد کا بھتیجا تھا اس نے بھی اپنے باپ اور چچا کے نقش قدم پر چل کر اپنے آقا میر محراب امیر بلوچستان کی بد خواہی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی باپ کے تمام بُرے خصائل اسمیں موجود تھیں۔

محمد حسن کا خاندانی پس منظر

اخوند محمد حسن اخوند عبدالرحمٰن بدوزئی بنگل زئی بلوچ کا بیٹا تھا اس کے خاندانی حالات کا۔ اس کے والد اخوند عبدالرحمٰن کی خاندانی پس منظر میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جن کے دوبارہ تذکرہ کی ضرورت نہیں امیر مہراب خان کے دور حکمرانی میں یہ دربار قلات میں ملازم ہوئے۔ اور امیر مہراب خان کے اشارے پر اس نے داؤد محمد کو قتل کر کے وزارت سنبھالی امیر مہراب خان کو اس پر پورا اعتماد تھا۔ یہ بلوچی اور فارسی زبان کا ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی شہادت پر اس نے مرثیہ لکھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس نے بھی امیر مہراب خان اپنے آقا کے ساتھ بدعہدی کی اور انگریزوں کا جاسوس بن کر امیر مہراب خان اور حکومت برطانیہ کے نمائندوں کے درمیان بدگمانی پیدا کی جس کے نتیجے میں انگریزی حکومت نے ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ آور ہوئے۔ امیر بلوچستان امیر مہراب خان مع اپنے چند وفادار ساتھیوں کے ساتھ آزادی بلوچستان کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

سید محمد شریف کا خاندانی پس منظر

سید محمد شریف مستونگ کے اہل سادات سے تھا۔ یہ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے خاص پروردگان میں سے تھا۔ اور ان کے دور حکومت ۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) میں ہرند داجل کا گورنر تھا ۱۸۲۷ء میں جب سکھوں نے ہرند داجل

پر حملہ کیا تو سید محمد شریف نے بلا مزاحمت یہ علاقہ ان کے حوالے کر دیا تھا کیونکہ در پردہ انگریزوں اور سکھوں سے ملا ہوا تھا اپنے آقا امیر بلوچستان امیر مہراب خان کا بد خواہ تھا۔ اس کے دشمنوں سے ملا ہوا تھا۔ قلات اگر امیر مہراب خان کو ہزند داخل پر سکھوں کے قبضے کا یہ جواز پیش کیا کہ جب سکھوں نے علاقے پر حملہ کیا تو مقامی بلوچ اولس اس کے کہنے پر سکھوں کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ لہذا سکھ علاقے پر بلا مزاحمت قابض ہو گئے اور آگے وہاں سے باہر نکال دیا سید محمد شریف کے اخوند محمد حسن سے گہرے دوستانہ مراسم تھے اور اخوند کا دست راست تھا امیر مہراب خان کے دور حکمرانی میں ان کے دربار کے اعلیٰ عہدیدار یہی حضرات تھے جن کے اوپر تفصیل سے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ تعجب کی بات ہے کہ ان تمام عہدہ داروں کے اجداد کو امیر مہراب خان کے دادا امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان نے دربار قلات میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا تھا کیونکہ ان کے اجداد اپنے آقا امیر نصیر خان اول کے ساتھ اس قدر مخلص اور اُن کے وفادار تھے کہ اپنی تمام زندگیاں اُن کے دور یرغمالی اور قید و بند میں ان کے ساتھ گزارے۔ جب وہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے تمام وفا شعار خدام کو دربار قلات میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔ نہ معلوم ان وفا شعار مخلص ایماندار ملازموں کی اولاد بدور امیر مہراب خان امیر بلوچستان کیوں نمک حرامی غداری اور بے وفائی پر اُتر آئیں۔

اگرچہ امیر مہراب خان نڈر بہادر اور بے باک تھے۔ لیکن اُن کا دماغ جیسا کہ عموماً نڈر اشخاص کا ہوا کرتا ہے سازشیوں کی چکنی چپڑی باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھا دوم یہ کہ وہ خود ایک ایماندار اور راست باز شخص تھا لہذا امیر مہراب خان

ان مطلب پرست اور غدار مشیروں کے جال میں پھنس گیا۔ بعد میں جب اُن کو ان مشیروں کی غداری کا احساس ہوا تو وقت گزر چکا تھا۔ جب وہ ایک دام سے نکل جانا چاہتا تو ایک دوسرے مہلک ترین دام سازش میں پھنس جاتا تھا اس لیے اس کی طبیعت میں انتہائی طور پر درشتی پیدا ہوگئی اور مردم کشی ان کا شعار بن گیا۔

اخوند محمد حسن کا خاندانی شجرہ

علی خان عرف آغا علی

↓

اخوند عبدالرحمٰن

↓

نائب عبدالقادر — اخوند محمد حسن — نائب محمد امین

سردار قادر بخش زرک زئی کا قتل

جب امیر محراب خان اخوند فتح محمد وزیر سے کسی قدر بدظن ہوگئے تو انہوں نے اخوند عبدالرحمٰن اور اس کے بیٹے عبدالقادر کو دربار کی سیاست میں اہمیت دینی شروع کردی۔ اخوند عبدالرحمٰن عرصہ سے یہ آرزو رکھتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اخوند فتح محمد کو قتل کروا کر اس کی وزارت حاصل کرے لہٰذا اس صورت حال سے اخوند عبدالرحمٰن فائدہ اُٹھاتے ہوئے۔ وزارت کو حاصل کرنے کے لیے سازشوں کا جال پھیلانے لگا۔ سردار میر قادر بخش زرک زئی۔ اگرچہ اخوند فتح محمد

Scanned with CamScanner

کا داماد تھا۔ لیکن اخوند عبدالرحمٰن کا طرفدار تھا۔ اُمیر مہراب خان ان دنوں گنداوا میں تھے۔ جب کہ اخوند عبدالرحمٰن نے سردار قادر بخش کو اشتعال دے کر ورغلا کر اخوند فتح محمد کے قتل پر آمادہ کیا۔ حسن اتفاق سے اخوند فتح محمد چند دنوں سے گھر میں بیمار پڑا ہوا تھا۔ اور باہر نہیں نکلتا تھا کہ سردار قادر بخش کو اُس کے قتل کا موقع ملتا۔ سردار قادر بخش زیادہ عرصہ صبر نہ کر سکا ماہ رمضان کے مہینے میں بروز ۳ اپریل ۱۸۲۲ء عین افطاری کے وقت تلوار لے کر اخوند کے مکان میں داخل ہو گیا اخوند مکان کے اندر پڑا ہوا تھا۔ اس کا بیٹا اخوند مبارک باہر صحن میں کھڑا تھا۔ سردار قادر بخش نے جلدی میں اخوند مبارک پر وار کر کے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اور خود اپنی جاگیر گاجان کی طرف نکل جانے کی بجائے اُمیر محمود خان اول اُمیر بلوچستان کی بیوہ بی بی لال بی بی کے گھر جا کر پناہ گزین ہوا۔

اخوند مبارک کے قتل کی خبر سن کر امیر مہراب خان اُمیر بلوچستان سخت برہم ہوا اور اپنے آدمیوں کو اُس نے اخوند مبارک کے قصاص میں سردار قادر بخش کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ الغرض اُمیر بلوچستان کے آدمیوں نے بی بی لال بی بی کے گھر میں داخل ہو کر موصوفہ کی بادی ننگ اور احترام کا خیال کئے بغیر سردار میر قادر بخش کو گرفتار کر کے ۱۹ جولائی ۱۸۲۲ء میں قتل کر دیا۔

سردار میر رشید خان زرک زئی کی بغاوت

میر رشید خان سردار میر قادر بخش کا بیٹا تھا اپنے والد کے قتل کی خبر سن کر اُس نے حکومت بلوچستان کے خلاف بغاوت کر دی جھالاوان اور کچھی میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور اُمیر مہراب خان نے قلات پہنچ کر دستہ روان

کے لشکر کو جمع کیا اور میر رشید خان کی سرکوبی کو ۲ اگست ۱۸۲۲ء کو نکلا میر رشید خان کا لشکر زہری اور انجیرہ کے درمیان جو درہ واقع ہے۔ اس میں مورچہ بند ہوا اور امیر بلوچستان کے لشکر کو زہری کی طرف آگے بڑھنے سے روکے رکھا طرفین میں کئی دنوں تک بندوقوں کی لڑائی ہوتی رہی آخر کار میر رشید خان نے عاجز آکر ہتھیار ڈال دیئے۔ سادات کرام کی سفارش پر مہراب خان نے اس کی خطا معاف کر دی۔ مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۲۲ء کو اُسے قبیلہ زہری کا سردار مقرر کر کے خلعت فاخرہ سے بھی سرفراز کر کے رخصت کر دیا۔

حکومت افغانستان کی سفارش

اگرچہ امیر بلوچستان امیر مہراب خان نے اخوند مبارک کے قصاص میں سردار میر قادر بخش زرک زئی کو

جو ایک زبردست سردار تھا۔ اور جھالاوان کے سرداروں کو سردار تھا قتل سے بھی دریغ نہیں کیا۔ لیکن اخوند فتح محمد کو اس فیصلہ سے تسلی نہیں ہوئی اس کی خواہش یہ تھی کہ امیر بلوچستان۔ اخوند عبدالرحمٰن اور اُس کا بیٹے عبدالقادر کو بھی اخوند مبارک کے قصاص میں قتل کرائے۔ وہ کہتا تھا کہ اخوند عبدالرحمٰن اور عبدالقادر کی شرارت سے دونوں طرف سے اسی کا ہی گھر برباد ہو گیا ہے۔ ایک طرف سے بیٹا مرا۔ تو دوسری طرف سے اس ہی کا داماد مارا گیا مگر امیر بلوچستان کے نزدیک چونکہ اخوند عبدالرحمٰن اور عبدالقادر پہ کوئی جرم ثابت نہ تھا۔ اس لئے امیر موصوف نے ان کے مواخذہ سے انکار کر دیا اس پر اخوند فتح محمد ناراض ہو کر قندھار چلا گیا۔ اور پھر قندھار سے ہرات جا کر وزیر فتح خان

سے التجا کی کہ وہ اس کے حق میں امیر محراب خان امیر بلوچستان سے سفارش کریں۔ ان دنوں میں افغانستان میں زمان شاہ کی جگہ اس کا بھائی شاہ شجاع الملک حکمران تھا اور سردار پائندہ خان محمد زئی کا بڑا بیٹا فتح خان حکومت افغانستان کا وزیر تھا اخوند فتح محمد کے اس کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ لہٰذا جب اخوند قندھار گیا تو اسے پتہ چلا کہ وزیر فتح خان ہرات میں ہے۔ لہٰذا اخوند فتح محمد ہرات پہنچا وزیر فتح خان نے سردار پردل خان کو اخوند کے ساتھ کر کے امیر محراب خان کی خدمت میں گنداواہ بھیجا۔ سردار پردل خان نے امیر محراب خان سے سفارش کی کہ اخوند مبارک کے قصاص میں اخوند عبدالرحمٰن اور اس کے بیٹے عبدالقادر کو بھی قتل کیا جائے کیونکہ یہ بھی قتل کی سازش میں ملوث ہیں۔ مگر امیر محراب خان نے سردار پردل خان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا کہ اخوند عبدالرحمٰن اور اس کا بیٹا عبدالقادر اس قتل میں بالکل ملوث نہیں بلکہ بے گناہ ہیں۔ وزیر فتح محمد امیر محراب خان کے تیور دیکھ کر ڈر گیا اور اپنے مطالبے سے دستبردار ہو گیا سردار پردل خان نے صحیح صورت حال سے آگاہی پا کر اپنی سفارش واپس لے لی اور قندھار چلا گیا اخوند فتح محمد نے امیر محراب خان سے معافی مانگ کر اپنا عہدہ وزارت پھر سے سنبھالا۔

اخوند فتح محمد کا قتل

داؤد محمد غلزئی جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے قندھار کے باشندہ تھا امیر محراب خان کے دور حکمرانی میں دربار قلات میں ملازم ہو چکا تھا۔ اور امیر محراب خان کے پیش پیش تھا۔ زیرک اور چاپلوس تھا۔ داؤد محمد منصب کا

سمجھو کا تھا کہ ہر اُس شخص کو جو اُس کے راستے میں حائل ہوتا حیلوں بہانوں سے امیر بلوچستان کے ذریعے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ بلوچ سردار داؤد محمد کی ان حرکتوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے تمام سردار امیر مہراب خان امیر بلوچستان سے بدظن ہوگئے تھے۔ اخوند فتح محمد داؤد محمد کے راستے کا سب سے بڑا کانٹا تھا۔ حکومت افغانستان کے نمائندے کی اخوند فتح محمد کے حق میں سفارش کو داؤد محمد نے غلط رنگ دیا اور امیر مہراب خان کو باور کرایا کہ سفارش کے بہانے اُس نے حکومت افغانستان کو دعوت دی ہے کہ وہ حکومت بلوچستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔ جو امیر بلوچستان کی سراسر توہین ہے۔ آخر کار داؤد محمد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا جب اُسے امیر بلوچستان کی طرف سے اشارہ مل گیا تو اُس نے ۲۷ فروری ۱۸۲۶ء میں اخوند فتح محمد کا کام تمام کر دیا۔ اور اس طرح اس نے اپنے بڑے دشمن کو اپنے راستے سے ہٹایا۔

اخوند فتح محمد کے قتل کے اثرات

اخوند فتح محمد کے قتل کے بہت بُرے اور نقصان دہ اثرات حکومت بلوچستان پر پڑے اخوند فتح محمد بلوچستان کی سیاست میں بہت بارسوخ شخص تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سردار مہر اللہ خان رئیسانی سر سردار ساروان اور سردار میر قادر بخش زرک زئی سر سردار جھالاوان دونوں اُس کے داماد تھے۔ ویسے بھی وہ بلوچستان کی وزارت پر کافی عرصہ سے فائز تھے اس کا تمام سرداروں پر کافی اثر و رسوخ تھا۔ سردار قادر بخش پہلے قتل ہو چکا تھا۔ اب جو اخوند فتح محمد

بھی قتل ہوا۔ تو سردار مہراللہ خان رئیسانی سخت برافروختہ ہوگیا۔ سراوان کے دوسرے سردار بھی امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی سخت گیرانہ پالیسی سے ناخوش تھے۔ سب سردار مہراللہ خان کے ہمنوا بن گئے۔ اور انہوں نے امیر بلوچستان کی علی الاعلان مخالفت شروع کردی۔ جھالاوان کے سردار بھی سردار میر رشید خان کی قیادت میں ایک دفعہ پہلے علم بغاوت بلند کر چکے تھے۔ اب سردار مہراللہ خان کے اٹھاؤ اور اُکساؤ کے باعث بار ثانی علم بغاوت بلند کیا اس طرح تقریباً تمام سرداران سراوان و جھالاوان نے امیر مہراب خان کی اطاعت سے روگردانی کی۔

سیاست کا تقاضا یہ تھا کہ امیر مہراب خان امیر بلوچستان اپنی پالیسی پر نظر ثانی کر کے تمام سرداروں کو خوش کرنے کی کوئی پالیسی اختیار کرتے۔ تا کہ ان کے گلہ شکوؤں کا مداوا ہوتا مگر اس کے برعکس امیر مہراب خان اخوند فتح محمد کی بجائے داؤد محمد کو وزیر مقرر کیا امیر موصوف کے اس فیصلے نے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ اس شرانگیز داؤد محمد سے جو اخوند فتح محمد کا قاتل تھا تمام قبائلی سردار بیزار تھے چونکہ فریب اور مکاری داؤد محمد کی طبعیت میں بھری ہوئی تھی وہ عموماً ہر اُس شخص کو جس سے وہ خطرہ محسوس کرتا یا ہر اس سردار کو جس کے اثرورسوخ سے اس کے دل میں خوف پیدا ہوجاتا وہ اُسے امیر بلوچستان کے ہاتھوں بے عزت کرانے یا قتل کرانے کی سازشوں میں لگا رہتا تھا داؤد محمد کی اس منتقمانہ پالیسیوں کی وجہ سے سرداروں کے دلوں سے امیر مہراب خان جیسے ذی وقار ذی رتبہ ذی حشم اور ذی حرمت امیر کے خلاف نفرت اور بددلی پیدا ہوگئی اور آخری دم تک قائم رہی۔

أمیر احمد یار خان کی آخری بغاوت

أمیر بلوچستان کے ساتھ سرداروں کی ناراضگی سے فائدہ اٹھاکر امیر احمد یار خان نے أمیر مصطفیٰ خان کے بیٹے سرفراز خان کو اپنے ساتھ ملاکر قلات کا تخت حاصل کرنے کی ایک اور کوشش کی تھی. اس مرتبہ پھر أمیر احمد یار خان نے کچھی میں چند غیر معروف سرداروں کو اپنے ساتھ ملاکر ڈھاڈر پر حملہ کر دیا أمیر بلوچستان کے حاکم ڈھاڈر بارو خان کو قتل کر کے ڈھاڈر پہ ۱۲ اپریل ۱۸۲۶ء کو قبضہ کر لیا. ڈھاڈر کو لوٹنے کے بعد أمیر احمد یار خان اور سرفراز خان کے لشکر نے بھاگ پر دھاوا بول دیا. أمیر محراب خان کا چھوٹا بھائی أمیر اعظم خان بھاگ میں تھا. أمیر اعظم خان، سردار میر جعفر خان مگسی کی قیادت میں کچھی کے بلوچوں کا لشکر لے کر بھاگ کے شہر سے باہر نکلا. اور أمیر مصطفیٰ خان کے گنبد کے سامنے دونوں لشکر صف آرا ہوئے ایک شدید معرکہ کے بعد أمیر احمد یار خان اور أمیر سرفراز خان کو شکست ہوئی اور ان کا لشکر منتشر ہو گیا أمیر احمد یار خان، أمیر سرفراز خان کو ساتھ لے کر سندھ کی طرف فرار ہو گیا یہ لڑائی ۱۵ اپریل ۱۸۲۶ء کو بھاگ کے شہر سے باہر فریقین کے درمیان لڑی گئی تھی.

أمیر احمد یار خان اور أمیر سرفراز خان کا قتل

علاقہ سندھ پہنچ کر أمیر احمد یار خان نے نامہ پیام کے ذریعے سرداران جھلاوان کو اکسانا شروع کیا اور کئی سرداران کی باتوں میں آ گئے أمیر محراب خان کو جب

سرداران جھالاوان کے ساتھ سازشوں کا علم ہوا تو امیر موصوف نے فیصلہ کر لیا کہ امیر احمد یار خان کا جس طرح سے ہو کام تمام کرنا ہے۔ چنانچہ امیر مہراب خان نے عبدالقادر ولد اخوند عبدالرحمٰن کو قاصد کے امیر احمد یار خان کے پاس سندھ بھیجا عبدالقادر نے جا کر امیر احمد یار خان و امیر سرفراز خان کے ساتھ امیر مہراب خان کی طرف سے حلف اٹھا کر وعدہ کیا کہ اگر وہ قلات چلیں تو امیر موصوف ان کو کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ امیر مصطفٰے خان کی تمام میراث ملک کران کے حوالے کرے گا۔ امیر احمد یار خان اور امیر سرفراز خان نے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے عبدالقادر کے جھوٹے وعدوں پر یقین کر لیا اور خوشی خوشی اس کے ساتھ امیر بلوچستان سے معافی مانگنے قلات روانہ ہوتے ۲۰ جون ۱۸۲۶ء کو قلات پہنچ کر انہوں نے امیر مہراب خان سے معافی مانگ کر اس کی اطاعت قبول کر لی لیکن امیر مہراب خان نے اسی رات کو امیر احمد یار خان اور امیر سرفراز خان کو ایک ساتھ قتل کروا دیا۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

جب امیر مہراب خان ۲۸ مارچ ۱۸۱۶ء کو امیر بلوچستان کی مسند حکمرانی پر بیٹھا تو سندھ میں ٹالپر بلوچوں کی حکومت کی ابتدا ہو چکی تھی پہلے ٹالپر امیر میر فتح علی خان کے بعد ان کا بھائی میر غلام علی خان ٹالپر ۱۸۰۲ء کو مسند حکمرانی سندھ پر بیٹھا۔ یہ ٹالپر خاندان کا دوسرا حکمران تھا اس نے ۱۸۱۲ء تک حکمرانی کی انہوں نے اپنے دس سالہ دور حکمرانی میں انگریزوں سے دو تجارتی معاہدے کئے پہلا معاہدہ ۱۸۰۳ء میں ہوا۔ جب کہ دوسرا معاہدہ ۹ نومبر ۱۸۱۲ء میں ہوا۔ جب

شہزادہ میر سرفراز خان احمدزئی بلوچ

میر غلام علی خان ۱۸۱۲ء میں فوت ہوئے اُن کی وفات کے بعد اُن کا بھائی میر کرم علی خان تالپر ۱۰ دسمبر ۱۸۱۲ء کو مسند حکمرانی پر بیٹھا ان کے دور کا اہم واقعہ یہ ہے کہ وزیر فتح خان نے محمود شاہ شجاع الملک کے بھائی کو دوبارہ افغانستان کی حکومت کے تخت پر بیٹھا دیا اُس نے خود پشاور پہنچ کر شجاع الملک کو پشاور سے نکال دیا۔ شجاع الملک اپنے بیوی بچوں کو لے کر لاہور پہنچا رنجیت سنگھ کے پاس پناہ لی۔ رنجیت سنگھ نے اس پر طرح طرح کی سختیاں کر کے کوہ نور ہیرا اس سے حاصل کیا اور اُسے قید کر دیا پھر شجاع الملک کسی طرح سے قید سے فرار ہو کر لدھیانہ کے علاقے میں انگریزوں کے پاس پہنچ گیا۔ انگریزوں نے اس کی خوب پذیرائی کی اس لیے کہ انگریز چاہتے تھے کہ اُسے افغانستان کی سیاست میں آلۂ کار بنائیں۔ انگریزوں نے اس کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا یہ تھا میر کرم علی خان کے دور حکومت میں اہم واقعہ میر موصوف ۱۶ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸۲۸ء میں فوت ہوا میر کرم علی خان کی اولاد نہ تھی اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی میر مراد علی خان مسند حکمران سندھ پر بیٹھا کہتے ہیں اُس نے اپنے حسن تدبیر سے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ مگر اس میں بڑا عیب تھا کہ وہ بخیل تھا۔ اُس کی بخل کی وجہ سے آئندہ چل کر اُس کی حکومت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُس نے ۲۰ اپریل ۱۸۳۲ء میں انگریزوں کے نمائندہ ہنری پوٹنجر سے ایک عہد نامہ کیا۔ میر مراد علی خان نے پانچ سال حکومت کرنے کے بعد اچانک حیدرآباد میں ۱۸۳۳ء میں وفات پائی اس کا بڑا بیٹا میر نور محمد تالپر اُس کا ولی عہد تھا۔ وہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں شاہ شجاع الملک افغانستان کا مفرور حکمران جو انگریزوں کے پاس لدھیانہ میں پناہ گزین تھا شکار پور آیا یہاں قیام کر کے اپنا تخت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی افغانستان پہنچا۔

قندھار کے مقام پر اَمیر دوست محمد خان اور دیگر سرداروں نے اُسے شکست دی وہ دوبارہ سندھ پہنچا حیدرآباد آیا اَمیران سندھ نے تحفے تحائف چند ہزار روپے زادِ راہ دے کر ۱۸۳۴ء میں واپس لدھیانہ پہنچا دیا۔

شاہ شجاع الملک کا انگریزوں سے گٹھ جوڑ

شجاع الملک کو اپنا تخت حاصل کرنے کا سودا اس طرح دماغ میں سمایا ہوا تھا کہ وہ اس خیال سے کبھی غافل نہیں ہوتا تھا چنانچہ جب وہ اُمیرانِ سندھ سے مایوس ہوا تو اس نے انگریزوں سے گٹھ جوڑ شروع کیا اَمیر مہراب خان ثانی کے دورِ حکومت میں سندھ کے یہ حالات تھے۔ جو مختصر طور پہ بیان کیے گئے۔

مرکزی اسلحہ خانے کا مدار المہام

جب اُمیر مہراب خان مسندِ حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اُن کے والد کے دورِ حکومت کے مرکزی اسلحہ خانے کا مدار المہام پھلات سنگار، ضعیف العمر ہو چکا تھا لہٰذا انہوں نے اس کے بیٹے شاہی کو اس کے باپ کے منصب پر فائز کیا۔ اور اَمیر مہراب خان کے دورِ حکمرانی (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) میں شاہی ہی مرکزی اسلحہ خانے کا مدار المہام رہا اور اسلحہ سازی کے کام کی نہایت تن دہی سے نگرانی کرتا رہا۔

چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں احداثی سرنگ

اُمیر مہراب خان نے اپنے پُرآشوب دورِ حکمرانی کے باوجود کچھ وقت

شاہ شجاع الملک امیر افغانستان

Scanned with CamScanner

نکال کر اپنے اجداد کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے چشمہ قلات کے ذیلی کاریز میں ایک مزید سرنگ اپنے نام سے احداث کی۔ جو چشمہ قلات کے پانی کی اضافگی کا سبب بنی۔

شاہ شجاع الملک کی بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں آمد

جب وزیر فتح خان نے شاہ محمود کو دوبارہ افغانستان کی مسند حکمرانی پر بٹھایا تو ۸ مئی ۱۸۱۸ء کو شاہ شجاع الملک کابل سے فرار ہو کر بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں آکر امیر بلوچستان امیر مہراب خان کے پاس پناہ گزین ہوا یہ دور وہ تھا جب کہ امیر مہراب خان اور اس کے سرداروں اور مشیروں کے درمیان زبردست کش مکش ہو رہی تھی ایک سردار خاموش ہوتا تو دوسرا اُٹھتا تھا اسی اثنا میں افغانستان میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی شاہ شجاع الملک افغانستان سے قلات پہنچا۔ امیر مہراب خان نے ایک بہادر بلوچ کی طرح پناہ دی سردار محمد اعظم شجاع الملک کے تعاقب میں منگچر تک آیا۔ مگر امیر مہراب خان نے دارو غہ گل محمد کو منگچر بھیج کر سردار اعظم خان کو پیغام کیا کہ میں ایک بلوچ ہوں شجاع الملک نے اب میری پناہ لی ہے۔ اپنے باہوٹ[۱] کو دشمن کے ہاتھ میں دینا بلوچی روایات کے خلاف ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ منگچر ہی سے واپس ہوں گے۔ اگر آپ بضد ہو کر آگے بڑھیں گے تو بلوچی ننگ کے لیے اپنا سر پیش کروں گا۔ لیکن اپنے

---

[۱]: بلوچی زبان میں پناہ گزین کو کہتے ہیں۔

یا ہوت شجاع الملک کو آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔

سردار رحمدل خان ایک فہمیدہ شخص تھا۔ وہ امیر محراب خان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے منگچر سے ہی واپس قندھار چلا گیا۔ شاہ شجاع الملک چند دن قلات میں امیر محراب خان کا مہمان رہا چونکہ افغان بلوچ حکومتوں کے معاہدے کی رو سے زیادہ عرصہ امیر محراب خان اُسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی افغانستان پر حملے جانے کے لیے اُسے امداد دے سکتا تھا چند دن قلات میں رہنے کے بعد شاہ شجاع الملک انگریزوں سے مدد مانگنے کے لیے ۲ جون ۱۸۱۶ء کو سندھ روانہ ہو گیا جہاں سے وہ لدھیانہ انگریزوں کے پاس پہنچ گیا۔ امیر محراب خاں نے سردار میر عیسیٰ خان شاہی زئی مینگل کو دو ہزار سواروں کے ساتھ خان گڑھ[1] تک بطور بدرقہ شاہ شجاع الملک کے ساتھ کر دیا تھا۔ سردار موصوف شاہ شجاع الملک کو خان گڑھ پہنچا کر واپس قلات آئے۔

رنجیت سنگھ سکھ حکمران پنجاب کا تاریخی پس منظر

سکھوں کی حکومت کا موسس رنجیت سنگھ (۱۷۸۰ء تا ۱۸۳۹ء) سردار شو چن سنگھ کا بیٹا تھا جو ۲ نومبر ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۲ء میں سکھوں کے ایک گروہ سوکر چکیہ کا اپنے باپ کی جگہ سردار منتخب ہوا بچپن میں چیچک کی وجہ سے اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ ۱۷ سال کی عمر میں اُس نے اپنی ماں کو زہر دے کر زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب شاہ زمان افغانستان کا حکمران

---

[1]: جیکب آباد کا پرانا نام۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ حکمران پنجاب

Scanned with CamScanner

پنجاب آیا تو رنجیت سنگھ اس کے دربار میں پہنچا ۱۷۹۹ء میں شاہ زمان نے اُسے لاہور کا حاکم مقرر کیا ۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ نے امرتسر پر حملہ کیا اور اُسے اپنی حکومت میں شامل کر لیا ۱۸۰۵ء میں جب جسونت رائے ہولکر نے اس کے پاس پناہ لی تو اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے معاہدہ کیا اور اس معاہدے کے مطابق اُس نے ہولکر کو پنجاب سے نکال دیا۔ پھر اس نے لدھیانہ اور اس کے اطراف کی دوسری ریاستوں پر قبضہ کر لیا ۱۸۰۸ء میں برطانوی ہند کے عہدیداروں نے اپنے نمائندہ سرمٹکاف کو رنجیت سنگھ سے اس معاہدے کے لیے بھیجا کہ وہ دریائے ستلج کے کنارے سے آگے نہ بڑھے اور اپنے مقبوضات کو ستلج سے آگے نہ بڑھائے۔ چنانچہ ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو رنجیت سنگھ اور انگریزوں میں ایک تحریری معاہدہ ہوگیا کہ ستلج برطانوی اور سکھوں کی حکومتوں کے درمیان حد فاصل ہوگا۔

۱۸۱۲ء میں مہاراجہ پنجاب کا لقب اختیار کیا ۱۸۱۹ء میں اس نے کشمیر پر قبضہ کیا ۱۸۲۰ء میں وہ دریائے ستلج اور دریائے سندھ کے درمیان تمام سرزمین پر قابض ہوگیا ۱۸۲۳ء میں اُس نے پشاور شہر اور اس کے اطراف کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ رنجیت سنگھ کی پالیسی انگریزوں کے ساتھ بڑی دوستانہ تھی۔ رنجیت سنگھ نے پنجاب پر ۴۰ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو انتقال کیا۔

Baluchi Academy Quetta ACC NO. 81 LIBRARY

ہرند داجل پر سکھوں کا قبضہ

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کے دور حکمرانی (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) میں

سید محمد شریف حکومت بلوچستان کی طرف سے ہڑند اور داجل کا گورنر تھا یہ بڑا خود غرض لالچی اور ظالم شخص تھا اس نے جب دیکھا کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت زور پکڑ رہی ہے۔ تو اس نے سکھوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے امیر بلوچستان کو اطلاع دیئے بغیر ہڑند داجل کا تمام علاقہ سکھوں پر فروخت کرکے دیدیا۔ سید محمد شریف پنجاب سے روانہ ہو کر جب قلات پہنچا تو اس نے انتہائی جسارت اور دیدہ دلیری سے امیر مہراب خان امیر بلوچستان کو یقین دلایا کہ جب سکھوں نے ہڑنڈ و داجل پر حملہ کرکے اُسے علاقہ سے باہر نکال دیا وہاں کی رعایا نے اس کی کوئی امداد نہ کی بلکہ سکھوں کے طرفدار ہو گئے اس نے بمشکل اپنی جان بچائی۔ اس طرح سید محمد شریف سکھوں سے لی ہوئی ہڑند داجل کی قیمت بلا ڈکارے ہضم کر گیا اور اپنی چالاکی اور چاپلوسی کی وجہ سے امیر مہراب خان کے مقربان خاص کے زمرے میں بھی شامل رہا۔

سید محمد شریف ۱۸ مارچ ۱۸۲۷ء میں ہڑند و داجل کو سکھوں پر فروخت کرنے کے بعد قلات پہنچا۔ اور اپنا من گھڑت قصہ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کو سنایا۔ جس کا ہم نے اوپر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں آکر وہ امیر مہراب خان کے خلاف انگریزوں کا جاسوس بن گیا اور ان سے امیر مہراب خان کی ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں شہادت تک اُن سے تنخواہ وصول کرتا رہا۔

سردار عظیم خان محمد زئی کا شکار پور پر حملہ

جب شاہ شجاع الملک افغانستان سے فرار ہو کر قلات پہنچا اور وہاں سے بطرف سندھ مورخہ ۲ جون ۱۸۱۸ء کو روانہ ہو کر شکار پور میں قیام کیا

اور تقریباً دو سال شکارپور میں سکونت پذیر رہا۔ یہاں سے افغانستان کے تخت کے حصول کے لیے جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اُس کے اِس رویہ سے امیران سندھ تنگ آ گئے' وہ سوچتے رہے کہ کون سی صورت ایسی ہو کہ شجاع الملک کو افغانستان روانہ کیا جائے ادھر شکارپور میں رہ کر شجاع الملک کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے' جس کسی کے پاس رعایا میں دولت کا نام سنا ظلم و تعدی سے وہ روپیہ اس سے حاصل کئے بغیر چین نہ لیتا تھا۔ آخر امیران سندھ کو شکارپور کی رعایا کی نجات کی فکر دامن گیر ہوئی۔ انہوں نے شجاع الملک سے رشتہ توڑ کر سردار عظیم خان برادر امیر دوست محمد خان سے اپنے تعلقات استوار کئے۔ اُسے سندھ آنے کی دعوت دی۔

اُمیر بلوچستان سے سردار عظیم خان کا استدعائے کمک

چنانچہ جب امیران سندھ کی یہ دعوت قندھار میں سردار عظیم خان کو ملی تو اُس نے امیر بلوچستان امیر مہراب خان سے استدعا کی حکومت افغانستان اور حکومت بلوچستان کے دوستانہ عہدنامہ کی رو سے امیر مہراب خان اپنے بلوچ لشکر کے ساتھ شاہ شجاع الملک کو شکارپور سے باہر نکالنے کے لیے اس کی امداد کرے۔

امیر مہراب خان نے جھالاوان دستہ کا لشکر جمع کر کے سردار عظیم خان کے انتظار میں علاقہ کچھی کے صدر مقام بھاگ پر کیمپ کیا۔ سردار عظیم خان امیر سندھ کے وکیل کے ساتھ شکارپور آنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ اپنے بھائی امیر دوست محمد خان اور سردار شیر دل خان سے رخصت ہو کر ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ حکومت بلوچستان کے سرمائی دارالخلافہ بھاگ پہنچا جہاں امیر مہراب خان امیر بلوچستان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں سے یہ لشکر ۱۲ دسمبر ۱۸۲۰ء کو بطرف شکارپور

روانہ ہوا چونکہ شجاع الملک کے ساتھ کوئی لشکر نہ تھا اس لیئے اُس نے سردار عظیم خان کے پہنچنے سے پہلے شکار پور خالی کر دیا سردار عظیم خان نے شکار پور پر قبضہ کرکے امیر مہراب خان اور اُس کے بلوچ لشکر کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

مکران میں شرف قاسم گچکی کی بغاوت

اُمیر مہراب خان کے دور حکمرانی میں مکران کے علاقہ کیچ کا سردار شرف قاسم گچکی تھا اس نے ۲۶ اپریل ۱۸۲۱ء میں اُمیر بلوچستان کے خلاف بغاوت کی اُمیر بلوچستان کے کیچ کے گورنر کو قتل کرکے سارے علاقے پر خود قابض ہو گیا۔ اُمیر مہراب خان نے شکار پور کی مہم سے واپسی پر چند دن قلات میں قیام کیا اور پھر خضدار پہنچ کر خضدار کو مکران پر حملہ کرنے کی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر لشکر جمع کرنے کے لیے اس نے جا بجا اپنے کارندے دوڑائے۔

لشکر جمع کرنے میں داروغہ گل محمد کی ناکامی

داروغہ گل محمد لشکر جمع کرنے کے لیے ساراوان پہنچا لیکن مستونگ میں سردار مہراللہ خان رئیسانی اور سردار عبدالقادر شاہوانی نے اُسے لشکر دینے سے انکار کر دیا۔ اور ان کی دیکھا دیکھی ساراوان کے دیگر سردار بھی داروغہ گل محمد کو لشکر دینے سے انکاری ہوئے الغرض داروغہ گل محمد بے نیل و مرام واپس خضدار پہنچا۔

سردار فقیر محمد بزنجو کی مکران کو روانگی

داروغہ گل محمد کی ساراوان سے ناکام واپسی کے بعد اُمیر مہراب خان کچھ پریشان خاطر رہے. اگرچہ جھالاوان کے سرداروں میں اس وقت صرف سردار زہری اُس کے خلاف تھا. اگرچہ وہ چاہتا تو قبیلہ زہری کے ماسوائے جھالاوان سے وہ ایک بہت بڑا لشکر جمع کر سکتا تھا. مینگل' بزنجو' محمد حسنی' میروانی' کمبرانی' گرگناڑی' کلندرانی' سمالانی یہ سب جنگجو قبائل اُس کے طرفدار تھے مگر اُمیر مہراب خان نے ایسا نہیں کیا. کیونکہ اُسے سردار مہراللہ خان رئیسانی اور سردار عبدالقادر شاہوانی کی جسارت اور انکار سے ایک بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا تھا. اور ان کو لازمی طور پر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اُس کے مکران کی طرف چلے جانے کے بعد ساراوانی سردار بغاوت کر کے قلات پر قابض نہ ہو جائیں اور اسی خطرہ کے پیش نظر وہ اپنے طرفدار قبائل کو بھی دور مکران کی طرف بھیجنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اُمیر مہراب خان نے فی الحال خود مکران پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا البتہ سردار فقیر محمد بزنجو کو علاقہ کیچ کا گورنر مقرر کر کے قبیلہ بزنجو کے لشکر کے ساتھ کیچ روانہ کر دیا. چنانچہ سردار فقیر محمد بزنجو نے ۲۴ مئی ۱۸۲۱ء کو اپنے بزنجو لشکر کے ساتھ کیچ پر اچانک حملہ کر دیا. شہ قاسم گچکی نے سراسیمگی کی حالت میں اس کا مقابلہ کیا لیکن بہت جلد شکست کھا کر ہتھیار ڈال دیئے سردار فقیر محمد بزنجو نے کیچ کو اپنا گھر بنالیا. گچکیوں کے ساتھ اُس نے روادارانہ برتاؤ کیا اُن کے ساتھ رشتے ناطے کئے اس طرح اخلاص اور ایماندار کے ساتھ چالیس سال تک کیچ کا گورنر رہا سردار فقیر محمد خان بزنجو نے مکران میں اُمیر بلوچستان

کی طرف سے حکومت کی اور تمام علاقہ پر امیر بلوچستان کا مستقل اور غیر منقسم قبضہ جمالیا۔ لہذا امیر مہراب خان اپنے دور حکمرانی میں مکران کی حکومت کی طرف سے خاطر جمع رہا۔

سرداران ساراوان کی قلات میں آمد

داروغہ گل محمد کی مستونگ سے ناکام واپسی پر امیر مہراب خان امیر بلوچستان سخت برافروختہ تھے انہوں نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ ساراوان کے تمام سرداروں کو تہ تیغ کرنا ہے۔ لیکن سید محمد شریف اور اخوند محمد صالح نے جن کا ساراوان کے سرداروں کے ساتھ خفیہ ساز باز تھی۔ امیر مہراب خان کو سرداروں پر فوج کشی سے روکا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ سرداروں کی صورت حال کمزور ہے۔ اور امیر مہراب خان کے مقابلے میں ساراوان کے قبیلہ رقبائل سرداروں کا ساتھ نہیں دے گا۔ نیز وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سرداروں کی شکست کے بعد امیر مہراب خان کے بر خلاف ان کی کی ہوئی سازشوں کا بھانڈا بھی پھوٹ جائے گا۔ اور سرداروں کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اخوند محمد صالح اور سید محمد شریف نے ہزاروں حیلے بہانے بنا کر امیر مہراب خان کے غصہ کو ٹھنڈا کیا چونکہ داود محمد وزیر جو سرداروں کا بدترین دشمن تھا تھوڑی دیر کے لیے پیچھے ہٹ گیا تھا اخوند محمد صالح اور سید محمد شریف نے امیر مہراب خان کو سرداروں کی معافی دینے پر رضامند کر کے مستونگ کا رُخ کیا اور چند دنوں بعد سردار مہر اللہ خان رئیسانی اور سردار عبدالقادر شاہوانی اور ساراوان کے چند دوسرے سرداروں کو ساتھ لے کر قلات پہنچے۔ اخوند محمد صالح اور سید محمد شریف کی غیر موجودگی

میں داود محمد نے فائدہ اٹھا کر امیر مہراب خان کے کان بھرنے شروع کئے چنانچہ جب سرداران ساراوان ۸ جولائی ۱۸۳۱ء قلات پہنچے تو امیر مہراب خان نے ان کی خاطر خواہ عزت نہیں کی سرداروں کو امیر مہراب خان کے اس غیر مناسب سلوک سے ڈر پیدا ہوگیا کہ کہیں امیر مہراب خان کسی وقت ان پر اچانک حملہ کروا کر ان کو گرفتار نہ کرا دے سرداروں کے پاس اپنی مدافعت کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ اس لئے وہ راتوں رات قلات سے کچھی کی طرف چلے گئے داود محمد کی سکیم سرداروں کے خلاف کامیاب ہوگئی اخوند محمد صالح اور سید محمد شریف کی امیر بلوچستان اور سرداروں کی مصالحت کرانے کا منصوبہ ناکام ہوگیا۔

سرداران ساراوان کی بغاوت

کچھی پہنچ کر سرداروں نے پھر امیر بلوچستان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا سردار سردار خان رند سردار بہرام خان بلیدی کچھی کے ایک دو اور سردار بھی انکے ساتھ مل گئے قلات میں داود محمد کو موقع مل گیا اس نے امیر مہراب خان کو پھر سرداروں کے خلاف ابھارا امیر مہراب خان اس قدر طیش میں آیا کہ وہ سرداروں پر لشکر کشی پر آمادہ ہوگیا۔ اس نے ناشی نور محمد کو جھالاوان سے لشکر جمع کرنے کے لیے خضدار بھجوا دیا۔ سردیوں کا موسم سر پر تھا اس لیے چند دن بعد ۱۱ نومبر ۱۸۳۱ء کو امیر مہراب خان خود بھی خضدار تشریف لے گئے۔ خضدار میں چند دن قیام کرنے کے بعد امیر مہراب خان جھالاوان کے لشکر کو ساتھ لے کر براستہ مولا کچھی میں ۲۰ نومبر ۱۸۳۱ء میں داخل ہوگیا کوٹڑہ کو لوٹنے اور تاراج کرنے کے بعد امیر مہراب خان گنداوہ پہنچا۔ سردار میر احمد خان مگسی اور میر غلام نبی خان مغیری اپنے اپنے قبائلی لشکروں کے ساتھ گنداوہ آ کر امیر مہراب

خان اُمیر بلوچستان سے ملے کچھی کے یہی دو سردار باغی سرداروں کے ساتھ شامل نہ تھے۔ جب باغی سرداروں کو اُمیر بلوچستان کے عزم اور فراوانی لشکر کا علم ہوا۔ تو وہ سخت حواس باختہ اور پریشان ہوگئے۔ چونکہ سرداروں میں اُمیر بلوچستان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی آخر کار میٹرھ پر اُتر آئے ایک سیدانی خاتون بی بی نور خاتون کو قرآن دے کر اُمیر بلوچستان کی خدمت میں روانہ کر دیا بی بی نور خاتون نے گنداواہ پہنچ کر قرآن کے طفیل اُمیر مہراب خان سے سرداروں کی طرف سے معافی مانگ لی۔ اُمیر مہراب خان نے قرآن پاک کو بوسہ دے کر اس کے طفیل تمام باغی سرداروں کا قصور معاف کر دیا۔

سرداروں کی گرفتاری

چند دنوں بعد سردار مہر اللہ خان ریئسانی سردار محمد خان شاہوانی سردار سردار خان رند اور دیگر تمام باغی سردار گنداواہ میں ۲ دسمبر ۱۸۳۱ء میں حاضر ہوکر اُمیر بلوچستان کے سلام سے مشرف ہوئے۔ داود محمد کو اُمیر بلوچستان اور سرداروں کی مفاہمت پسند نہ تھی۔ قبائلی افراد اُمیر بلوچستان اور سرداروں کے درمیان صلح کی خبر سن کر جوق در جوق اپنے سرداروں کو مبارک دینے آرہے تھے۔ داود محمد نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قبائیلوں کی آمد و رفت سے ایک نئی بات بنائی کہ سردار مبارکباد کے بہانے پھر لشکر جمع کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک دن اچانک حملہ کر کے وہ اُمیر بلوچستان کو گرفتار کر لیں اس نے اُمیر مہراب خان کو تجویز پیش کی کہ آپ پیش دستی کر کے ان کو گرفتار کر لیں۔ اُمیر مہراب خان پھر داود محمد کی باتوں میں آگیا ۱۲ دسمبر ۱۸۳۱ء میں تمام سرداروں کو گرفتار کر کے

گنداواہ میں قید کر دیا اور خود گنداواہ سے کوچ کر کے بھاگ پہنچا۔ کچھی سے واپسی پر امیر مہراب خان نے گرفتار شدہ سرداران ساراوان و کچھی کو ماسوائے سردار مہر اللہ خان رئیسانی کے مورخہ ۳ مارچ ۱۸۳۲ء میں رہا کر دیا اور سردار مہر اللہ خان رئیسانی کو جو باغیوں کا سرغنہ خیال کیا جاتا تھا۔ بدستور قید رکھا۔

علی شیر بگٹی کی بغاوت

امیر مہراب خان جب بھاگ پہنچے۔ تو انہیں علی شیر بگٹی کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ امیر مہراب خان نے داود محمد وزیر کو لشکر دے کر علی شیر کی سرکوبی کو روانہ کر دیا۔ امیر بلوچستان کے لشکر نے ڈیرہ بگٹی کو تاخت و تاراج کیا اور علی شیر بگٹی کو داود محمد نے گرفتار کر کے بمقام بھاگ امیر بلوچستان کے سامنے پیش کیا علی شیر نے امیر بلوچستان سے معافی مانگی میر مہراب نے اُسے معافی دے کر پُرامن رہنے کی فہمائش کی اور ۹ اپریل ۱۸۳۲ء کو علی شیر بگٹی امیر بلوچستان سے اجازت لے کر واپس ڈیرہ بگٹی روانہ ہوا۔

سردار میر مہر اللہ خاں رئیسانی کا قتل

امیر مہراب خان سردار میر مہر اللہ خان رئیسانی کو قید سے رہا نہیں کیا کیونکہ اُسے امیر موصوف باغیوں کا سب سے بڑا سرغنہ سمجھتا تھا۔ لہٰذا سردار رئیسانی کو بدستور قید میں رکھا گیا اور کچھی سے اُسے قلات کے بندی خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ داود محمد وزیر کے ایما سے امیر مہراب خان نے سردار مہر اللہ خان کو قید میں ۲۹ اپریل ۱۸۳۲ء میں قتل کر وادیا۔

ساراوان و جھالاوان میں عام بغاوت

سردار مہر اللہ خان رئیسانی کے قتل سے جو سردار امیر مہراب خان' امیر بلوچستان کے طرفدار تھے. وہ بھی اُس سے بدظن ہو گئے' مخالف سرداروں نے اس ناخوشگوار خبر کے سنتے ہی علم بغاوت بلند کیا اور کئی سردار جو اُمیر بلوچستان کے طرفدار تھے. انہوں نے بھی ان کا ساتھ دیا. بہر حال داود محمد وزیر کی آتش انگیزی سے اُمیر بلوچستان کی حکومت میں بلاشبہ ایک ایسی آگ لگا دی جس سے بلوچی حکومت کی شاندار عظمت کچھ مدت بعد راکھ کے ایک ڈھیر میں تبدیل ہو کر رہ گئی

ساراوان و جھالاوان کی بغاوت میں سید محمد شریف کا کردار

سید محمد شریف نے سرداروں کی اس بغاوت میں بھرپور حصہ لیا. اُمیر مہراب خان پر سید محمد شریف کی کارستانیاں اب ظاہر ہو چکی تھیں. اس لئے انتقام کے خوف سے بھاگ کر سید محمد شریف نے باغی سرداروں کا ساتھ دیا اور مستونگ سے سردار میر اسد خان رئیسانی' سردار میر محمد خان شاوانی' میر عبدالکریم رئیسانی اور میر مصری خان شاہی زئی مینگل کو ساتھ لے کر ۲ جون ۱۸۳۲ء کو پشین چلا گیا. ان سرداروں نے سید محمد شریف کے ہاتھ ایک خط سردار شیر دل خان محمد زئی گورنر قندھار کے نام لکھا اور اس سے استدعا کی کہ وہ ان سرداروں کی کمک کرے تاکہ اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان سے سردار مہر اللہ خان رئیسانی کا بدلہ لیں. ان دنوں میں افغانستان میں بادشاہ گردی زوروں پر تھی. شاہ شجاع الملک سدوزئی لدھیانہ میں انگریزوں کی پناہ میں تھا افغانستان پر امیر دوست محمد خان

محمد زئی حکومت کر رہا تھا۔ اور اُس کا بھائی سردار شیر دل خان قندھار کا گورنر تھا لہٰذا سید محمد شریف نے اُس کو بلوچ سرداروں کا خط پہنچا دیا اور سید محمد شریف نے اُمیر مہراب خان کی کمزوریوں کو بھی سردار شیر دل خان کے سامنے رکھا اور اُسے یقین دلایا کہ اس کے حملے کی خبر پاتے ہی اُمیر مہراب خان گڑگڑا کر معذرت خواہ ہوگا چنانچہ سردار شیر دل خان ان کی باتوں میں آ کر ایک معمولی لشکر کے ساتھ قلات پر حملہ کرنے کے لیے ان کے ساتھ پشین تک چلا آیا جب سردار شیر دل خان ۱۴ جون ۱۸۳۲ء کو پشین پہنچا اور جیسے کہ اُسے بتایا گیا تھا کہ اُمیر مہراب خان ہاتھ جوڑ کر اُس کے سلام کو آئے گا لیکن پشین پہنچنے پر اُسے معاملہ دگرگوں معلوم ہوا۔ اُمیر مہراب خان ایک جرار لشکر کے ساتھ اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا لہٰذا سردار شیر دل خان نے دیکھا کہ اُس کے پاس اتنا لشکر نہیں جو وہ اُمیر بلوچستان سے لڑے اور اُسے یہ بھی خیال آیا کہ یہ معاملہ اُمیر بلوچستان کا اندرونی معاملہ ہے وہ اس میں کیوں کر خواہ مخواہ دخل دے لہٰذا وہ پریشان اور پشیمان ہو کر واپس قندھار چلا گیا سردار اسد خان اور اُس کے مفرور سردار اُس کے ساتھ واپس قندھار چلے گئے۔

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کا ردعمل

اُمیر مہراب خان کو جب معلوم ہو گیا کہ اس کے خلاف سرداروں کی جسارت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اِس وقت بلوچستان میں اُس کے خلاف چاروں طرف آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ بہرحال اُمیر مہراب خان نے ان خطروں اور مصیبتوں سے مڑنے اور دبنے والا نہ تھا۔ اب اُس نے آخری بار تمام

شورش پسند عناصر اور باغی سرداروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا پکا ارادہ کر لیا اُس کے مشیر اُس کے بدخواہ تھے۔ وہ اُسے مزید اشتعال دلانے پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ امیر مہراب خان نے اخوند محمد صالح کو ساراوان سے لشکر جمع کرنے مستونگ اور داروغہ اخوند نور محمد کو ڈگر مینگلوں کا لشکر جمع کرنے نوشکی روانہ کیا کچھ دنوں بعد دونوں لشکر ۱۷ جولائی ۱۸۳۲ء کو قلات پہنچے تب امیر مہراب خان نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ کوچ کر کے مستونگ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا مستونگ میں باغی سرداروں کی جائیدادوں کو لوٹا مال و متاع کو تاراج کیا مکانوں کو گرا کر مسمار کر دیا۔ ان کے طرفداروں اور حمایتوں کو قتل کیا امیر مہراب خان کے اس خونین مواخذہ سے تمام ساراوان میں ہیبت چھا گئی۔

سردار شیر دل خان کا حملہ اور موت

اُمیر مہراب خان سے باغی سردار اب تک سردار شیر دل خان قندھار کے گورنر کے پاس پناہ گزین تھے سردار مذکور نے ان کو امداد کا وعدہ دیا ہوا تھا۔ آخرکار وہ دس ہزار لشکر کے ساتھ مورخہ ۳ اگست کو قندھار سے روانہ ہوا لیکن قلعہ حاجی کے مقام پر پہنچ کر ۶ اگست ۱۸۳۲ء کو سردار شیر دل خان مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ اور واپس ہوا۔ قندھار پہنچ کر فوت ہوا۔

سردار پر دل خان کی مفاہمت کی کوششیں

سردار شیر دل خان کی وفات کے بعد اُس کا دوسرا بھائی سردار پر دل خان گورنر قندھار بنا۔ وہ اس قضیہ کو باہمی مصالحت سے نمٹانا چاہتا تھا۔ اس لئے

اُس نے اخوند غیاث کو اپنا وکیل بنا کر امیر مہراب خان کے پاس قلات بھیجا اور خواہش ظاہر کی کہ اخوند غیاث کے ساتھ مذاکرات کے بعد اگر کوئی امر حل طلب رہ جائے۔ تو امیر مہراب خان اخوند صالح محمد کو اپنے نمائندہ کے طور پر اخوند غیاث کے ساتھ قندھار روانہ کردے اس میں کوئی شک نہیں اخوند صالح محمد بظاہر امیر مہراب خان کی وفاداری کا دم بھرتا تھا۔ پوشیدہ طور پر سید محمد شریف اور باغی سرداروں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اور ان کے ساتھ خفیہ خط وکتابت جاری تھی۔ بہر حال اخوند غیاث کے ساتھ امیر مہراب خان کا سمجھوتہ نہ ہو سکا اور امیر مہراب خان نے نیک نیتی سے کام لے کر اخوند صالح محمد کو اس کے ساتھ قندھار جانے کی اجازت دے دی مگر اخوند صالح محمد نے اپنے بھتیجے محمد صدیق کو بھی ساتھ لے جانا چاہا جس کی وجہ سے امیر مہراب کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے۔ انہوں نے محمد صدیق کے جانے کی اجازت نہ دی اخوند صالح محمد دل میں چور تھا۔ امیر مہراب خان کے اس اقدام سے ڈر گیا اُسے یقین ہو گیا کہ امیر مہراب خان کو اس کی تمام کارستانیوں کا علم ہو چکا ہے ایک رات چپکے سے اپنے بھتیجے محمد صدیق کو ساتھ لے کر قندھار جانے کی بجائے جھالاوان کی طرف فرار ہو گیا۔ اخوند صالح محمد ۲۶ اگست ۱۸۳۲ء کی رات جھالاوان کی طرف فرار ہو گیا۔

نہ معلوم امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے نمک میں کیا تاثیر تھی جو بھی اُسے چکھتا وہ اس کا جانی دشمن بن کر میدان میں اس کے خلاف اُٹھتا۔ حالانکہ اُس کے تمام درباری مشیروں کے دادے پردادے امیر نصیر خان نوری کے پروردہ تھے۔ اور انہوں نے ہی ان کو

ان کے وفاداریوں کے صلے میں دربار میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا تھا۔ خدا جانے ان کی اولادوں میں اپنے ولی نعمت اور مالک کے لیے جذبہ وفاداری کیوں یک لخت مفقود ہو گیا اور وہ سارے نمک حرامی، غداری، بے ایمانی پر اتر آئے تھے۔

باب دویم

اخوند صالح محمد کے فرار ہونیکی وجوہات

۲۶ اگست ۱۸۳۲ء کی رات کو جب اخوند صالح محمد اپنے بھتیجے اخوند محمد صدیق کے ساتھ قلات سے فرار ہوا اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے جالس بیلہ اور سرداران جھالاوان کو بغاوت کے لیے پہلے تیار کیا ہوا تھا۔ قندھار جانے سے اسکی سکیم یہ تھی کہ جب سردار پردل خان سے وہ ملے گا۔ اُس کو صحیح حالات بتا کر قلات پر حملہ کرنے کے لے روانہ کرے گا۔ تو اس صورت حال میں سرداران جھالاوان بھی علم بغاوت بلند کر کے امیر مہراب خان کے خلاف دو طرفہ محاذ قائم کریں گے۔ لیکن اب وہ اپنی گرفتاری کے خوف سے قندھار کی طرف نکل نہ سکا۔ کیونکہ سرحد تک پہنچتے پہنچتے۔ امیر مہراب خان کے آدمی اُسے کسی نہ کسی منزل پر گرفتار کر سکتے تھے۔ اس لیے وہ قلات سے نکل کر دوسرے دن بمع زہری پہنچا اور گرفتاری سے محفوظ رہا۔ اس نے دوران فرار اس نے جھالاوان کو قندھار پر ترجیح دی۔

سرداران جھالاوان و جام لس بیلہ کی بغاوت

جام عالی جام لس بیلہ میر کرم خان اور میر الٹاز خان الٹازئی میر رشید خان زرک زئی میر بوہیر خان موسیانی میر یار محمد شاہی زئی مینگل امیر مہراب خان سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اب اخوند صالح محمد کے زہری پہنچتے ہی انہوں نے امیر بلوچستان کے خلاف اعلیٰ الاعلان علم بغاوت بلند کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اب سرداران سراوان و جھالاوان مجموعی طور پہ باغی ہو چکے تھے لیکن ان کی بغاوت سے قبائل متاثر نہیں ہوئے تھے جھالاوان میں سرداروں اور اخوند صالح محمد کی انتھک کوششوں کے باوجود ان کے پاس خاطر خواہ لشکر جمع نہ ہو سکا۔ اس لیے اخوند صالح محمد سرداروں کو ساتھ لے کر کچھی چلا گیا لیکن وہاں پر بھی انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ ان اطراف سے مایوس ہو کر اخوند صالح محمد نے محمد صدیق کو امیران سندھ کے پاس امداد کے لیے سندھ روانہ کر دیا لیکن امیران سندھ نے بھی ان کو کوئی امداد نہ دی۔ البتہ سردار ولی محمد لغاری نے جو امیران خیر پور کا وزیر تھا صرف اخوند صالح محمد کو خیر پور میں بود و باش اختیار کرنے کی اجازت دے دی آخر کار محمد صدیق بے نیل و مرام واپس آگیا۔

داود محمد وزیر کا قتل

۱۸۳۳ء میں اخوند صالح محمد اور سید محمد شریف کے دربار سے نکل جانے کے بعد داود محمد وزیر کے لیے من مانی کرنے کو میدان صاف ہو گیا تھا لیکن

اَمیر مہراب خان کے لیے اب حالات نہایت پیچیدہ اور ناقابل برداشت ہو چکے تھے اب اُسے اس دربار میں کسی پر بھی اعتماد نہ تھا۔ داود محمد بھی اَمیر مہراب خان پر اپنے دانت تیز کر رہا تھا قلات کی حکومت حاصل کرنے کی خواہش اس کے دل کی گہرائیوں میں پرورش پا رہی تھی۔ اور اس کے لیے وہ اَمیر مہراب خان کے گرد سازشوں کا جال بچھاتا جا رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اخوند محمد حسن کو داود محمد کی ان حرکات کا علم ہو گیا داود محمد کی سازشوں کا کھوج لگا کر اخوند محمد حسن نے اَمیر مہراب خان کو خبردار کیا اَمیر مہراب خان داود محمد کی غداری کو کب برداشت کر سکتا تھا اخوند محمد حسن نے اَمیر مہراب خان کا اشارہ پاکر ۱۸ مئی ۱۸۳۳ء کی رات کو داود محمد کا سر تن سے جدا کر دیا دوسرے دن اَمیر مہراب خان نے اخوند محمد حسن کو اپنا وزیر مقرر کر دیا۔

عبدالقادر کا قتل

داود محمد کے قتل سے حالات پھر پلٹ گئے اخوند محمد حسن اخوند صالح محمد اور سید محمد شریف کی پارٹی کا آدمی تھا۔ اور وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے راستے سے تمام کانٹوں کو ہٹانا چاہتا تھا۔ اس وقت دربار میں عبدالقادر کے سوا اس کا کوئی مخالف نہ تھا۔ اَمیر مہراب خان کی باگ اب اس کے ہاتھوں میں تھی جہاں چاہتا اُسے موڑ لیتا تھا۔ آخر کار اَمیر مہراب خان کو اکسا اکسا کر اس نے عبدالقادر کا پروانہ موت حاصل کر لیا۔ اور اس نے ۵ جون ۱۸۳۳ء کو موقع پاکر عبدالقادر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

سردار رحمدل خان کا شالکوٹ اور مستونگ پر قبضہ

سرداران ساراوان امیر مہراب خان سے بدستور باغی تھے۔ اخوند محمد حسن اور اخوند صالح محمد کے ذریعے تمام بلوچستان میں ان کی سازشوں کا جال بچھ رہا تھا۔ سردار رحمدل خان افغان حاکم سیوی نے سردار پردل خان حاکم قندھار کے حکم سے سیوی سے لشکر لے کر شالکوٹ پر ۵ مارچ ۱۸۲۸ء میں حملہ کیا۔ ملک دینار شاہی زئی مینگل امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی طرف سے شالکوٹ کا گورنر تھا۔ وہ باغی سرداروں سے ملا ہوا تھا اُس نے شالکوٹ کا قلعہ بلا مقابلہ سردار رحمدل کے حوالہ کر دیا۔

امیر مہراب خان امیر بلوچستان کا ردعمل

امیر مہراب خان کو جب اس اچانک حملے کا علم ہوا تو میر قطب خان رئیسانی اور جان محمد شاہی زئی مینگل کو لشکر دے کر مستونگ کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ سردار پردل خان حاکم قندھار نے سرداران ساراوان کو سردار مہر دل خان کی قیادت میں ایک لشکر دے کر سردار رحمدل خان کی امداد کو شالکوٹ روانہ کر دیا یہ دونوں لشکر شالکوٹ میں ملے۔ اور بڑھ کر مستونگ پر حملہ کر دیا مستونگ پر یہ حملہ ۳۱ مارچ ۱۸۲۸ء کو ہوا۔ میر قطب خان رئیسانی اور جان محمد شاہی زئی مینگل حملہ آوروں کے ساتھ مل گئے اور اس طرح رحمدل خان نے مستونگ پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا۔

ایران کی سیاسی صورت حال

اُمیر محراب خان ثانی کے دورِ حکومت (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) میں ایران کی سیاسی صورت حال اس طرح تھی۔ ایرانی حکومت ۱۸۰۵ء سے لے کر ۱۸۱۹ء تک افغان مہمات میں مصروف رہی جس کی تفصیلات اُمیر محمود خان اول کے دورِ حکومت (۱۷۹۳ء تا ۱۸۱۷ء) میں بیان کئے جا چکے ہیں ایرانی حکومت ۱۸۲۱ء سے لیکر ۱۸۲۳ء تک ترکی سلطنت کے ساتھ جنگ و جدل کرتی رہی جس میں کہ ایرانی سلطنت کا پلہ بھاری رہا ۱۸۲۵ء میں روسی حکومت نے ایران اور روسی سرحد پر واقع مقام گوکچہ پر قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں روسی افواج اور ایرانی افواج کی کئی ایک مقامات پر لڑائیاں ہوتی رہیں آخر کار حکومت روس اور حکومت ایران کے درمیان ترکمانچی کا عہد نامہ ہوا جس کی رُو سے ایران کو اپنے کئی مغربی علاقے روس کے حوالے کرنے پڑے۔ لہٰذا ایران کی شکست خوردہ طاقت بعد میں اس جدوجہد میں لگی رہی کہ اپنی مشرقی سرحدات پر مزید علاقے دوبارہ حاصل کرے تاکہ مغرب میں اُس کے نقصانات کی تلافی ہو سکے۔ انگریزوں نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ افغان علاقے ایران کے ماتحت ہوتے جارہے ہیں تو انہیں اپنی حکومت ہند کے لیے خطرات نظر آنے لگے۔ انہوں نے شاہ شجاع الملک کو امداد اور لشکر دے کر افغانستان بھیجا، رنجیت سنگھ سکھ حکمران پنجاب میر کرم علی خان تالپر بلوچ اُمیر سندھ اور اُمیر محراب خان احمدزئی بلوچ امیر بلوچستان کو بھی تیار کیا کہ وہ شاہ شجاع الملک کی امداد کریں حالانکہ یہ تینوں انگریزوں کے ماتحت نہ تھے لیکن ان تینوں نے

انگریزوں کی دعوت قبول کر لی اور شاہ شجاع کی فوجی امداد کی شاہ شجاع الملک اپنا لشکر لے کر قندھار پہنچا کہندل خان اور اُس کے بھائیوں نے خوب مقابلہ کیا شاہ شجاع کو بری طرح شکست ہوئی اس نے اپنے بھتیجے کامران سے امداد طلب کی اُس نے اُسے مدد دینے سے انکار کر دیا وہاں سے وہ زحمتیں اُٹھا کر بلوچستان میں امیر بلوچستان امیر مہراب خان ثانی کے پاس پہنچا اور پھر وہاں سے ہندوستان انگریزوں کے پاس چلا گیا۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

انیسویں صدی عیسوی کے شروع ہونے تک برصغیر پر انگریزوں کا حقیقی اقتدار قائم ہو چکا تھا اگلے پچاس برسوں میں انگریزوں نے ہر حیلے بہانے سے مزید علاقے اپنی قلمرو میں شامل کر لئے۔ انگریز سیاست دان ہندوستان پر روسی حملے کے خطرے سے لرزہ براندام تھے۔ اور اپنی سرحدوں کی موثر حفاظت کے لیے مضطرب رہتے تھے چنانچہ انیسویں صدی میں روسی ہوا ان کے دل و دماغ پر مسلط رہا انہوں نے روسی پیش قدمی کو روکنے کے لیے اپنے خیال کے مطابق مضبوط سرحدی پالیسی اختیار کی ایران اور افغانستان کی خارجہ پالیسی کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے انگریزوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ دوبار افغانستان سے جنگ کر کے زبردست نقصان اٹھایا پھر انیسویں صدی کے آخری نصف میں ہندوستان کی انگریزی حکومت نے افغانستان میں جارحانہ کارروائی اور دخل اندازی کی پالیسی ترک کر دی چوکس تماشا بین بننے پر اکتفا کیا۔

انگریزوں کی سرحدی پالیسی اور روسی ہتوا

انگریز گورنر جنرل لارڈ منٹو نے ۱۸۰۹ء میں فرانس اور روس کے عارضی گٹھ جوڑ سے گھبرا کر شمال مغربی سرحد کے لیے پالیسی کی بنیاد رکھی اس کے عہد سے انگریزوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وسط ایشیا کی جانب سے ہندوستان پر کوئی یورپی طاقت روس یا فرانس کی سرزمین حملہ آور ہو سکتی ہے۔

۱۸۱۵ء میں نپولین کے زوال کے بعد فرانسیسی حملے کا خطرہ تو ٹل گیا۔ لیکن روس کی وسعت پذیری کے خوف سے انگریزوں کی نیند حرام ہو گئی چنانچہ لارڈ منٹو انگریزوں کے گورنر جنرل چارلس منکاف کو ایلچی بنا کر رنجیت سنگھ کے پاس بھیجا اور ۱۸۰۹ء کو معاہدہ امرتسر کی رُو سے سکھ حکمران کو انگریزوں کا دوست بنا لیا دریائے ستلج رنجیت سنگھ کی سلطنت کی مشرقی سرحد قرار پایا۔

روس اور فرانس کے متوقع حملے کی روک تھام کے لیے لارڈ منٹو نے ایران اور افغانستان سے بھی دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا عزم کیا اس نے اپنا ایک سفیر ایران بھیجا لیکن برطانیہ کی مرکزی حکومت کا لندنی سفیر بھی ان دنوں ایران میں موجود تھا۔ دونوں انگریزی سفیر آپس میں اُلجھ پڑے۔ اور ایران سے کوئی معاہدہ نہ ہو سکا۔ تاہم شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ ایران کی جانب سے کسی یورپی طاقت کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے راستہ نہیں دیا جائے گا روسی حملہ آوروں کے لیے برصغیر میں پہنچنے کا دوسرا راستہ تاشقند سے گزر کر خیوا کی جانب سے ہے۔ اگر افغانستان حملہ آور کی روک

تمام ذکر ے تو حملہ آور فوجیں نہایت آسانی سے پشاور تک آسکتی ہیں جیسے کر ایران سے براستہ زاہدان حملہ آور نہایت آسانی سے کوئٹہ پہنچ کے بعد پاکستان میں داخل ہو سکتی تھیں لہٰذا اس راہ کو محفوظ کرنے کے لیے انگریزوں نے افغانستان کے حکمرانوں کو اپنا دوست بنانے کی پالیسی اختیار کی ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ (۱۸۳۶ء تا ۱۸۴۲ء) نے روسی خطرے سے خوف زدہ ہوکر جلد بازی سے کام لیا اور افغانستان پر انگریزی اقتدار کو ٹھونسنا چاہا چنانچہ افغانستان کی پہلی جنگ میں انگریزوں کا بہت نقصان ہوا لیکن اصل مدعا حاصل نہ ہو سکا۔

افغانستان کی سیاسی حالت۔

ان دنوں دوست محمد خان بارک زئی نے کابل سے احمد شاہ ابدالی کے خاندان کو نکال دیا تھا اور خود افغانستان کا حکمران بنا ہوا تھا۔ زمان شاہ سدوزئی کا چھوٹا بھائی شاہ شجاع الملک لدھیانہ میں انگریزوں کے پاس پناہ گزین تھا۔ لارڈ آکلینڈ نے اپنا ایک سفیر دوست محمد خان کے پاس بھیجا دوست محمد خان انگریزوں کی دوستی کا خواہاں تھا۔ وہ ان کو روسیوں سے بہتر سمجھتا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ انگریز پشاور کا شہر رنجیت سنگھ سے لے کر اُس کو واپس دیں لارڈ آکلینڈ نے یہ بات نہ مانی دوست محمد خان نے برہم ہوکر انگریزی سفیر کو واپس کر دیا۔ اور اس کے بعد روسیوں کی جانب جھکا لارڈ آکلینڈ نے دوست محمد خان کو منانے کی بجائے شاہ شجاع کی بحالی کا منصوبہ بنایا۔ اور رنجیت سنگھ کو اپنے ساتھ ملا کر ۱۸۳۹ء میں افغانستان

کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا وہ یہ بات بھول گیا کہ افغانستان کی رعایا شاہ شجاع الملک کو پسند نہیں کرتی نیز اُس کے مشیروں نے بھی اُسے یہ نہ بتایا کہ افغانستان کو فتح کرنا تو آسان ہے لیکن اُس پر قبضہ رکھنا دشوار ہے بہر حال لارڈ آکلینڈ اس جنگ میں کھو دیا۔

بلوچستان میں انگریزوں کی آمد

جب ۱۸۳۸ء میں انگریزوں نے شاہ شجاع الملک کے نام سے افغانستان پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تو سندھ سے قندھار جانے کا راستہ امیر بلوچستان کے علاقہ میں سے گزر کر قندھار کو جاتا تھا۔ اس لئے انگریزوں نے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کے ساتھ گفت و شنید کرنے کو اپنے مشن کی کامیابی کے لیے ضروری خیال کیا تاکہ امیر بلوچستان کے تعاون سے درہ بولان کے تحفظ کا خاطر خواہ انتظام کیا جا سکے۔ قبل ازیں جب الیگزنڈر برنس امیر دوست محمد خان کے مشن کے سلسلے میں کابل جا رہا تھا تو اُس نے گنداواہ میں امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے ولی عہد شہزادہ امیر نصیر خان ثانی کو ایک خط لکھ کر اُس سے درہ بولان سے گزرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اب جب انگریزوں کا ارادہ افغانستان پر باقاعدہ فوج کشی کرنے کا تھا۔ تو تحفظ درہ بولان کے لیے امیر مہراب خان ثانی کے ساتھ ایک مستقل معاہدہ کرنا ضروری خیال کیا گیا۔

انگریزی نمائندے کا قلات آنا

سر ہینری کا بو میجر جو آرمی آف انڈس کا سپہ سالار تھا لیفٹیننٹ لیچ کو اپنا

نمائندہ بنا کر اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کی خدمت میں اس مقصد کے لیے قلات روانہ کیا تاکہ وہ ایک مستقل معاہدہ مابین حکومت برطانیہ اور اُمیر بلوچستان طے کرے۔ مسٹر لیچ ، جنوری ۱۸۳۹ء کو قلات پہنچا اُمیر مہراب خان نے اُن کا پرتپاک خیر مقدم کیا لیچ ایک مغرور اور متکبر فوجی افسر تھا آداب سفارت کاری سے نابلد تھا۔ اُمیر مہراب خان کے ایشیائی طرز خیر مقدم کو اُس نے اُمیر موصوف کی کمزوری سمجھا جس سے اس کے حوصلے بلند ہو گئے اُس نے اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان سے گستاخانہ اور ناقابل برداشت انداز سے سلوک کیا چونکہ اُمیر مہراب خان چاروں طرف سے اپنے اندرونی دشمنوں سے گھیرا ہوا تھا۔ انہوں نے معاملہ کی نزاکت کو جان کر مسٹر لیچ کے رویہ کو برداشت کر کے اُس سے پھر بھی شرافت سے پیش آیا۔ مگر مسٹر لیچ کے ناموزوں رویہ سے ان کے درمیان کوئی مستقل معاہدہ طے نہ ہو سکا لیکن پھر بھی اُمیر مہراب خان نے انگریزی فوجوں کو اپنے علاقے سے گزرنے اور راشن کے لیے اجناس خرید کرنے کی اجازت دے دی۔

اُمیر مہراب خان کی سیاسی پوزیشن اس دور میں

اس دور میں اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کی سیاسی پوزیشن نہایت کمزور تھی کچھی ساراوان جھالاوان کے قبائل اور سردار تقریباً اُمیر مہراب خان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے مکران کا دور و دراز کا صوبہ اگرچہ سردار فقیر محمد بزنجو کے ہاتھوں محفوظ تھا۔ لیکن اُمیر موصوف کو وہاں سے کسی خاص امداد کی اُمید نہ تھی اُمیر مہراب خان اِس وقت ایک بے دست و پا انسان تھا جو اپنی بے حد

تند و تیز طبیعت کی وجہ سے اُمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے تعمیر کردہ بلوچ مملکت کی تباہی کا نظارہ کر رہا تھا۔ اُس کا دل ضرور دھڑکتا تھا لیکن ہاتھ پاؤں میں ہلنے کی سکت نہ تھی۔ اُس کے کان دشمنان قوم و وطن کی آوازیں سن سکتے تھے لیکن زبان میں ان کو للکارنے کی تاب نہ تھی جن کو وہ اپنے خیال کے مطابق دوست سمجھ بیٹھا تھا ایک ایک کر کے اُس سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ اور جو باقی بچ گئے تھے اس کی جان تک لینے کے درپے تھے اُمیر مہراب خان اندرونی دشمنوں سے ہی جان بلب تھا کہ انگریزوں کے خونی ہاتھوں نے اُس کے گلے پر وار کیا۔

اُمیر شاہ نواز خان احمد زئی کی حکمرانی کیلئے دوڑ دھوپ

اُمیر مہراب خان کی گرفت بلوچستان پر اب ڈھیلی پڑ گئی تھی اُمیر احمد یار خان کا لڑکا شاہ نواز خان جو بلوچستان کی امارت کا دعویدار تھا اپنے بھائی فتح خان کے ساتھ کچھی میں تھا۔ اخوند محمد صدیق اپنے غداروں کے ساتھ مستونگ میں بارک زئی سرداروں کی خدمت کر رہا تھا لیکن جب اُسے انگریزوں کے رکاب میں شاہ شجاع الملک کی واپس شکارپور پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو کچھی سے میر شاہ نواز خان اور اس کے بھائی میر فتح خان کو ساتھ لے کر انگریزوں کی خدمت میں ۷ جنوری ۱۸۳۹ء میں شکارپور پہنچا اور شجاع الملک سے ملا اور انگریزوں کو بھی یقین دلایا کہ بلوچستان کی امارت کا جائز وارث شاہ نواز خان ہے۔ اور یہ کہ اُمیر مہراب خان نے بلوچستان کی حکومت پر ناجائز قبضہ جمایا ہوا ہے۔

کچھی میں انگریزوں کے جمع کردہ غلہ کو لوٹنے کا واقعہ

مسٹر لیچ نے جب ۷ جنوری ۱۸۳۹ء کو امیر مہراب خان امیر بلوچستان سے قلات میں شرف باریابی حاصل کر کے کچھی میں انگریزی افواج کے لیے غلہ خرید کر جمع کرنے کا اجازت نامہ حاصل کیا تب اُس نے کچھی کے بنیوں کو انگریزی افواج کے لیے غلہ خرید کر کے جمع کرنے کا حکم دے دیا اور قلات سے مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۳۹ء کو شکارپور پہنچا مسٹر لیچ اب تک شکارپور میں تھا۔ اُسے کچھی کے بنیوں کی طرف سے اطلاع ملی کہ امیر مہراب خان کے آدمی ان کا جمع کیا ہوا غلہ لوٹ کر لے گئے ہیں۔

الیگزنڈر برنس کا توہین آمیز خط امیر مہراب خان کے نام

برنس جو ان دنوں شکارپور میں انگریزی فوج کے لیے راشن جمع کرنے کے کام پر مامور تھا کچھی کے بنیوں کی اس اطلاع پر طیش میں آیا اور آگ بگولہ ہو کر اُس نے امیر مہراب خان کو ہتک آمیز خط لکھا اور ایک خط شاہ شجاع الملک کو جو انگریزوں کی پناہ میں تھا اطلاعاً لکھا اس واقعہ کے بعد انگریزوں نے امیر مہراب خان امیر بلوچستان کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا جس میں ان کو جتلایا گیا کہ امارت بلوچستان کا جائز وارث امیر شاہ نواز خان ہے جو انگریزوں کے کیمپ میں موجود ہے دوسرے لفظوں میں اس خط کا مطلب یہ تھا کہ اگر امیر مہراب خان نے انگریزوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تو ان کو معزول کر کے امیر شاہ نواز خان کو امیر بلوچستان کی مسند پر بٹھایا جائے گا

انگریزوں کی اس سازش میں شاہ شجاع الملک بھی شامل تھا شاہ شجاع الملک نے خط لکھنے کے بارے میں انگریزوں سے اتفاق کر کے اپنے محسن امیر مہراب خان کو عجیب صلہ دیا کیونکہ اسی امیر مہراب خان نے اُسے فراری کی حیثیت سے اپنی جان پر کھیل کر بلوچستان کے دارالخلافہ میں پناہ دی تھی جبکہ شجاع الملک کے تعاقب کنندہ لشکر اُسے پکڑنے ہی والا تھا اسی امیر مہراب خان امیر بلوچستان نے اُسے اپنی حفاظت میں لے کر عزت و احترام کے ساتھ ۲ جون ۱۸۱۸ء میں سندھ کے علاقے میں پہنچا دیا جب کہ شجاع الملک کے جان لیوا دشمن چاروں طرف اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اُمیر مہراب خان کی طرف سے غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوششیں

اُمیر مہراب خان کی حیثیت حکمرانی اب اپنے قبائلی سرداروں کی اندرونی بغاوتوں اور سازشوں سے سخت کمزور ہو چکی تھی انہوں نے الیگزینڈر برنس کے ہتک آمیز خط کو پڑھا مگر تلخ جواب کی بجائے اُس نے اپنا نمائندہ بھیج کر ان سے پیدا شدہ غلط فہمیوں اور شکوک کو رفع کرنا چاہا۔ بد قسمتی سے اخوند محمد حسن اس کا نمائندہ اور وزیر تھا کہتے ہیں کہ امیر مہراب خان کو اگرچہ یقین ہو چکا تھا کہ اخوند محمد حسن اس کا دوست نہیں لیکن اس کے پاس اور کوئی ایسا قابل اعتبار آدمی رہا ہی نہیں تھا جسے یہ کام سپرد کرتا ناچار بہ امر مجبوری انہوں نے اخوند محمد حسن کو ہی مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۳۹ء کو انگریزوں کے پاس روانہ کر دیا۔

اخوند محمد حسن کی بھاگ میں ولیم میکناٹن سے ملاقات

انگریزی فوج اس وقت بھاگ کے مقام تک پہنچ چکی تھی سر ولیم میکناٹن انگریزی فوج اور شجاع الملک کے ساتھ برطانیہ کے سفیر کی حیثیت سے جارہا تھا اخوند محمد حسن جب بھاگ پہنچا تو اُس نے ۱۳ فروری ۱۸۳۹ء کو سر ولیم میکناٹن سے ملاقات کی اخوند محمد صدیق اور امیر شاہ نواز احمد زئی نے امیر مہراب خان پر جو الزامات لگائے تھے اخوند محمد حسن نے ان سب کی تصدیق کردی اور انگریزوں کو یقین دلایا کہ امیر مہراب خان ان کا بدترین مخالف ہے اور ان کے خلاف سازشوں کا ایسا جال پھیلا رہا ہے جس سے بچ کر نکلنا کچھ عرصہ بعد بہت مشکل ہو جائے گا۔ اخوند محمد حسن نے بھی امیر شاہ نواز خان احمد زئی کو امارت بلوچستان کا جائز وارث تبلایا اخوند محمد حسن نے امیر مہراب خان کے خلاف باتیں کر کے میکناٹن پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ انگریزوں کا دوست اور خیر خواہ ہے میکناٹن اخوند محمد حسن کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُسے اپنے سینے سے لگایا اُسے اپنا دوست سمجھ لیا اور اس پر انعام و اکرام کی بارش کر کے اُسے قلات واپس جانے کی اجازت دیدی۔

اخوند محمد حسن کی قلات واپسی

اخوند محمد حسن ۱۸ فروری ۱۸۳۹ء کو بھاگ سے قلات پہنچا چونکہ اخوند محمد حسن دل میں امیر مہراب خان کے خلاف تھا اُن کے ساتھ دو رنگی چال چل رہا تھا۔ جب وہ امیر بلوچستان امیر مہراب خان سے ملا۔ اخوند محمد حسن

نے اُمیر موصوف کو انگریزوں کی ڈراونی صورت دکھائی اُس نے اُمیر مہراب خان کو کہا کہ انگریز اُن کے بدترین دشمن ہیں۔ جو اُس کو ہر طرح سے قتل و غارت کرکے اُمیر شاہ نواز خان کو حکومت بلوچستان سپرد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اخوند محمد حسن نے اُمیر مہراب خان کو کہا کہ میں نے انگریزوں کو آپ سے خوش کرنے کے ہزاروں جتن کئے لیکن میکناٹن کسی قیمت پر بھی آپ سے دوستانہ معاہدہ کرنے کو تیار نہیں ہوا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہا

اخوند محمد حسن کا مشورہ اُمیر بلوچستان اُمیر مہراب خان کو

دوران ملاقات اخوند محمد حسن نے اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کو مشورہ دیا کہ اب انگریز آپ کے کھلم کھلا دشمنی پر اُتر آئے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کا مردانہ وار مقابلہ کریں کیونکہ اب بچاؤ کی اور کوئی صورت باقی نظر نہیں آتی اور اُمیر مہراب خان کو یہ تجویز دی کہ درۂ بولان کی ناکہ بندی کرکے کچھی میں انگریزوں کی عام لوٹ مار کا حکم دے دیا جائے اس نے اُمیر مہراب خان کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس طرح انگریز پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کا ردعمل

اگرچہ اخوند محمد حسن نے اُمیر مہراب خان کو ان کے خیرخواہ کی حیثیت سے اپنا مشورہ دیا تھا مگر اُمیر موصوف کو بخوبی معلوم تھا کہ تمام سردار اُس سے باغی ہیں دربار اخوند محمد حسن جیسے منافق لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان حالات میں انگریزوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے اُمیر مہراب خان خاموش رہا

Scanned with CamScanner

اور اخوند محمد حسن کے مشوروں کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اخوند محمد حسن کی کارستانی

اخوند محمد حسن نے جب دیکھا کہ امیر مہراب خان پر اُس کے مشورے کا کوئی اثر نہیں ہوا وہ دل میں بھانپ گیا کہ امیر موصوف نے اُس پر اعتبار نہیں کیا اب وہ سوچ ہار کر اب اُسے کیا حرکت کرنا چاہیئے جس سے کہ امیر مہراب خان کی تباہی جلدی انجام کو پہنچے اُس نے اُن تمام قبائل کے سردار اور معتبرین کو جو اب تک امیر مہراب خان کے طرفدار تھے۔ امیر مہراب خان سے حکم حاصل کئے بغیر اخوند محمد حسن نے اُن کے نام احکام جاری کر دیئے کہ انگریزی فوج اور کانوائے کو درۂ بولان سے گزرنے نہ دیا جائے علاقہ کچھی اور بولان میں جہاں کہیں انگریزی سپاہ ہو۔ اُسے لوٹا جائے ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان کو اذیتیں پہنچا کر قتل کر دیا جائے اخوند محمد حسن نے ان احکامات پر امیر مہراب خان کی شاہی مہر جو بطور وزیر اس کے قبضے میں ہوتی تھی لگادی ان حکمناموں کو خفیہ قاصدوں کے ذریعے جابجا بھجوا دیا۔ اس قسم کے کئی حکمنامے انگریزوں کے بھی ہاتھ لگے جن کو انہوں نے امیر مہراب خان کے برخلاف آخری شہادت کے طور پر استعمال کیا لیکن تعجب کی بات ہے امیر مہراب خان کو اس تباہ کن سازش کا آخر تک علم نہ ہوا کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے قبائل کو منظم ہوتے دیر لگتی ہے بہر حال اخوند محمد حسن کی سازش جلد بارآور نہ ہو سکی۔ اخوند محمد حسن نے یہ حرکت صرف اس لئے کی کہ انگریزوں اور امیر بلوچستان امیر مہراب خان کے تعلقات مزید خراب

اور کشیدہ ہو جائیں۔

سر ولیم میکناٹن کا شال کوٹ پہنچنا

اسی اثنا میں سر ولیم میکناٹن اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ۲ مئی ۱۸۳۹ء کو شالکوٹ پہنچا البتہ امیر مہراب خان کی مہر سے جاری شدہ جعلی حکم ناموں کے مضمون سے انگریزوں کا خطرہ بڑھ گیا تھا میکناٹن نے شالکوٹ پہنچ کر پہلی اور آخری بار تدبر سے کام لینا چاہا لیکن الیگزنڈر برنس جیسے بے وقوف مشیر نے اُسے بہکا دیا میکناٹن نے غلطی کر کے برنس جو امیر مہراب خان کا بدترین مخالف تھا اُس کو اس غرض کے لیے قلات بھیجا کہ وہ درہ بولان اور کچھی سے انگریزی افواج کی آمد و رفت اور سلسلہ رسل و رسائل کی حفاظت کے متعلق امیر مہراب خان امیر بلوچستان سے ایک دوستانہ معاہدہ طے کرے۔ الیگزنڈر برنس نے خاص طور پر امیر مہراب خان کو اشتعال دلانے کے لیے اُس کے ایک غدار ملازم سید محمد شریف اور اپنے منشی موہن لعل کو جو سید محمد شریف کا ہمراز تھا اپنے ساتھ لیا۔ امیر مہراب خان کو اگرچہ الیگزنڈر برنس کا وہ ہتک آمیز خطاب تک بھولا نہیں تھا مگر انہوں نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے۔ الیگزنڈر برنس کا خیر مقدم کیا اور اُسے ایک شریف انسان کی طرح عزت دی الیگزنڈر برنس نے امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے ساتھ مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۳۹ء کو مندرجہ ذیل معاہدہ کر کے فریقین نے اُس پر دستخط کر دیئے۔

معاہدہ مابین الیگزنڈر برنس نمائندہ حکومت برطانیہ اور امیر مہراب خان امیر بلوچستان اس معاہدہ کے مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

۱. انگریزی افواج کو علاقہ کچھی اور درہ بولان سے افغانستان کی طرف گزرنے کی عام اجازت دی جاتی ہے اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات انگریزی افواج کے سلسلہ رسل و رسائل اور آمد و رفت کی صورت میں ان کے کانوائے کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔

۲. انگریزی افواج کو راشن مہیا کرنے کے لیے اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات اپنے ملک سے اجناس اور بوقت ضرورت بار برداری کے جانور جمع کر کے دیا کرے گا۔

۳. اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات بہ مقام شالکوٹ جا کر شاہ شجاع الملک سے مل کر اپنے دوستانہ تعلقات کی تجدید کریگا۔

۴. مندرجہ بالا خدمات کے عوض میں ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان اور شاہ شجاع الملک کی حکومت اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو بلوچستان کا بادشاہ تسلیم کرے گا۔ اور اُس کی ہر طرح سے امداد کرے گا۔

۵. ایسٹ انڈیا کمپنی اور شاہ شجاع الملک کی حکومت کی طرف سے اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ بطور (سبسڈی) امداد دی جایا کرے گی۔

مندرجہ بالا معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد الیگزنڈر برنس نے اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کو بیس ہزار روپے بطور زاد راہ پیش کئے تاکہ وہ شاہ شجاع الملک سے ملنے شالکوٹ تشریف لائیں مگر اُس نے اپنے بے ایمان منشی موہن لعل کو جو اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف کا ہمراز تھا۔ اُمیر بلوچستان کی ہمراہی کے لیے قلات میں چھوڑ کر خود واپس

۱۶ مئی ۱۸۳۹ء کو بطرف شال کوٹ روانہ ہوا۔

الیگزنڈر برنس کے ساتھ امیر بلوچستان کے معاہدہ پر وزیر اخوند محمد حسن کا ردعمل

اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف کو یہ یقین نہیں تھا کہ الیگزنڈر برنس امیر بلوچستان امیر مہراب خان کے ساتھ معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ عہد نامہ ان کی توقعات کے خلاف تھا۔ انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اگر یہ معاہدہ قائم رہا اور امیر بلوچستان امیر مہراب خان سے اس کی خلاف ورزی نہیں کرائی گئی تو انگریزوں کے ذریعے اپنے منتقمانہ خواہشات کی تکمیل کرانی ان کے لیے ناممکن ہو جائے گی اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف نے اس کا بھی حل فوراً اس طرح سوچ لیا کہ قلات سے روانگی کے وقت سید محمد شریف الیگزنڈر برنس کے کان اس طرح بھرنے شروع کئے کہ امیر مہراب خان اس معاہدہ پر پچھتا رہا ہے۔ اور اس نے چور مقرر کر دیئے ہیں کہ راستے میں کسی نہ کسی مقام پر ہمارے کانوائے پر حملہ کر کے دستاویز معاہدہ کو چھین کر ہم سے لے جائیں گے برنس کو سید محمد شریف کی باتوں پر یقین آگیا اور اس نے دستاویز معاہدہ اور مبلغ دو ہزار روپے نقد جو اس کے ساتھ تھے چھپا کر رکھنے کے لئے سید محمد شریف کے حوالے کر دیئے سید محمد شریف اور اخوند محمد حسن کی چال کامیاب ہوگئی الیگزنڈر برنس ڈر کر چند سواروں کو ساتھ لے کر رات دن ایک کر کے ۱۶ مئی ۱۸۳۹ء کو شالکوٹ جا پہنچا۔ اور سید محمد شریف اس کے کیمپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔

الیگزنڈر برنس کے قافلہ پر ڈاکہ

قلات سے طے شدہ پروگرام کے مطابق سید محمد شریف کے بھتیجے سید حسن شاہ کے ساتھ اخوند محمد حسن نے کچھ آدمی ساتھ کر دیئے اور ان کو ہدایت دی کر وہ علاقہ منگچر میں گھات میں بیٹھے رہیں۔ جب الیگزنڈر برنس کا قافلہ وہاں پہنچے یہ اس پر حملہ کر کے اُسے لوٹ لیں اور خاص کر معاہدہ کی دستاویز اور نقد رقم لے جائیں جب اس طے شدہ پروگرام کیمطابق سید محمد شریف برنس کے قافلے کے ساتھ مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۳۹ء کو وادی منگچر میں پہنچا تو اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف کے مقرر کردہ ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا اور خاص کر معاہدہ کی دستاویز اور نقد رقم دو ہزار روپے لے کر ڈاکو چلتے بنے جب سید محمد شریف نے مورخہ ۲۲ مئی ۱۸۳۹ء کو شالکوٹ پہنچکر الیگزنڈر برنس کو اطلاع دی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اُس نے دریافت اور تحقیقات کئے بغیر اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف کی اس کمینہ حرکت کا الزام اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کے سر تھوپ دیا۔

اُمیر مہراب خان کے ساتھ تعلقات کا انقطاع

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کو اخوند محمد حسن اور سید محمد شریف کی اس سازش کا اگرچہ اب تک علم نہ تھا لیکن الیگزنڈر برنس کی دریا دلی سے اس کے دل میں بھی شک پڑ گیا تھا۔ کہ بلا وجہ الیگزنڈر برنس نے اُسے ۲۰ ہزار روپے زاد راہ کے لیے کیوں دیئے اخوند محمد حسن نے جب اُمیر مہراب خان

الیگزینڈر برنس نمائندہ حکومت برطانیہ سلطنت انگریزی

کے انداز تذبذب کو محسوس کیا تو اُس نے اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا اُس نے اُمیر مہراب خان کو یقین دلایا کہ انگریز اُسے دولت کا لالچ دیکر پھنسانا چاہتے ہیں اور اُسے اس بارے میں بھی انتباہ کیا کہ اگر وہ شالکوٹ گئے انگریز اُسے گرفتار کر کے کلکتہ بھیجوا دیں گے مگر انہیں اخوند محمد حسن کی باتوں پر بھی اعتبار نہیں آتا تھا برنس کا فیاضانہ سلوک بھی اُسے مشتبہ نظر آتا تھا۔اُمیر مہراب خان اسی شش و پنج میں تھا کہ میکناٹن نے برنس اور سید محمد شریف کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اُمیر مہراب خان کو لکھا کہ اب آپ کے شالکوٹ آنے کی ضرورت نہیں۔آپ آنے کی تکلیف گوارہ نہ کریں۔

اس واقعہ یعنی الیگزنڈر برنس کے قافلے کو لوٹنے کے بعد انگریز اُمیر مہراب خان کو اپنا دشمن تصور کرنے لگے اور ان سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے اور انگریزوں نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ آئندہ کے لیے اُمیر مہراب خان سے کوئی خط و کتابت نہیں کرنا ہے اور جب بھی موقع ملے گا اُسے قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

تعلقات کے انقطاع کے بعد کی صورتحال

اس دوران میں انگریز شاہ شجاع الملک کو دوبارہ افغانستان کی بادشاہت دلانیکی مہم میں افغانوں کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف تھے لہذا اس مصلحت کے پیش نظر اُنہوں نے اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان سے بدلہ لینے کی مہم کو سر دست ملتوی رکھا مگر اس عرصہ میں قلات سے اخوند محمد حسن کی خفیہ خط و کتابت انگریزوں کے ساتھ جاری رہی اخوند محمد حسن دوسری طرف دربار قلات

اور کچھی کے خانہ بدوش قبائل کو امیر مہراب کے نام پر اکسا اکسا کر انگریزوں کے سلسلہ رسل و رسائل اور کانوائیوں پر ڈاکے ڈلوانے قتل اور غارت گری میں بھی نہایت انہماک سے مصروف رہا۔ اور انگریزوں کو غلط اطلاعات بھیج کر اپنے آقا امیر مہراب خان کے خلاف الزاموں کا انبار لگا دیا۔

امیر مہراب خان کا اعلان جہاد

۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے اچانک بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر دھاوا بولا ان کی فوج سات ہزار جوانوں پر مشتمل تھی دربار قلات کے سازشی انکی راہنمائی کر رہے تھے۔ چند فریب خوردہ سرداران قبائل ان کی مدد کر رہے تھے۔ لالچ اور تحریص کے جال انگریزوں نے بچھائے تھے امیر بلوچستان امیر مہراب خان کے ساتھ کوئی سات سو مجاہدین تھے اس کس مپرسی کی حالت میں اخوند محمد صدیق نے جو درباریوں میں تھوڑا بہت امیر مہراب خان کے ساتھ کچھ ہمدردی رکھتا تھا۔ امیر کو مشورہ دیا کہ وہ انگریزی سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ وقتی طور پر پسپائی اختیار کر کے کسی محفوظ مقام میں پناہ ڈھونڈ لیں اس پر امیر نے فرمایا۔

"میں اس ملک کو چھوڑ کر کہاں جاؤں میرے آباؤ اجداد نے اس ملک پر جان جوکھوں میں ڈال کر حکومت کی ہے۔ الحمد اللہ و توکلت علی اللہ خدا جانتا ہے۔ کہ بے ریا خالصتاً اللہ کے لیے سر دے رہا ہوں۔ آئندہ ہر چہ بادا باد۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنی زندگی میں سر نیاز کسی غیر کے آگے نہیں جھکایا اپنی ذاتی جدوجہد سے تخت حاصل کیا۔ کسی کی اطاعت نہیں کی۔ اب سرکیوں

قربان نہ کروں اور مصائب و آلام کے سامنے سینہ سپر کیوں نہ ہوں۔ اللہ کی ذات پاک سے اُمید ہے کہ جام شہادت اس گناہ گار کو ضرور عنایت کریگا"۔

امیر بلوچ جب شمشیر برہنہ لے کر مقابلے کو نکلا اور دشمنوں کی صف میں گھس کر داد شجاعت دینے لگا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور قلات کی سرزمین خون شہیداں سے لالہ زار ہوگئی اِس میدان جنگ میں تلواروں کے مقابلے میں بارودی اسلحہ استعمال ہو رہا تھا امیر بلوچ کے جسم پر اُنتالیس زخموں کے نشان تھے۔ ایک کاری زخم پیشانی پر تھا اس کے باوجود یہ بہادر انسان دشمن کی ہزاروں کی فوج کے چھکے چھڑا رہا تھا۔ انگریز افسر کو امیر کے نرغے میں دیکھ کر ایک دوسرے انگریز نے جو فوجوں کا کمانڈر تھا پستول سے فائر کیا۔ امیر بلوچ تیورا کر گر پڑا۔ ان کا جسد خاکی عام سپاہیوں کی لاشوں میں ملا اور آخری لمحات میں ان کے جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہ تھا۔ یہ واقعہ تاریخ بلوچستان میں حریت و شجاعت اور جذبہ جہاد کے لازوال باب کی طرح ہمیشہ تابناک رہے گا۔ اس معرکہ حق و باطل میں پہلی مرتبہ قلات میں گولی چلائی گئی امیر شہید کے علاوہ اس جنگ میں ان کے قوم پرست جانثاروں نے انگریزوں کی طوق غلامی پر جام شہادت کو ترجیح دی اس معرکے میں غیور بلوچوں نے دشمنوں سے قومی ناموس کو بچانے کے لیے اپنے ہاتھوں سے پچیس نوجوان مستورات کو ان کی منشا و مرضی کے مطابق شہید کر دیا تا کہ مردوں کی شہادت کے بعد انگریز کی منحوس شکل نہ دیکھ سکیں اور کوئی ان سے مفتوحین جیسا سلوک نہ کر سکے

٭٭٭

بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر انگریزی حکومت کے حملہ کرنے کے احکام

۱۷ ستمبر ۱۸۳۹ء کو میجر جنرل سر تھامس ولشائر کو کابل میں کمانڈران چیف آرمی آف انڈس کی طرف سے یہ ہدایات ملیں کہ آپ کو امیر محراب خان امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی انگریز قوم کے خلاف کھلی دشمنی کی پاداش میں تخت قلات سے معزول کرنے کی ذمہ داری سپرد ہوئی ہے لہذا آپ تعمیل حکم کر کے مفصل رپورٹ کریں۔

میجر جنرل ولشائر کی شالکوٹ میں آمد

ماہ اکتوبر ۱۸۳۹ء کو میجر جنرل ولشائر شالکوٹ پہنچا۔ اور آتے ہی اُس نے کپتان بین شالکوٹ کے پولیٹیکل ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا تاکہ احکام مفوضہ کی تعمیل کے بہترین ذرائع کا بندوبست کیا جا سکے۔

گورنر جنرل ہند کے احکام بنام جنرل ولشائر

اگرچہ میجر جنرل سر تھامس ولشائر کو کابل میں کمانڈران چیف آرمی آف انڈس کی طرف سے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملے کا حکم ملا تھا جب وہ اسی سلسلے میں ماہ اکتوبر ۱۸۳۹ء میں اپنے بریگیڈ کے ساتھ شال کوٹ پہنچا تو یہاں اُن کو دوبارہ باقاعدہ انگریزوں کی سلطنت ہندوستان کے انتظامی حکمران اعلیٰ گورنر جنرل ہندوستان لارڈ آکلینڈ کی طرف سے ضابطہ کے تحت

دوبارہ حکم ملا کہ بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ کیا جائے۔

میجر جنرل ولشائیر کا اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کو آخری تجاویز کی پیش کش

چنانچہ میجر جنرل ولشائیر دستور کے مطابق بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملے کرنے سے پہلے یکم نومبر ۱۸۳۹ء کو اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کو ہتھیار ڈالنے کے لیے چند نامعلوم مگر ظالمانہ شرائط لبطور الٹی میٹم لکھ کر پیش کیں انگریزوں کا خیال تھا کہ اُمیر مہراب خان انگریزی فوج کو قلات کی طرف بڑھتے دیکھ کر ڈر کر ان کی ظالمانہ شرائط کو منظور کر کے ہتھیار ڈال دے گا۔ مگر ان کو دیکھ کر یہ حیرانگی اور حیرت ہوئی کہ شیر دل بہادر بلند ہمت اور بلند حوصلہ' جوان مرد اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان نے انگریزوں کی ان ذلیل شرائط کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اُن کو لکھا کہ اگر انگریز نے شالکوٹ سے بڑھ کر قلات پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو وہ ایک بہادر بلوچ کی طرح اپنے قومی اور ملکی ننگ و ناموس کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھ کر تخت بلوچ ملت کی حفاظت پر اپنا آخری قطرہ خون تک بہا دے گا۔

اُمیر مہراب خان کی جنگی تیاریاں

اُمیر مہراب خان کو جب انگریزوں کے غیر متوقع اور ناگہانی حملہ کا علم ہوا تو اُس نے اب تمام قبائل ساراوان جھالاوان کو امداد کے لیے طلب

کیا ملکی غیرت اور بلوچی ننگ اور بلوچستان کی آزادی کا واسطہ دے کر اس نے سرداروں کو پکارا اسلامی جہاد کا فتویٰ دے کر اس نے سرداروں کے اسلامی جوش و جذبہ کو اُبھارنے کی کوشش کی لیکن جن کے دلوں پر گوکی مہر لگی تھی اُن پر ایمان کی ایک مختصر چنگاری کا کیا اثر ہوتا۔ بلوچستان کے سرداروں نے اس قومی اعلان حق کو اس مرد مجاہد کی آخری ہچکی سمجھ کر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی سردار یہ جانتے ہوئے کہ امیر محراب خان کی شہادت کے بعد انگریزوں کی غلامی کا طوق ان سب کے گلے میں پڑنے والا ہے اور بلوچ قوم کو غلامی کی ذلیل زنجیر لپٹنے والی ہے مگر امیر محراب خان کے ساتھ بلوچ سرداروں کی کینہ پروری کا جذبہ اس خطرناک لمحہ میں بھی زائل نہ ہوا انہوں نے اپنی کینہ توزی پر اڑے رہ کر مملکت بلوچستان کو غلامی کے جہنم میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جھونک دیا اور بلوچستان کی مملکت کی آزادی کے گنوانے کا سبب بنے۔ جسے ہم بلوچ ملت کی تاریخ کا دوسرا زوال یا (FALL) کہہ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ سردار رشید خان زرک زئی کے پاس اُمیر محراب خان نے اپنی بیٹی بی بی اللہ ڈونی کو میڑھ بھیجا لیکن سردار رشید خان نے اس بلوچی روایت کی بے حرمتی کی بہرحال اُس پر میڑھ کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ قوم و ملک کی غلامی سے حفاظت کی خاطر انگریزوں کے خلاف تلوار اُٹھانے پر آمادہ نہیں ہوا الغرض اس صورت حال میں اُمیر محراب خان اپنے ولی عہد شہزادہ میر حسن خان کو داروغہ گل محمد کے ساتھ لشکر جمع کرنے کے لیے سردار فاضل خان ذگر مینگل کے پاس نوشکی روانہ کیا خود گنتی کے چند سو آدمی جو اسکلکو، نیچارہ، منگچر سے اس وقت جمع ہو سکتے تھے وطن کی لاج رکھنے

سر بکف مستعد ہو کر انگریز حملہ آوروں کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔

انگریزوں کا بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ

۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو میجر جنرل ولشائیر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ شالکوٹ سے تسخیر قلات کو روانہ ہوا جب یہ انگریزی فوج بلوچوں کے ننگ وناموس پر ڈاکہ ڈالنے جنرل ولشائیر کی قیادت میں قلات کی طرف بڑھ رہی تھی تو ساراوان کے غیور سرداروں کے جانشینوں نے مستونگ میں جنرل ولشائیر کا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔ اور اس کی امداد کی تھی راشن، بھوسہ بہم پہنچانے کے لیے اپنے آدمی اونٹ اور گھوڑے ساتھ کر دیئے تھے اور خود عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر اور گھروں میں بیٹھ کر بلوچی ننگ وناموس پر انگریزوں کی بدمستیوں اور دراز دستیوں کا تماشا دیکھتے رہے اور کوئی بھی بلوچی غیرت میں ٹس سے مس نہ ہوا چونکہ تسخیر قلات کے بعد میجر جنرل ولشائیر نے ایک مفصل رپورٹ گورنر جنرل ہند کو لکھی جس میں قلات پر انگریزوں کا حملہ۔ طریق جنگ اور دیگر حالات اور واقعات پر اس نے کافی روشنی ڈالی ہے لہٰذا اسی رپورٹ کا لفظ بلفظ ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جنرل ولشائیر کی تسخیر قلات کی تفصیلی رپورٹ

"ان ہدایات کی تعمیل میں جو مجھے کمانڈر انچیف آرمی آف انڈس اور شاہ شجاع الملک کی طرف سے ۱۷ ستمبر ۱۸۳۹ء کو بہ مقام کابل تفویض ہوئیں جن کے ذریعے مجھے امیر محراب خان خان قلات کو ان کی انگریز قوم کے

خلاف کھلی دشمنی کی پاداش میں تخت قلات سے معزول کرانے کا فرض سپرد ہوا میں رپورٹ کرنے کا شرف چاہتا ہوں کہ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۳۹ء کو شالکوٹ پہنچنے پر میں نے کپتان بین پولیٹکل ایجنٹ شال کے ساتھ خط و کتابت شروع کی اور ان کے ساتھ احکام مفوضہ کی تعمیل کے بہترین ذرائع کا بندوبست کیا۔

پبلک ذرائع بار برداری کی کمی اور شالکوٹ کمسریٹ کے محدود ذخیرہ کے پیش نظر اور ساتھ ہی ان رپورٹوں اور شکایتوں کی وجہ سے کہ قلات کے راستے میں بھوسہ اور دانہ کی کمی ہے رسالہ اور توپ خانہ کے بیشتر حصہ کو کچی گنداواہ کی طرف روانہ کرنے پر مجبور ہوا مورخہ ۳ ماہ حال نومبر ۱۸۳۹ء کو کوئٹہ سے روانہ ہو کر میں نے ذیل درج کی ہوئی تعداد فوج اپنے ساتھ لی۔

۱۔ بمبئی گھوڑا باتری کی ۳ توپیں۔
۲۔ شاہ کے توپ خانہ کی ۴ توپیں۔
۳۔ لوکل ہارس کے ۲ رسالے۔
۴۔ کوئنز رائل کی ایک پلٹن۔
۵۔ ہر میجسٹی کی ستار دیں رجمنٹ۔
۶۔ اکیتس بنگال انفنٹری اور بمبئی انجینئر کور۔

دوران مارچ میں ہمارے ساتھ امیر محراب خان کی جو خط و کتابت رہی ان کا مضمون ہمارے پیش کردہ شرائط سے اس قدر بعید تھا کہ اس نے دھمکی دی تھی اگر اس کے دارالخلافہ (قلات) کے نزدیک انگریزی فوجیں پہنچ گئیں تو وہ (محراب خان) بہت سخت مقابلہ کرے گا۔ میں نے اس

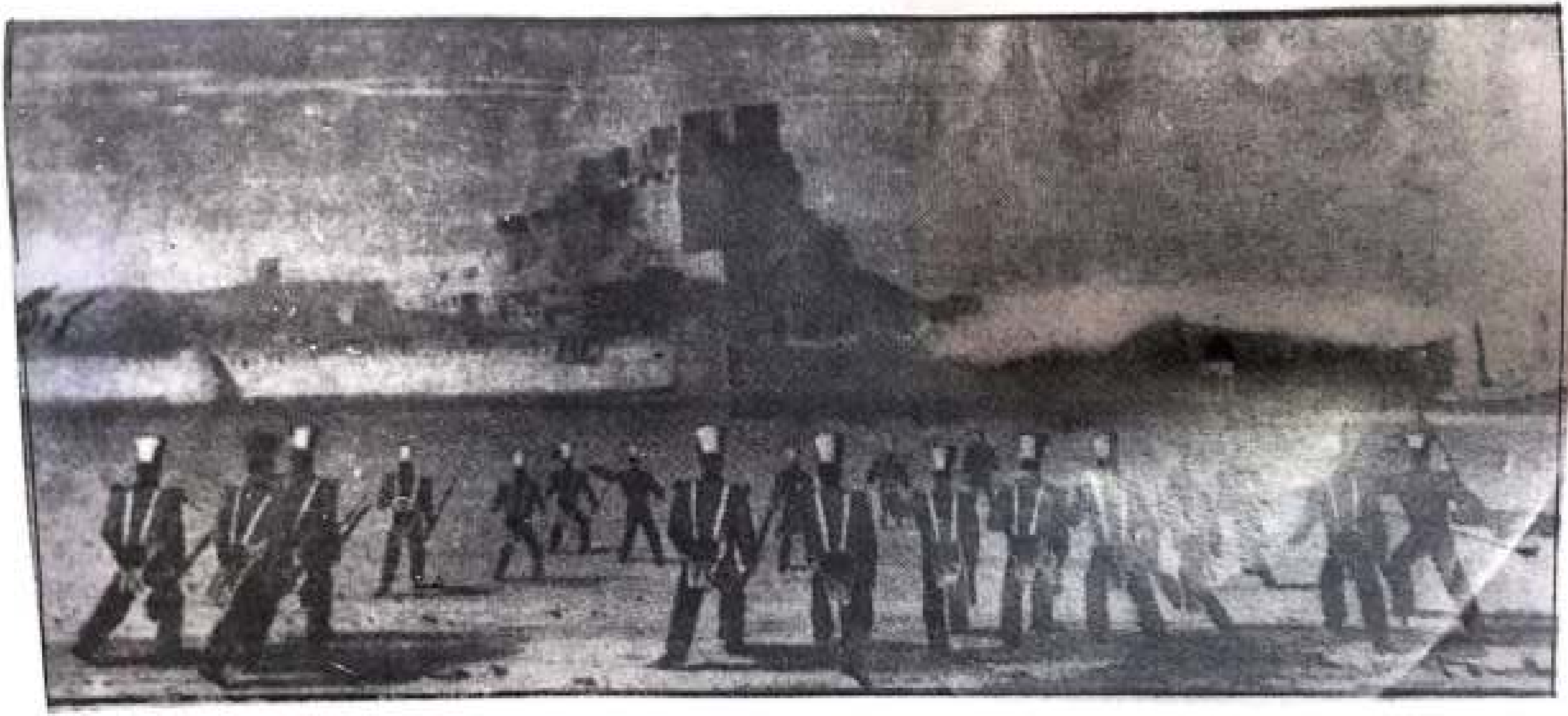

انگریزی افواج قلات دارالخلافہ بلوچستان کے شہر اور قلعہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء

لیے ۱۲ ماہ حال (نومبر) کو قلات سے آٹھ میل کے فاصلہ پر گرانی میں پہنچ کر ہالٹ کیا۔

دوسرے دن صبح ہم نے وہاں سے مارچ کیا ٹرک کے دائیں جانب گھوڑا سواروں کی ایک ٹولی دیکھنے میں آئی جنہوں نے ہماری ایڈوانس گارڈ پر جو ستاردیں رجمنٹ کے میجر پلینی کوئیک کے زیر کمان تھی گولیاں چلانی شروع کیں جس طرح ہمارے کالم بڑھتے گئے اسی طرح ان کے درمیان معمولی جھڑپیں بھی ہوتی رہیں۔ تا آنکہ ایک میل سے کم فاصلے پہ قلات دیکھنے میں آیا۔

اب میں نے دیکھ لیا کہ قلعہ کے شمال مغربی طرف کی پہاڑیوں کی تین چوٹیاں فوج سے ڈھکی ہوئی ہیں جن پر کل پانچ توپیں چھوٹے چھوٹے مورچوں کی پناہ میں نصب ہیں کپتان پیٹ چیف انجینئر نے بہت جلد ملاحظہ کے بعد رپورٹ کی کہ اُس وقت تک کچھ نہیں ہو سکے گا جب تک کہ یہ چوٹیاں ہمارے قبضہ میں نہ آجائیں میں نے بھی فوراً ان پہ یکے بعد دیگرے حملے کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ دشمن کے بھاگ جانے کی صورت میں ہمارے آدمی بھی پناہ لینے والوں کے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہوں کیونکہ قلعہ کا شمالی دروازہ پہاڑیوں پر لڑنے والوں اور قلعہ والوں کے درمیان نقل و حرکت جاری رکھنے کے لیے جان بوجھ کر کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس کام کو صورت دینے کے لیے میں نے ہر لیوریں رجمنٹ سے ایک ایک کمپنی میجر پینی کوئیک کے ساتھ ایڈوانس گارڈ کے طور پر نکالی ہر میجسٹی کی ستاردیں رجمنٹ کو شہر کے شمال مشرقی چھوٹی دیوار

اور باغات پر قبضہ کرنے کے لیے تیار کیا دو اور کمپنیوں کو میدان میں ان کے اور کالم کے درمیان رکھا اور اسی وقت میں نے تھرڈ کالم حملہ تیار کرنے کا حکم دے دیا جو ہر پلٹن سے اس کے کمانڈنگ افسروں کے زیر کمان چار چار کمپنیوں پر مشتمل ہو یعنی کوئینز رجمنٹ کا میجر گرترز ہر میجسٹی کی ستاروی رجمنٹ کا لیفٹیننٹ کراکر اور ۳۱ر بنگال انفنٹری کا میجر ولسٹن اور بعد ازاں سب کو بریگیڈیر بام گراٹ کی کمان میں دے دیا۔ پلٹون کا باقی حصہ تری کالم فارمیشن میں بطور ریزرو اور معاون میرے زیر ہدایات اور کمان میں آگے بڑھا۔

ہر ایک کالم کے لیے ایک ایک پہاڑی مقرر کی گئی بریگیڈیر (اٹر سٹیون سن) جو توپخانے کی کمان کر رہا تھا۔ سامنے آکر بہت جلد پہاڑیوں کے دامن کی طرف آگے بڑھا اور مطلوبہ حد پر پہنچ کر اس نے دشمن کی پلٹن اور توپ خانہ پر گولے برسانے شروع کیا جس کے کورنگ فائر میں ہمارے کالم آہستگی سے آگے بڑھتے رہے۔ ان چوٹیوں پر چڑھنا شروع کیا جن پر سے دشمن کی توپوں نے اُس وقت سے گولہ باری شروع کی تھی جب ہم اپنے کالم فارمیشن کو ترتیب دے رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ ہمارے کالم اپنی اپنی مقررہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ جاتے۔ دشمن ہمارے توپ خانہ کی برتر اور درست گولہ باری سے مغلوب ہو کر ان چوٹیوں کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے اور اپنی توپوں کو بھی ساتھ لے جانے میں ناکام رہے۔ اس وقت مجھے خیال پیدا ہوا کہ ہماری فوج مفرور دشمن کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو جائیں اور اگر ممکن ہو تو قلعہ کے دروازے پر قبضہ حاصل کرنے میں نے کو ئنز رائل اور ہر میجسٹی کی

ساتویں رجمنٹ کے نام احکام جاری کر دیئے کہ چوٹیوں پر سے اس مقصد کے لیے ایک تیز حملہ کر دیں اور میں خود نتیجہ کے انتظار میں قریب ترین چوٹی پر پہنچا اس وقت میرے دائیں جانب کی چار کمپنیاں جن کو باغات اور دیواروں کی طرف بھجوا دیا تھا قلعہ میں داخلہ حاصل کرنے کا موقع دیکھ کر اپنی اپنی مقررہ جگہوں سے دروازے کی طرف لپکے دشمن کی زبردست اور پیہم گولہ باری کے باوجود (جو فصیل اور قلعہ سے جہاں دشمن کا ہجوم تھا) ان پر کی جا رہی تھی وہ نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

قلعہ کا دروازہ ان فوجوں کے پہنچنے سے پہلے جو اس طرف بڑھ رہی تھیں اور مطلوبہ مدعا پر اثر انداز ہونے سے قبل بند ہو چکا تھا قلعہ کی حفاظت کرنے والی دشمن فوج کی طاقت پہاڑیوں کی چوٹیوں پر سے پیچھے ہٹنے والے سپاہیوں کے داخلہ سے زیادہ مضبوط ہو گئی اور وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا دائیں یا بائیں کسی دیوار یا کسی اُفتادہ کھنڈر کے پیچھے چھپ کر لڑتے رہے بریگیڈیر سٹون سن توپ خانے کے ساتھ پہاڑیوں سے نیچے اُتر آیا۔

لیفٹیننٹ فاسٹر بمبئی گھوڑا باری والے کی زیر کمان دو توپیں قلعہ اور اس کے گردونواح کی پناہ گاہوں پر گولہ باری کے لیے مقرر کر دیئے اور دو توپیں لیفٹیننٹ کوپر شاہی توپخانہ والے کی زیر کمان خاص دروازے پر گولہ باری کرنے لگے۔ باقی دو توپیں لیفٹیننٹ کریڈ کی زیر کمان دائیں جانب کی سڑک کے گرد براہ راست دروازہ کی طرف بڑھیں اور جب دروازے دو سو گز کے فاصلے پر پہنچے تو دروازے کو توڑ کر کھولنے کی غرض سے اس پر پیہم گولہ باری شروع کر دی اور چند گولے چلانے کے بعد دروازے کا

آدھا حصہ توڑ کر گرانے میں کامیاب ہوئے۔

یہ حالت دیکھ کر میں پہاڑی سے دروازے کی طرف نیچے اتر آیا۔ اور دروازے کی طرف اشارہ کر کے فوج کو اطلاع دی کہ دروازہ کھلا ہے۔ وہ فوراً اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ ہم چینی کو ٹیک کی زیر کمان فوج سب سے نزدیک تھی اس لیے اپنے افسر کے ساتھ میں وہ سب سے پہلے دروازے پر قابض ہو گئے۔ بعد ازاں تینوں رجمنٹوں کا تمام حملہ آور دستہ راستہ بناتے ہوئے دشمن کی گولیوں کی زبردست بوچھاڑ میں قلعہ کے اندرونی حصے اور آس پاس کے مورچوں سے ان پر ہو رہی تھیں جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا داخل ہوتے رہے۔ دشمن قدم قدم پر نہایت بہادری استقامت اور جوش کے ساتھ لڑتا رہا دشمن نے قلعہ کے اندرونی حصہ تک اسی طرح مقابلہ کیا۔ اور انچ انچ زمین کے لیے لڑتا رہا۔

اس وقت میں نے ریزرو کالموں کو دروازے کے نزدیک لانے کا حکم دیا ساتویں رجمنٹ کی ایک کمپنی کو کپتان ڈربی کی زیر کمان قلعہ کے مغربی حصے کی طرف روانہ کیا اور ان کے پیچھے بنگال نیٹیو انفنٹری کا کچھ حصہ میجر ولبسٹرن کی زیر کمان اور کپتان اوٹرم کی رہنمائی میں جو بطور میرے ایکسٹرا اے۔ ڈی۔ سی کے کام کر رہا تھا ان چڑھائیوں کو حاصل کرنے کی غرض سے جنوبی کنارہ پر واقع ہیں روانہ کیا اور ان کو ہدایت کی کہ جو محصورین اس طرف سے بچ نکلنے کی کوشش کریں ان کو روکیں اور گرفتار کریں۔ دشمن کو ان چڑھائیوں پر سے نکالنے کے بعد یہ دونوں پارٹیاں قلعہ کے اس طرف والے دروازے دگل کنڈم کی طرف نیچے اتر آئیں انہوں

نے دروازے کو کھول دیا۔

جس وقت پہلی پارٹی مغرب کی طرف بھجوائی گئی میں نے ستارویں رجمنٹ کے توپ خانہ کی دو توپیں لیفٹیننٹ کریڈ بمبئی آرٹیلری کی زیرکمان قلعہ کے مشرقی حصہ کے ساتھ جنوبی حصہ کی طرف مڑکر دروازہ محولا بالا (ولدار) کو کھولنے کی غرض سے روانہ کیا تھا تاکہ اگر ضرورت پڑے تو توپ خانہ دوسری فوج کے ساتھ مل کر قلعہ کے اندرونی حصہ یعنی میری (شاہی محل) کی طرف بڑھ سکے۔

تھوڑے وقفہ کے بعد فوج کے اس حصہ نے جس نے شہر پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ میری میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازے پر رسائی حاصل کی جہاں پر امیر مہراب خان نے اپنے آدمیوں کی سرکردگی کرتے ہوئے ایک دلیرانہ مدافعت پیش کی امیر مہراب خان اپنے کئی معتبرین کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لیے کر مارا گیا۔ شہر کے کئی ملحقہ مکانوں سے ہم پر گولیوں کی بارش بدستور جاری رہی یہاں تک کہ جان بخشی کا عام وعدہ دے کر بھی ظہر سے قبل ہم ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہ کر سکے تمام وجوہات کو پیش نظر رکھ کر میں کہہ سکتا ہوں کہ محصورین کی تعداد دو ہزار لڑا کے افراد سے زیادہ تھی اور امیر مہراب خان کے لڑکے کا نوشکی سے مزید امداد لانے کا انتظار تھا۔

قلعہ کی حفاظت غزنی کے مقابلے میں زیادہ مضبوط طریقے پر کی گئی تھی اور میری کے مینار نما اونچائی ظاہر دیکھنے میں اور حقیقتاً بھی خوفناک تھی میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہماری طرف مرے ہوئے اور زخمیوں

کی تعداد شدید ہے۔ جیسا کہ مشمولہ فہرست سے ظاہر ہے۔ اور یہ کہ دشمن کی طرف سے بھی زیادہ کی تعداد ہوگی مگر صحیح تعداد میں اب تک مقرر نہیں کر سکا کئی سو قیدی پکڑے گئے جن میں سے پولیٹیکل ایجنٹ نے ان کے سوا جن کو اب قید میں رکھنے کی ضرورت باقی ہے باقی تمام کو رہا کر دیا۔"

میجر جنرل ولشائیر کی رپورٹ یہاں پر ختم ہوتی ہے۔ جو فہرست اس نے انگریزی فوج کے مقتولین کی پیش کی ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے
۱۔ چار کپتان ۲۔ دو لیفٹیننٹ ۳۔ ایک علم بردار ۴۔ ایک ایڈجوٹینٹ اور باقی کل ۱۳۸ سپاہی ہلاک و زخمی ہوئے۔

اُمیر محراب خان کے ساتھ زعما جوان کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا

کہتے ہیں کہ جب حکومت برطانیہ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اُمیر محراب خان اُمیر بلوچستان کو تخت سے معزول کر کے اس کے چچا زاد بھائی اُمیر شاہ نواز خان کو حکمران بلوچستان بنایا جائے جو انگریزی حکومت کا طرفدار تھا تو اس حملے سے پہلے مسٹر لوڈے پولیٹیکل افسر مع اُمیر شاہ نواز کے قلات میں وارد ہوئے انہوں نے یہی کوشش کی کہ اُمیر محراب خان یا تو انگریزی حکومت کی بالادستی کو تسلیم کر کے سلام کرے یا قلات سے نکل جائے مگر لوڈے کو کامیابی نہیں ہوئی جب انگریزی فوج میری قلات کا دروازہ توڑ کر شاہی محل میں داخل ہوئی تو اُس وقت اُمیر محراب خان اپنے ساتھ بلوچ زعما کے ساتھ محل کے دربار ہال کے صحن میں مشورہ کر رہا تھا۔ کہتے ہیں اسی

منظر شہادت اعلیٰ حضرت میر محراب خان شہید و دیگر بلوچ زعما ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء قلات

اثنا میں اخوند محمد حسن نے نیچے پہنچ کر انگریزوں کو محل میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ بتا دیا انگریزی فوج کی ایک کمپنی اخوند محمد حسن کی رہنمائی میں اسی راستے سے میری (محل) پر چڑھ کر امیر مہراب خان کے سامنے اچانک جا پہنچی جیسے کہ انگریزی فوج کے کمانڈر اعلیٰ میجر جنرل ولشائیر اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ امیر مہراب خان نے اپنے آدمیوں کی سرکردگی کرتے ہوئے ایک دلیرانہ مدافعت پیش کی۔ چنانچہ امیر مہراب خان اور ان کے ساتھ ساٹھ معتبرین نے نہایت دلیرانہ اور مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے داد شجاعت دیتے ہوئے قوم ملت و ملک کی آزادی کے لیے اپنے سروں کا نذرانہ دے کر جام شہادت نوش فرمایا اور دنیا میں تا ابد سُرخ رو ہوئے مورخین نے امیر مہراب خان کے ان ساٹھ وفادار وطن دوست اور جیالے زعما کے جنہوں نے ان کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا صرف کچھ کے نام لکھے ہیں جنہیں ہم یہاں ویسے ہی تحریر کرتے ہیں۔

شہدائے وطن بلوچستان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

۱۔ امیر مہراب خان احمد زئی بلوچ۔ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات۔

۲۔ سردار ولی محمد شاہی زئی مینگل ماموں امیر مہراب خان امیر بلوچستان۔

۳۔ میر تاج محمد شاہی زئی مینگل خالہ زاد بھائی امیر مہراب خان امیر بلوچستان۔

۴۔ میر محمد علی شاہی زئی مینگل رشتہ دار امیر مہراب خان از طرف والدہ۔

۵۔ میر عبدالکریم رئیسانی برادر سردار اسد خان رئیسانی قبیلہ رئیسانی۔

۶۔ میر داد کریم چنگیز زئی شاوانی سردار علاقہ اسکلکو قلات۔

۷۔ سردار شہباز خان نیچاری علاقہ قلات۔

۸۔ میر بدل خان برادر سردار شہباز خان نیچاری علاقہ قلات۔
۹۔ میر فاضل محمد برادر سردار میر محمد خان سردار قبیلہ لہڑی۔
۱۰۔ سردار زمان خان پندرانی سردار قبیلہ پندرانی۔
۱۱۔ میر شہباز خان لہڑی از قبیلہ لہڑی۔
۱۲۔ ارباب خان محمد کابلی زئی دہیوار۔ ارباب شہر قلات۔
۱۳۔ میر قیصر خان بزنجو از قبیلہ بزنجو۔
۱۴۔ میر شاہ دوست بزنجو از قبیلہ بزنجو۔
۱۵۔ میر نبی بخش جتوئی از علاقہ زہمک قلات۔
۱۶۔ شاغاسی نور محمد ملازم دربار قلات۔
۱۷۔ شاغاسی تاج محمد ملازم دربار قلات۔
۱۸۔ میر فاضل محمد برادر داروغہ گل محمد ملازم دربار۔
۱۹۔ میر محمد رضا برادر زادہ اخوند محمد حسن وزیر۔
۲۰۔ دیوان بچامل دیوان امیر محراب خان امیر بلوچستان۔
۲۱۔ دیوان کھیم چند ملازم دربار قلات۔
۲۲۔ دیوان آسرداس لکھی ہندو پنچایت شہر قلات۔
۲۳۔ ایک نفر قبیلہ مینگل نام نہیں لکھا ہے۔
۲۴۔ ایک نفر قبیلہ مینگل نام نہیں لکھا ہے۔
۲۵۔ ایک نفر قبیلہ مینگل نام نہیں لکھا ہے۔

دیگر ۳۵۔ شہدائے کے اسمائے گرامی کی طوالت کی وجہ سے مورخین نے نام نہیں لکھے ہیں۔ روایت ہے کہ یہ معتبرین ۱۔ قبیلہ ذگر مینگل ۲۔ قبیلہ زہری

۳۔ قبیلہ محمد حسنی ۴۔ قبیلہ شاوانی ۵۔ قبیلہ بنگل زئی ۶۔ قبیلہ کلندرانی ۷۔ قبیلہ گرگ ناڑی ۸۔ قبیلہ سالانی ۹۔ قبیلہ میروانی ۱۰۔ قبیلہ کمبرانی سے تعلق رکھتے تھے۔

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کے بارے میں ایک مستند خاندانی روایت

میں اس تاریخ کا راقم المعروف (نولیسندہ) اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کے خاندان سے ہوں اور وہ میرے پر دادا ہیں اور میں ان کا پڑپوتا ہوں اُمیر مہراب خان بچپن میں جب سن تمیز کو پہنچا تو قدرتی طور پر وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اُنس اور محبت کرنے لگے اور ان کے کٹر معتقدین میں سے تھے بلکہ فنافی الشیخ یا فنافی الرسول نہیں بلکہ فنافی اللہ کی حد تک ان کے گرویدہ اور شیدائی تھے اپنی اس بے پناہ محبت کو تسکین دینے کے لیے وہ اپنے سن رشد سے لے کر دورِ حکمرانی اور حکمران کی حیثیت سے شہادت تک ہر ماہ محرم الحرام میں وہ ایک زمینا٭ خرید کر اپنی نگرانی میں پرورش کر کے دسویں محرم الحرام کے دن اس دمبے کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کی خاطر ذبح کر کے اس کی جگہ دوسرا میمنا خریدتے تھے یہ سلسلہ ان کی شہادت تک جاری ساری رہا جب اُس کے بعد ان کی حکومت برطانیہ کے ساتھ تعلقات خراب

٭: میمنا۔ بھیڑ کے بچے کو کہتے ہیں۔

خراب ہو گئے برصغیر کی انگریز حکومت نے اُن کو یکم نومبر ۱۸۳۹ء میں الٹی میٹم دیا کہ انگریزی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرے یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائے تو امیر محراب خان اُمیر بلوچستان نے دارالخلافہ بلوچستان قلات میں جشن منایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجھے اپنے نقش قدم پر چلنے کا موقع فراہم کیا ہے انہوں نے پرورش شدہ دنبے کو پہلے ذبح کیا اور پھر جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اگر غور سے دیکھا جائے تو اُمیر محراب خان اُمیر بلوچستان کی شہادت اور حضرت امام ذی شان حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت دونوں کی سیاسی صورت حال ایک جیسی تھیں۔

۱۔ اہل کوفہ کی دعوت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ روانہ ہوئے مگر کوفیوں نے بدعہدی کی یزید خلیفہ کے حاکم عبیداللہ بن زیاد کے ورغلانے پر امام حسینؑ کی حمایت چھوڑ کر یزید کی افواج کا ساتھ دیا۔

۱۔ اسی طرح بلوچستان میں بلوچ قبائلی سرداروں اور معتبرین کو امیر محراب خان امیر بلوچستان کے درباری نمک حرام ملازموں نے ورغلا کر انگریزوں کی یزیدی قوت کے ہمنوا بنایا اور ان سرداروں نے اُمیر محراب خان کی حمایت چھوڑ دی انگریزی افواج کے ساتھ ہو گئے۔

۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت یزیدی فوج کی تعداد چار ہزار تھی ان کے ساتھ صرف اہل بیت کے بہتر افراد تھے۔

۲۔ اسی طرح اُمیر محراب اُمیر بلوچستان کے مقابلے میں انگریزوں کی فوجوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور شہادت کے وقت ان کے ساتھ صرف ساٹھ

بلوچ زعما تھے جو سب نے اہل بیت کی طرح مردانہ وار مقابلہ کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔

اخوند محمد حسن کا انجام

اُمیر مہراب خان ثانی کی شہادت کے بعد جب انگریزی فوج نے محل قلات اور شہر قلات کو لوٹا اور تاراج کیا تو اُمیر مہراب خان ثانی کے سرہانے کے نیچے سے انگریزوں کو اخوند محمد حسن کے ایسے خطوط ملے جو اُس نے بھاگ اور دیگر مقامات پر بطور نمائندہ اُمیر بلوچستان انگریزوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد اُمیر مہراب خان کو لکھے تھے۔ ان خطوط میں اخوند محمد حسن نے انگریزوں سے انتہائی مخالفت کا اظہار کیا تھا اور اُمیر مہراب خان کو انگریزوں کے برخلاف اُکسانے کی بدترین کوشش کی تھی ان خطوط کے ملاحظہ سے انگریزوں پر اخوند محمد حسن کی سازش اور نمک حرامی کا راز طشت ازبام ہو گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اُمیر مہراب خان پر انگریزوں کے عائد کردہ الزامات بے بنیاد اور غلط تھے۔

اخوند محمد حسن کی گرفتاری

انگریزوں نے بعدازاں اخوند محمد حسن کو قید کر کے بکھر سندھ کے قلعے میں بطور (اسٹیٹ پرزنر) رکھا۔ اخوند محمد حسن کے گھر کی تلاشی لی گئی اور جس قدر مال و دولت سونا چاندی اور جواہرات اُس کے گھر سے برآمد ہوئے سب انگریزوں نے ضبط کر لئے اسی خانہ تلاشی کے دوران میں

اس کے گھر سے ایک سو فرمان کے سفید کاغذات برآمد ہوئے جن پر میر امیر مہراب خان کی شاہی مہر ثبت تھی اور کوئی تحریر نہ تھی ان کاغذات کی کسی وقت بھی حسب مرضی خانہ پری کی جا سکتی تھی اور ان کو امیر مہراب خان کا مصدقہ فرمان قرار دیا جا سکتا تھا۔

انگریز مورخین کی رائے

انہی دنوں میں جب کہ قلات پر انگریزوں نے حملہ کیا امیر مہراب خان ثانی امیر بلوچستان کو شہید کر کے بلوچستان پر قابض ہو گئے تھے چارلس میسن انگریز سیاح قلات وارد ہوتا ہے وہ اپنی کتاب "سفرنامہ قلات" میں لکھتا ہے کہ اگرچہ انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ امیر مہراب خان بے گناہ تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے قلات کے تخت کے جائز وارث اور امیر مہراب خان کے ولی عہد شہزادہ امیر نصیر خان کو قلات کی حکومت سے محروم کر کے ایک غیر مستحق اور نااہل شخص کو بلوچستان کے تخت پر بٹھایا اور اس طرح امیر مہراب خان کے ساتھ اپنے غیر دانشمندانہ سلوک سے انگریزوں نے بلوچستان میں اپنے ہاتھوں سے اپنے خلاف نفرت اور دشمنی کے بیج بوئے۔

سر ہینری ڈیورنڈ اپنی کتاب "افغانستان کی پہلی لڑائی" کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتا ہے "کہ گذشتہ مہمان نوازی اور بے رحم و خونخوار تعاقب کرنے والے دشمنوں سے پناہ دینے کے صلہ میں شاہ شجاع الملک نے انگریزی اقتدار کے زیر اثر اپنے محسن امیر مہراب خان ثانی کو ایک سپاہیانہ موت

اور اُس کے دارالخلافہ کی لوٹ مار کا انعام دیا اُمیر مہراب خان کی باعزت شہادت کے بعد ایسی دستاویزات پائی گئیں جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ کس طرح اُسے دھوکہ دے کر اس کی پرامن رہنے کی تمام کوششوں اور خط وکتابت کو ناکام بنا دیا گیا مگر اس کے باوجود انگریزوں نے مناسب خیال کیا کہ امیر مہراب خان کو جو دھمکی دی گئی تھی اس کی تکمیل میں اُمیر مہراب خان کے لڑکے کو تخت قلات سے محروم کر کے شانواز خان کو تخت بلوچستان پر بٹھانے کی صورت میں کی جائے. شانواز خان ایک ایسے شخص کی نسل سے تھا جس نے سو سال پہلے بلوچستان پر حکومت کی تھی اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ شانواز خان جسے اب انگریزوں کے توسط سے یہ عروج حاصل ہو گا وہ انگریزوں کے ہاتھوں میں ایک لچک دار آلہ کار بننے سے ہرگز گریز نہیں کرے گا۔

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان کی شہادت پر تبصرہ

جن الزامات کی بنا پر انگریزوں نے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ کر کے حکمران بلوچستان کو شہید کر دیا۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا:۔ کہ انگریزی فوج کے لیے علاقہ کچھی میں جمع کئے ہوئے غلہ کو اُمیر مہراب خان کے کارندوں نے لوٹ لیا۔

۲:۔ کہ برنس کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کرنے کے باوجود امیر مہراب خان اُمیر بلوچستان نے معاہدہ سے منحرف ہو کر قلات سے واپسی پر الیگزنڈر برنس کے کیمپ کو لوٹا اس کے آدمیوں کو قتل کر کے

نقدی اور معاہدے کی دستاویز چھین کرلے گئے۔

۳۔ یہ کہ امیر مہراب خان نے اپنے قبائل کو انگریزوں کے خلاف اُکسا کر درہ بولان سے گزرتے وقت انگریزوں کے کانوائے لٹوائے اور انگریزی فوجوں پر حملے کئے گئے۔

۴۔ یہ کہ امیر مہراب خان نے انگریز سپاہ کو بھوکوں مارنے اور انگریزی مشن کو ناکام بنانے کے لیے اپنے علاقہ کے تمام زمینداروں اور دکانداروں کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص انگریزوں پر غلہ فروخت نہ کرے۔

۵۔ یہ کہ امیر مہراب خان نے انگریزوں سے کراچی بندرگاہ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

امیر مہراب خان پر انگریزوں کے عائد کردہ مندرجہ بالا الزامات بالکل غلط اور بے بنیاد تھے۔ انگریز افغانستان پر اپنا قبضہ بحال و مستحکم رکھنے کے لیے بلوچستان پر ہر صورت میں قبضہ کرنا چاہتے تھے جو امیر مہراب خان کو تخت بلوچستان سے معزول کر کے اس کی بجائے ایک برائے نام خان مقرر کرنے کے ماسوائے اس وقت ممکن نہ تھا۔ انگریزوں نے امیر مہراب خان کے خلاف اپنی اس روایت پر عمل کیا جو مشہور ہے "کسی شخص کو بُرا نام دے کر پھر اُسے پھانسی پر چڑھا دو" انگریز شجاع الملک کی صورت میں افغانستان پر مستقل قبضہ رکھنا چاہتے تھے وہ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی ہستی کو اپنے راستے میں ایک روکاوٹ سمجھتے تھے جس کو ہٹانے کے لیے الزامات لگائے بغیر مقصد برابری نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا انگریزوں نے اپنے روایتی دھوکہ و فریب اور وعدہ شکنی سے کام لے کر امیر مہراب خان کی شہادت کا باعث بنے جس

پر کر اُن کے ہم وطن اور ہم نسل انگریز بھی ان پر نفرین کہتے ہیں جن کے بارے میں ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

(۱ امیر مہراب خان پر جہاں تک پہلے الزام "ز کہ انگریزی فوج کے لیے علاقہ کچھی میں جمع کئے ہوئے غلہ کو امیر مہراب خان نے لوٹ لیا"

امیر مہراب خان نے اپنے بھائی امیر محمد اعظم خان کو کوٹڑہ علاقہ گنداواہ روانہ کر دیا تاکہ وہاں علاقہ کی دیکھ بھال کرے تاکہ انگریز کے عملہ کے ساتھ مقامی باشندوں کا کوئی جھگڑا نہ ہو امیر موصوف کو وہاں جا کر پیسے کی ضرورت ہوئی اُس نے وہاں کے ایک ہندو سے پیسے مانگے ہندو کے انکار پر انہوں نے ہندو کی جائیداد ضبط کر لی جس میں غلہ بھی تھا ہندو نے بہانہ بنا لیا کہ ضبط شدہ غلہ اس نے انگریزی فوج کے لیے خریدا ہوا تھا باقی ہندو برادری نے احتجاجاً اپنی دکانیں بند کر لیں آخر کار امیر محمد اعظم خان کے ساتھ باہمی سمجھوتہ ہو گیا ہندو نے انہیں مطلوبہ چار سو روپے کی رقم دے دی۔ ہندو کی چیزیں بھی واپس ہوئیں دکانیں کھل گئیں کام بدستور جاری رہا اور انگریزوں کی افواج کے لیے جمع کیا ہوا۔ غلہ کہیں بھی لوٹا نہیں گیا انگریزی عمال نے صرف اس واقع کو بہانہ بنا کر امیر مہراب خان کے خلاف قدم اٹھانے کے لیے جواز بنایا۔

۲ امیر مہراب خان امیر بلوچستان نے الیگزنڈر برنس انگریزوں کے نمائندہ کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کرنے کے باوجود قلات سے واپسی پر برنس کے قافلے پر ڈاکہ ڈلوایا۔ اور اُس سے نقد رقم اور معاہدے کی دستاویز کو چھین کر لے گیا یہ امیر مہراب خان پر دوسرا الزام تھا۔

اس الزام کے متعلق تفصیلات اس طرح ہیں۔ جب انگریزوں کے

نمائندہ الیگزنڈر برنس اور امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے درمیان ۱۴ مئی ۱۸۳۹ء کو ایک دوستانہ معاہدہ ہوا۔ جب برنس اس معاہدہ کے لیے قلات آرہا تھا وہ اپنے ساتھ امیر مہراب خان کے ایک غدار ملازم سید محمد شریف کو بھی قلات اپنے ساتھ لایا۔ اخوند محمد حسن جو امیر مہراب خان کا وزیر تھا اور سید محمد شریف کو یہ یقین تھا کہ معاہدہ نہیں ہوگا مگر جب معاہدہ کامیابی سے طے ہوا تو یہ عہدنامہ ان دونوں کی توقعات کے خلاف تھا انہیں یہ یقین ہوگیا کہ اگر یہ عہدنامہ قائم رہا تو ان کو انگریزوں کے ذریعے اپنے اپنے منتقمانہ خواہشات کی تکمیل کرانی ناممکن ہو جائے گی۔ اخوند محمد حسن جو امیر کے ساتھ قلات میں تھا امیر کو یقین دلایا کہ برنس اُسے شالکوٹ لے جا کر پھنسانا چاہتا ہے جہاں سے اُسے قید کرکے کلکتہ بھجوایا جائے گا سید محمد شریف قلات سے برنس کے ساتھ روانہ ہوتے وقت برنس کو کہا کہ یہ پُر فریب اور چالاک امیر مہراب خان معاہدے پر پچھتا رہا ہے اور وہ ایک پارٹی روانہ کرچکا ہے کہ راستہ روک کر آپ کو لوٹ لیں برنس اپنے اس بدمعاش اور رذیل ساتھی کی باتوں پہ یقین کرکے دستاویز معاہدہ اور مبلغ دو ہزار روپے جو اُس کے ساتھ تھے محمد شریف کے حوالے کر دیئے، کہ ان کو چھپا کر رکھے اور خود بطرف کوئٹہ روانہ ہوا تو اس نے خود اپنے بھائی اور اُس کے ہالی کو چور مقرر کیا کہ برنس کے قافلے کو راستے میں لوٹ لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جب امیر بلوچستان امیر مہراب خان کو اس چوری کی اطلاع ملی انہوں نے رحیم داد گورنر شالکوٹ کو حکم دیا کہ اس چوری کا پتہ لگائے کیونکہ اُسکے حدود انتظام میں یہ چوری اور ڈاکہ زنی کا واقعہ ہوا تھا۔ رحیم داد گورنر شالکوٹ

نے امیر بلوچستان کو یہ رپورٹ دی کہ سید محمد شریف خود اس جرم کا مرتکب ہے
اس کا بھائی اور مالی چوروں کے سرغنہ تھے جن کو ارتکاب جرم کے بعد سید
محمد شریف نے چودہ سو روپے دیئے ہیں امیر بلوچستان امیر مہراب خان
کو یہ معلوم تھا کہ سید محمد شریف انگریزوں کا ملازم ہے، اب معاملہ کا تعلق
ان سے زیادہ فرنگیوں کے اپنے ہاتھ میں ہے انہوں نے مزید تحقیقات کی
ضرورت نہ سمجھی مگر انگریزی نمائندوں کو اس واقعہ کی صحیح تفصیلات معلوم ہونے
کے باوجود اس جرم میں امیر مہراب خان امیر بلوچستان کو ملوث اور مشکوک
خیال کرتے رہے لہٰذا اس واقعہ کو بھی ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے
ایک اہم جواز قرار دیا۔

۳ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے خلاف تیسرا الزام یہ تھا کہ انہوں
نے درہ بولان سے گزرتے وقت انگریزوں کے فوجی قافلوں پر حملے کرواتے
رہے اس الزام کی تاریخی پس منظر یہ ہے کہ داود محمد غلزئی زندہ تھا۔ اور
امیر مہراب خان کا وزیر تھا۔ اس نے اور اس کے بھائیوں نے قبیلہ جنگل زئی
میں شادیاں کی ہوئی تھیں۔ لہٰذا اس رشتہ کی وجہ سے انہوں نے بلوچ قبائل میں کافی
اثر رسوخ پیدا کیا تھا جب امیر مہراب خان امیر بلوچستان نے داود محمد وزیر
کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو اس کے بھائی غلام جان اور خان محمد امیر
مہراب خان کے جانی دشمن بن گئے اور وہ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے
جذبہ میں انگریزوں سے دوستی پیدا کی اور انگریزوں نے ان کی خدمات کو شوق
سے قبول کیا انگریزوں کے نزدیک امیر مہراب خان کا ہر غدار ملازم ان
کا ایک بہترین دوست تصور ہوتا تھا۔

انگریزوں کی طرف سے داود محمد کے بھائیوں کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ امیر مہراب خان سے غداری کرنے کا عملی ثبوت دیں اس مقصد کے پیش نظر جنگل زئی کرد و دیگر گرد و نواح کے بلوچ قبائل کو داود محمد کے بھائی انگریزوں کے خلاف اکساتے رہے اور انہی کے ذریعے سے انگریزی قافلوں اور گزرنے والی افواج پر ڈاکہ ڈلواتے رہے اس لوٹ کھسوٹ میں مزید شدت اس وقت پیدا ہوگئی جب کہ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے وزیر اخوند محمد حسن امیر بلوچستان کے جعلی فرمانوں کے ذریعے بولان درہ کے قبائل بلوچ کو اکساتے رہے۔ امیر مہراب خان کے اس الزام سے اُس وقت بریت ثابت ہوئی۔ جب کہ اُن کی شہادت کے وقوع پذیر ہونے کے بعد انگریزوں کو اخوند محمد حسن وزیر کے گھر کی تلاشی کے دوران امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی طرف سے جعلی فرمانوں کے کاغذات برآمد ہوئے جس کے نتیجے میں انگریزوں نے اخوند محمد حسن کو سیاسی قیدی کی حیثیت سے بکھر (سندھ) کے قلعے میں نظر بند کیا۔

۴۔ امیر مہراب خان پر چوتھا الزام یہ تھا کہ انہوں نے انگریزی افواج کو بھوکوں مارنے اور انکی جنگی مشن کو ناکام بنانے کے لیے اپنے علاقے کے تمام زمینداروں اور دکانداروں کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص انگریزوں پر غلہ فروخت نہ کرے اس سلسلے میں ایک واقعہ کوٹھڑ گنداواہ کے بارے میں ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد تمام علاقوں میں غلے کی خریداری کے بارے میں انگریزی نمائندے اور مقامی باشندوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا چونکہ انگریز ہر قیمت پر امیر مہراب خان امیر بلوچستان کو شکست دینا

کرنا چاہتے تھے انہوں نے کو مٹر والے قصہ کو بطور پروپیگنڈا امیر بلوچستان کے خلاف استعمال کرتے رہے۔

۵۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کے خلاف پانچواں الزام یہ تھا کہ انہوں نے انگریزوں سے دوستانہ معاہدہ کے عوض میں کراچی کی بندرگاہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا اس مطالبے پر الیگزنڈر برنس بہت ناراض ہو کر امیر مہراب خان کے خلاف ہو گئے یہ مطالبہ اس قدر سنگین نہ تھا جس پر برنس صاحب سیخ پا ہو گئے جب امیر دوست محمد خان محمدزئی نے افغانستان کی حکمرانی پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں سے دوستی کے معاہدہ کے عوض پشاور کی واپسی کا مطالبہ کیا تو انگریزوں نے اُس کے مطالبے کو نہایت مہربانی سے سنا حیب کہ اس کے دورِ حکمرانی سے پہلے سکھوں نے اُس پر قبضہ کیا تھا نہ معلوم امیر بلوچستان امیر مہراب خان کی کراچی والے مطالبے سے وہ کیوں اتنے برہم ہو گئے جو کہ چند وقت قبل کراچی حکومت بلوچستان کا ایک حصہ تھا۔

باب سویم

چارلس میسن انگریز سیاح کی امیر مہراب خان کے دور حکومت پر تبصرہ

چارلس میسن ایک انگریز سیاح امیر مہراب خان کی شہادت سے چند دن بعد کراچی سے قلات پہنچا۔ اور انگریزوں کے نمائندے کپتان لوڈ سے (LAVEDA) جسے بلوچ لوگ (لبدین) کہتے ہیں۔ کی گرفتاری تک رہ کر تمام حالات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا رہا۔ وہ اپنے (سفرنامہ قلات) میں اس دور پر یوں تبصرہ کرتا ہے۔

جب ۱۸۳۸ء میں ہندوستان کی انگریزی حکومت نے شاہ شجاع الملک کو دوبارہ افغانستان کی حکومت دلانے کا مصمم ارادہ کیا تو یہ تجویز ہوئی اور طے پایا کہ اس مہم کو بلوچستان کے علاقہ میں سے ہو کر قندھار کی طرف بڑھنا ہے۔ اس لیے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی رضامندی حاصل کرنی ضروری ہے۔ انگریزوں کے آئندہ اقدام پر بحث کرنے سے پہلے

اس سلسلۂ حریت حکمران (امیر مہراب خان) کے ساتھ گزشتہ خط وکتابت کا ذکر ضروری ہے۔

۱۔ جب کپتان الیگزنڈر برنس مورخہ ۳ فروری ۱۸۳۷ء کو دریائے سندھ عبور کر کے کابل کی طرف بڑھ رہا تھا تو اس نے امیر بلوچستان کے بیٹے (میر حسن) کی خدمت میں جو اس وقت گنداوہ میں تھا۔ ایک دوستانہ خط چند تحفے و تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔ جس کے جواب میں امیر بلوچستان کے صاحبزادے کی طرف سے رسیدگی تحائف کی اطلاع اور شکریہ کا ایک خط موصول ہوا۔

۲۔ جب کپتان برنس امیر دوست محمد خان امیر افغانستان کے مقابلے میں اپنے مشن میں ناکامیاب ہو کر لوٹا تو اس نے قندھار سے لیفٹیننٹ لیچ کو واپس شکار پور پہنچنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں مسٹر لیچ جب امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی حدود مملکت میں داخل ہو کر کوئٹہ پہنچا۔

۳۔ قلات آنے کی دعوت پر اس نے اپنا سفر قلات کی طرف جاری رکھا قلات میں اس کا پرتپاک خیر مقدم ہوا اس کے اور امیر کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوا۔ مگر اسی اثنا میں امیر اپنے مہمان کی چند نازیبا حرکتوں سے ناراض ہو گیا۔ اور اس دن اسے بڑی خوشی ہوئی جب لیفٹیننٹ لیچ قلات سے واپس روانہ ہوا۔ لیچ اور امیر کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔ آیا لیفٹیننٹ لیچ کسی ایسی گفتگو کا مجاز بھی تھا میں نہیں جانتا۔ البتہ ان دنوں اپنے سے غیر متعلق کاموں میں دخل اندازی کرنا۔ انگریزوں کی عادت سی ہو گئی تھی۔ بہرحال لیفٹیننٹ لیچ قلات سے ناراض ہو کر واپس ہوا تھا۔

۴۔ اس کے بعد بہت جلد میری سر الیگزنڈر برنس سے رودبڑی میں ملاقات

ہوئی. اس نے مجھے بتایا کہ امیر مہراب خان نے کچھی میں لیفٹیننٹ لیچ کے نمائندوں کا غلہ لوٹ لیا ہے اور میں (برنس) نے امیر مہراب خان کو ایک خط لکھا ہے۔ جو امیر مہراب خان کو پریشان کر دے گا. ان دنوں شاہ شجاع الملک بھی شکارپور پہنچ گیا تھا. امیر مہراب خان کو ایک خط لکھ کر دھمکی دی تھی کہ شاہ نواز خان شاہی کیمپ میں ہے یقیناً یہ باتیں ایسی تھیں جو امیر مہراب خان کو اپنے انگریز دوستوں کے ساتھ بری طرح پیش آنے کو مجبور کرتیں۔

۵۔ کراچی میں بھی برنس کا ایک خط جو ایک دوست کے نام پر لکھا تھا میرے ملاحظہ سے گزرا. جس میں معاہدہ کا ذکر تھا جو وہ امیر بلوچستان کے ساتھ کر آیا تھا. اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ برنس کی افغانستان سے واپسی پر امیر مہراب خان کو راستے سے ہٹا دیا جائے گا. انگریزی فوجوں کی کابل سے واپسی پر امیر مہراب خان سے بدلہ لینے کا پروگرام طے ہو چکا ہے اس (مہراب خان) سے طاقت چھین جانا اور بطور سیاسی قیدی باقی ایام زندگی گزارنا اس کی تقدیر میں لکھا تھا۔

۶۔ اثنائے وقت میں آرمی آف انڈس کے بمبئی ڈویژن کی کابل سے واپسی پر فوج کا ایک حصہ کو عرصہ سے تجویز کی ہوئی سکیم کو بدلہ لینے کی غرض سے عملی جامہ پہنانے کے لیے قلات روانہ کر دیا گیا جس کا نتیجہ قلات پر قبضہ. لوٹ مار حکمران اور اس کے سرداروں کے قتل کی صورت میں برآمد ہوا اس سے اگرچہ عارضی فتح تو حاصل ہوئی مگر بدقسمتی سے دشمنی اور بغاوت کے جراثیم بلوچستان میں بو دیئے گئے۔

۷۔ مقتول حکمران کے علاقے چھین لئے گئے. صوبجات کچھی اور سراوان

کا الحاق کابل کے نئے حکمران کی سلطنت سے کر دیا گیا پولیٹیکل افسروں کی ناراضگی اس حد تک تجاوز کر گئی کہ مرحوم امیر بلوچستان کے بیٹے کو چھوڑ کر امیر محبت خان کی نسل سے شاہ نواز خان نامی ایک غیر مستحق شخص کو اس ملک کے شکستہ اور ریختہ مسند پر بٹھا دیا گیا۔

۸۔ بلوچستان کی حکومت میں جہاں اس قدر تبدیلیاں ہوئیں اگرچہ سرکاری کاغذات میں ان کی تکمیل کی گئی مگر انگریزوں کو اس امر کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی کہ امیر بلوچستان کی رعایا کے سامنے بھی ان تبدیلیوں کو بیان کرتے لوگوں نے ایک نئے امیر کی مسند نشینی اور اپنے ملک کی بربادی کو بے شک دیکھا لیکن یہ کہہ کر اپنے دلوں کو تسلی دی اور خاموش رہے (کہ صاحبوں کی خوشی اسی میں ہے) درحقیقت لوگوں کے لیے یہ تمام باتیں یکساں طور پر ناقابل فہم اور عجیب تھیں۔

۹۔ میں عام بربادی اور تباہ حالی کے باوجود یہ دیکھکر بہت خوش ہوا کہ برائیاں جنم لیتے ہی ختم ہو گئیں یعنی بلوچوں نے ایک پکے مسلمان کی طرح ہر چیز کو خدا کی مرضی اور اپنی برائیوں کا نتیجہ اور سزا قرار دیا یہاں تک کہ ان اشخاص نے بھی جو سب سے زیادہ نقصان اٹھا چکے تھے ایک انتقامی فقرہ بھی اپنی زبان سے نکلنے نہیں دیا۔ البتہ ایک بات کا عام چرچا تھا کہ امیر مہراب خان انگریزوں کے ساتھ دغا کرنے کے الزام سے پاک تھا۔ اور وہ بے گناہ مارا گیا۔ اس جملہ پر ہر چند کہ میں نے غور کیا۔ مجھے یہی معلوم ہوا کہ عوام کو امیر مہراب خان پر انگریزوں کے عائد کردہ الزامات کا پتہ نہیں تھا۔ یہ ایک خاص بات تھی کیونکہ اگر ان الزامات کی کوئی بنیاد ہوتی۔ تو عوام کو بھی ان کا کچھ نہ کچھ علم ضرور ہوتا۔

۱۰ جب میں نے لوگوں سے کچھی کے لوٹے ہوئے غلے کے متعلق پوچھا جو برنس کی طرف سے ایک حقیقت بیان کی گئی تھی تو لوگوں نے مجھے یقین دلایا کہ اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں ہے۔ مگر میں پھر بھی آثار بالکل کوئی بات ہوگی ضرور۔ آخر کار ایک شخص کے بیان سے اس پر روشنی پڑ گئی۔ اُس نے بتلایا کہ امیر نے اپنے چھوٹے بھائی امیر محمد اعظم خان کو کچھ سواروں کے ساتھ کوٹڑہ روانہ کر دیا تھا کہ وہ جاکر دیکھے کہ انگریزی فوجوں کے دوران مارچ کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور خیال رکھے کہ بلوچستان کا کوئی باشندہ انگریزوں کے عملے کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے امیر محمد اعظم خان کو وہاں جاکر پیسے کی ضرورت ہوئی اور اُس نے وہاں ایک ہندو سے پیسے مانگے۔ ہندو کے انکار پر اپنے صوابدید پر اس نے ہندو کی جائیداد ضبط کر لی جس میں غلہ بھی تھا۔ ہندو نے بہانہ بنالیا کہ یہ منضبط غلہ اس نے انگریزی فوج کے لیے خریدا ہوا تھا۔ آخر کار امیر محمد اعظم خان کو چار سو روپے دیکر ان کا باہمی سمجھوتہ ہوگیا۔ ہندو کی چیزیں واپس ہوئیں۔ اور علاقہ میں کاروبار دوبارہ شروع ہوگیا۔

اس معاملہ کو انگریزوں کے دیسی نمائندہ نے کچھ کا کچھ بنا دیا اور وہ انگریز افسر بھی جن کو یہ رپورٹ بھجوائی گئی تھی شاید امیر مہراب خان کے خلاف ہر قسم کی شکایت سننے کے حد سے زیادہ مشتاق تھے۔ جنہوں نے امیر اعظم خان کی اپنی رعایا کے ایک فرد کے مال ضبط کرنے کی کارروائی کو انگریزوں کے ایجنٹ کے جمع کردہ غلے کی لوٹ کا منافقانہ رنگ دے کر امیر مہراب خان کے خلاف ایک شدید الزام کی صورت میں پیش کر دیا جو شاید امیر اعظم خان کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہو۔ میں امیر مہراب خان کے

متعلق یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس نے اپنے علاقہ کچھی کی رعایا کو
حکم دیا تھا کہ اگر ان کے اور سرکار انگریزی کے کسی فوجی سپاہی کے درمیان
کوئی تنازعہ ہو تو اس کے متعلق اس انگریزی فوج کے جرنیل کو درخواست
دیں۔ یہ ایک ایسا معقول حکم تھا کہ میں حیران ہوں کہ امیر مہراب خان کو اس
کا خیال کیسے آیا۔

ضبطی غلہ کے متعلق جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ میں نے اس واقعہ کو
اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اب برنس کی قلات سے واپسی پر دستاویز معاہدہ کے
لوٹے جانے کا مسئلہ حل طلب تھا۔ جس کی وجہ سے برنس نے اس
امیر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دی تھی۔ اگر امیر مہراب خان واقعی
اس قسم کی ذلیل حرکت کا مرتکب ہوتا۔ تو اس کے حق میں دلائل پیش کرنا جرم
تھا اور اس نے جو اس کا معاوضہ پایا تھا اس کا مستحق تھا۔ مگر میری حیرت کی
انتہا نہ رہی جب میں نے یہ معلوم کر لیا کہ امیر مہراب خان کی اس حرکت
کا کسی کو علم نہ تھا۔ میری باتیں سن کر لوگ مجھ پر ہنستے تھے کہ امیر مہراب خان
اور اس قسم کی ذلیل حرکت کرے۔ پس مجھے یہ بھی تسلیم کرنا پڑا کہ جیسا کہ امیر
مہراب خان کا مزاج تھا۔ اور جیسی اس کی پالیسی تھی۔ اس پر یہ الزام مشکوک
تھا۔ مگر اس شک کے مقابلے میں دوسری طرف برنس کی صاف شہادت
کھڑی تھی پس اس معاملے میں میری تمام تحقیقات بیکار ثابت ہوئی تھیں
اور میں اس مسئلہ کے حل کرنے میں مایوس ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس قسم کا ایک
سنگین الزام اور اس قسم کے ایک بڑے شخص کے خلاف عوام الناس سے
کس طرح پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ بہر حال مجھے برنس کی خصلتوں پر بھی شک

تھا کہ اس نے شاید کسی معمولی واقعہ کو بڑھا چڑھا کر اور بغیر کسی تحقیقات کے رائی کو پربت بنا کر امیر کے خلاف پیش کیا ہو۔ جس کا نتیجہ امیر کے حق میں مہلک برآمد ہوا۔ اگرچہ وہ ناخوش امیر اس جرم کا مجرم نہ تھا۔ امیر مہراب خان کی بے گناہی کا ثبوت وہ ناموافق حالات پیش کرتے ہیں جنہوں نے ان کی قسمت کا فیصلہ کیا۔ اور اس کے متعلق بہت سے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اُسے "خدا نے مارا" صحیح ثابت ہوتا ہے۔ ہم کو بھی ایک پاک مسلمان کی طرح تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جسے خدا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی امداد اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔

میں برنس پر حملہ جو امیر بلوچستان کی طرف سے ہوا تھا۔ اس الزام پر مزید روشنی ڈالنے سے تقریباً نا اُمید ہو چکا تھا۔ کہ اتفاقاً کسی اور معاملہ میں تحقیقات کرتے وقت اس معاملہ کی حقیقت ظاہر ہوگئی۔

کوئٹہ سے سر الیگزنڈر برنس۔ امیر مہراب خان کے ساتھ ایک معاہدہ طے کرنے قلات روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ سید محمد شریف نامی ایک سید بھی تھا۔ جس نے امیر کے ساتھ غداری کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ (وہ وزیر و سفیر) پر بھی جن کی بارہا مشق کر چکا تھا۔ اور اب بھی امیر مہراب خان کی رعایا ہوتے ہوئے۔ حکومت انگریزی کے مفاد سے وابستہ تھا۔ امیر مہراب خان کے سر الیگزنڈر برنس کی خواہش کی تائید کرتے ہوئے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ جس کو لے کر برنس کوئٹہ روانہ ہوا اور اپنے منشی موہن لعل کو پیچھے چھوڑا۔ تا کہ امیر کے برٹش کیمپ میں آنے کا بہ مقام

کوئٹہ ساتھ دے اور امیر کوئٹہ آکر وزیر و سفیر سر ڈبلیو میکناٹن اور شاہ شجاع الملک کے سلام سے مشرف ہو۔ یہ معاہدہ سید محمد شریف اور اس کے بدمعاش ہمعصر اخوند محمد حسن کی توقعات کے خلاف ہو چکا تھا۔ یہ دونوں وزیر و سفیر سر ڈبلیو میکناٹن کے خرید ہوئے تھے۔ ان دونوں کا مقصد اپنے امیر اور آقا کو تباہ کرنے کا تھا۔ انہوں نے خیال کیا تھا کہ اب معاہدے کو منسوخ کرایا جا سکے تو بہتر ورنہ یہ معاہدہ امیر کی پائیداری کے حق میں ہوگا۔ اور اس طرح ان کے کمینہ ارادوں کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ اخوند محمد حسن جو کہ امیر کے ساتھ۔ ان کو یقین دلایا کہ برنس اسے کوئٹہ لے جا کر پھنسانا چاہتا ہے۔ جہاں سے اُسے قید کر کے کلکتہ بھجوا دیا جائے گا۔ امیر شکی مزاج تو تھا اخوند محمد حسن کی باتوں سے متزلزل ہوگیا لیکن امیر کو اس وقت خوشی بھی نہیں ہوئی۔ جب برنس نے ان کو لکھا کہ شجاع کوئٹہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ اب اس کو کوئٹہ آنے کی تکلیف نہیں کرنی چاہیئے۔

قلات سے برنس کے ساتھ روانہ ہوتے وقت سید محمد شریف نے ایک دلیرانہ قدم اُٹھانے کی جرأت کی۔ تاکہ معاہدہ کی خلاف ورزی اور امیر کی بربادی یقینی ہو۔ سید محمد شریف نے برنس کو جا کر کہا کہ پر فریب اور چالاک امیر محراب خان معاہدے پر پچھتا رہا ہے۔ اور وہ ایک پارٹی روانہ کر چکا ہے کہ راستہ روک کر آپ کو لوٹ لیں برنس نے اپنے اس منافق اور ذلیل ساتھی کی باتوں پر یقین کر کے دستاویز معاہدہ اور مبلغ دو ہزار روپے جو اُس کے ساتھ تھے۔ سید محمد شریف کے حوالے کر دیا کہ ان کو چھپا کے رکھے۔

سید محمد شریف نے اُن کو اونٹوں پر رکھی ہوئی پیٹیوں میں چھپا دیا۔ اب سید محمد شریف نے خود چور مقرر کر لئے کہ برلنس کے قافلے کو لوٹ لیں۔ چنانچہ چوروں نے قافلے کے اونٹوں کو مع سامان کے چرالیا۔ ان اونٹوں پر ایک وہ پیٹی بھی تھی جس میں دستاویز معاہدہ اور نقدی تھی اور اس طرح سید محمد شریف کی چال کامیاب ہوگئی۔ مجھے یاد ہے کہ سر الیگزنڈر برلنس نے مجھے یہ بھی کہا تھا۔ اس کے چند آدمی مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ سید محمد شریف کو فرنگیوں کا بہت زیادہ تجربہ ہو چکا تھا اس کو کوئی ڈر نہیں تھا۔ اس کی چالبازیوں کو کوئی معلوم بھی کرے گا۔ آخر کار اس قابل نفرت اور کمینہ حرکت کا بوجھ بھی بے گناہ امیر مہراب خان پر ڈال دیا گیا۔ برلنس نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات نے اس چوری کی اطلاع پاکر فوری تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ مگر امیر اس سے غافل تھا کہ خود اس کی ذات پر شک کیا جا رہا ہے انہوں نے رحیم داد گورنر کوئٹہ کو طلب کر کے اس سے جواب طلب کیا کہ اس کے علاقے میں ایسا واقعہ کیوں ہوا رحیم داد نے امیر کو بتلا دیا کہ سید محمد شریف نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے سید محمد شریف کا بھائی اور مالی چوروں کے سرغنہ رہے ہیں۔ جن کو ارتکاب جرم کے بعد سید محمد شریف نے چودہ سو روپے انعام دیا ہے۔ امیر کو یہ معلوم تھا کہ سید محمد شریف انگریزوں کا تنخواہ دار ملازم ہے۔ اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ اب معاملہ کا تعلق امیر سے زیادہ انگریزوں کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ خاموش رہا اور مزید تحقیقات کی ضرورت نہ سمجھی۔

اس حقیقت کے ظاہر ہو جانے پر مجھے ایک بڑی اخلاقی تکلیف ہوئی مگر میں پریشان نہیں ہوا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ برنس نے یہ سوچے اور معلوم کئے بغیر کہ آیا یہ واقعہ سچ ہے یا نہیں۔ کس قدر جلدی میں اسے سچ مان لیا۔ اور اس جلد بازی کے نتائج اس قدر تباہ کن ثابت ہوئے کہ ان سے انتہائی بدظنی، خوف اور نا اُمیدی پھیل گئی۔ اُس وقت انسانوں کی قسمتوں کے فیصلہ کو ایسے حقیر پولیٹیکل افسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا اور ان افسروں پر اپنی خفیہ پالیسی اور رازوں کو ظاہر کرنے میں لارڈ آک لینڈ خوش ہوا کرتے تھے

۲۔ اس کے علاوہ امیر مہراب خان پر ایک الزام اور یہ تھا کہ انگریزی فوج کے درۂ بولان سے گزرنے کی مخالفت اور مزاحمت لوٹ مار اور غارت گری اس کے احکامات کی وجہ سے ہوئی۔ جسے میں دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

میں آسانی سے سمجھ سکتا ہوں کہ درۂ بولان کے گرد و نواح کے باغی اور وحشی قبائل کو اپنے لوٹ مار اور غارت گری کے وراثتی پیشے کو برقرار رکھنے میں امیر کے اشتعال دلانے اور ورغلانے کی بہت کم ضرورت تھی۔ مگر پھر بھی یہ ضروری تھا کہ تحقیقات کی جاتی کہ آیا جیسا کہ کہا جاتا ہے امیر نے واقعی ان کو نہیں ورغلایا ہے۔

اس الزام میں بھی امیر مہراب خان کی شخصیت تحقیقات پر پوری اُتری۔ کیونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ امیر مہراب نے نہ تو کبھی اُن کو اُکسایا ہے اور نہ ان کو کسی قسم کی امداد یا تقویت دی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اُسکے

بعض ملازمین اور رعایا نے جو انگریزوں کے بھی خرید شدہ اور قابل اعتبار جاسوس تھے۔ انہوں نے قبائل کو اکسایا تھا۔ غلام جان اور خان محمد اس جرم کے مجرم تھے جو امیر مہراب خان کے سابق غلزئی وزیر داود محمد کے بھائی تھے۔ داود محمد کو اخوند محمد حسن امیر کے حکم سے قتل کر کے خود اس کی بجائے وزیر مقرر ہوا۔

جن دنوں داود محمد زندہ اور پوری طاقت میں تھا۔ اُن دنوں اُس کے بھائیوں نے قبیلہ بنگل زئی میں شادیاں کی تھیں اور اس قبیلے میں کافی اثر ورسوخ پیدا کیا تھا۔ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے جذبے نے ان کو انگریزوں کے ساتھ دوستی کرنے پر اُبھارا۔ انگریزوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انکی خدمات شوق سے قبول کی گئیں انہوں نے امیر مہراب خان سے غداری کرنے کا عملی طور پر ثبوت انگریزوں کو فراہم کر دیا اس مقصد کے پیش نظر انہوں نے بنگل زئی کرد اور بولان کے گرد و نواح کے بلوچ قبائل کو درہ بولان میں انگریزوں کی کانوائے اور قافلوں کی لوٹ مار پر آمادہ کیا۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس دور میں امیر مہراب خان خود درہ بولان سے فوجیں گزارتا اس کی فوج کو بھی ایسی معمولی چوریوں سے دوچار ہونا پڑتا جس طرح کہ سر جان کین اور دیگر جرنیلوں کو دوچار ہونا پڑا یہ لوٹ مار بھی معمولی نوعیت کی ہوتی تھیں۔ چند بنڈلے گھاس کے یا ایک تھکا ماندہ اونٹ۔

۱۳ یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جو قبائل اس وقت اکثر ستایا کرتے تھے وہ مری اور کاکڑ تھے ان میں سے کاکڑ امیر بلوچستان کی رعایا نہیں اور مری نیم آزاد بلوچ قبائل تھے۔ جو براہ راست امیر کے ماتحت نہ تھے۔

الغرض جو کچھ بھی ہوا وہ سفیر اور وزیر کے دوستوں کی طرف سے ہوا انگریز پولیٹیکل افسروں نے امیر محراب خان پر درہ بولان کو روکنے کا جس قدر سنگین الزام لگایا تھا۔ اسکو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اس قدر تکلیف نہیں اٹھائی۔ کہ یہ تحقیقات کریں کہ درست ہے کہ قبائل لوٹتے ہیں۔ مگر کس کی ایما سے وہ لوٹ رہے ہیں۔ سفیر و وزیر کے دوست غلام جان سے زیادہ کوئی شخص اچھی طرح نہیں جانتا تھا لہٰذا داد محمد کے بھائیوں کی غداری نے درہ بولان کے معاملہ میں امیر محراب خان کو بری کر دیا۔

۱۴۔ امیر بلوچستان پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ انہوں نے قلات میں غلہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ مخالفین کا یہ کہنا تھا کہ ظاہری صورت میں امیر نے غلہ انگریزوں کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور پوشیدہ طور پر انہوں نے خود غلہ خریدنا شروع کر دیا لہٰذا لازماً امیر کی طرف سے اس قسم کی کارروائی دوستانہ تصور نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ کسی فوج کو تلوار سے مارنا یا بھوکوں مارنا ایک ہی قسم کی دشمنی ہے۔ میرے اطلاع دہندہ نے مجھ سے بیان کیا قلات میں غلہ کی جمع آوری کا انگریزی فوج کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ دیوان بچا مل کی ہدایت پر انگریزوں کی آمد سے تین سال پہلے غلہ کی جمع آوری شروع کی گئی تھی۔ دیوان مذکورہ نے غلہ کی قلت اور امیر کے فائدے کے پیش نظر تجارتی نقطہ نگاہ سے امیر کو غلہ جمع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

۱۵۔ اس کے علاوہ ایک الزام یہ بھی تھا جسے اگرچہ قطعاً ہم سنگین تو نہیں کہہ سکتے۔ مجھے برنس سے معلوم ہوا تھا کہ امیر محراب خان نے اپنی دوستی کے عوض میں انگریزوں سے کراچی کی بندرگاہ کی واپسی کا

مطالبہ کیا تھا۔ برنس کی یہ بات مجھے عجیب معلوم ہوئی۔ کیونکہ برنس اُمیر مہراب خان کے اس مطالبے پر بہت غضبناک تھا۔ اس کے برعکس کابل میں اُمیر دوست محمد خان محمد زئی کا مطالبہ علاقہ پشاور جو کبھی بھی اس کا نہیں ہوا تھا نہایت مہربانی سے سنا گیا مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کراچی کی واپسی کے متعلق جو چند وقت قبل حکومت بلوچستان المعروف بہ حکومت قلات کا تھا۔ تو اُس کے مطالبے میں کیا ہرج تھا جسے اُمیر مہراب خان کے حق میں باغی ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا رہا جب میں اس نقطے پر غور کرتا ہوں تو میرا ضمیر شرمندہ ہو جاتا ہے۔ برنس کی ملکی معاملات میں ناتجربہ کاری نے یہاں بھی وہی غلطیاں کیں جو کابل میں کیں۔ دوست محمد کا تخت گیا اور مہراب کا تخت اور زندگی گئی

اُمیر مہراب خان ثانی کی شاہی مہر

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بلوچستان کے کمبرانی حکمرانوں کے طایفہ احمدزئی حکمرانوں نے بحیثیت حکمران بلوچستان اپنی بادشاہت کی شاہی مہر ایجاد کیا۔ اس دستور کو سب سے پہلے اُمیر عبداللہ خان ملقب بہ قہار خان وقاب کوہستان نے اپنے دور (۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۱ء) حکمرانی میں سوج دیا ان کی شاہی مہر کے سجع کے الفاظ یہ تھے۔

حاکم وقت ظل سبحانی۔ عبداللہ خان سکندر ثانی

ان کی شہادت کے بعد ان کے دو بیٹے اُمیر محبت خان و اُمیر الناز خان نے اپنے ادوار حکمرانی میں اس دستور کو ترک کر دیا اور اپنی کوئی شاہی مہر نہیں بنائی جب ان کے بعد اُمیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان

نے مسند حکمرانی بلوچستان پر جلوس فرمایا تو انہوں نے شاہی مہر کے دستور کو دوبارہ
رائج کیا ان کی دو شاہی مہریں تھیں ایک کے سجع کے الفاظ یہ تھے۔

(حَسْبُنا اللہ نعم الوکیل و نعم المولیٰ و نعم نصیر)

دوسری شاہی مہر کی سجع کے یہ الفاظ تھے۔

جو لطف خدا دستگیرے من است
محمد بر اعدائے نصیرے من است

لہٰذا امیر محراب خان ثانی نے دوبارہ اپنے دور (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء)
حکمرانی میں شاہی مہر کے رواج کو بحال کر دیا ان کی شاہی مہر پہ یہ الفاظ
کندہ تھے۔

(گلے از گلشن محمود محراب)

امیر محراب خان کا کردار

امیر محراب خان ثانی شہید نے ہمہ گیر بغاوتوں خانہ جنگیوں اور سازشوں
کے درمیان بلوچستان پر بائیس ۲۲ سال تک حکومت کی سولہ سال کی عمر میں
۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر جلوس فرمایا اور ۳۸ سال کی
عمر میں ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو اپنے وطن عزیز بلوچستان کی آزادی کا دفاع
کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش
فرما کر مردان مجاہد کی طرح جان جان آفرین کے سپرد کر دی وہ ایک غیور اور
بہادر حکمران تھا۔ وہ عقل اور تدبر سے حکومت کرنے کا ڈھنگ جانتا
تھا مگر اس کی طبیعت کی درشتی اور تندی کی وجہ سے سیاسی مسائل

کی صحیح طور پر سلجھاؤ نہیں ہوتی تھی۔ وہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اُمیر مہراب خان اگرچہ نڈر اور بہادر حکمران تھا مگر خوشامد کو پسند کرتا تھا لہذا چاپلوس اور خوشامدی وزیروں کا اس پر گہرا اثر پڑا ہوا تھا۔ اُمیر مہراب خان اپنے غلط کار مشیروں کی وجہ سے قبائلی سرداروں کا بدترین مخالف تھا مگر ان قبائل پر مہربان رہا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کے باوجود رعایا خوشحال تھی حکومت کی طرف سے رعایا پر کسی کی زیادتی نہیں ہوتی تھی البتہ مخالفین کا جان و مال محفوظ نہ تھا ان پر اُمیر مہراب خان کا پُر رعب چھایا ہوا تھا اگرچہ قبائلی سردار عاجز آکر اُمیر مہراب خان کے قدموں پر جھکنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ لیکن داود محمد وزیر اور اخوند محمد حسن وزیر کی ناشائستہ حرکتوں سے سردار بادل نخواستہ پھر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ بہر حال اس دور میں بلوچ خانہ بدوش قبائل امیر اور سرداروں کے تنازعات سے کنارہ کشی اختیار کر چکے تھے۔ بہر حال داود محمد اور اخوند محمد حسن کی لگائی ہوئی آگ نے بلوچستان کی حکومت کو جلا کر راکھ کر دیا۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان جب ۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء کو مسند حکمرانی بلوچستان پر متمکن ہوئے تو اس دور میں۔ ہندوستان میں مغل خاندان کی حکمرانی بحال تو تھی۔ مگر وہ برائے نام حکمران تھے۔ ہر طرف انگریزوں کی حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ شاہ عالم ثانی کی وفات کے بعد

۱۸۰۶ء میں انگریزوں نے اُس کے بیٹے اکبر شاہ ثانی کو شہنشاہ ہند کا خطاب دے کر پنشن عطا کی اور دہلی کے لال قلعے میں شان و شوکت سے رہنے دیا جب اکبر شاہ ثانی ۱۸۳۷ء میں فوت ہوا تو اس کے بیٹے بہادر شاہ کو یہی مرتبہ انگریزوں نے عطا کیا۔ ان کی حکمرانی کے دوسرے سال ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے حکومت بلوچستان کے پایۂ تخت قلات پر حملہ کیا امیر بلوچستان اُمیر مہراب خان ثانی نے اپنے ملک کی آزادی کا دفاع کرتے ہوئے ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو جام شہادت نوش فرمایا۔

مختلف بلوچ شعرا کے مرثیے اَمیر مہراب خان کی شہادت پر

ہم سب سے پہلے اَمیر مہراب خان امیر بلوچستان کی شہادت پر اُن کے وزیر مملکت جس کا نام ملا محمد حسن یا اخوند محمد حسن تھا اپنے آقا کے خلاف ان کی شہادت تک سازشوں میں ملوث رہا اور آقا کی شہادت کے بعد مرثیہ لکھ دیا۔ نہ معلوم وزیر موصوف نے مرثیہ کیوں لکھا شاید لوگ مرثیہ کو پڑھ کر اُسے اپنے آقا کا خیر خواہ اور وفادار تصور کریں لیکن دنیا میں حقیقت کہاں چھپتی ہے۔ آخر کار ظاہر ہو کر آشکار ہوتی ہے مرثیہ میں بلوچی اشعار کے ساتھ فارسی اشعار کی بھی آمیزش ہے اس مرثیہ کے کل ایک سو نو مصرعہ ہیں۔

مرثیہ بہ زبان بلوچی

بلوچی شعر	اُردو ترجمہ
۱۔ صفت اول خداوندِ جہاں را	سب سے پہلے خداوند عالم کی تعریف کرتا ہوں
۲۔ خداوند زمین و آسمان را	جو زمین اور آسمان کا مالک ہے۔
۳۔ ہزار صلوت نبی ءِ خاندانا را	ہزاروں درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان پر
۴۔ محمد مصطفےٰ گوں چار یار ءَ	محمد مصطفےٰ اور انکے چار یاروں پر
۵۔ شجاول[1] گوں فرنگی ءَ	شجاول فرنگیوں کے ہمراہ آیا
۶۔ نہ یک رنگی دو رنگی ءَ	جو ایک رنگی نہیں دو رنگی ہے
۷۔ اچ ہند ءَ رہے سندھ ءَ	وہ ہندوستان سے براستہ سندھ آئے
۸۔ جبرائے شت پہ سے تسان ءَ	اُنہوں نے اس بات کا مشورہ کیا
۹۔ روان ملک خراسان ءَ	کہ وہ خراسان جائیں گے
۱۰۔ دیاں تخت ءَ شجاول[2] ءَ	شجاول کو تخت دلائیں گے
۱۱۔ کشانی دشمن ءِ دل ءَ	اور اُنکے دشمنوں کو نیست و نابود کردینگے
۱۲۔ پہ شالکوٹ[3] اختہ بوت جاہی	جب وہ شالکوٹ پہنچکر مقیم ہوئے
۱۳۔ کتگی کاغذ پہ خان[4] ءَ راہی	تو انہوں نے خان کو خط بھیجا
۱۴۔ کنون برخیز و بالا شو	کہ تم ابھی اور اسی وقت اُٹھ کر
۱۵۔ بہ پیش شاہ والا شو	بادشاہ کے دیدار کو حاضر ہو جاؤ

مد۱: شاہ شجاع الملک مد۲: شاہ شجاع الملک مد۳: کوئٹہ شہر کا قدیم نام

مد۴: آمیر بلوچستان المعروف بہ خان کلات

بلوچی شعر	اردو ترجمہ
۱۶۔ گشتہ شیر نر ہمچو شش	جواب میں شیر نر نے یوں کہا
۱۷۔ تو برلس برسرت کن ہوش	اے برلس تم ہوش کے ناخن لو
۱۸۔ دیگر پیش من مخروش	اور مجھ پر یوں رعب مت جماؤ۔
۱۹۔ آں شان روچے کہ بر تخت اَں	جس دن سے میں تخت پر بیٹھا
۲۰۔ نشتم گوں وتی بخت اَں	اپنے بخت و اقبال کے ساتھ
۲۱۔ رسول اللہ گواہ استن	رسول خدا گواہ ہے۔
۲۲۔ منی گوں دشمنان گستی	میں دشمنوں کا سخت مخالف ہوں
۲۳۔ گفت مہراب خان شہر عالی جناب	مہراب خان نے کہا اے شاہ عالی جناب
۲۴۔ من نمے آیم زبہر جنگ قرآن و کتاب	میں قرآن اور کتاب کے خلاف جنگ میں نہیں آسکتا۔
۲۵۔ یک زمان تا قندھار ء دین در	ایک مرتبہ قندھار تک جہاں دین کا دور دورہ ہے۔
۲۶۔ گر تو رفتی حکم کردی داد ور	تم وہاں جاکر داد گستری کی
۲۷۔ آں زمان من حاضرم عالی جناب	تو عالی جناب اُس وقت میں حاضر ہوں
۲۸۔ زود حاضر می شوم جلد و شتاب	اور میں بہت جلد حاضر ہو جاؤں گا
۲۹۔ شد روانہ شہ بہ سمت قندھار	چنانچہ بادشاہ قندھار کی طرف روانہ ہوگیا
۳۰۔ ہیچ کس باغی نشد در پیش آں والا تبار	کسی نے اُس والا تبار کے مقابلے میں بغاوت نہیں کی

۱۶۔ ۱ میر بلوچستان المعروف بہ خان قلات ۲ سر الیگزنڈر برلس نمائندہ انگریز

بلوچی شعر	اردو ترجمہ
۳۱۔ سوئے کابل گشت پس جلدی رواں	وہ بہت جلد کابل کی طرف روانہ ہوا
۳۲۔ یک پسر از دوست محمد بود غزنی عیان	دوست محمد کا ایک بیٹا غزنی میں تھا۔
۳۳۔ شمس دین خان غلزئی و شابدین بامیزئی	شمس الدین غلجی اور شہاب الدین خان بامیزئی
۳۴۔ دیگر افغان ہا بودند مردان قومی	افغان قوم کے کئی اور بہادر افراد موجود تھے۔
۳۵۔ یک ہزارے کشتہ شد از مردم فوج ءِ فرنگ	فرنگی فوج میں سے ایک ہزار آدمی مارے گئے۔
۳۶۔ سہ صد و سی بود زخمی دید عالم وقت جنگ	تین سو تیس آدمی زخمی ہوئے دوران جنگ
۳۷۔ بادشاہ بر تخت کابل شد مقیم	بادشاہ کابل کے تخت پر متمکن ہوا۔
۳۸۔ شکر کرد و گفت یارب کریم	اس نے رب کریم کا شکر ادا کیا
۳۹۔ لاٹ[1] گفتش میروم من کلکتہ	لاٹ نے کہا میں کلکتہ جاتے ہوئے
۴۰۔ میزنم خان بلوچ ءِ کلات لا فتح	خان بلوچ کے ناقابل تسخیر قلات پر قبضہ کروں گا۔
۴۱۔ بہر مہراب خان نوشت اُنگہ خبر	اس وقت اس نے مہراب خان کو خط لکھا
۴۲۔ گفتم اول ہوشمندی کن پسر	میں نے پہلے کہا تھا کہ بیٹے ہوش میں آؤ۔

[1] لاٹ انگریزوں کا بڑا حاکم

بلوچی شعر	اردو ترجمہ
۴۳ درمیان باد و باران میشوی زیر و زبر	کہیں باد و باران کے طوفان میں ملیامیٹ نہ ہو جانا.
۴۴ گُتہ خان ءَ ہمے تران ءَ	خان نے یہ بات
۴۵ بہ تحقیق ءَ پہ دیوان ءَ	اہل دربار کے سامنے رکھی.
۴۶ بیا دارُ دغگے دانا	دانا داروغہ کو بلا کر حکم دیا.
۴۷ برو گون میر حسن ءَ	میر حسنؒ خان کے ہمراہ جاؤ
۴۸ بر آں مینگل و رخشان ءَ	ان مینگلوں اور رخشانیوں کے پاس
۴۹ بگش آزادِ عباس ءَ	سردار آزاد خان ابن عباس کو کہو
۵۰ پہ جلدی ماں ہمے پاس ءَ	بہت جلد اور اسی وقت آجائے
۵۱ مردچی جنگ بُنگا ہی	آج ایک عظیم جنگ میں
۵۲ گراں انگریزہ تنہائی	انگریز کے خلاف تنہا رہ گیا ہوں
۵۳ دتی تخت ءِ سرءَ جائی	اپنے تخت کے لئے میں بلا دریغ
۵۴ کناں جنگ ءَ پہ بُنگا ہی	ایک عظیم جنگ لڑوں گا.
۵۵ ملا محمد صدیق خان ءَ	ملا محمد صدیق خان کو
۵۶ دتی گون چُک و فرزند ءَ	معہ اُسکے اہل و عیال کے
۵۷ گُشتی راہی دنان سہند ءَ	اس طرف روانہ کیا
۵۸ گُشتی میریں رشید خان ءَ	تاکہ میر رشید خان کو اطلاع دے

۱: داروغہ گل محمد ۲: آمیر نصیر خان ثانی کا پہلا نام

بلوچی شعر	اُردو ترجمہ
۵۹، بگشتی میر رشید خان ءَ	اُس نے میر رشید کو اطلاع دی
۶۰، رشید خان ظاہرءَ زہر اَت	میر رشید خان بظاہر ناراض تھا۔
۶۱، من ءَ گون خانءَ چے کارانت	اُس نے کہا کہ میرا خان سے کیا واسطہ
۶۲، وتی دت خان سردارانت	خان اپنا سردار خود ہے
۶۳، اَچیدا اَختہ ڈاہیءِ	اِس طرف ایک مُنجر آیا۔
۶۴، جبرداتءِ مرد جاہیءِ	اس نے صحیح اطلاع بہم پہنچائی
۶۵، برا گورگینہ یے راہ ءَ	کہ گورگینہ کے راستے سے
۶۶، فرنگ گون توپ و بنگاہ ءَ	انگریز توپ اور اسلحہ سے لیس
۶۷، مردچی منگچر جائی	آج منگچر میں آگیا۔
۶۸، کہ مئی ماں اَلکوءَ کائی	وہ اب ہمارے علاقے میں پہنچنے والا ہے
۶۹، جواب داتہ منی خان ءَ	اسکے جواب میں میرے خان نے
۷۰، وتی گون اہل دیوان ءَ	اپنے درباریوں سے کہا
۷۱، پہ مردی و پہ ایمان ءَ	بہادری اور استقامت کے ساتھ
۷۲، درابی توپ و غور خانہ	توپیں اور بارود خانہ باہر نکالو
۷۳، بہ اسمٰعیل کہاران	اسمٰعیل اور کہاروں کو حکم دیا
۷۴، دراکین توپ و جزاران	توپیں اور بندوقیں باہر نکالو
۷۵، اَولی ماں زیارت ءَ جنگ ءَ	پہلی دفعہ زیارت کے مقام پر لڑائی ہوئی

ع۱: امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات ع۲، بارود خانہ ع۳، بندوقیں

بلوچی شعر	اردو ترجمہ
۷۶ گُڑتہ شاغاشی اے رنگ ءَ	شاغاشی نے خوب داد شجاعت دی
۷۷ بابر فوج توران ءَ	وہ پلٹ پلٹ کر فوج پر حملہ آور ہوتا رہا
۷۸ بہ مثل گُگّاج غُران ءَ	اور رعد کی مانند گرجتا تھا
۷۹ تفنگ و توپ ءِ دوکار۔ اَت	بندوقوں اور توپوں کی گھن گرج تھی
۸۰ کلات ماں دو نہوءِ گار۔ اَت	کلات دھوئیں کی تاریکی میں ڈوبا تھا
۸۱ گُڑتہ خان ءَ اولی وار ءَ	خان نے بڑھ کر پہلا حملہ کیا
۸۲ بہ تحقیق ءِ دگر وار ءَ	اس کے بعد دوسرا وار
۸۳ جہانے دیتہ تلوار	سب نے اس کی تلوار کے جوہر دیکھے
۸۴ زپا اُفتاد شیر نر	بالآخر وہ شیر نر زخمی ہوکر گر پڑا
۸۵ و رُخش گردید مثل زر	اس کا چہرہ کندن کی طرح دمک اُٹھا
۸۶ بدست ساقی کوثر	ساقی کوثر کے ہاتھ سے
۸۷ بنوشید خان کوہستان	کوہستان کے خان نے جام شہادت نوش کیا۔
۸۸ بہ فضل و رحمت رحمان	اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے
۸۹ خبر اَستن د تاوس ءَ	جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا۔
۹۰ وکنان شاغاسی ءِ تحسین ءَ	میں شاغاسی کو داد دیتا ہوں
۹۱ جواہر گُرت ناموس ءَ	اس نے اپنے ناموس کی لاج رکھ لی
۹۲ اُمیر عبدالکریم خان ءَ	میر عبدالکریم خان جیسے

۱: بجلی کی کڑک۔ رعد ۲: ہمت

بلوچی شعر	اردو ترجمہ
۹۳۔ ہزار رحمت کنئے جوان ءَ	جوانمرد کو ہزار آفرین ہو
۹۴۔ ولی محمد سچاری ءَ	پُر خلوص ولی محمد شاہی زئی مینگل
۹۵۔ پدا خان ءَ مزاری ءَ	خان کے پیچھے مردانہ وار
۹۶۔ شہید ئُوت بے میاری ءَ	شہید ہوکر امر ہوگیے
۹۷۔ بر شہباز خان لہڑی ءَ	میر شہباز خان لہڑی
۹۸۔ ملوکیں میر شاوانی	اور نیک خصلت شاوانی امیر
۹۹۔ درا درآحت بوت ساڑی	میدان کارزار میں حاضر ہوئے
۱۰۰۔ ملا فاضل محمد گون اَت	ملا فاضل محمد بھی ساتھ تھا
۱۰۱۔ سرءُ دپ دشمنءِ حون اَت	انہوں نے دشمنوں کے سر اور چہرے لہولہان کر دیئے
۱۰۲۔ دیوان بجا اور سہر داس ءَ	دیوان بجا اور سہر داس
۱۰۳۔ دنان کیم چند گر داس ءَ	کیم چند اور گرداس بھی مارے گئے
۱۰۴۔ رئیسانیءِ درگیاں ءَ	رئیسانی خاندان کے سپوت
۱۰۵۔ ملا محمد حسن خان ءَ	ملا محمد حسن خان تھے
۱۰۶۔ صفت کرتئ شہیدان	شہیدوں کی مداح سرائی کی ہے
۱۰۷۔ پہ انصاف و ایمان ءَ	انصاف اور ایمانداری سے
۱۰۸۔ پڑھت کلمو مسلمانان	مسلمانو کلمہ شہادت پڑھو

۱۰۴۔ فرزند: سپوت

بلوچی زبان کے ملک الشعراء میر گل خان نصیر زگر مینگل بلوچ اُمیر بلوچستان امیر مہراب خان کی شہادت پر بہ عنوان (لعنت پہ چُشیں زندی ءَ) ایک نظم رقم کی ہے جسے ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

لعنت پہ چُشیں زندی ءَ

بلوچی شعر مع اُردو ترجمہ

۱ ابش ءُ جمبران گرندان ءَ — رندی صرف بندان
برشگال کے گرجتے بادل — فوجی صفیں باندھتے ہوئے

۲ برزیں کوہ سرا نندن ءَ — جبل ءَ کوچگان گندان ءَ
اُونچی چوٹیوں پہ بیٹھتے ہوئے — نیچے وادیوں کو دیکھتے ہوئے

۳ کانیت منی سرا شنزان ءَ — پٹ دکوچگاں دھنزان ءَ
آتے ہیں ہم پر برستے ہوئے — وادی اور میدانوں کو پرنم کرتے ہوئے

۴ وش وش ءَ سرگینزان ءَ — چون چون ءَ جننت طنزان ءَ
ہلکے سروں پہ آہستگی سے سرکتے ہوئے — عجیب طرز سے ہمیں للکارتے ہوئے

۵ ملکے بے سرو بے سودیں — قومے وتیگ و نالودیں
ملک میں نہ ترتیب ہے نہ رہبر — قوم نالائق اور سویا ہوا ہے

۶ واج ءِ حاکم اَنت ناہودیں — حالان ءَ دیّن مازوریں
قوم کے حاکم نالائق ہیں — ہم آپکو ماضی قریب کے حالات بتائیں گے

۷ اَحت آج مغرب ءَ سرکارے — فوجی طاقت و زر دارے
مغرب سے ایک حاکم آیا — جو طاقتور اور دولتمند تھا

۸ راج ءِ حاکم و سردارے — آفرنگ ءِ علم بردارے

قوم کے بڑے اور سردار — اُس یورپی کے علم بردار ہو گئے

۹ عیسےٰ ءِ ردیں عمالے — عقل و زانگ ءِ نقالے

یہ عیسیٰ علیہ السلام کے غلط پیروکار تھے — عقل و دانش میں یکتا تھے

۱۰ ظاہر تاجر و لبعالے — لیکن باطن ءِ دجالے

وہ ظاہری صورت میں تاجر تھے — لیکن باطنی صورت میں شیطان ملک گیر تھا

۱۱ غداران ڈِگرءِ جھولان ءَ — ذران داتش پہ جولان ءَ

ملک کے غداروں کو ڈھونڈ کر — اُن کو جھولیاں بھر کر دولت دی

۱۲ بستش آہنی پلان ءَ — گوستہ اُنچ درہ بولان

اُس نے لوہے کے پل باندھے — اس طرح گزرا درہ بولان سے

۱۳ گوازینت پلشن و بنگاہاں — کوہ و کوچگ و دربنگ راہان

اس طرح انہوں نے اپنی فوجیں اور قافلے — پہاڑوں، وادیوں اور دروں سے گزارے

۱۴ بستش مورچگ و جنگ جاہان — کوٹ و قلعگ و درگاہان

اس نے میدان کارزار — قلعوں اور دروں میں مورچے بنائے

۱۵ وش اختش گشتنت سرداران — میر و معتبر بدکارانے

انہیں سرداروں امیروں — بد فطرت معتبروں نے خوش آمدید کہا

۱۶ قوم ءِ دشمن و غداران — بے لجان چتنت کلداران

قوم کے بے ننگ دشمن — اور غداروں نے دولت سمیٹنا شروع کر دیا

۱۷ غیر اُنچ یک سریں عالی یں — ملک ءِ حاکم و والی یں

ماسوائے ایک عالی مقام شخص — جو ملک کا حاکم بادشاہ تھا

۱۸ مہراب خان شہ عالی میں — دب ءَ در گرءِ سوالی میں
عالی جناب امیر مہراب خان — جو وطن کی حفاظت کیلیے دست بدعا تھا
۱۹ در کپت کافرءِ جنگ ءَ پہ — ملک و ملت ءِ ننگ ءَ پہ
وہ ملک و ملت کے ناموس کے — لئے کافرے لڑنے کے لیے نکلا
۲۰ مردانی رہ و ربگ ءَ پہ — پیس و پیر کی سنگ ءَ پہ
وہ دلیر اور بہادروں کی طرح — اپنے باپ دادوں کے دستور کے مطابق
۲۱ پوشت پوشتان سیری میں — زھم و اسپرءِ گیری میں
وہ فوجی لباس پہنکر — تلوار ڈھال سے لیس ہوا
۲۲ کانارد تپنگ تیسری میں — داتگ سروتی میری میں
بندوق سے لڑتے ہوئے — اپنا سر نچھاور کر دیا
۲۳ قوم ءِ دشمن و غداران — لبتنت جاکری دستاران
قوم کے دشمن اور غدار — بڑی بڑی پگڑیاں باندھ کر
۲۴ نشتنت گون وتی دلداران — ملک اش پکیت کعن ران
وہ اپنی بیگمات کے ساتھ بیٹھ گئے — اور کفاروں نے انکے ملک کو ان سے چھین لیا
۲۵ انگائی آمابے ننگ انت — شکل اِس گشتگ و بدرنگ انت
یہ لوگ بے ناموس ثابت ہوئے — ناموس نہ ہونیکی وجہ سے سیاہ رو ہوئے
۲۶ شیطان ءِ براں ہم سنگ انت — براسان گون مدامی جنگ انت
یہ اب شیطان کے بھائی ہیں — اور اپنے بھائیوں سے مدام برسرپیکار ہیں
۲۷ لائق وت نہ انت کارانی — حکم و حاکمی باراتی
یہ کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے — یہ حکومت کرنے کا بوجھ نہیں سہار سکتے

۱۸۔ ملک وملت ءِ یارانی — سرباز و کمان دارانی
یہ ملک و ملت کے کبھی دوست بن نہیں سکتے — نہ یہ خود سرباز اور کماندار بن سکتے ہیں

میر گل خان نصیر بلوچی زبان کے ملک الشعرا بلوچی زبان کے علاوہ فارسی کردی (براھوئی) اور اُردو زبانوں پر بھی پورا عبور رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے ان زبانوں میں بھی شعر کہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے امیر محراب خان امیر بلوچستان کی شہادت پر اُردو میں بھی ایک مرثیہ لکھا ہے جسے ہم یہاں بیان کریں گے۔

بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر انگریزوں کا حملہ ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں۔

۱۔ صبح کا وقت ہے۔ میری کے گرداگرد فوجیں ہیں
بلوچی خان کو گھیرے ہوئے بیتاب موجیں ہیں

۲۔ شہید قوم محراب خان ہے۔ محصور قلعے ہیں
رسد کی فکر میں بیٹھے ہیں اب مجبور قلعے میں

۳۔ کھڑے ہیں دست بستہ دم بخود میر و وزیر سارے
جھکائے سر کو بیٹھے ہیں افسر خوف کے مارے

۴۔ سنبھالے تیغ جوہر دار کو محراب بیٹھے ہیں
وطن پر سر کٹانے کے لئے بے تاب بیٹھے ہیں

۵۔ مخاطب کر کے کہتے ہیں امیروں کو وزیروں کو
تمامی اہل مجلس کو سب ہی برنا و پیروں کو

۱۸۔ ۱: محل امیر بلوچستان

۷، میرے لڑکے کو میرا آخری پیغام پہنچا دو
جہاں تم کو ملے اُس کو میرا پیغام پہنچا دو
۸، اوّل کہہ دو کہ اے بیٹا چلم پینا نہیں ہرگز

۸، کہ رفتہ رفتہ یہ تم کو بری عادت میں ڈالے گا
شراب و بھنگ کے کیڑے تیرے سینے میں پالیگا۔
۹، دویم سردار جتنے ہیں۔ یہ سارے کینہ پرور ہیں
میرے فرزند مارِ آستین سے بھی یہ بدتر ہیں
۱۰، نہ کرنا کچھ بھروسہ ان پر یہ ہیں وقت کے ٹٹو
یہ دولت کے لیے کھاتے ہیں چکر جس طرح لٹو
۱۱، سویم انگریز دشمن ہے ہمارے دین و ایمان کا
یہ کافر دوست بن سکتے نہیں ہرگز مسلمان کا
۱۲، نہ ان کے عہد و پیمان پر تمہیں کچھ اعتبار آئے
نہ ان کے مال و دولت دیکھکر تم کو خمار آئے
۱۳، یہ پیمان توڑنے کو ایک سیاسی چال کہتے ہیں
زر و دولت لٹانے کو یہ اپنا جال کہتے ہیں
۱۴، نہ کرنا کچھ بھروسہ ان پہ۔ یہ کافر دو رنگی ہیں
کہاں یہ دوست بن سکتے ہیں تیرے یہ فرنگی ہیں
۱۵، ادھر میراب خان مجلس میں یوں مغموم بیٹھا تھا
اُدھر دشائیڑ ہر ایک بات سے معلوم بیٹھا تھا

۱۵، انگریزی افواج کا سپہ سالار

۱۶۔ وہ شاغاسی کہ جس پر تھا بھروسہ خان والا کو
پیارا تھا۔ جو اپنوں سے بھی مہراب خان والا کو

۱۷۔ وہ اب لبدٹین کی مجلس میں یوں سرشار بیٹھا ہے
دغا کرنے وہ اپنے خان سے بیٹھا ہے

۱۸۔ وہ خفیہ راستہ میری کا دشمن کو بتاتا ہے
فتح پانے کے ہر ایک ڈھنگ دشمن کو سکھاتا ہے

۱۹۔ وہ لبدین وہ فرنگی۔ وہ شہید قوم کا دشمن
دغا باز۔ کینہ پرور۔ اور صوم و صلوٰۃ کا دشمن

۲۰۔ لٹاتا ہے زر و دولت وہ ان جاہل بلوچوں پر
اور اپنا سحر و افسون پھونک دیتا ہے بلوچوں پر

۲۱۔ نہیں ہے پاس اُسکو اپنی بھی عہد و پیمان کی
دغا دے کر فتح کرنا۔ یہی ہے شیوہ شیطان کا

۲۲۔ وہ شاغاسی کو اپنے دام و پھندے میں پھنساتا ہے
اسے دولت کی لالچ دیکر دھندے میں پھنساتا ہے

۲۳۔ چڑھاتا ہے۔ اُسے شاغاسی بدفعل میری پر
دکھاتا ہے۔ اُسے مہراب بھی ایک کھیل میری پر

۲۴۔ شہید قوم مہراب خان سرگرم سخن بیٹھے
اور اُسکے گرد صف باندھے بلوچ تیغ زن بیٹھے

۲۵۔ اتنے میں فرنگی فوج میری میں نکلتی ہے
بلوچی سورماؤں پر ابھی شمشیر چلتی ہے

---

۱۲ : بلوچ ٹو ٹیکل ایڈوائزر امیر شانواز خان

۲۶۔ تمامی اہلِ مجلس سونت کر شمشیر بڑھتے ہیں
وطن کے دشمنوں سے شیر کی مانند لڑتے ہیں

۲۷۔ کسی کو کاٹتے ہیں اور کسی سے خود بھی کٹتے ہیں
یہ مثلِ شیر ہر فرنگی پہ جھپٹتے ہیں

۲۸۔ کسی پر بھی نہیں رُکتی ہے مہراب خان کی شمشیر
مقابل ہو رہی ہے کفر سے ایمان کی شمشیر

۲۹۔ فرنگی فیر کرتے ہیں۔ بلوچی گر کے بڑھتے ہیں
کہ جب تک جان رہتی ہے۔ یہ غازی ان سے لڑتے ہیں

۳۰۔ وطن کے نام پر یہ تیغ زن قربان ہوتے ہیں
خدا کے پاک بندے صاحب ایمان ہوتے ہیں

۳۱۔ وفاداری کے صلے میں ملا انعام جو دیکھو
شہید قوم مہراب خان کے انجام کو دیکھو

اُمیر مہراب خان کی شہادت کے بعد کے واقعات

جب اُمیر مہراب خان اُمیر بلوچستان ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں بمقام قلات جام شہادت نوش فرمایا اور بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو انہوں نے اُمیر شاہنواز کی حکمرانی کا اعلان کر کے مسٹر بوڈے کو انگریزوں کی طرف سے بطور پولیٹیکل افسر قلات میں رکھا۔ دربار کے مندرجہ ذیل ملازمین جو اُمیر مہراب خان کے ملازم ہوتے ہوئے بھی اس کے خلاف تھے۔ نے

حکمران بلوچستان اور انگریزوں کے نمائندہ مسٹر لوڈے کے سلام کے لیے آئے ملا محمد حسن، ملا رحیمداد، محمد خان رستم زئی، اخوند محمد صدیق، سید محمد شریف نائب عبدالعزیز اگرچہ تمام سرداران ساروان اور جھالاوان امیر مہراب خان سے ناراض تھے مگر اس کے باوجود امیر شانواز نئے حکمران بلوچستان کے پاس سلام کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔

تاریخ وار سلسلہ واقعات

دور حکمرانی امیر مہراب خان ثانی شہید

۱۔ امیر مہراب خان ثانی امیر بلوچستان کی مسند نشینی	۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء
۲۔ امیر احمد یار خان احمدزئی کی بغاوت کی تیاریاں	۲ ستمبر ۱۸۱۷ء
۳۔ امیر احمد یار خان کا سمجھوتہ بذریعہ میٹرھ سہرائے امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۱۲ ستمبر ۱۸۱۷ء
۴۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کا مکران پر حملہ	۲ نومبر ۱۸۱۷ء
۵۔ میر بجائی خان ثانی سردار کیچ کی اطاعت پذیری	۳ نومبر ۱۸۱۷ء
۶۔ شاہ شجاع الملک حکمران افغانستان کی فرار از افغانستان و آمد بہ قلات	۸ مئی ۱۸۱۸ء
۷۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی فوجی کمک بہ سردار عظیم خان برادر امیر دوست محمد خان	۱۳ دسمبر ۱۸۲۰ء
۸۔ سردار فقیر محمد بزنجو کی تقرری بحیثیت گورنر مکران	۲۴ مئی ۱۸۲۱ء

۹	قتل اخوند مبارک ولد اخوند فتح محمد از دست سردار قادر بخش زہری (زرک زئی)	۳ر اپریل ۱۸۲۲ء
۱۰	قتل سردار قادر بخش زرک زئی زہری بہ قصاص اخوند مبارک بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۲۳ر اگست ۱۸۲۲ء
۱۱	قتل اخوند فتح محمد بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۲۷ر فروری ۱۸۲۶ء
۱۲	امیر احمد یار خان کی بغاوت بار ثانی	۱۲ر اپریل ۱۸۲۶ء
۱۳	امیر احمد یار خان و امیر سرفراز خان کا قتل بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۲۰ر جون ۱۸۲۶ء
۱۴	شہر ندا جل پ سکھوں کا قبضہ	۱۸ر مارچ ۱۸۲۷ء
۱۵	امیر مہراب خان کا ساراوان کے سرداروں کے ساتھ مصالحت	۳۰ر نومبر ۱۸۳۱ء
۱۶	ساراوان کے سرداروں کی گرفتاری بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۱۲ر دسمبر ۱۸۳۱ء
۱۷	ساراوان کے سرداروں کی رہائی بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان۔	۳ر مارچ ۱۸۳۲ء
۱۸	علی شیر مگسی کی بغاوت کے بعد اطاعت	۹ر اپریل ۱۸۳۲ء
۱۹	سردار مہراللہ خان رئیسانی کا قتل بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان۔	۲۹ر اپریل ۱۸۳۲ء
۲۰	اخوند صالح محمد کی بطرف جھالاوان فرار	۲۶ر اگست ۱۸۳۲ء
۲۱	داود محمد غلزئی کا قتل بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۱۸ر مئی ۱۸۳۳ء
۲۲	ملا عبدالقادر کا قتل بہ حکم امیر مہراب خان امیر بلوچستان	۵ر جون ۱۸۳۳ء

۲۳۔ سردار رحمدل خان کا شالکوٹ اور مستونگ پر قبضہ	۵ مارچ ۱۸۳۹ء
۲۴۔ انگریزوں کے نمائندہ مشر لیچ کی قلات آمد	۱۰ جنوری ۱۸۳۹ء
۲۵۔ کچھی علاقہ میں انگریزی حکومت کے جمع کردہ غلہ کی لوٹنے کا واقعہ	۱۰ جنوری ۱۸۳۹ء
۲۶۔ معاہدہ مابین نمائندہ انگریز الیگزنڈر برنس و امیر محراب خان امیر بلوچستان۔	۱۴ مئی ۱۸۳۹ء
۲۷۔ سید محمد شریف کا الیگزنڈر برنس کے قافلے پہ ڈاکہ ڈالنا	۲۰ مئی ۱۸۳۹ء
۲۸۔ انگریزی فوج کے سپہ سالار جنرل ولشائر کی کابل سے بطرف شالکوٹ روانگی۔	۷ ستمبر ۱۸۳۹ء
۲۹۔ جنرل ولشائر انگریزی سپہ سالار کی آمد شالکوٹ میں	اکتوبر ۱۸۳۹ء
۳۰۔ جنرل ولشائر سپہ سالار کی آخری تجویز امیر محراب خان امیر بلوچستان کو	یکم نومبر ۱۸۳۹ء
۳۱۔ جنرل ولشائر انگریزی سپہ سالار کی بطرف قلات روانگی۔	۳ نومبر ۱۸۳۹ء
۳۲۔ امیر محراب خان امیر بلوچستان اور بلوچ زعما کی انگریزوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمانا۔	۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء

باب چہارم

امیر شانواز خان کی مسند نشینی

۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء

امیر شانواز خان امیر محبت خان کا پڑپوتا اور امیر احمد یار خان کا بیٹا تھا اس کا باپ امیر احمد یار خان دادا امیر بہرام خان اور پر دادا امیر حاجی خان اپنے زمانوں میں تخت بلوچستان کو حاصل کرنے کے لیے قسمت آزمائی کر چکے تھے۔ چنانچہ امیر مہراب خان کے عہد حکومت میں میر شانواز خان نے اپنی اس خاندانی جدوجہد کو جاری رکھا جب بلوچستان میں سیاسی حالات مزید خراب ہوئے۔ سردار رحمدل خان بارک زئی حاکم سیوی نے سردار پردل خان بارک زئی حاکم قندھار کے حکم سے شالکوٹ اور مستونگ کے علاقوں پر قبضہ کیا تو اس وقت امیر شانواز خان کچھی میں تھا۔ اخوند محمد صدیق بھی امیر مہراب خان سے باغی ہو کر بارک زئی سرداروں کے ساتھ مستونگ میں تھا لہذا اخوند نے امیر شانواز خان کو کچھی سے بلا کر اپنا خاندانی تخت

حاصل کرنے کی راہ دکھائی اور امیر محراب خان کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسایا۔ شانواز خان اخوند محمد صدیق کی باتوں میں آ گیا۔ کیونکہ وہ ایسی سیاسی صورت حال اور حمایتوں کا منتظر تھا۔ اخوند نے امیر شانواز خان کا معاملہ انگریزوں تک پہنچایا۔ انگریز امیر محراب خان کے خلاف تھے اس کے کسی خاندانی مدمقابل فرد کے انتظار میں تھے جو انہیں امیر شانواز خان کی صورت میں ہاتھ آیا۔ لہٰذا وہ فوراً اس کے طرفدار ہو گئے انگریزوں کی طرف سے مطمئن ہو کر اخوند محمد صدیق امیر شانواز خان کو ساتھ لے کر شجاع الملک اور انگریزوں کے پاس شکار پور چلے گئے انگریز اس وقت امیر محراب خان سے قطعی طور پر بدظن ہو چکے تھے اور فیصلہ کر چکے تھے کہ بہر صورت امیر محراب خان کو بلوچستان کے تخت سے اتارنا ہے۔ انہوں نے امیر محراب خان کو اشتعال دلانے میں امیر شانواز خان کو اپنے کیمپ میں رکھا بلکہ ایک اشتعال انگیز خط کے ذریعے اس کی اطلاع بھی دی انگریزوں کا خیال تھا کہ اس طرح امیر محراب خان جوش میں آ کر ان کے خلاف لڑنے کو میدان میں نکلے گا۔ اور ان کو قلات پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن امیر محراب خان انگریزوں کے اشتعال دینے کے باوجود خاموش اور پرامن رہا۔ تا آنکہ انگریزی فوج نے بلا وجہ کسی خاص الزام کے بغیر خود قلات پر حملہ کیا۔ امیر محراب خان نے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں اپنے ملک کی آزادی کا دفاع کرتے ہوئے سرمچار بلوچ زعما کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کی شہادت کے بعد دوسرے دن ۱۴ نومبر ۱۸۳۹ء کو انگریزوں نے امیر شاہ نواز کو بلوچستان کی مسند امارت پر

امیر شاہنواز خان امیر بلوچستان ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۱ء

اور شانواز خان امیر محراب خان کے خون سے رنگے ہوئے تخت پر بٹھایا۔ اور شانواز خان امیر محراب خان کے خون سے رنگے ہوئے تخت پر بٹھایا اس وقت امیر شانواز خان کی عمر ۲۹ سال تھی انگریزوں نے اپنی طرف سے لیفٹیننٹ لوڈے کو اپنا نمائندہ اور پولیٹیکل افسر بنا کر بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں بٹھایا ایک دستہ فوج اور عملیویز کے کچھ آدمی اس کے ساتھ قلات میں رکھے۔

حکومت افغانستان کے ساتھ کچھی' شالکوٹ اور مستونگ کا الحاق

امیر شانواز خان کو امیر بلوچستان مقرر کرنے کے صلہ میں انگریزوں نے اپنے فوجی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ کچھی۔ شالکوٹ اور مستونگ کا علاقہ لے کر شاہ شجاع الملک کی برائے نام حکومت میں شامل کر دیا جو در اصل انگریزوں کی اپنی حکومت تھی۔ ان علاقوں میں انگریزوں نے شاہ شجاع الملک کی معاونت کے لیے دو انگریز پولیٹیکل افسر مامور کئے کپتان بین کو پولیٹیکل ایجنٹ شالکوٹ مقرر کیا۔ اور مستونگ کے علاقے کی انتظامیہ کو بھی پولیٹیکل افسر بین کے سپرد کر دیا۔ اور سردار محمد خان شاوانی کو حکومت برطانیہ کی طرف سے مستونگ کا نائب مقرر کیا گیا۔ اور اُسے ماہوار دو سو روپے بطور نائب کے دینے کا اعلان کر دیا۔ اور مسٹر راس بیل پولیٹیکل ایجنٹ مغربی سندھ کو کچھی کا علاقہ دے کر سید محمد شریف کو جس نے امیر شہید محراب خان کے خلاف غداری کرنے میں انگریزوں کی بے پناہ خدمت کی تھی کچھی میں راس بیل کا نائب اور قائم مقام مقرر کر دیا۔

نوشکی میں قبیلہ ذگر مینگل پر انگریزوں کا حملہ

قلات پر انگریزوں کے غیر متوقع اور اچانک حملہ کی خبر پا کر امیر محراب خان نے اپنے بیٹے اور ولی عہد امیر محمد حسن خان کو نصیر خان کا مبارک نام دے کر ذگر مینگل قبیلہ کے پاس امداد کے لیے نوشکی روانہ کر دیا تھا۔ امیر نصیر خان کو سردار میر فاضل خان ذگر مینگل نے اپنے قبیلے سے ایک مختصر لشکر بھی دیا تھا۔ جب یہ لشکر منگچر پہنچا تو ان کو امیر محراب خان کی شہادت اور سقوط قلات کی خبر ملی دارو غہ گل محمد نے جو ایک تجربہ کار اور جہاں دیدہ موقع شناس شخص تھا سرکردگان لشکر کو اس وقت مشورہ دیا کہ اب ان چند سو غیر منظم لشکر کے ساتھ انگریزوں کو شکست دے کر قلات پر قبضہ کرنا مشکل ہے۔ اور اگر وہ اس وقت قلات پر حملہ کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امیر محراب خان کی امانت یعنی اس کے ولی عہد شہزادہ میر نصیر خان کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ الغرض ذگر مینگلوں کا یہ لشکر دارو غہ گل محمد کے کہنے پر واپس ہوا۔ امیر نصیر خان اور دارو غہ گل محمد نوشکی میں فراہمی لشکر میں مصروف تھے۔ امیر شاہنواز خان کی برائے نام حکومت کو امیر نصیر خان کی سرگرمیوں سے سخت خطرہ لگا رہتا تھا۔ لوڈے کے جاسوس ہر وقت امیر نصیر خان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ نوشکی میں رخشانی قبیلہ اپنی قبائلی دشمنی کی وجہ سے مینگلوں کے خلاف تھا۔ مینگلوں کو نقصان پہنچانے کے خیال سے اس قبیلہ نے انگریزوں کے ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، قلات میں لوڈے کے ساتھ ساز باز

شروع کردی۔ عمر نام کا ایک رخشانی سردار رخشانی کی طرف سے امیر نصیر خان کے خلاف لوڈے کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس جاسوس کی اطلاع کے مطابق موقع کو غنیمت پاکر لوڈے نے امیر فتح خان احمد زئی کو ساتھ لے کر ایک چاپاول دستے کے ساتھ قبیلہ زگر مینگل پر ۱۰ دسمبر ۱۸۳۹ء میں علیٰ الصبح اچانک حملہ کیا مگر خوش قسمتی سے امیر نصیر خان اور داروغہ گل محمد چند سرکردہ مینگلوں کے ساتھ اسی رات کو خاران کی طرف نکل چکے تھے۔ سردار فاضل خان کی سرکردگی میں مینگل قبیلے نے لوڈے کے چاپاول رسالہ کا مقابلہ کیا اور اس دوران میں مینگل قبیلے کے لوگوں نے اپنے اہل و عیال کو بستی سے نکال کر ریگستان میں محفوظ مقامات تک پہنچا دیا مینگل قبیلہ اس دور میں نوشکی سے بیس میل کے فاصلے پر ریگستان کے نواح میں بہ مقام میران زئی سکونت پذیر تھا انگریز رسالہ کی تاب نہ لاکر آخر کار مینگل جنگجو ریگستان کی طرف فرار ہوئے۔ سردار فاضل خان گرفتار ہوگیا اس لڑائی میں سات مینگل شہید اور دس زخمی ہوئے۔ انگریز فوج نے بستی کو لوٹا۔ اور گھروں کو آگ لگا کر تمام گاؤں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

پنجگور پر انگریزوں کا حملہ

انگریزوں کے نمائندہ لبدین[1] کو امیر نصیر خان کے بچ نکلنے کا سخت

---

[1]: بلوچ لوڈے کو لبدین کہتے تھے۔

رنج ہوا۔ اور اُس نے اُمیر نصیر کو دستگیر کرنے کے لیے بڑے بڑے انعام رکھے تھے۔ نوشکی پر حملہ کے کچھ وقت بعد میر اللہ داد خان بجگی نے جو پنجگور کا سردار تھا لبدین کو اطلاع دی کہ اُمیر نصیر خان پنجگور میں ان کے دام میں ہے۔ لبدین جو اُمیر نصیر خان کی گرفتاری کے لیے بے قرار تھا اطلاع پاتے ہی اُمیر شاہنواز کو ساتھ لے کر پنجگور پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں لیکن قسمت نے یہاں بھی اُمیر نصیر خان کے ساتھ یاوری کی۔ لبدین کے پہنچنے سے پہلے اُمیر کمال خان الزئی نے جو اُمیر شاہنواز خان کے کیمپ میں تھا اپنے ایک خاص معتمد قاصد کے ذریعے اُمیر نصیر خان کو اس حملہ کی اطلاع دی جب لبدین ۳ جنوری ۱۸۴۰ء کو پنجگور پر اچانک حملہ کیا تو اس حملے سے ایک رات پہلے اُمیر نصیر خان اپنے آدمیوں سمیت راتوں رات پنجگور سے جان بچا کر بھاگ گیا۔ لبدین نے پنجگور کو بری طرح لوٹا جس شخص نے بھی پنجگور کی اس لوٹ مار اور غارت گری کو دیکھا وہ تعجب سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔

اُمیر شاہنواز خان اُمیر بلوچستان کی شادی

پنجگور کی مہم سے واپسی پر اُمیر شاہنواز خان باغبانہ پہنچا تو اُمیر کمال خان الزئی کی بہن سے شادی کی اسی دوران انگریز سیاح چارلس میسن بھی باغبانہ پہنچا ہے۔ وہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے ”کہ جب میں باغبانہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ اُمیر شاہنواز خان باغبانہ آیا ہوا ہے۔ اور یہاں آکر اس نے اُمیر کمال خان کی ہمشیرہ سے شادی کی ہے۔ جب اُمیر بلوچستان

کو میری آمد کی خبر ہوئی کہ یہاں ایک فرنگی آیا ہوا ہے۔ تو اس نے فوراً دنبے میرے لیے روانہ کئے۔ اور مجھے خوش آمدید کا پیغام بھیجا۔

امیر شانواز خان کی چارلس میسن سے ملاقات

جب میری آمد پر امیر بلوچستان نے میرے لیے دنبے اور خیمے روانہ کر کے سلام کے پیغامات بھیجے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ امیر میرا نوکر ہے اور میں اس ملک کا امیر ہوں دوسرے دن امیر نے مجھے اپنے دربار میں بلایا۔ میرے سامنے اُٹھا۔ اور میرے ساتھ بغل گیر ہوا۔ وہ تخلیہ یا برملا اپنے جذبات کا اظہار انگریزوں سے وفاداری کے متعلق اس کمینہ انداز میں کرتا تھا کہ اُس کی قوم کے لوگ اس سے شرمندہ ہو جاتے تھے گفتار اور کردار دونوں میں امیر شانواز خان ظاہرداری اور سنجیدگی نہیں برت سکتا تھا۔ شاید یہ عادت اس نے قندھار کے درانیوں سے سیکھی ہوئی تھی۔ میں اسے بُرا نہیں مانتا تھا مگر اس کی رعایا اسے بُرا مانتی تھی بالخصوص بلوچ قوم ایک باوقار اور عزت پسند قوم ہے وہ اپنے امیر سے بارعب اور باوقار رہنے کی توقع رکھتے تھے اس کی سبکساری اور سبک سری کو بہت بُری طرح محسوس کرتے تھے۔ سیاح میسن آگے چل کر لکھتا ہے امیر شانواز کی حکومت ایک تمسخر اور مذاق تھا اس کے درباری اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کو میں نے کئی بار یہ کہتے سنا کہ ملک صاحبوں[1] کا ہے۔ امیر ان کا نائب ہے ایسی صورت حال میں

---

[1]: صاحب لوگ یعنی انگریزوں کا

امیر کے لیے حکومت چلانا مشکل اور ناممکن تھا۔

انگریزوں کے خلاف نفرت کا اُبھرنا

امیر محراب خان کی شہادت اور امیر شاہنواز کی بلوچستان میں تخت نشینی کے واقعات نے بلوچ قبائل کی آنکھیں کھول دیں۔ سرداروں کی سرد مہری۔ بے حسی، غداری کے نتائج ایک ایک کرکے عوام کے سامنے آئے اپنی پست ہمتی اور غفلت شعاری کا اب احساس ہونے لگا۔ ان کے دلوں میں انگریزوں اور اُن کے معاون سرداروں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہونی شروع ہوئی آخر کار اس نفرت نے لوگوں میں اضطراب اور بے چینی کو جنم دیا۔ جو ایک ہمہ گیر بغاوت کی صورت میں نمودار ہوئی۔

انگریز افسر آئی۔ این ایلین کی رائے

آئی۔ این۔ ایلین اپنی ڈائیری میں لکھتا ہے کہ ۱۸۴۰ء میں قلات میں حالات خاص طور پر خطرناک تھے۔ امیر محراب خان ہماری فوجوں سے مقابلہ کرنے اور ہمارے مفاد کو نقصان پہنچانے کی وجہ سے اپنی زندگی کھو کر سزا بھگت چکا تھا اور اس کی بجائے ہم شاہنواز خان کو اس ملک کا امیر مقرر کر چکے تھے اور اس ملک کا ایک حصہ زبردستی افغانستان کے ساتھ شامل بھی کر چکے تھے جس کی وجہ سے لوگ ہماری کارروائی کو پسند نہیں کرتے تھے آخر کار ہم نے اپنے کو ایک خطرناک اور غیر متوقع لڑائی کی مصیبت میں ڈال دیا۔ جس سے دستکش ہونا ہمارے وقار اور عزت کو گزند پہنچا سکتا

تھا۔ اور اس طرح کرنا گورنمنٹ کی پالیسی کی لازمی طور پر مخالفت تھی۔

مریوں کی جنگِ آزادی

مری قبائل اُمیر مہراب خان کی بڑی عزت کرتے تھے اُس کے لیے اپنا خون پسینہ بہانے سے دریغ نہیں کرتے تھے چنانچہ اُمیر مہراب خان کی شہادت کے بعد بھی۔ مری انگریزوں کے کانواتے اور فوجی رسل و رسائل کے ذرائع کی لوٹ مار میں بدستور مصروف تھے۔ اُمیر مہراب خان کی شہادت کے بعد انگریز اب ان کے معاونین کو بھی کیفر کردار تک پہنچانے کا تہیہ کر چکے تھے۔ چنانچہ نوشکی کے ذگر مینگلوں اور بنگلزئی کے گمکیوں پر حملہ کر کے ان کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد انگریزوں نے مریوں کی سرکوبی کے لیے (کاہان) پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کاہان سردار دودا خان تمن دار مری کا صدر مقام تھا یہاں سے مری مجاہدین کے گروہ اطراف و اکناف پر چھاپے مارا کرتے تھے انگریز کاہان کو فتح کر کے کبھی سے اپنی نقل و حرکت کو زیادہ محفوظ کرنا چاہتے تھے

کپتان براؤن کا کاہان پر حملہ

چنانچہ ۲ مئی ۱۸۴۰ء میں کپتان براؤن تین سو سپاہی پلٹن پچاس سوار رسالہ ایک ضرب توپ کے ساتھ پھلیجی سے کاہان کی طرف روانہ ہوا شدت کی گرمی پڑ رہی تھی وہ نفسک کے حوصلہ شکن راستے کی جانکاہ مسافتوں کو طے کرتے ہوئے کپتان براؤن نے ۱۱ مئی ۱۸۴۰ء میں بلا مزاحمت کاہان پر قبضہ کیا مریوں نے (حملاؤ گھیراؤ) کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے قلعہ کو تقریباً

مسمار کیا ہوا تھا۔ قلعہ کے بڑے دروازے کو نکال دیا تھا فصیل کو گرا دیا تھا۔

قلعہ کاہان کی وضع قطع

قلعہ کاہان نو سوگز کے رقبہ کا ایک مسدسٗ تھا جس کی دیواروں کی اونچائی ۲۵ فٹ کے قریب تھی دیواریں پتلی تھیں۔ اس لیے قلعہ کی حفاظت کا دارومدار ان چھ برجوں پر تھا جو چھ دیواروں کو آپس میں ملاتے تھے۔ قلعہ کے بیچ میں پانی کا کنواں تھا۔

کپتان براؤن کا قلعہ کاہان پر قبضہ

جب کپتان براؤن نے قلعہ کاہان پر قبضہ کیا تو سب سے پہلے اُس نے کنواں صاف کروایا جس کو مریوں نے مٹی سے بھر دیا تھا۔ اور قلعہ کی مرمت شروع کرادی قلعہ کے دروازے کے نزدیک ایک برج تعمیر کر کے توپ کو اس پر نصب کیا کپتان براؤن کے ساتھ چار مہینے کا راشن تھا اس راشن کو قلعہ میں اتار کر ۱۶ مئی ۱۸۴۰ء میں سات سو اونٹوں کو مزید چار ماہ کا راشن لانے کو واپس کر دیا۔

راشن لانے کے لیے کانوائے کی روانگی

۱۶ مئی ۱۸۴۰ء کو کپتان براؤن نے لیفٹیننٹ کلارک کی کمان میں ایک

مسدسٗ: چھ ضلعوں کی شکل کا۔

سو ساٹھ نفر سپاہی پلٹن اور پچاس سوار رسالہ کو بطور بدرقہ کے سات سو اونٹوں کے ساتھ جو راشن لانے کے غرض سے روانہ کر دیئے گئے تھے کانوائے کے ساتھ کر دیا۔

مریوں کے جاسوس نے کلارک کی روانگی کی خبر پاکر اپنے قبیلہ کو اطلاع دی اور راتوں رات کئی ہزار مری نفسک کی چڑھائی کے گردونواح کے پہاڑوں میں پہنچ کر چھپ گئے' کلارک نے بلامزاحمت نفسک کی چڑھائی کو پار کر لیا چڑھائی کے اس پار اپنے کو محفوظ خیال کر کے کلارک نے پلٹن کے نصف سپاہیوں کو قلعہ کی حفاظت کے لیے واپس کر دیا۔

انگریزی فوج کی نیست و نابودی

مری مجاہدین نے اب نفسک کے اگلے درہ کو جس میں سے ہو کر کلارک کے قافلے کو گزرنا تھا۔ اور واپسی کے راستے نفسک کی چڑھائی پر روک لیا تھا۔ کلارک کی وہ پارٹی جو واپس کاہان جا رہی تھی نفسک کی چڑھائی پر بلامزاحمت چڑھ گئی لیکن اُترتے وقت آدھے راستے پر مری مجاہدین نے ننگی تلواروں سے ان پر ہلہ بول دیا۔ قومی نعرے لگاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے سب کو تہ تیغ کیا۔ صرف ایک کیمپ قلی نہ جانے کس طرح جان بچا کر کاہان پہنچا۔

کلارک اور اس کے کانوائے کی صورت حال بھی اچھی نہ رہی۔ اگلے درہ میں جا کر کلارک کو مری مجاہدین کا سخت سامنا کرنا پڑا کلارک نے اگرچہ مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن بلوچوں کے سامنے اس کے پاؤں جم نہ سکے مری مجاہدین

نے اس کے سپاہیوں کو گھیر لیا کلارک مارا گیا اس کے تمام ساتھی جن کی تعداد ایک سو بیس تھی مجاہدین مریوں کے ہاتھوں میدان میں کٹ مرے رسالے کے صرف دس سوار جان بچا کر چھاؤنی پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔

اس طرح کلارک کی کانوائے کا خاتمہ کر کے مری مجاہدین تمام سازو سامان اور سات سو اُونٹ لوٹ کر لے گئے۔

مری مجاہدین کی فتح کا اثر

انگریزی فوج پر مری مجاہدین کی اس شاندار فتح کی خبر تمام بلوچستان میں آگ کی سی سرعت سے پھیل گئی۔ تمام بلوچ قبائل کو مریوں کی اس فتح سے انتہائی خوشی ہوئی اور ان کے حوصلے بلند ہوئے۔ بلوچ انگریزوں سے نفرت کرتے تھے اپنے وطن عزیز پر انگریزوں کے جابرانہ اقتدار کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ بالخصوص افغانستان کے ساتھ کچھی اور مستونگ کے الحاق سے بلوچ سخت ناراض تھے۔ امیر محراب خان کے ولی عہد امیر نصیر خان کے طرفداروں کو بھی اس خبر سے ہمت افزائی ہوئی اور وہ علی الاعلان شانواز خان کی مخالفت کرنے لگے۔ شانواز خان خود نااہل شخص تھا۔ اور قبائل بلوچ میں غیر ہردلعزیز تھا اس نے اپنی تمام حکومت (لوڈے) جیسے ایک کوتاہ اندیش نالائق ناپسندیدہ انگریز پولیٹیکل افسر کے سپرد کی ہوئی تھی۔ لوڈے کے ذاتی سلوک سے قلات کے باشندے شاکی تھے۔ بلکہ لوگوں میں وہ سادہ عرصہ کے لیے ناقابل برداشت ہو چلا تھا۔

کاکڑ قبائل اور انگریزوں میں بداعتمادی

انگریزوں نے کاکڑ قبائل پر بھی مظالم کئے تھے اگرچہ مریوں کے ساتھ کاکڑوں کی قدیم دشمنی چلی آ رہی تھی لیکن غیرملکی دشمن کے مقابلے میں مریوں کی فتح سے کاکڑوں کو بھی خوشی ہوئی. کپتان بین کی جو شاہکوٹ کا پولیٹیکل ایجنٹ تھا پوزیشن اس وقت سخت پتلی ہو رہی تھی. اس لیے اُس نے مریوں کے خلاف کاکڑوں کی مریوں کے ساتھ باہمی دشمنی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے کاکڑوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی بلکہ ان کو اسلحہ اور کثیر رقم دے کر مریوں کے خلاف برادؤں کو امداد دینے پر کسی حد تک رضامند بھی کر لیا. کاکڑوں نے بین سے اسلحہ اور رقم تو لے لی لیکن چونکہ ان کو بلوچستان میں انگریزوں کے خلاف ہمہ گیر بے چینی اور نفرت اور بغاوت کا علم تھا. اس لیے امداد لیتے ہی انہوں نے انگریزوں سے رُخ پھیر لیا بین کو اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا جب کہ مریوں پر حملہ کرنے کی بجائے کاکڑ اس کے خلاف کوئٹہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے بین کی پوزیشن اب سخت خطرے میں پڑ گئی اس نے سندھ اور قندھار کو امداد کے لیے لکھا اس کے علاوہ قلات میں لوڈے کے پاس قاصد دوڑائے کہ اپنے حفاظتی دستے سے بھی ساٹھ نفر اس کی امداد کو شاہکوٹ روانہ کرے.

سارادان کی بغاوت

سارادان کے سردار انگریزوں کے طرفدار ہو چکے تھے اور سردار محمد خان

شاوانی دو سو روپے ماہوار تنخواہ پر مستونگ میں انگریزوں کا نائب تھا۔ لیکن درمیانی طبقہ کے لوگ اور خاص کر میر و معتبر انگریزوں کے خلاف تھے امیر محراب خان کی شہادت بھی اور مستونگ شالکوٹ کا حکومت افغانستان سے الحاق اور پولیٹیکل افسروں کی جابرانہ طرز حکومت نے ان کو برافروختہ اور مشتعل کر دیا تھا۔ شہزادہ امیر نصیر خان کے ساتھ اس طبقہ کے رہنماؤں کی خفیہ خط و کتابت جاری تھی۔ مریوں کی فتح مندی کی خبر سے حوصلہ پاکر ان لوگوں نے امیر نصیر خان کو جو اب تک خاران میں تھا مستونگ آنے کی دعوت دی۔ مگر داروغہ گل محمد نے ان کو امیر نصیر خان کی طرف سے لکھا کہ امیر نصیر خان ان لوگوں پر اُس وقت تک اعتبار نہیں کرتا جب تک کہ وہ انگریزوں کے خلاف علی الاعلان علم بغاوت بلند نہیں کریں گے۔ چنانچہ داروغہ گل محمد کی گفتہ کے مطابق اس گروہ نے ساراوانی قبائل کو ایک عام بغاوت کے لیے منظم کرنا شروع کر دیا۔ اور کسی اچھے موقع کا انتظار کرنے لگے۔

قلات سے انگریز سپاہیوں کی مستونگ آمد

اسی دوران میں بین کی امداد کے لیے لوڈے نے اپنے ساٹھ سپاہی قلات سے شالکوٹ روانہ کئے قلات سے شالکوٹ جاتے ہوئے۔ یہ ساٹھ سپاہی مستونگ پہنچے۔ مستونگ کے معتبرین کو شک گزرا کہیں ان کا راز افشا نہ ہوا ہو۔ اور یہ سپاہی انکی سرکوبی کو نہ آئے ہوں چنانچہ آپسمیں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد معتبرین کے گروہ نے ۸ جون ۱۸۴۰ء کی رات اچانک انگریزی کیمپ پر حملہ کر کے۔ ان تمام سپاہیوں اور ان کے افسروں کو تہ تیغ

کردیا۔ ان کے علاوہ جو انگریزی عملہ پہلے سے مستونگ میں تھا۔ ان کو بھی چُن چُن کر قتل کردیا۔ سارا وان میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔

سردار محمد خان شاوانی کا ردِ عمل

سردار محمد خان شاوانی جو مستونگ میں انگریزوں کا نمائندہ تھا۔ سخت گھبراگیا۔ اُسے یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ مشتعل قبائل کہیں اُسے انگریزوں کا آدمی اور طرفدار خیال کرکے قتل نہ کریں۔ اُس نے اپنی جان بچانے کے لیے دانشمندی سے کام لے کر انگریزی عملہ کے ان تمام افراد کو جو اُس کے ماتحت تھے قتل کردیا اور باغیوں کے ساتھ مل گیا۔ چونکہ سادہ لوح عوام میں کوئی زیادہ سمجھدار آدمی موجود نہ تھا۔ انہوں نے سردار محمد خان شاوانی کے اس عمل سے بہت زیادہ متاثر ہوکر اُسے اپنا لیڈر تسلیم کرلیا۔ سردار جو کل تک انگریزوں کی خدمت گزاری میں مصروف تھا۔ باغی قبائل کے ساتھ مل گیا۔ بدقسمتی سے درمیانہ طبقہ کے لوگوں میں کوئی ایسا قابل آدمی نہ تھا جو ان باغی قبائل کے افراد کو ایک جا کرکے اپنے اختیار میں رکھتا۔ اس لئے ان مطلب پرست سرداروں کی شمولیت سے اقتدار پھر ان کے ہاتھوں سے نکل کر سرداروں کو منتقل ہوا۔ اب ان سرداروں نے امیر نصیر خان کو مستونگ آنے کی دعوت دی۔

کوئٹہ پر کاکڑوں کا حملہ

کاکڑ قبائل کوئٹہ کے گرد و نواح کے پہاڑوں میں بہت تعداد میں جمع

ہو گئے۔ کوئٹہ میں کپتان بین کی پوزیشن سخت کمزور تھی۔ کاکڑوں کو جب مستونگ میں بلوچوں کی بغاوت اور انگریزی سپاہیوں کے قتل عام کا علم ہوا تو انکے حوصلے اور بڑھ گئے چنانچہ انہوں نے ۲۲ جون ۱۸۴۰ء کی رات شالکوٹ کے قلعہ پر شب خون مارا مگر کاکڑوں کی طاقت غیر منظم اور منتشر تھی اس لئے کپتان بین کی باضابطہ فوج کی تیر اندازی اور درست گولہ باری کی تاب نہ لاکر کئی لاشیں فصیل کے نیچے چھوڑ کر بہت جلد پسپا ہو گئے۔ البتہ قلعہ کا محاصرہ انہوں نے دور دور سے بدستور جاری رکھا۔

بین کی امداد

جنرل ناٹ اور لیفٹیننٹ لیچ کو جو قندھار میں تھے شالکوٹ میں انگریزوں کی مخدوش حالت کا علم تھا وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ شالکوٹ کے ہاتھ سے نکل جانے پر ان کی افواج کو افغانستان میں کس قدر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے لیے سندھ کے ساتھ سلسلہ رسل و رسائل قائم رکھنا۔ اور مرکز سے امداد حاصل کرنا کس قدر مشکل ہو جائے گا اس لئے انہوں نے اپنے پوسٹ قلعہ عبداللہ کو حکم دیا بہر صورت شالکوٹ کو موثر امداد پہنچائی جائے۔ لیفٹیننٹ ٹریورس قلعہ عبداللہ سے ایک دستہ فوج کے ساتھ کپتان بین کی امداد کے لیے شالکوٹ کی طرف روانہ ہوا جب کوئٹہ کے نواح میں پہنچا۔ تو کاکڑوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اُسے شالکوٹ کی طرف آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی

سالو خان اچکزئی کا کاکڑوں پر حملہ

جنرل ناٹ کو جب لیفٹیننٹ ٹریورس کی کمزوری کا علم ہوا تو اس نے سالو خان اچکزئی کو بیس ہزار روپے دے کر کپتان بین کو امداد دینے پر رضامند کر لیا سالو خان اچکزئی نے اپنے قبیلے سے چھ سو گھوڑا سواروں کا ایک لشکر لے کر مورخہ ۳۰ جون ۱۸۴۱ء کو کاکڑوں کے دفاعی مورچے پر حملہ کیا۔ ایک معمولی جھڑپ کے بعد کاکڑوں کے مورچے ٹوٹ گئے سالو خان اچکزئی اپنے آدمیوں کے ساتھ شالکوٹ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ سالو خان کے پہنچنے پر کپتان بین کی پوزیشن ذرا سنبھل گئی۔ اور شالکوٹ کا قلعہ کچھ محفوظ ہو گیا۔ کاکڑوں کی اس جھڑپ میں سالو خان کے دس آدمی مارے گئے۔ لیکن کاکڑوں کا نقصان زیادہ ہوا۔

شالکوٹ پر سرداران سراوان کا حملہ

سالو خان اچکزئی کی کاکڑوں پر فتح کی وجہ سے کپتان بین کی پوزیشن کچھ سنبھل گئی اور اس کے طاقت میں اضافہ ہوا۔ کاکڑوں نے جو پہلے ایک دفعہ شالکوٹ کے قلعہ پر شب خون مارا تھا۔ اُس سے کاکڑوں کو بہت نقصان ہوا آخرکار کاکڑوں نے مستونگ کے بلوچ قبائل کو امداد کے لیے لکھا اور ان کو لالچ دی کہ کوئٹہ میں بین کی پوزیشن کمزور ہے مشترکہ حملے سے وہ بین کو شکست دیکر ایک بہت بڑے مال غنیمت پر قبضہ کر لیں گے مستونگ کی ہنگامی کامیابی سے بلوچوں کی ہمتیں بڑھ چکی تھیں چنانچہ مال غنیمت کے لالچ میں آکر امیر

نصیر خان کی آمد کا انتظار کئے بغیر ساراوانی قبائل نے سردار محمد خان شاہوانی کی سرکردگی میں شالکوٹ پر چڑھائی کر دی۔

وڈیرہ بنگل زئی کی ناراض ہو کر واپسی

مورخہ ۹ جولائی ۱۸۴۰ء کو ساراوان کے لشکر نے کاکڑ لشکر کے ساتھ مل کر شالکوٹ کا محاصرہ کیا ایک ہفتے تک متحاربین کے درمیان دور دورے گولیاں چلتی رہی ۱۶ جولائی کو محاصرین نے آگے بڑھ کر قلعہ کے محاصرہ کو تنگ کیا ۱۷، ۱۸ جولائی کی درمیانی شب حسب کر سیڑھیوں کے ذریعے قلعے کی دیوار پھاند کر قلعہ میں اترنے کی تجویز سوچی جا رہی تھی۔ وڈیرہ بنگل زئی کسی تند و تیز گفتگو سے ناراض ہو کر لشکر سے علیحدہ ہو گیا راتوں رات اپنے قبیلے کے ساتھ مستونگ چلا گیا۔ اس سے ساراوانی لشکر میں بددلی پھیل گئی وڈیرہ بنگل زئی کی عین موقع پر رخنہ اندازی کو اس کی غداری پر محمول کیا گیا اور اس خوف سے کہ مبادا وڈیرہ مذکورہ کے اس طرح چلے جانے میں کوئی سربستہ راز ہو۔ ہر ساراوانی لشکر نے بوریا بستر سمیٹ کر گھر کا راستہ لیا۔ یہاں تک کہ کاکڑ بھی بددل ہو کر منتشر ہو گئے ۱۸ جولائی ۱۸۴۰ء کو صبح کو قلعہ کے گرد و نواح میں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ اس طرح شالکوٹ کا خطرہ ٹل گیا اور کپتان بین کی جان بچ گئی۔

مستونگ میں امیر نصیر خان کی آمد

مستونگ پہنچکر سردار محمد خان شاہوانی نے پھر امیر نصیر خان اور داروغہ گل محمد کو جلد مستونگ پہنچنے کو لکھا۔ امیر نصیر خان داروغہ گل محمد، سردار میر آزاد

خان نوشیروانی خاران سے پچاس آدمیوں کے ساتھ جو پچیس مہاریوں پر سوار تھے ساتھ لیکر نوشکی پہنچا نوشکی سے میر قائم خان ذگر مینگل نے ایک ہزار مینگل مجاہد کا لشکر جمع کر لیا اور اس لشکر کو ساتھ لے کر امیر نصیر خان مستونگ پہنچے سرداران ساراوان نے آگے بڑھ کر امیر نصیر خان کا استقبال کیا مستونگ میں چند روز قیام کر کے دارو غہ گل محمد نے ساراوان سے ایک بڑا لشکر جمع کیا تمام قبائل امیر نصیر خان کے لیے چشم براہ تھے۔ جوق در جوق اپنے سرداروں کی سرکردگی میں امیر نصیر خان کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہوئے اور قلات پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

امیر شانواز خان کی تیاریاں

امیر شانواز خان کو جب امیر نصیر خان کے متوقع حملہ کی اطلاع ملی تو اس نے بھی جھالاوانی قبائل کو طلب کیا مگر سوائے چند غیر معروف اشخاص کے اور کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا کیونکہ امیر مہراب خان کی شہادت سے لوگوں کے دلوں میں امیر شانواز خان اور انگریزوں سے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ اور عوام امیر نصیر خان ثانی کو تخت قلات کا جائز وارث خیال کر کے اس کی مخالفت پر تیار نہ تھے۔ البتہ میر عیسٰی خان شاہی زئی مینگل وڈھ اور امیر کمال خان التازئی جنہوں نے امیر مہراب خان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اب صرف امیر نصیر خان کے خوف انتقام سے ڈر کر شانواز خان کے ساتھ تھے اگرچہ

عـ ۱: مہاری۔ اُونٹنی

وہ بھی دل سے امیر شاہنواز کو پسند نہیں کرتے تھے بلوچستان اور افغانستان میں یہ دستور چلا آتا تھا کہ ایک کے ساتھ غداری کرنے والا دوسرے بادشاہ کے دوستوں میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر کمال خان الٹازئی اور میر عیسیٰ خان کا بیٹا خان محمد مختصر لوڑیوں کے ساتھ شاہنواز خان کی امداد کو قلات پہنچے امیر شاہنواز خان کی والدہ میر بوہیر موسیانی کو بھی چند آدمیوں کے ساتھ قلات سے آنے میں کامیاب ہوئی ان کے علاوہ قلات کے نزدیکی گاؤں کے کچھ اور آدمی بھی امیر شاہنواز خان کے پاس جمع ہو گئے ان کے علاوہ لوڑے کے سپاہی تھے قلعہ میں اسلحہ بارود اور سیسہ کی بڑی افراط تھی میری پر بڑی بڑی توپیں نصب تھیں۔ جن سے قبائلی لوگ عموماً ڈرا کرتے تھے

قلعہ قلات کے جنگی انتظامات

قلعہ قلات کے تین دروازے تھے مشرقی دروازہ دلدار جنوبی دروازہ گل کھنڈ شمالی دروازہ مستونگی۔ گل کھنڈ کے قریب ایک تکون نما برج تھا جسے سنگر کہتے تھے قلعہ کی حفاظت کو الوڑے (البدین) نے اپنے لشکر میں اس طرح تقسیم کیا تھا۔ میر کمال خان الٹازئی اور خان محمد شاہیزئی مینگل کو قلعہ کے جنوبی حصہ گل کھنڈ دروازہ اور سنگر کی نگرانی اور حفاظت پر مقرر کیا۔ میر بوہیر خان موسیانی کو قلعہ کے مشرقی حصہ پر اور میر کمال خان کی حد سے دلدار کے دروازے تک میر رشید خان زہری کے لڑکے کو دلدار۔ دروازے سے آگے۔ مشرقی دلوار کے بقایا حصہ پر مامور کیا تھا مغربی حصہ پر میری سے کر سنگر تک لوٹیانی کمرانی قبائل حفاظت کے لیے

ماموت تھے. میری سے لے کر مستونگی دروازہ تک پندرانی، بنجاری، اعلکوکے شاوانی اور رجک وغیرہ قبائل مقرر تھے. مستونگی دروازے کی حفاظت برائے راست لوڈے (LOVEDAY) کے ذمہ تھی جس پر نوشکی کے رخشانی جو ڈرگرمیگل کی مخالفت کی وجہ سے شانواز خان کے ساتھ تھے. انگریزی سپاہ قبائلی لیویز بھی مستونگی دروازے کی حفاظت کے لئے متعین تھے. امیر فتح خان احمدزئی میری کی حفاظت کا ذمہ دار تھا.

قلات پر امیر نصیر خان کا حملہ

۲۵ جولائی ۱۸۴۰ء کے دن امیر نصیر خان مستونگ سے روانہ ہوا اس کے لشکر میں تقریباً چار ہزار قبائلی افراد تھے یکم ماہ اگست ۱۸۴۰ء میں ظہر کے وقت قلات پہنچکر اس نے قلات کے قلعہ کو گھیر لیا اور ان کے لشکر نے قلات پہنچتے ہی اپنا حملہ شروع کیا لشکر بڑھ چڑھ کر قلعہ پر حملہ کرتا لیکن ہر بار لوڈے کے زیر کمان انگریزی فوج کی منظم گولہ باری اور گولیوں کی درست بوچھاڑ سے ان کو واپس لوٹنا پڑا. البتہ سراوانی لشکر کے تابڑ توڑ حملوں سے محصورین میں خوف و ہراس پھیل گیا. امیر کمال خان التازئی اور میر بوہیر خان موسیانی نے ان حملہ آوروں کا پلہ بھاری دیکھکر خفیہ طور پر داروغہ گل اور سردار محمد خان شاوانی کے ساتھ رابطہ پیدا کیا.

انگریزی نمائندہ کی سراسیمگی

لوڈے جو انگریزوں کا پولیٹیکل افسر تھا. وہ امیر مہراب خان کی

شہادت کے بعد امیر نصیر خان کے تعاقب میں بڑی سرگرمیوں کا اظہار کیا کرتا تھا لیکن جب امیر نصیر خان ثانی نے قلات کے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اِس نازک وقت میں لوڈے بزدلی کا ایک مجسم نمونہ ثابت ہوا وہ گھبراہٹ میں اس قدر سراسیمہ اور پریشان تھا کہ اپنی فوج کی کمان کرنا بھی بھول گیا تھا

امیر نصیر خان کے لشکریوں نے دوسرے دن بھی اپنے حملے کو پوری شدت کے ساتھ جاری رکھا۔ پھر بھی ان کو قلعہ پر رسائی حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

سیڑھیوں کے ذریعے قلعہ کی دیواروں پر چڑھنا

آخر کار امیر نصیر خان ثانی کے جنگی سپہ سالاروں نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ طے پایا کہ رات کے وقت سیڑھیوں کے ذریعے قلعہ کی فصیل کو عبور کرنا ہے۔ دوسرے اور تیسرے دن کی درمیانی شب کو حملہ آوروں نے سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے کے لیے ایک سرفروشانہ حملہ کیا۔

قبیلہ لانگو کا سرفروشانہ کردار

سیڑھیوں کو اُٹھا کر فصیل پر لگانے کا کام قبیلہ لانگو کے ذمہ تھا۔ ہر سیڑھی کے ساتھ جنگجو قبائل کا ایک حملہ آور دستہ جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ لانگو کے افراد نے جان کی بازی لگا کر سیڑھیاں فصیل پر لگا دیں۔ چونکہ سیڑھیاں فصیل کی بلندی سے بہت چھوٹی تھیں۔ لانگو قبیلہ کا شدت اِتلاف جان

ہوا ہر قبیلہ نے اپنی اپنی سیڑھی پر چڑھنے کی بڑھ چڑھ کر ہمت دکھائی ۔ لیکن فصیل سے گولیوں کی پیہم بوچھاڑ سے ان کے قدم سیڑھیوں پر جم نہ سکے بہر حال ان حملہ آوروں میں سے صرف پچاس نڈر اور چست آدمی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوئے۔ انگریزی فوج کے ایک دستہ نے پہلو سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے ان کو شہر میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور کر دیا۔ ان میں سے پندرہ شہید ہوئے بقایا شہر میں داخل ہو کر چھپ گئے۔ امیر نصیر خان ثانی کا یہ حملہ بھی شدید قربانیوں کے باوجود ناکام رہا۔

محصورین میں بداعتمادی اور پھوٹ

اس دوران محصورین کی کمر ہمت ٹوٹ گئی ان کے لشکریوں میں بداعتمادی اور پھوٹ کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ میر کمال خان اتازئی اور میر لوہیر موسیانی نے جنہوں نے خفیہ طور پر پہلے دن سے امیر نصیر خان کے ساتھ ساز باز کیا ہوا تھا۔ قلعہ کو امیر نصیر خان کے حوالے کرنے کی خواہش ظاہر کی شانواز خان پر اب ان کی غداری ظاہر ہوئی لیکن شانواز خان اور لوڈے خود اس قدر ہیبت زدہ اور حواس باختہ ہو چکے تھے کہ ان کو اپنے غدار ساتھیوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے یا ان کو قلعہ سے نکال باہر کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی تھی۔ حالانکہ دوسری پارٹی جو اس وقت شانواز خان کے ساتھ تھی تعداد میں ان سے زیادہ تھی اس کے علاوہ لوڈے کے زیر کمان انگریزی فوج اور لیویز ان غداروں کی سرکوبی کو کافی تھی۔ لیکن لوڈے اور امیر شانواز خان اس قدر گھبرائے ہوئے تھے۔ ان کی ہمت جواب دے چکی تھی۔ لہذا لوڈے اور

Scanned with CamScanner

شانواز خان کی پریشانی دیکھکر ان کے لشکریوں کے حوصلے پست ہوگئے تھے اپنے خان اور انگریز صاحب بہادر کی یہ قابل شرم حالت دیکھ کر انہوں نے خود کو شکست خوردہ تسلیم کر لیا۔

سقوط قلات

شانواز خان نے اپنی کم ہمتی اور بزدلی سے گولہ بارود کے ذخائر توپوں کی آتش فشانی۔ اور منظم فوجی طاقت سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے محض لوگوں کے بزدلانہ مشورہ پر دوسرے دن امیر نصیر خان کے ساتھ صلح کی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امیر نصیر خان نے شانواز خان کو جان بخشی کا وعدہ دے کر خضدار اور باغبانہ کی طرف نکل جانے کی اجازت دے دی لہذا ۱۶ اگست ۱۸۴۰ء کو امیر شانواز خان بطرف خضدار روانہ ہوا اور اُسی دن قلعہ کے دروازے امیر نصیر خان پر کھول دیئے گئے امیر نصیر خان مظفر و منصور قلعہ میں داخل ہوگیا لوڈ سے اور معین دونوں گرفتار کر لئے گئے۔ جھالاوان کے سرداروں نے معافی مانگ کر امیر نصیر خان ثانی کی اطاعت قبول کر لی۔

امیر نصیر خان کی دستار بندی

لہذا ۱۷ اگست ۱۸۴۰ء میں سرداران سراوان و جھالاوان نے متفقہ طور پر امیر نصیر خان ثانی کو بلوچستان کا امیر تسلیم کر کے رسم دستار بندی ادا کی گئی الغرض امیر محراب خان ثانی کا ولی عہد امیر نصیر خان ثانی نے اپنی ہمت جوانمردی۔ عالی حوصلگی۔ اور استقلال سے اپنے باپ کے تخت پر

قابض ہو کر جلوس فرمایا۔

امیر شانواز خان کا کردار بحیثیت حکمران بلوچستان

امیر شانواز خان نے بحیثیت حکمران بلوچستان اچھے کردار کا مظاہرہ نہیں کیا گو کہ وہ بہت کم عرصہ مسند حکمرانی بلوچستان پر فائیز رہا۔ امیر محراب خان ثانی کی شہادت ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو وقوع پذیر ہوئی اور اس کے دوسرے دن امیر شانواز خان نے مسند حکمرانی بلوچستان پر جلوس فرمایا۔ اور کچھ عرصہ بعد ۱۶ اگست ۱۸۴۰ء میں بلوچستان کا دارالخلافہ قلات امیر شانواز خان امیر نصیر خان ثانی کے حوالہ کر کے خود بطرف خضدار روانہ ہوا۔ اس اندازے سے امیر شانواز خان صرف دس مہینے مسند حکمرانی بلوچستان پر براجمان رہ سکے چونکہ وہ شاہ شجاع الملک اور انگریزوں کی امداد سے بلوچستان کی حکمرانی حاصل کر چکے تھے لہٰذا وہ شرمناک حد تک انگریزوں اور شاہ شجاع الملک کی چاپلوسی کیا کرتے تھے جس سے بلوچ عوام اس سے متنفر ہونے لگے۔ نوگ کہتے تھے۔ درست ہے کہ امیر شانواز خان کو شجاع الملک اور انگریزوں کی طرفداری کی وجہ سے بلوچستان کی حکومت حاصل ہوئی مگر وہ خود بھی تو بلوچستان کے حکمران گھرانے سے تھا۔ اس کی بھی کوئی اپنی عزت نفس تھی جس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنی خاندانی روایات کو مدنظر رکھ کر ان کی احسان مندی کو نہ بھولتا۔ نہ کہ وہ ایک نادیدہ شخص کی طرح رذالت کی حد تک انگریزوں اور شاہ شجاع الملک کی خوشامد درآمد پر اُتر آیا۔ اور اس انداز کو اپنا وطیرہ بنایا اس نے اپنی حکمرانی رتبہ کے وقار کو بلند و بالا رکھنے میں کوتاہی کی۔ وہ اپنے اس قلیل عرصہ کی حکمرانی پر پھولا نہ

سما یا وہ بحیثیت حکمران اپنی رعایا کی نظروں میں گر گیا۔ لوگ برملا کہتے تھے کہ بلوچستان میں راج انگریزوں کا ہے اور آمیر شاہنواز خان ان کا نائب ہے۔

آمیر محراب خان کی شہادت کے بعد بلوچ عوام پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ جو الزامات انگریزوں نے اور شاہ شجاع الملک نے آمیر شہید آمیر محراب خان پر لگائے تھے اور وہ سب ایک ایک کر کے غلط ثابت ہو گئے اور بلوچ قوم نے یہ محسوس کر لیا کہ انگریز چونکہ آمیر محراب خان کو اپنے راستے سے اہم کانٹا سمجھ کر ہٹانا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے منافقت کذب اور بے ایمانی سے کام لے کر اُن کو ناحق شہید کر دیا۔ چنانچہ لوگوں کی ہمدردیاں اُن سے بڑھنے لگیں اور وہ آمیر نصیر خان ثانی کے جو آمیر شہید کا بیٹا تھا، طرفدار بنتے گئے اور ان کو جائز وارث تصور کرنے لگے۔ ان حالات سے آمیر شاہنواز خان کی ہمت مزید پست ہو گئی اور اس پر یہ نفسیاتی اثر ہوا کہ وہ اپنے حق کو جتانے میں تذبذب میں پڑ گیا لہٰذا انگریزوں اور شجاع الملک کی خوشامد اور چاپلوسی کو اپنے وقار کے دوام کا ذریعہ سمجھا جس سے لوگ اس سے مزید نا اُمید ہو کر نفرت کرنے لگے۔ آمیر شاہنواز خان اپنے ارادے کا پختہ نہ تھا۔ اگر وہ عزم بالجزم سے کام لے کر قلات کے قلعہ میں دوران محاصرہ ڈٹا رہتا تو اُس کو کامیابی حاصل ہوتی۔ کیونکہ اُس وقت اُس کی جنگی پوزیشن آمیر نصیر خان کی پوزیشن سے زیادہ مضبوط اور منظم تھی اُسکے لشکری بھی آمیر نصیر خان کے لشکریوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھے اسکے علاوہ لوڈے کی زیر کمان انگریزی فوج اور لیویز کا عملہ مخالفین کی سرکوبی کے لیے کافی تھے۔ مگر آمیر شاہنواز خان بالکل ہمت ہار چکا تھا۔

جس کے نتیجے میں اُس نے اُمیر نصیر خان ثانی کے ساتھ گفت و شنید کو غنیمت سمجھ کر قلعہ قلات اُس کے حوالے کر کے خضدار کی طرف لپپا ہوا۔

ایران کی سیاسی صورت حال

اُمیر شاہنواز خان احمدزئی کے بلوچستان میں دورِ حکمرانی میں ایران کی سیاسی صورت حال کچھ ایسی تھی جب قاچار خاندان کا دوسرا بادشاہ فتح علی خان ۳۷ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۶۸ سال کی عمر میں ۱۸۳۴ء میں فوت ہوا۔ تو محمد شاہ اس کی جگہ سلطنت ایران کے تخت پر بیٹھا۔ اگرچہ اس کے دو چچاؤں نے فرمان فرما اور ظل سلطان نے تخت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ان کو کامیابی نہیں ہوئی اور دونوں تخت کے دعویٰ سے دست بردار ہوئے ظل سلطان نے معافی مانگ لی اور فرمان فرما قید ہوا۔ بحالت نظربندی فوت ہوا۔

جب محمد شاہ تخت پر بیٹھا اسی سال ایران میں انگریزوں کی دوسری فوجی سفارت پہنچی۔ جو فوج کے ہر شعبہ کی نمائندگی کر رہی تھی ان میں نمایاں اشخاص رالبنس، اسٹڈرڈ، شیٹل، ڈی۔ آرکا ڈی ناڈ تھے شروع ہی سے ایرانیوں نے ان فوجی سفارت کاروں کے ساتھ حاسدانہ برتاؤ رکھا۔ اور اس مشن کو شاہ ایران نے ۱۸۳۶ء میں نہایت بے عزت کر کے ایران سے رخصت کر دیا۔

محمد شاہ ایران کی افغان پالیسی

اپنے باپ فتح علی کے مقابلے میں محمد شاہ انگریزوں سے سخت

متنفر تھا۔ اور روسیوں کا ہمنوا تھا۔ محمد شاہ نے افغان مہم کے لیے ایک بڑی فوج تیار کی کیونکہ ہرات کے حاکم کامران مرزا نے گذشتہ عہد نامہ کی رُو سے نہ تو رقم باجگزاری ادا کی۔ اور نہ ہی غوریان کے قلعہ کو منہدم کیا اور کامران نے اس دور میں سیستان کے علاقے کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر دیا تھا جسے شاہ ایران اپنی سرزمین تصور کرتا تھا۔ بہرحال ایران میں انگریز سفیر نے تگ و دو کرکے اس مہم کو التوا میں ڈال دیا۔

دوست محمدؐ کا افغانستان میں عروج میں آنا

محمود سدوزئی کو کابل سے نکالنے کے بعد جس کا محمد عظیم، فتح خان کا بھائی وزیر تھا۔ جو محمد عظیم کے ہاتھ ایک کٹھ پتلی سدوزئی حکمران تھا محمد عظیم کی وفات کے بعد اس کے بھائی دوست محمد نے اپنے آپ کو خاندان بارک زئی کا مضبوط ترین فرد ثابت کر دیا۔ اس کے دیگر بھائی اُس کے جانی دشمن تھے خاص کر اس کا بھائی سلطان محمد جب وہ دوست محمد کے مقابلے میں کابل میں تخت حاصل نہ کر سکا تو اس نے علاقہ پشاور پر قبضہ کیا جو پنجاب کی سکھ حکومت کا حصہ تھا۔ اور سکھوں کو خراج دینے کا عہد و پیمان کیا۔ اس طرح دوست محمد بلا شرکت غیر امیر کابل بنا جب ۱۸۳۴ء میں شجاع الملک نے انگریزوں کی کمک سے حکومت افغانستان کا تخت حاصل کرنے کی غرض سے قندھار پر حملہ کرکے شہر کا محاصرہ کیا دوست محمد کا بھائی کندل خان حاکم قندھار تھا۔ لہٰذا دوست محمد اپنے بھائی کی کمک کو قندھار پہنچا شاہ شجاع الملک شکست کھا کر پسپا ہو کر واپس

امیر دوست محمد خان ۔ محمد زئی امیر افغانستان

Scanned with CamScanner

ہندوستان فرار ہوا۔

برنس کی کابل میں آمد

۱۸۳۶ء کو ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ نے ایک تجارتی سفارت کابل بھیجی۔ جس کا سربراہ برنس تھا دوست محمد نے دوستانہ انداز میں میں اس تجارتی وفد کو خوش آمدید کہا کیونکہ چار سال پہلے برنس بطور سیاح جب افغانستان میں تھا تو اس کی ملاقات دوست محمد سے ہوئی تھی جب روسیوں کو انگریزوں کے اس تجارتی وفد کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ایک تجارتی وفد زیر سرکردگی د وتکادچ) کابل بھیجا۔ دوست محمد نے روسی وفد کو سرد مہرانہ انداز سے خوش آمدید کہا برنس دوست محمد سے بہت متاثر ہوا اُس نے اپنی انگریزی حکومت کو دوست محمد کے بارے میں اس طرح سفارش لکھی "کہ دوست محمد کو امیر کابل تسلیم کیا جائے۔ اُسے امدادی رقم بطور حلیف کے دی جائے اور وہ پشاور کو اپنے قلمرو میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے اور حکمران پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درمیان یہ مسئلہ طے کیا جائے۔ پشاور دوست محمد کے حوالے اس شرط پر کیا جائے کہ وہ اس علاقے کی باجگزاری کی رقم سکھ حکومت پنجاب کو دے گا۔ چونکہ ہندوستان کا گورنر جنرل اور اس کی کونسل دوست محمد کو پسند نہیں کرتے تھے اور شجاع الملک کے طرفدار تھے لہٰذا برنس کی ان سفارشات کو گورنر جنرل ہندوستان نے نامنظور کر دیا جب دوست محمد انگریزوں کے اس رویہ سے ناامید ہوا تو وہ روسی نمائندہ (وتکادچ) کی طرف متوجہ ہوا۔ روسی نمائندہ نے اسے ہر قسم کی کمک

کا یقین دلایا، مگر برنس کی طرح (وتکاوچ) کی سفارشات پر روسی حکومت نے کوئی کارروائی نہیں کی۔

دوست محمد کا حکومت ایران سے معاہدہ

جب دوست محمد اپنے دو بڑے ہمسایہ ملکوں روس اور ہندوستان کی برطانوی حکومتوں کے رویہ سے مایوس ہوا تو اس نے اپنی حکومت کو استحکام بخشنے کے لیے حکومت ایران کے ساتھ ایک معاہدہ کامران مرزا حاکم ہرات کے خلاف کیا۔ انگریزوں کی حکومت کی نالائقی کی وجہ سے دوست محمد کو یہ عہد نامہ شاہ ایران سے کرنا پڑا جو انگریزوں کے مفاد کے لیے ہر طرح سے مضر تھا۔

ہرات کا دوسرا محاصرہ

۱۸۳۷ء میں شاہ ایران نے ہرات پر حملہ کیا ہرات کے حاکم یار محمد نے غلہ کا کافی ذخیرہ جمع کیا اور ہرات کے مضافات کی دیگر تمام فصلات کو تباہ کر دیا ایک انگریز توپ خانے کا افسر خفیہ طور پر ہرات پہنچا۔ جسکا نام ایلڈرڈ پوٹنجر تھا اس کی جنگی مہارت نے شہر ہرات کو دشمنوں کے تابڑ توڑ حملوں سے کافی حد تک بچایا۔ دوئم کہ ایرانی سپہ سالار ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے۔ وہ متفق طور پر قلعہ پر حملہ کا کوئی پروگرام نہیں بناتے تھے۔ اسی اثنا میں انگریزوں کا نمائندہ میکنیل ۱۸۳۸ء میں شاہ کے جنگی کیمپ میں پہنچا۔ اور آپ نے ہرات سے محاصرہ کو اٹھانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر اُسے ناکامی ہوئی کیونکہ اسی اثنا میں (کونٹ سمونچ) کو روسی حکومت نے شاہ کی خدمت میں بھیجا۔

اور اُس نے اپنی فوجی خدمات شاہ کو پیش کیں جسے شاہ نے منظور کیا ہرات کے
قلعہ پر روسی جرنیل نے عام حملے کا منصوبہ بنایا۔ دوران حملہ جنرل پیروسکی خود
مارا گیا سیمن اس کا نائب زخمی ہوا۔ آخر کار شاہ ایران نے بددل ہو کر بغیر کسی
حیلہ بہانے کے ہرات کے محاصرہ کو اُٹھا لیا۔

پہلی افغان جنگ

۱۸۳۸ء تا ۱۸۴۲ء

جب شاہ ایران نے ہرات کا محاصرہ کیا تو لوگوں میں یہ افواہیں اُڑ رہی تھیں
کہ جب حکومت ایران ہرات پر قبضہ کرے گی۔ اس کے بعد وہ قندھار کی تسخیر
پر متوجہ ہو گی اور اس طرح انگریزوں کی عملداری بہت جلد ہندوستان پر سے
اُٹھ جائے گی یہ سیاسی صورت حال ہندوستان میں انگریزوں کی سیاست پر
بڑا اثر ڈال رہی تھی ان تمام نامساعد حالات کے باوجود ہندوستان کے گورنر
جنرل اور ان کے مشیروں کی کونسل نے شجاع الملک کو بہر حال ہر قیمت پر امیر
افغانستان بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ افغانستان پر انگریزوں نے حملہ کیا۔ اگست
۱۸۳۹ء میں کابل فتح ہوا۔ دوست محمد نے ہتھیار ڈال دیئے۔ دو سال بعد
اس فتح کا یہ رد عمل ہوا کہ دوست محمد خان کے بیٹے اکبر خان نے عین موسم سرما
میں انگریزی فوج سے ہتھیار لے کر ان کو کابل سے نکال دیا یہ فوج کابل سے
جلال آباد جاتے ہوئے راستے میں افغانوں کے حملوں سے نیست نابود ہو گئی
چار ہزار فوجی اور ان کے بارہ ہزار پیروکار اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔
۱۸۴۲ء کے موسم بہار میں پولاک نے درہ خیبر سے گزر کر جلال آباد میں

انگریزی افواج کو بچالیا۔ جب ماہ ستمبر ۱۸۴۲ء میں آکلینڈ کی جگہ الین برو گورنر جنرل ہندوستان ہوا۔ تو اس نے پولاک کو جلال آباد سے اور ناٹ کو قندھار سے کابل پر حملہ کرنے کا حکم دیا ان دونوں جرنیلوں نے کابل پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا۔ اسی دوران شاہ شجاع الملک کو افغانوں نے قتل کیا۔ آخرکار انگریزوں نے دوست محمد کو رہا کر کے کابل کی حکمرانی پر بٹھایا اور انگریزوں کی فوج افغانستان سے نکل گئی۔

انگریزی وفد ہرات میں

۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۱ء

جب شجاع الملک دوبارہ مسند حکمرانی افغانستان پر بیٹھا تو حاکم ہرات یار محمد شجاع کی دوبارہ تخت نشینی پر بہت خوش ہوا اس کو مبارکباد دی انگریزوں کے اس وفد نے حاکم ہرات یار محمد کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کیا مگر یار محمد نے خفیہ طور پر شاہ ایران کو اطلاع دی کہ اس نے حالات کی مجبوری سے وقتی طور پر انگریزوں سے سمجھوتہ کیا ہے طہران سے انگریزوں کے سفارت خانے نے اپنے نمائندہ ہرات کو اس خط کی نقل بھیجی ٹاڈ ہرات میں انگریزوں کا نمائندہ تھا۔ وقتی طور پر سیاستاً ٹاڈ نے یار محمد حاکم ہرات کی اس حرکت سے چشم پوشی کر کے اُسے معاف کیا۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ اس نے پھر ایک وفد مشہد بھیجا ہے۔ لہٰذا ٹاڈ نے اُس کی امدادی رقم دینی بند کر کے ہرات کو خیرباد کہا۔

انگریزوں کا حکومت ایران سے عہد نامہ

جس وقت محمد شاہ۔ شاہ ایران ہرات کا محاصرہ کر رہا تھا۔ تو اسے انگریزوں نے محاصرہ اٹھانے پر مجبور کیا چنانچہ اُس نے محاصرہ تو اُٹھا لیا مگر غوریاں، فراح افغان سبزوار کے علاقوں سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوا جب شاہ ایران نے اپنے ایک نمائندہ حسین خان کو لندن بھیجا حسین خان نے انگریزوں کے وزیر خارجہ لارڈ پالمرسٹن سے ملا اُس نے انگریزوں کے عہدنامے کی نو شرائط مان لیں جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ایران افغانستان کے تمام علاقوں کو خالی کر دے گا۔

آغا خان کی بغاوت

۱۸۴۰ء تا ۱۸۴۱ء

آغاخان محلاتی۔ محمد شاہ شاہ ایران کے دور حکمرانی میں اسماعیلی فرقے کا امام تھا۔ اس فرقے کے اماموں نے ایران کی تاریخ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے جنہیں ہلاکو خان نے اپنے دور حکمرانی میں زیر کر لیا تھا چنانچہ آغا خان ایران کا ایک بڑا امیر اور زمیندار تھا۔ آغا خان نے ۱۸۴۰ء میں بغاوت کی یزد کے گورنر کو کرمان کی سرحد پر شکست دی۔ بعد میں حکومت ایران نے اُسے کرمان کی حدود سے پیچھے ہٹا دیا تھا۔ پھر اس نے قلعہ بام پر قبضہ کیا۔ آخر کار وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ سندھ میں اُس نے انگریزوں کو مدد دی اور بمبئی میں سکونت اختیار کی ۱۸۴۳ء میں اُس کا بھائی ابوالحسن معروف بہ سردار

نے ایرانی بلوچستان پر حملہ کیا۔ مگر حکومت نے اُسے وہاں سے نکال دیا خاندان کا موجودہ سربراہ ہندوستان کا مشہور اور روشن خیال مسلمان شمار کیا جاتا ہے اُس کے پیروکاروں کو ذکوجا) کہتے ہیں۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

اُمیر شاہنواز خان احمدزئی حکمران بلوچستان کے دور میں سندھ کی یہ سیاسی صورت حال تھی۔ شجاع الملک نے ۱۸۳۴ء میں ایک دفعہ پھر افغانستان کا تخت حاصل کرنے کی غرض سے قندھار پر حملہ کیا مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی اسے اُمیر دوست محمد خان نے بُری طرح شکست دی۔ اس جنگ میں اس کے ہزاروں آدمی مارے گئے اور جنگی ساز و سامان سب اسی جنگ کے دوران تباہ و برباد ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود افغانستان کے فتح کرنے کا سودا اُس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ جب وہ میران سندھ سے مایوس ہوا۔ تو اُس نے انگریزوں سے گٹھ جوڑ شروع کی۔ انگریز اپنے مفاد کی خاطر اس کو امداد دینے کے لیے تیار ہوگئے۔

انگریزوں کی دریائی تجارت کا تحقیقاتی وفد

چنانچہ گورنر جنرل ہندوستان لارڈ آکلینڈ نے ۱۸۳۶ء میں جغرافیائی اور دریائی تجارت کی تحقیقات کے لیے برنس کی سرکردگی میں ایک وفد تشکیل دیا۔ جو سندھ کی بحری تجارت کے تحقیقات کے لیے شمالی ہندوستان۔ افغانستان بخارا اور ایران کی سیاحت کرکے اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔ اصل میں اس

وفد کا سیاسی مقصد یہ تھا کہ وہ کابل اور خراسان کے راستوں کا فوجی نقطہ نظر سے جائزہ لے۔

تحقیقاتی وفد کا شکارپور پہنچنا

چنانچہ یہ وفد ۱۸۳۶ء میں شکارپور سندھ پہنچا اس وفد نے تھوڑے ہی دنوں میں یہ اندازہ لگایا کہ سندھ کی حکومت کی بنیاد ریت پر کھڑی ہے۔ باد مخالف کا ایک جھونکا اسے متزلزل کر سکتا ہے۔ سندھ کا انگریزوں سے اجنبیت کا یہ عالم تھا کہ جب یہ وفد شکارپور پہنچا لوگ جوق در جوق انکے دیکھنے کے لیے آئے برنس نے اپنے خیمے سے باہر نکل کر ازراہِ مذاق اُن سے کہا۔ آؤ۔ آؤ۔ ہماری دم اور سینگوں کو دیکھو۔ یہ وفد دریائی راستے بحری راستے کا جائزہ لیتے ہوئے ڈیرہ جات سے باغبان پہنچا وہاں سے پشاور کے راستے کابل گیا وفد نے امیر دوست محمد خان سے ملاقات کی۔ اس وفد نے یہ کوشش بھی کی کہ شجاع الملک، رنجیت سنگھ اور امیر دوست محمد خان کے درمیان بگڑے ہوئے تعلقات کو درست کرے مگر اس کو ناکامی ہوئی۔ لہٰذا اُس نے خفیہ طور پر امیر دوست محمد خان کے اُمراء سے مل کر انہیں روپے پیسے کا لالچ دے کر اپنی رائیں ہموار کیں انہیں اندازہ ہوگیا کہ بوقت ضرورت امیر دوست محمد خان کے اُمرا کو روپیہ دیکر شجاع الملک کا طرفدار بنایا جا سکتا ہے یہ تمام معلومات اور جائزہ لینے کے بعد برنس اپنے وفد کے ساتھ کابل سے براستہ پشاور لدھیانہ لوٹ گیا

رابرٹ لیچ کی مراجعت بطرف قندھار و قلات

رابرٹ لیچ جو برنس کے وفد کا ایک رکن تھا کابل میں وہ اپنے وفد

سے جدا ہوا اور قندھار پہنچا یہاں کے اُمراء کو اُس نے شجاع الملک کے حق میں ہموار کر دیا۔ یہاں سے وہ حکومت بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پہنچا۔ امیر بلوچستان امیر مہراب خان سے ملاقات کی اُسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انگریزی فوجوں کو بلوچستان کے علاقہ کچھی، ڈھاڈر اور شالکوٹ سے گزرنے کی اجازت دے

انگریزوں کا میران سندھ کو اپنی راہ پر لانا

پوٹنجر اس مقصد کے لیے کہ سندھ کے میر انگریزوں کے ساتھ افغانستان پر حملہ کے دوران تعاون کریں۔ حیدر آباد پہنچا وہ نہایت ہوشیار اور زیرک شخص تھا امیران سندھ کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کر کے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ انگریزی فوجوں اور فوجی ساز و سامان کو اپنے علاقے کی خشکی اور دریائی راستوں سے گزرنے دیں گے۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان اور میران تالپر سندھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ انگریزوں کو یہ رعایت دینے کے بعد ان کا اپنا انجام کیا ہوگا۔

انگریزی فوج کی نقل و حرکت

جب الیگزنڈر برنس لدھیانہ پہنچا۔ اور اپنی تفصیلی رپورٹ ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل اور شجاع الملک کو دی پھر یہ سب افغانستان کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

حکمران پنجاب رنجیت سنگھ کی گورنر جنرل سے ملاقات

اسی اثنا میں جب شجاع الملک کو افغانستان لے جا کر تخت دلانے

کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کا بیٹا کھڑک سنگھ تیس ہزار کیل کانٹے سے لیس فوج کے ساتھ دریائے کے کنارے لنگر انداز ہوگیا۔ رنجیت سنگھ نے لارڈ آکلینڈ سے ملاقات کرنے کے بعد پلٹن کے ہر آدمی کو ایک ایک روپیہ تقسیم کیا۔

اس کے علاوہ سات خوبصورت گھوڑے۔ طلائی سازو سامان کے ساتھ ایک ہاتھی مع طلاکار ہودج۔ دیگر نفیس تحائف لارڈ آکلینڈ کو پیش کئے لارڈ آکلینڈ نے بھی اسے دو گنگا جمنی توپیں عنایت کیں۔

انگریزی افواج کی روانگی بطرف افغانستان

انگریزی فوج ۳ نومبر ۱۸۳۸ء میں شاہجہان آباد سے روانہ ہوکر فیروزپور آئی۔ انگریزی فوج کے کمانڈر انچیف چوتھی پلٹن اور توپ خانہ کو فیروزپور میں چھوڑ کر باقی تمام افواج کو لے کر شجاع الملک کے ساتھ بہاولپور پہنچا سر کلوڈ ویڈ شہزادہ محمد تیمور کے ساتھ کچھ انگریزی افواج اور رنجیت سنگھ کی آٹھ پلٹنیں لے کر درہ خیبر روانہ ہوا۔

جب لارڈ آکلینڈ انگریزی فوج اور شجاع الملک کے ساتھ ۲۹ دسمبر ۱۸۳۸ء کو بہاولپور کے علاقے میں داخل ہوگیا۔ امیر بہاولپور نواب بہاول خان نے اس فوج کا استقبال کیا۔ دو روز تک انگریزی فوج نے بہاولپور میں قیام کیا ۲۴ جنوری ۱۸۳۹ء کو یہ فوج احمد پور پہنچی۔ یہاں سے روانہ ہوکر روہڑی میں داخل ہوئی۔

برنس کی امیر خیرپور سے ملاقات

اب تک انگریزی فوج خیرپور نہیں پہنچی تھی کہ برنس نے امیر خیرپور میر رستم خان ٹالپر سے ملاقات کی اور اُسے اپنے خلوص کا یقین دلایا کہ انگریزی فوج کے قلعہ بکھر سے گزرنے اور دریا پر پل بنانے کی اجازت دی جائے۔ برنس کی استدعا پر میر رستم خان نے انگریزوں کے دونوں مطالبات تسلیم کرئے اور اُسے اجازت دے دی۔

لارڈ آکلینڈ کی ہمرائے رستم خان امیر خیرپور سے ملاقات

کچھ دنوں بعد ولیم میکناٹن مع فوج اور توپ خانہ کے حدود خیرپور میں داخل ہوا امیر خیرپور نے ان کا استقبال کیا۔ کمانڈر انچیف اور انگریزی افواج روہڑی میں دریا کے کنارے خیمہ زن ہوئے اور میر رستم خان امیر خیرپور (ہیرلو) جو روہڑی سے چار کوس کے فاصلے پر ہے۔ بلوچوں کے لشکر کے ساتھ مقیم تھا، یہیں پہ لارڈ آکلینڈ نے اپنے دو سرداروں اور پچیس سواروں کے ساتھ میر رستم خان سے ملاقات کی اور پھر انہیں اپنے لشکر میں لایا میر رستم خان نے جب انگریزوں کی فوجی تیاریوں کو دیکھا بہت حیران ہوگیا۔

قلعہ بکھر پہ انگریزوں کا قبضہ

جب میر رستم خان ٹالپر امیر خیرپور نے انگریزوں کے کیمپ میں انکے فوجی جاہ و جلال کو دیکھا۔ تو وہ سمجھ گیا۔ کہ حالات کس طرح جا رہے ہیں لہٰذا

قلعہ بکھر کو خالی کر دیا اور انگریزوں نے اس پر قبضہ کر کے دو توپیں اور کچھ فوجی قلعے میں بھیج دیئے۔ اور قلعہ پر اپنا جھنڈا لہرایا اور اس قلعہ کو سامان رسد کے رکھنے کے لیے اپنا مرکز بنایا

انگریزی فوج کی بمبئی سے کراچی میں آمد

۱۸۳۹ء میں انگریزی فوج سر جان کین جنرل ولشائیر اور اوٹرم کی سرکردگی میں بمبئی سے کراچی پہنچی اور کراچی سے ٹھٹھہ میں داخل ہوئی۔

ٹالپر میروں کی ناراضگی

میر شیر محمد خان آمیر میرپور نے انگریزوں کی آمد کی خبر سن کر ان کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا حیدرآباد کے حکمران میر صوبدار خان اور میر محمد خان بھی اس کے ساتھ تھے صرف میر نور محمد خان ان کے اس منصوبہ میں شامل نہ تھا۔ باقی میران حیدرآباد سب کے سب اس مہم میں شریک تھے اس لشکر نے سب سے پہلے انگریزوں کے گودام کو لوٹ لیا جو چھاؤنی میں تھا۔ انگریزوں کی یہ چھاؤنی حیدرآباد سے تین میل کے فاصلے پر دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھی۔ جسے اس لشکر نے ۱۵ فروری ۱۸۴۰ء کو لوٹا تھا۔

ولیم میکناٹن کی بروقت کارروائی

ولیم میکناٹن شکارپور میں ٹھہرا ہوا تھا جب اُسے اس واقعہ کی اطلاع

علی تو اُس نے اُسی وقت دیوان جیٹھ مل کو جو اُمیرانِ حیدر آباد کی طرف سے شکار پور کی نظامت کے عہدے پر فائز تھا۔ اُسے تحریری طور پر ایک خط دے کر میروں کے پاس روانہ کر دیا کہ سرکار برطانیہ کو اس وقت افغانستان کی مہم درپیش ہے۔ اس موقع پر میرانِ حیدر آباد کے لیے موزوں نہیں کہ وہ انگریزی فوج کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوں۔ اگر انہوں نے ہمارے اس خط کی وصولی کے بعد بھی گڑبڑ کی تو پہلے ہم ان سے نمٹیں گے۔ اور بعد میں افغانستان کا رُخ کریں گے۔

میر نور محمد خان کی صلح کی کوشش

میر نور محمد خان شروع سے دیگر میروں کے ساتھ اس معاملے میں متفق نہ تھا۔ لہٰذا اُس نے شیر محمد خان کو اس جنگ سے روکا اور اس جھگڑے کو اس طرح رفع دفع کیا کہ انگریزوں کی چھاؤنی میں لوٹے ہوئے غلہ کا معاوضہ میر نور محمد خان نے چوبیس لاکھ روپے مقرر کر کے انگریزوں کو پہنچا دیا۔ اس طرح اُس نے انگریزوں کو راضی کر دیا۔

انگریزی فوج کے سپہ سالار کی واپسی

میکناٹن نے کمانڈر انچیف اور برنس کو جو دریائے سندھ کے کنارے روہڑی میں قیام پذیر تھے۔ حیدر آباد جانے کا حکم دیا جب انگریزی فوج کا سپہ سالار روہڑی سے روانہ ہو کر ہالہ کنڈی میں داخل ہوا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ میر شیر محمد خان سے صلح ہو چکی ہے۔ اس لئے وہ یہیں سے روہڑی

واپس ہوگیا۔

تمام انگریزی افواج کی بطرف افغانستان روانگی

جنرل ولشائر سر جان کین اور ٹم لشکر اور لڑائی کے ساز و سامان کے ساتھ دریائے سندھ کا پل عبور کرکے شکار پور پہنچے شکار پور میں ان کے ساتھ شجاع الملک کمانڈرانچیف الیگزنڈر برنس بھی اپنی زیر کمان افواج اور اسلحہ حرب کے ساتھ لاڑکانہ میں داخل ہوگئے۔ اور وہاں سے براستہ جھل، تنبو افغانستان روانہ ہوگئے۔

جیکب آباد کے قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ

جب انگریزی فوج خان گڑھ کے قریب پہنچی جو آجکل جیکب آباد کہلاتا ہے۔ خان گڑھ کے قلعے سے گولوں کے برسنے اور بندوقوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اسی میں ایک گولہ انگریزوں کی دوسری کمپنی کے سپہ سالار کے لگا۔ وہ اسی وقت مرگیا پوسٹن انگریزی فوج کے عہدہ دار نے اس قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا کچھ فوج اور چار توپیں لے کر قلعہ پر حملہ کیا پچاس گولے چلانے کے بعد قلعہ پر قبضہ کیا۔ اس لڑائی میں انگریزی فوج کے چھ آدمی اور بلوچی لشکر کے آٹھ آدمی مارے گئے۔ رات کو انگریزی فوج اسی قلعہ میں ٹھہری اور صبح وہاں سے انگریزی فوج نے کوچ کیا۔

نوٹ: جیکب آباد کا قدیم نام۔

انگریزوں کا سندھ میں پھیل جانا

پہلی افغان جنگ کے دوران انگریز تمام سندھ میں مختلف حیثیت سے پھیلتے گئے۔ اسی زمانے میں راس بیل انگریزوں کی طرف سے سندھ کا ایجنٹ مقرر ہو کر شکارپور آیا۔ مسٹر پوسٹن کلکٹر شکارپور کے عہدے پر آیا اسٹویک خورد کلکٹر کا خزانچی مقرر ہوا۔ یہ سب کے سب بڑے ہوشیار اور تجربہ کار انگریز تھے۔ انہوں نے سندھ کا مختلف حیثیتوں سے جائزہ لیا۔ سب سے پہلے انہوں نے پشتو، بلوچی، سندھی، فارسی، عربی زبان سیکھی۔ ان زبانوں میں مہارت پیدا کر کے ان زبانوں کی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر انہوں نے سندھ کے آباد اور غیر آباد اراضی کی پیمائش کی جنگل اور شور زمینوں کا سروے کیا خانہ شماری مردم شماری کی ملک سندھ کے مختلف نقشے تیار کئے۔ چھپری کے مقام پر لب دریا نہایت شاندار بنگلے بنائے۔

سندھ کے نظم و نسق کے لیے ایمیل کا تقرر

انتظامی حیثیت سے سندھ کے انگریزی مقبوضہ علاقوں کے نظم و نسق کے لیے انگریزوں نے پہلے ولیم ایسٹویک کا تقرر کیا وہ کچھ دن بعد لندن جانے لگا تو اس کی جگہ کپتان ایمیل کو عہدہ پر مقرر کیا۔

مقامی لوگوں کو ملازمت میں بھرتی کرنا

ایمیل نے مقامی لوگوں میں قبیلہ، افغان، بلوچ کوسا اور کھری کے لوگوں کو تین چار سو کی تعداد میں بحیثیت سوار ملازم رکھا کپتان ایمیل اس نئی سپاہ کو لیکر ہر جگہ پہنچتا رہا لیکن اس کے باوجود سندھ کے کوہستانی بلوچوں نے انگریزی فوج کے مقابلہ میں ذرا کمی نہ کی۔

ماخذ: سکھر نو کا قدیم نام

انگریزوں کے خلاف بلوچوں کی مجاہدانہ کارروائی جاری رہی

اگرچہ ایمیل نے ملک سندھ میں امن قائم کرنے کے لیے کوئی چار سو سواروں کا ملکی عملہ رکھا۔ بلوچوں کے ماڑدھاڑ میں ان کے تعاقب کرنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا تھا لیکن اس سے بلوچوں کی شجاعت اور بہادری میں اور تاب مقاومت میں کوئی کمی نہیں آئی بہر حال اس سے کام نہ چلا اور سندھ میں ایمیل کی ناکامی کی خبر عام ہوگئی۔

میران سندھ میں نااتفاقی

اس دور میں حیدرآباد کا امیر میر نور محمد خان اور میر محمد نصیر خان تھے۔ خیرپور کا امیر میر رستم خان تھا۔ اور اس کے بھائی میر مبارک خان اور میر علی مراد خان تھے۔ میران خیرپور اور میران حیدرآباد میں دستار بندی ریاست پر اختلافات پیدا ہوا۔ اور افتراق روز بروز بڑھتا گیا۔

سندھ میں انگریز چھاؤنی کا قیام

انگریزوں نے میران خیرپور اور میران حیدرآباد کے اختلافات کو غنیمت سمجھا۔ انہوں نے میر نور محمد خان والی حیدرآباد سے خوشامدی باتیں کر کے اس سے ایک عہد نامہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ سندھ کا ملک کراچی سے لے کر بیرل اور دوسرے ریگستانی قلعوں کا حسب دستور سابق میران

سندھ کے قبضے میں رہیں گے انگریز سرکار اُن میں بالکل مداخلت نہیں کریگا
مگر انگریز سرکار ایک چھاؤنی واقعہ کوٹلرلب دریائے سندھ تعمیر کرے گی
اور اس چھاؤنی پر جو اخراجات آئیں گے۔ وہ قسط وار سال بسال میران سندھ
انگریز سرکار کو ادا کر دیں گے۔ یہ چھاؤنی سندھ کی حفاظت کے لیے ہوگی
اگر کوئی دشمن کسی طرف سے یا خراسان سے حملہ کرے گا تو یہ چھاؤنی اس
کا دفاع کرے گی۔

میر نور محمد خان امیر حیدر آباد کی وفات

۵ مئی ۱۸۴۰ء میں میر نور محمد خان امیر حیدر آباد نے حیدر آباد میں وفات
پائی۔ ان کی وفات کے بعد انگریزوں کی سندھ پر قبضہ کرنے کی ہوس
تیز ہو گئی میر نور محمد خان کے بعد ان کا بھائی میر محمد نصیر خان اس کی جگہ
مسند نشین ہوا۔

تاریخ وار سلسلہ واقعات بہ دورِ حکمرانی

آمیر شاہنواز خان

۱۔ امیر مہراب خان امیر بلوچستان کی شہادت	۱۳ر نومبر ۱۸۳۹ء
۲۔ امیر شاہنواز خان امیر بلوچستان کی مسند نشینی	۱۴ر نومبر ۱۸۳۹ء
۳۔ کپتان لوڈے کا نوشکی پر حملہ	۱۷ر دسمبر ۱۸۳۹ء
۴۔ کپتان لوڈے کا پنجگور پر حملہ	۳ر جنوری ۱۸۴۰ء
۵۔ انگریزوں کا کاہان پر حملہ	۲ر مئی ۱۸۴۰ء
۶۔ مستونگ میں انگریزوں کے سپاہیوں کا قتل عام	۸ر جون ۱۸۴۰ء
۷۔ کاکڑ پٹھانوں کا قلعہ کوئٹہ پر شب خون مارنا	۲۲ر جون ۱۸۴۰ء
۸۔ سالو خان اچکزئی کا کاکڑوں کے مورچوں پر حملہ	۳۰ر جون ۱۸۴۰ء
۹۔ ساراوان لشکر کا کاکڑوں کے لشکر کے ساتھ مل کر شالکوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کرنا	۹ر جولائی ۱۸۴۰ء
۱۰۔ امیر نصیر خان کی مستونگ سے قلات کی طرف روانگی	۲۵ر جولائی ۱۸۴۰ء
۱۱۔ امیر نصیر خان کا فاتحانہ داخلہ قلات شہر میں	۲۶ر اگست ۱۸۴۰ء

باب پنجم

مشروط بلوچستان کی تشریح

جیسے کہ ہم اپنی تاریخ بلوچ و بلوچستان کے ابواب میں بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ خطہ بلوچستان زمانہ قدیم سے سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان ایک فاضل ریاست (بفر اسٹیٹ) کی حیثیت سے وجود رکھتا چلا آرہا تھا اور اُس کی یہ حیثیت امیر میراب خان ثانی شہید کے دور حکمرانی (۱۸۱۶ء تا ۱۸۳۹ء) تک بحال رہی۔ لیکن جب ہندوستان کی بساط سیاست پر مغل حکمرانوں کی بجائے انیسویں صدی کی شروعات میں انگریز چھا گئے امیر میراب خان ثانی نے امیر بلوچستان۔ بلوچستان کا دفاع کرتے ہوئے ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اُس کے بعد اُن کے فرزند امیر نصیر خان تقریباً تین سال تک جنگ آزادی کے سلسلے میں انگریزوں سے برسرپیکار رہا۔ آخر انگریزوں کی حکومت ہندوستان نے مجبور ہو کر امیر نصیر خان کو ان کے والد کی جگہ امیر بلوچستان تسلیم کیا۔ امیر تسلیم کرنے سے پہلے اُن کے ساتھ ۱۸۴۱ء میں ایک دوستانہ

معاہدہ کیا جس میں اُمیر بلوچستان کو پابند کیا گیا کہ وہ انگریزی حکومت ہندوستان کو سپر پاور تسلیم کرتا ہے۔ اور اس سپر پاور کے علاوہ کسی دوسری سپر پاور سے سیاسی تعلقات نہیں رکھے گا۔ لہذا عہدنامے میں اس دفعہ کی رُو سے اُمیر بلوچستان کی سیاسی حیثیت مشروط ہوگئی بنابریں بلوچستان کے اس دور کی تاریخ میں ہم بلوچستان کو مشروط بلوچستان لکھیں گے

اُمیر نصیر خان کی قومی دستار بندی ۱۷ اگست ۱۸۴۰ء

۱۱ اگست ۱۸۴۰ء میں سقوط قلات کے بعد اُمیر نصیر خان ثانی فاتحانہ انداز میں شہر قلات میں داخل ہوا۔ تو جھالاوان کے سرداروں نے آکر اُمیر کے ہاتھوں پر بیعت کی اور اپنی گذشتہ مخالفانہ رویہ پر اظہار ندامت کیا ۱۷ اگست ۱۸۴۰ء کو سرداران ساراوان اور جھالاوان نے مل کر اُمیر نصیر خان کو اُمیر بلوچستان منتخب کر کے اُن کی دستار بندی کی۔ اس دستار بندی کی رسم کی ادائیگی کے بعد اُمیر موصوف نے کئی مقامات پر کئی ایک لڑائیاں انگریزوں سے لڑیں۔ آخر کار حکومت برطانیہ نے مجبور ہوکر اپنے ایک فوجی افسر کرنل سٹیی کو اُمیر نصیر خان کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لیے مقرر کیا سٹیی ایک جہاندیدہ سیاست کار تھا۔ اس نے اُمیر نصیر خان کے ساتھ سلسلہ گفت وشنید کی ابتدا کی آخر کار کرنل سٹیی کے مذاکرات کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوئے۔ انگریزوں نے اُمیر نصیر خان کو بلوچستان کا حکمران تسلیم کر لیا اُن کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ کر کے۔ اپنی فوجوں کو بلوچستان سے نکال دیا سقوط قلات سے لے کر انگریزوں کے اُمیر نصیر خان کو بلوچستان کا حکمران تسلیم کرنے تک کے درمیانی عرصہ کے واقعات ہم نے اُمیر شانواز خان کے دور

حکمرانی میں بیان نہیں کئے ہیں۔ لہٰذا تاریخی واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی غرض سے ان تمام واقعات کا تذکرہ ہم امیر نصیر خان کے دورِ حکمرانی میں کریں گے۔

امیر نصیر خان ثانی کا تبدیلی نام

امیر نصیر خان ثانی، امیر مہراب خان ثانی امیر بلوچستان کے بڑے بیٹے تھے۔ بچپن میں ان کا نام میر محمد حسن خان تھا۔ جب امیر مہراب خان اور انگریزوں کے تعلقات خراب ہو گئے انہوں نے اپنے سیاسی تعلقات امیر موصوف نے منقطع کر لیے امیر کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا تب امیر مہراب خان نے اپنے فرزند اکبر میر محمد حسن خان کو ہمراہ داروغہ گل محمد نوشکی قبیلہ ذگر مینگل کے پاس برائے جمع آوری لشکر بھیجا تو انہوں نے اسی اثنا میں اپنے فرزند کا نام تبدیل کر کے محمد حسن کی جگہ نصیر خان رکھا۔ اور ان سے کہا کہ اگر اس متوقع جنگ میں وہ (یعنی امیر مہراب خان) کام آئے تو نصیر خان ثانی اپنے جد گرامی القدر امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے نقش قدم پر چل کر بلوچ ملت اور بلوچستان کی شمع آزادی کو روشن رکھنے میں تمام زندگی جدوجہد کرتا رہے گا۔ چنانچہ اس تبدیلی نام کے بعد امیر نصیر خان اپنے قبلہ بزرگوار امیر مہراب خان ثانی کی نیک دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ داروغہ گل محمد کے ساتھ ۲ نومبر ۱۸۳۹ء کو بطرف نوشکی روانہ ہوا۔

امیر نصیر خان ثانی کو اُن کے والد بزرگوار کی نصیحت

چونکہ امیر مہراب خان ایک شجیع اور بہادر انسان تھا۔ وہ اپنے ملک میں انگریزی استعمار کو سخت ناپسند کرتا تھا لہٰذا جب اس کے سیاسی تعلقات

امیر میر نصیر خان ثانی امیر بلوچستان ۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۷ء

انگریزوں کے ساتھ بالکل خراب ہو گئے اور انگریزوں کی استعماری قوت نے ان کو جنگ کی دعوت دے دی۔ جسے انہوں نے قبول کیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے اُمیر نصیر خان ثانی کو نوشکی قبیلہ ذگر مینگل کا لشکر جمع کرنے کے لیے بھیجا تو جانے سے پہلے اپنے فرزند کو تین نصیحتیں کیں۔ جسے ہم نمبروار بیان کریں گے۔

۱۔ بیٹا۔ تمباکو ہرگز نہ پینا۔ اس سے رفتہ رفتہ تم کو نشہ کی عادت پڑ جائیگی نشے کے عادی انسان دنیا میں ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اُمید ہے کہ تم بھی ناکارہ نہ ہو جاؤ

۲۔ بیٹا۔ سرداروں پہ ہرگز اعتبار نہ کرنا جس طرح آج مصیبت کے دن انہوں نے مجھے چھوڑا اور انگریزوں کی دولت کو دیکھ کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ کل اسی طرح وہ کسی اور دولت مند سرکار کے مقابلے میں تم کو بھی اکیلا چھوڑ سکتے ہیں۔

۳۔ انگریزوں کے قول و اقرار پہ بیٹا یقین نہ کرنا وہ ہرگز ہمارے دوست نہیں بن سکتے۔ ان کے آداب میں قول سے پھر جانا سیاست مداری ہے۔

لہٰذا ان تین نصیحتوں کے بعد اُمیر مہراب خان نے اپنے بیٹے اُمیر نصیر خان ثانی کو دارو غہ گل محمد کے ساتھ نوشکی روانہ کر دیا۔

اُمیر مہراب خان ثانی کا پیغام برائے سردار قبیلہ ذگر مینگل

اُمیر مہراب خان ثانی اُمیر بلوچستان نے اپنے فرزند اُمیر نصیر خان ثانی کے ساتھ سردار میر فاضل خان ذگر مینگل کو یہ پیغام بھیجا۔ ”میں نے یہ فیصلہ کر

لیا ہے کہ میں اپنا آخری قطرہ خون بلوچستان کی آزادی کے لیے نچھاور کر دونگا اس دن کے بعد ملک کا ننگ و ناموس تمہارے ہاتھوں میں ہوگا۔ چاہے مردانہ وار میرا خون چکا کر وطن کی لاج رکھ لو۔ یا عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر بیٹھے رہو۔ اُس وقت میں نہیں ہونگا۔ تم جو چاہو۔ اُس طرح کرو۔

اُمیر نصیر خان اور دارغہ گل محمد کی نوشکی سے واپسی

جب اُمیر نصیر خان ثانی مع دار وغہ گل محمد ۲ نومبر ۱۸۳۹ء کو بطرف نوشکی روانہ ہوئے تو اُن کی پارٹی ۴ نومبر ۱۸۳۹ء کو نوشکی پہنچی سردار میر فاضل خان مینگل نے دو تین دن میں کوئی تین سو نفوس کا لشکر جمع کیا اُمیر نصیر خان اور داروغہ گل محمد اس لشکر کو لے کر بطرف قلات روانہ ہوا لیکن جب وقت یہ ۱۵ نومبر ۱۸۳۹ء کو منگچر پہنچے تو اُن کو اُمیر محراب خان ثانی کی شہادت اور سقوط قلات کی خبر ملی داروغہ گل محمد ایک دانا اور زیرک شخص تھا۔ وہ اُمیر محراب خان کا انتہائی طور پر وفادار خادم تھا اعلیٰ درجے کا سیاست دان اور مُدبّر شخص تھا اُس نے سوچا کر مقابلے کی چوٹ کے لئے مقابلے کی طاقت ہونا ضروری ہے جو اس وقت اُن کے پاس نہ تھی۔ اس لئے داروغہ گل محمد اُمیر نصیر خان ثانی کو لے کر اپنے لشکر سمیت واپس مورخہ ۱۷ نومبر ۱۸۳۹ء کو نوشکی پہنچا۔

داروغہ گل محمّد کی تدابیر

داروغہ گل محمد یہ جانتا تھا کہ ایک غیر مسلح اور غیر منظم قبیلے کے ساتھ انگریزوں کی سامراجی قوت کا مقابلہ اس وقت ممکن نہیں جب تک کہ تمام بلوچ قوم قربانی

داروغہ گل محمد وزیر کبیر بلوچستان

کے لیے آمادہ نہ ہو۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر نوشکی پہنچنے کے چند دن بعد داروغہ گل محمد امیر نصیر خان کو لے کر ۲ نومبر ۱۸۳۹ء کو خاران چلا گیا۔

سردار میر آزاد خان سردار خاران کی ننگ داری

میر آزاد خان نوشیروانی سردار خاران نے بلوچی غیرت اور حمیت سے کام لیکر امیر نصیر خان کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور ہر طرح امداد دینے کا وعدہ کیا چند دنوں بعد امیر نصیر خان نے اپنی والدہ اور داروغہ گل محمد کے عیال و اطفال کو بھی خاران طلب کیا یہیں سے داروغہ گل محمد جنگ آزادی کے منصوبوں کی کامیابی کے بارے میں تدابیر کرتا رہا

امیر نصیر خان کو سردار پنجگور کی پنجگور آنیکی دعوت

امیر نصیر خان ثانی کو اب تک خاران میں ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میر اللہ داد گچکی سردار پنجگور اور میر فقیر محمد بزنجو گورنر مکران نے کیچ کی طرف آنے کی دعوت دی۔ کہ خاران کی نسبت پنجگور یا کیچ میں ان کا بیٹھنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اور اُن کے مقصد کے لیے مفید بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب امیر نصیر خان کو سردار اللہ داد گچکی کی طرف سے اور سردار فقیر محمد بزنجو کی طرف سے مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۸۳۹ء کو مکران آنے کا دعوت نامہ ملا وہ اور داروغہ گل محمد اس خیال سے کہ مکران سے اُنہیں آئندہ جد و جہد کے لیے موثر امداد مل سکے گی۔ مع عیال و اطفال خاران سے پنجگور چلے گئے۔

سردار اللہ داد گچکی سردار پنجگور کی بدعہدی

امیر نصیر خان ثانی نے کیچ کی بجائے پنجگور جانے کو اس لئے ترجیح دی کہ سردار اللہ داد گچکی سے قرابت داری رکھتا تھا۔ سردار موصوف نے اول تو اُن کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا لیکن چند وقت بعد اس کے دل پر نئے امیر بلوچستان امیر شاہنواز خان اور لوڈے (LOVEDAY) کا خوف چھا گیا اُس نے امیر شاہنواز کو لکھا کہ امیر نصیر خان اور دارو غہ گل محمد اس کے قبضے میں ہیں جس وقت جی چاہے اپنے آدمی بھیج کر ان کو گرفتار کر کے لے جائیں۔ لوڈے کو جب یہ اطلاع ملی۔ اس نے امیر شاہنواز خان کو ساتھ لے کر ۳ جنوری ۱۸۴۰ء کو پنجگور پر دھاوا بول دیا۔ مگر امیر نصیر خان کو اس حملے سے چند دن پہلے اطلاع ملی تھی لہٰذا وہ لوڈے اور شاہنواز خان کے حملے سے پہلے مع عیال و اطفال پنجگور سے نکل کر واشک کے راستے پھر خاران چلا گیا۔

امیر نصیر خان کا خاران میں علاقہ کلگ میں قیام

امیر نصیر خان ۵ جنوری ۱۸۴۰ء میں واشک کے راستے دوبارہ خاران پہنچا تو اس دفعہ حفظ ماتقدم کے طور پر میر آزاد خان نے امیر نصیر خان کو علاقہ کلگ میں رکھا۔ یہ علاقہ خاران کے قریب کوہ (راسکوہ) میں ایک نہایت عمدہ صحت افزاء مقام ہے، جس میں سرسبز باغات ہیں۔ وافر پانی ہے۔ دل کش مناظر ہیں

امیر نصیر خان کی شادی ہمراہ دختر سردار آزاد خان نوشیروانی

اس وقت تک امیر نصیر خان مجرد تھا۔ دارو غہ گل محمد نے سردار میر آزاد خان

کے ساتھ امیر نصیر خان کے تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کے لیے سردار موصوف کی بیٹی بی بی مہناز کی شادی امیر نصیر خان سے کرا دی. اس سے امیر موصوف کو سردار میر آزاد خان کا مکمل اعتماد حاصل ہوگیا. اور سردار آزاد خان نے ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا. پنجگور سے واپسی کے بیس دن بعد یعنی ۲۵ جنوری ۱۸۴۰ء میں سردار میر آزاد خان نوشیروانی نے اپنی بیٹی بی بی مہناز کی شادی کی رسم ہمراہ امیر نصیر خان امیر بلوچستان ادا کی. شادی کی رسومات نہایت سادگی سے ادا کی گئیں.

مستونگ میں انگریزوں کیخلاف عام بغاوت

جب انگریزوں کے خلاف ۸ جون ۱۸۴۰ء کی شب عام بغاوت ہوئی جس کا تذکرہ بہ دور حکمرانی امیر شاہنواز خان ہو چکا ہے. تب امیر نصیر خان. سردار میر آزاد خان نوشیروانی کو لے کر پچاس سپاہیوں کے ساتھ نوشکی پہنچا نوشکی میں چند دن قیام کر کے قبیلہ ذگر مینگل سے ایک ہزار لشکر جمع کر کے مستونگ چلا آیا. اور پھر مستونگ سے لشکر سارا وان کو ترتیب دے کر اُس نے قلات پر دھاوا بول دیا. آخر کار ایک بہادرانہ جدوجہد کے بعد قلات کو امیر شاہنواز اور انگریزوں سے فتح کر کے قابض ہوگیا امیر نصیر خان نے شہر قلات پر ۱۶ اگست ۱۸۴۰ء کو قبضہ کیا. بہر حال امیر موصوف اپنے شہید باپ کی توقعات پر پورا اُترا اور اپنے آپکو نصیر خان کے نام کا اہل ثابت کر دیا.

مری مجاہدین کی پہلی لڑائی

جیسے کہ ہم پہلے امیر شاہنواز خان کے عہد حکومت میں تسخیر کاہان کی مہم

کے بارے میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ میجر براؤن ایک عارضی کامیابی کے بعد کاہان کے قلعے میں بعد میں محصور ہو کر رہ گیا۔ لیفٹیننٹ کلارک کی سرکردگی میں انگریزی فوج کا ایک دستہ جو قلیجی کی طرف واپس ہو رہا تھا۔ نفسک کے درہ میں مری مجاہدین کے ہاتھوں سراسر تباہ ہو گیا۔ انگریزوں کے سینکڑوں اونٹ اور اسلحہ مری مجاہدین کے ہاتھ آئے۔ یہ مریوں کی پہلی لڑائی تھی بہرحال مریوں کی جنگ آزادی کا سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوا بلکہ انگریزوں کو مریوں سے دوسری جنگ میں اس سے زیادہ ذلت آمیز شکست اور نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔

مری مجاہدین کی دوسری لڑائی

میجر براؤن ایک سو چالیس آدمیوں کے ساتھ کاہان کے قلعہ میں محصور تھا اور اس کا راشن تیزی سے ختم ہو رہا تھا۔ اس لئے انگریز کمانڈروں نے اسے جلد امداد بہم پہنچانے کا ارادہ کر کے بارہ سو اونٹوں اور چھ سو بیلوں کا ایک قافلہ چار سو چونسٹھ فوجی اور تین توپوں کی حفاظت میں کلبورن کی زیر کمان میجر براؤن کی امداد کو کاہان روانہ ہوا۔ ۱۲ اگست ۱۸۴۰ء کو یہ قافلہ سکھر سے روانہ ہو کر قلیجی پہنچا قلیجی سے دو سو نفری رسالہ کو ان کے ہمراہ کر دیا گیا قلیجی سے روانہ ہو کر ۳۱ اگست ۱۸۴۰ء کو یہ قافلہ نفسک کی چڑھائی کے نیچے پہنچا سردار دودا خان مری کے بیٹے میر دین محمد خان کی سرکردگی میں مریوں نے ایک کثیر لشکر کے ساتھ درہ کو روکا ہوا تھا۔ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی کلبورن کے قافلے کے جانور اور آدمی شدت کی پیاس محسوس کر رہے تھے۔ اگرچہ ان سے

پڑا میل کے فاصلہ پر پانی موجود تھا لیکن ان کے رہبر ناواقف تھے اس لئے
ان کو پانی تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ اس لیے ملبورن نے اس طرف
سے مایوس ہو کر یہ فیصلہ کر لیا کہ عقبی دستہ کے پہنچنے پر نفنگ کی چڑھائی
پر طاقت کے زور سے قبضہ حاصل کر کے دوسری طرف پانی کی تلاش کرے
ڈیڑھ بجے دوپہر کے وقت مریوں کے خلاف کلبورن نے اپنا حملہ شروع
کر دیا۔ توپوں کی گولہ باری کی اوٹ میں اس کے ہراول دستے نے ہمت
کر کے چڑھائی پر قبضہ کر لیا۔ چڑھائی کے عین اوپر پہنچ کر شدت کی گرمی پیاس
اور تکان کی وجہ سے فوج کا یہ دستہ تقریباً آدھ مُوا اور تھکاوٹ سے چکنا چور ہو
چکا تھا۔ مریوں کی طرف سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ بدستور جاری تھی لیکن یہ
سپاہی اب ہلنے جلنے کے قابل نہ تھے۔ ان کی نیم مردہ حالت کو دیکھکر نعرۂ تکبیر
بلند کر کے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور سب کو تہ تیغ کیا۔ انگریزی فوج کے عقبی
دستہ کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ بلکہ وہ منتشر ہو کر چڑھائی سے واپس
اُترنے لگا۔ بلوچوں نے ان کا تعاقب جاری رکھا۔ انگریزوں نے اسی اثناء
میں توپوں سے گولہ باری شروع کر دی۔ ان کے گولوں نے مریوں کو اپنی لپیٹ
میں لے لیا۔ ان کی اگلی صف کے بہادر ترین افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ انگریزی
فوج کی پیہم گولہ باری اور برستی ہوئی گولیوں کی تاب نہ لا کر مری اپنی تڑپتی لاشوں
اور کراہتے ہوئے زخمیوں کو چھوڑ کر واپس مُڑے۔ اور اپنے مورچوں تک
جو چڑھائی کے عین اوپر تھے پہنچتے پہنچتے کئی مری مجاہدین نے جام شہادت نوش
کیا۔ اگرچہ مریوں کے اس بیباکانہ حملہ اور پسپائی سے اُن کا شدید نقصان
جان ہوا۔

کلبورن کو مریوں کے مقابلے میں دوگنا نقصان ہوا۔ اس کے آدمی تھک کر چُور ہو چکے تھے۔ اس لیے ان کو مریوں کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

کلبورن کی پانی کی تلاش میں بھاگ دوڑ

انگریزوں کی فوجیوں کے زخمیوں کی چیخ و پکار پانی کے لیے کلبورن اور اس کے بچے کھچے آدمیوں کو پاگل بنا دیا تھا۔ کلبورن نے اب پانی کی سرگرم تلاش شروع کی ہر طرف پارٹیاں دوڑائی گئیں۔ ایک پارٹی کو اُن سے ½ ۱ میل کے فاصلے پر پانی مل گیا۔ اس کی اطلاع پاتے ہی کلبورن نے اونٹوں پر پکھال لدوا کر اور توپخانے کے گھوڑوں کو ساتھ دے کر پانی لانے روانہ کر دیا اور رسالے کے سواروں کا ایک دستہ حفاظت کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا لیکن کچھ دور جا کر مری مجاہدین نے اس پارٹی پر حملہ کر کے اُسے بآسانی منتشر کر دیا اور اُن کے تمام اونٹوں اور توپخانہ کے گھوڑوں کو چھین کر لے گئے۔ غروب آفتاب کے وقت کلبورن کو اس واقعے کی اطلاع ملی سپاہیوں کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ پانی کی طرف فوراً جارحانہ حملہ کر کے آگے بڑھنے کے لیے وہ کسی طرح تیار نہ ہو سکے۔ بصد مشکل آدھی رات کے وقت نامساعد حالات میں کلبورن نے راشن، گولہ بارود اور توپوں کو وہیں چھوڑ کر فوج کو پانی کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اور زخمیوں کو ان چند اونٹوں پر جو باقی بچے تھے لاد کر ساتھ اٹھایا۔ مری مجاہدین کو کلبورن کی نقل و حرکت کا اب تک علم نہ تھا۔ اس لیے کلبورن کے سپاہ نے سرتاف کی چڑھائی کو جو فلیجی کی طرف واپسی کے راستے میں پڑتی ہے بلا مزاحمت پار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد مریوں کو ان کی خبر مل گئی۔ اب لوں

نے تیزی سے ان کا تعاقب شروع کیا. آخر کار سرتاف کے اس پار مریوں نے ان کے کیمپ کے نوکروں کو گھیر لیا. اور سب کو تہ تیغ کیا فوج کا عقبی دستہ بھی اب سخت لڑائی میں مصروف ہوا. لیکن انگریزوں کا ہراول دستہ پانی پر پہنچ چکا تھا تازہ دم ہو کر سپاہیوں میں پھر لڑنے کی سکت پیدا ہوگئی اور اسی طرح وہ صبح تک بلوچوں کا مقابلہ کرتے رہے. جب سورج نکلا تو کلبورن کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ کوئی راشن نہیں اس لئے اب سوائے اس کے کہ فلیجی کی طرف واپس ہو اور کوئی چارہ نہیں تھا. فلیجی اس مقام سے پچاس میل کے فاصلے پر تھا. چنانچہ شدت کی گرمی میں کلبورن نے فلیجی کی طرف مارچ کردیا اور جب وہ فلیجی پہنچا تو اس کے نصف سے زیادہ سپاہی گرمی اور پیاس کی وجہ سے راستے میں تلف ہو چکے تھے. نفسک کی دوسری لڑائی میں دو سو اکہتر (۲۷۱) مقتول سپاہی ان کے علاوہ تھے.

براؤن کی مریوں سے گفت و شنید

کلبورن کی شکست کے بعد براؤن کو جلد امداد پہنچنے کی کوئی اُمید نہ تھی. اس کا راشن تقریباً ختم ہو چکا تھا اس لئے اُس نے مریوں کے ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا تھا. نفسک کی دوسری لڑائی میں اگرچہ مریوں کو انگریزوں پر فتح حاصل ہو چکی تھی. مگر ان کا جانی نقصان بھی شدید ہوا تھا. ان کے کئی سرکردہ اُمرا کرم خان، یار محمد، خیر محمد، امیران، علی محمد، باکھڑ، ہیبت تیزانی، کرم خان شیرانی وغیرہ کے علاوہ اسی آدمی شہید ہوئے. اگرچہ مریوں نے کئی بار زور آزمائی کرکے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر بار بار

اُن کو ناکامی ہوئی۔ ان کو براؤن کی نازک حالت کا علم نہ تھا۔ اس لئے براؤن کی طرف سے گفت و شنید کا اشارہ پاتے ہی سردار دودا خان اور میر دین محمد نے لبیک کہا۔ براؤن اور اس کے نیم جان سپاہیوں کو مریوں نے کاہان کے قلعہ سے صحیح و سلامت نکل جانے کی اجازت دی۔ بلکہ یہاں تک کر براؤن نے اُن سے حلف بھی لیا کر وہ اس کے اور اس کے سپاہیوں کو کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

براؤن کی کاہان سے روانگی

براؤن نے مریوں کے حلف کو آزمانے کے لیے ایک دن قلعہ سے باہر نکل کر سردار دودا خان کے بھتیجے سے باتیں کیں اس طرح براؤن مریوں کے حلف کو آزما کر مطمئن ہوا۔ براؤن نے قلعہ کے اندر کا تمام بھوسہ خیمے گولہ بارود سپاہیوں کا نجی سامان جو اُٹھایا نہیں جا سکتا تھا بھوسے کی گاڑیاں ان تمام چیزوں کو تلف کیا۔ اپنے ساڑھے پھونک کے عمل سے براؤن فارغ ہو کر اپنے آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور صحیح سلامت ۱۲ ستمبر ۱۸۴۰ء کو فلیجی پہنچ گیا۔

میر بجار ڈومبکی کی گرفتاری

بلوچستان میں امیر محراب خان امیر بلوچستان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے افسر نااہل اور مغرور تھے۔ ان افسروں کی غلط کاریوں کی وجہ سے تمام بلوچستان میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ قبیلہ ڈومبکی

بلوچ نے میر بجار خان ڈومبکی کی سرکردگی میں کھچی کے علاقے میں انگریزوں کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ راس بیل پولیٹیکل ایجنٹ نے کھچی میں میر بجار خان ڈومبکی کی گرفتاری اور سرکوبی کی انتہائی کوششیں کی لیکن کسی طرح بھی اُسے میر بجار خان کے خلاف جارحانہ اقدام میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے اپنی قومی سرشت کے مطابق اس کے برخلاف دھوکا اور فریب کا جال پھیلایا علاقہ لہڑی جو ڈومبکی قبیلہ کا مسکن تھا۔ ایک انگریز پوسٹن اِس علاقے کا انچارج تھا۔ اُس نے راس بیل کے کہنے پر لہڑی کے ایک سید امیر شاہ کو میر بجار خان ڈومبکی کے پاس روانہ کر دیا جو پہاڑوں میں روپوش تھا۔ پوسٹن کی ہدایات کے مطابق سید امیر شاہ میر بجار خان کو انگریزوں کی دوستی کا یقین دلانے اور اُسے یہ خوشخبری سنانے کہ انگریزوں نے اس کا تمام علاقہ اُسے واپس دے دیا ہے۔ اور یہ کہ اگر وہ لہڑی آکر پوسٹن سے ملاقات کرے۔ تو اُسے انعام اور اکرام سے بھی سرفراز کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ پوسٹن نے میر بجار خان کو ایک دوستانہ خط بھی لکھا سید امیر شاہ نے میر بجار خان کے پاس جا کر پوسٹن کی بہت تعریف کی۔ اور اُسے یقین دلایا کہ انگریزوں نے اسے معاف کر دیا ہے سادہ لوح میر بجار خان کو سید امیر شاہ کی باتوں کے بعد انگریزوں کی نیک نیتی کا کامل یقین ہو گیا۔ وہ چند آدمیوں کے ساتھ۔ پوسٹن کی ملاقات کو لہڑی روانہ ہو گیا۔ پوسٹن نے پہلے دن میر بجار خان کی بڑی آؤ بھگت کی اور چار پانچ دن تک اُسے تسلی اور دلاسا دیتا رہا۔ اس سے میر بجار خان کی خاطر خواہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس یقین کے ساتھ کہ انگریزوں کی حکومت اُس کے سامنے جھک گئی ہے۔ اپنے تمام ساتھیوں کو جو اپنے ساتھ لایا تھا۔

واپس کر دیا۔ لیکن دوسرے دن کپتان ایمی نے پوسٹن کے حکم سے میر بجار خان کو اچانک گرفتار کر لیا۔ میر بجار خان کی گرفتاری کے بعد بھر ڈیکول میں بے چینی پھیل گئی اور کچھی میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔

آمیر نصیر خان ثانی کی مستونگ روانگی

جب امیر نصیر خان ثانی نے سقوط قلات کے بعد ۲۱ اگست ۱۸۴۰ء کو قلات پر قبضہ کیا تو گرمیوں کا موسم وہیں پر گزرا۔ اور موسم خزاں میں ۳۰ ستمبر ۱۸۴۰ء کو مع لوڑے اور مینن کے جو قیدی تھے۔ ان کو ساتھ لے کر مستونگ روانہ ہوا اور اپنے چچا میر اعظم خان کو نائب مقام مقرر کر کے۔ ایک دستہ لشکر کے ساتھ قلات کی حفاظت کے لئے مامور کیا۔

سرداران ساراوان کے اصرار پر انگریزوں سے گفت وشنید کےلیے روابط

جب آمیر نصیر خان ثانی مستونگ پہنچا۔ تو چونکہ ساراوان کے سردار محض ہنگامی حالات سے مجبور ہو کر انگریزوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جنگ آزادی کو جاری رکھنے کے لیے اُن کے ارادے متزلزل ہو چکے تھے۔ آمیر نصیر خان ثانی اور داروغہ گل محمد کے شدید اصرار پر بھی کوئٹہ پر حملہ کرنے کو رضامند نہیں ہوئے بلکہ بضد ہو کر انھوں نے آمیر نصیر خان ثانی کو انگریزوں کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا۔

بین پولیٹیکل افسر کوئٹہ سے خط و کتابت

چنانچہ صلح کے لیے ایک خط پولیٹیکل ایجنٹ بین کو لکھا گیا جس پر لوڈے (LOVEDAY) سے سفارش لکھائی گئی مگر بین کی کوتاہ اندیشی اور غرور سے سرداروں کی دل شکنی ہوئی۔ اور وہ امیر نصیر خان کے حق میں مفید ثابت ہوئی بین نے امیر نصیر خان ثانی اور اس کے متزلزل سرداروں کو خط کا ایک توہین آمیز پیرایہ میں جواب دیا کہ قلات کو فوراً انگریزوں کے حوالے کر کے امیر نصیر خان ثانی انگریزوں سے معافی طلب کرے سرداران سراوان اپنی اس غلطی سے نادم ہو کر انگریزوں کی مخالفت پر مستعد ہو گئے امیر نصیر خان ثانی اور سردار بین پولیٹیکل افسر شالکوٹ کے جواب سے مایوس ہو کر شالکوٹ پر حملہ کرنے تیاریاں کرنے لگے۔

لوڈے انگریز قیدی کی چال

لوڈے چونکہ مستونگ میں امیر نصیر خان ثانی کی قید میں تھا۔ اُسے شالکوٹ کے پولیٹیکل افسر بین کی کمزوری اور بلوچ لشکر کی کثرت کا اندازہ ہو چکا تھا وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس لشکر کے ساتھ حملہ کر کے ہی امیر نصیر خان کوئٹہ پر قابض ہو جائے گا۔ شالکوٹ کے ہاتھ سے نکلنے کا مطلب افغانستان میں مقیم انگریزوں کی فوج کی تباہی اور بربادی تھی۔ لوڈے نے اپنے ہمدردوں کے ذریعے سے امیر نصیر خان ثانی اور سرداروں کو گزارش کی کہ بین کو ایک اور موقع صلح دیا جائے۔ اور مین کو بلوچ بطور اپنے نمائندہ بین کے پاس

روانہ کریں۔ اس بار پھر اَمیر نصیر خان ثانی۔ داروغہ گل محمد اور سرداروں نے انتہائی غیر دانشمندی کا ثبوت دیا۔ جو انگریز قیدی لوڈے کے مشورہ کو قبول کیا۔ لہذا جب میسن شالکوٹ پہنچا۔ بین جو غلط کاری میں سرداروں سے کچھ کم نہ تھا۔ بین نے میسن کو روسی جاسوس ہونے کے شبہ میں گرفتار کیا۔ پھر صلح کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

کچھی پر حملہ کی تیاریاں

جب میسن کی گرفتاری کے بعد انگریزوں سے صلح کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا تو اس وقت قندھار سے بین کی امداد کو کافی فوج پہنچ چکی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ اب سرداروں نے شالکوٹ کی بجائے کچھی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ اُنہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کلیبورن کو مریوں نے شکست دی ہے اُس کی توپوں، جانوروں اور سامان رسد پر مریوں نے قبضہ کیا ہے۔ اس فاتحانہ خبر سے اُمیر نصیر خان ثانی کے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اور اُن کو یہ اُمید پیدا ہو گئی تھی کہ کچھی پہنچ کر ان کو مری اور ڈومبکی قبائل کی طرف سے امداد مل جائے گی۔ لہذا اُمیر نصیر خان نے مستونگ سے اپنا کیمپ اُٹھایا اور لوڈے کو بطور قیدی ساتھ لے کر اپنے قبائلی لشکر کے ساتھ بولان کے راستے مورخہ ۸ ر اکتوبر ۱۸۴۰ء کو کچھی روانہ ہو گیا۔

اَغبرگ کی لڑائی

اغبرگ کے مقام پر انگریزوں کے ایک رسالہ نے جو (کلاسی ریگولر) کے

نام سے مشہور تھا۔ لیفٹیننٹ ایمر سلے کی زیر کمان امیر نصیر خان کے لشکر کا راستہ روک کر مبازرت پیش کی لیکن ایک معمولی جھڑپ کے بعد کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر رسالہ شکست کھا کر منتشر ہو گیا۔ چارلس میسن جو ان دنوں میں شالکوٹ میں نظر بند تھا۔ اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ ایمر سلے کا رسالہ بلوچوں سے شکست کھا کر اس طرح بے تحاشا دوڑتا ہوا شالکوٹ پہنچا کہ اس کے دس گھوڑے قلعہ کے سامنے دم توڑ گئے۔ یہ لڑائی ۱۱ اکتوبر ۱۸۴۰ء کو لڑی گئی۔

ڈھاڈر کی لڑائی

امیر نصیر خان ثانی کے لشکر نے ۲۸ اکتوبر ۱۸۴۰ء کو درہ بولان پار کر لیا ۲۹ اکتوبر ۱۸۴۰ء کو پہاڑ کے دامن میں ابراہیم دوپاسی کے مقام پر منزل کیا ڈھاڈر کی چھاؤنی میں انگریزی فوج کیل کانٹے سے لیس کھڑی تھی۔ اسی دن ظہر کے وقت امیر نصیر خان ثانی کے لشکر نے چھاؤنی پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں کی گولہ باری سے بلوچ لشکر آگے بڑھنے میں کامیاب نہ ہوا۔ آخرکار ایک انگریزی رسالہ آگے بڑھا۔ بلوچوں کے لشکر پر ایک تند و تیز حملہ کیا۔ اس سے بلوچ لشکر میں ابتری پھیل گئی۔ بلوچ لشکر نے منتشر ہو کر پہاڑوں میں جان بچائی۔ اس جنگ میں انگریزوں کے رسالہ کا ایک انگریز افسر ایک رسالدار اور سترہ سوار ہلاک ہوئے امیر نصیر خان ثانی کے لشکر میں کوئی بیس سوار شہید ہوئے۔

ڈھاڈر کی چھاؤنی پر شب خون

دوسرے دن بھی انگریزوں کی فوجیوں اور امیر نصیر خان کے لشکر کے

درمیان معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۴۰ء کی رات کو سردار میر محمد خان لہڑی کی سرکردگی میں بلوچ لشکر کا ایک دستہ ڈھاڈر کے قلعہ پر انگریزوں پر شب خون مارنے کی غرض سے روانہ ہوگیا۔ انگریزوں نے اپنی چھاؤنی کے اردگرد چوڑی چوڑی خندقیں کھود کر ان میں آگ جلا رکھی تھی۔ سردار محمد خان لہڑی کو اس بات کا علم نہ تھا اس کا دستہ بے خطر آگے بڑھتا گیا۔ ان کو انگریزوں کی اس چال کا اس وقت علم ہوا۔ جب کہ سردار محمد خان اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ خاکستر سے ڈھکے ہوئے انگاروں میں گھٹنوں تک دھنس گیا۔ اس ناگہانی مصیبت کی وجہ سے شب خون مارنے والے خاموش دستہ میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ انگریز فوج چوکنا ہوگئی۔ اس سمت میں ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی شب خون ناکام رہا۔ سردار میر محمد خان لہڑی اپنے دیگر جلے ہوئے ساتھیوں کو کندھوں پر اٹھا کر اپنے لشکرگاہ پہنچے۔

امیر نصیر خان کی پسپائی

دوسرے اور تیسرے دن بھی امیر نصیر خان نے اپنے حملوں کو سرگرمی اور تندہی کے ساتھ جاری رکھا۔ اس اثناء میں ڈھاڈر کی انگریزی فوج کو میجر باسکاؤں کی زیر کمان قلعی اور بھاگ کی چھاؤنی سے امداد پہنچ گئی باسکاؤں نے پہنچتے ہی اپنی زیر کمان فوج کے ساتھ امیر نصیر خان کے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ لیکن امیر نصیر خان جو انگریزی فوجوں کی نقل و حرکت سے ہمیشہ باخبر رہتا تھا۔ باسکاؤں کے حملے سے پہلے اپنے لشکر کو کوندلان کی راہ سے ہوتا ہوا۔ کنبی کی طرف نکال چکا تھا۔ امیر نصیر خان کے کیمپ میں جب باسکاؤں

پہنچا تو اُسے لوڈے کی گرم اور تڑپتی ہوئی لاش کے سوا کچھ نہ ملا۔ باسکاؤں کے متوقع حملہ کی خبر پاکر امیر نصیر خان ثانی نے اپنے لشکریوں کو موجودہ پوزیشن چھوڑ کر عارضی طور پہ پہاڑوں میں منتشر ہو کر کنبی کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دے دیا۔ اس حکم سے امیر نصیر خان ثانی کا مدعا جالا مان کے لشکر کے ساتھ۔ جو درہ مولہ سے گنداوہ کی طرف بڑھ رہا تھا مل کر انگریزوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کا تھا۔ لیکن سرداران ساراوان کی سراسیمگی سے ہمارے لشکر میں ایک گونہ ابتری پھیل گئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے خیال کیا ہم فرار ہو رہے ہیں۔ ہر شخص بسر خود ایک طرف بھاگ گیا۔ یہ پسپائی ۲ نومبر ۱۸۴۰ء کو وقوع پذیر ہوئی۔

لوڈے کا قتل

لوڈے ایک بلوچ سپاہی قاسم خان شاہوانی کے چارج میں تھا۔ جب باسکاؤں نے اپنی زیر کمان فوج کے ساتھ امیر نصیر خان ثانی کے کیمپ پر حملہ کیا تو امیر نصیر خان کو اس حملے کی بہت پہلے خبر ہو چکی تھی۔ لہٰذا انہوں نے بلوچ لشکر کو کنبی کے پہاڑوں میں منتشر ہونے کا حکم دیا اس افراتفری میں لوڈے کو ساتھ ساتھ لئے پھرنا قاسم خان کے لیے وبال جان تھا۔ وہ لوڈے کے متعلق حکم حاصل کرنے کے لیے امیر بلوچستان کے پاس آیا۔ مگر وہ اور ان کے ساتھی کیمپ سے نکل چکے تھے۔ قاسم نے جب دیکھا کہ وہ اکیلا لوڈے کو انگریز حملہ آوروں سے نکال کر کہیں اور نہیں لے جا سکے گا۔ تلوار نکال کر لوڈے کا سر تن سے جدا کیا لاش کو کیمپ میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ لوڈے کا قتل بھی ۲ نومبر ۱۸۴۰ء کو وقوع

پذیر ہوا۔

قلات پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ

قندھار سے امداد پہنچنے پر بین نے جنرل ناٹ کی زیر کمان ایک لشکر شاہکوٹ سے تسخیر قلات کے لیے روانہ کر دی۔ امیر محمد اعظم کے ماتحت میر کمال خان اتازئی اور میر رحم خان شاہی زئی مینگل کی سرکردگی میں جھالاوان کا ایک دستہ قلات کی حفاظت کے لیے مامور تھا۔ مگر امیر اعظم خان نے گھبرا کر بلا مزاحمت قلات خالی کر دیا امیر اعظم خان خود زہری گیا اور جنرل ناٹ نے ۳ نومبر ۱۸۴۰ء کو قلات پر بلا مزاحمت قبضہ کر کے کرنل سیٹی کو وہاں کا پولیٹیکل انچارج مقرر کیا۔

لشکر جھالاوان کا گنداوہ پر حملہ

میر کمال خان اتازئی اور میر رحیم خان مینگل نے جھالاوان سے چار ہزار کے قریب لشکر جمع کر کے درہ مولہ سے گزر کر مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۴۰ء کو گنداوہ پر حملہ کیا۔ اور انگریزوں کی متعینہ فوج کو شکست دے کر گنداوہ پہ قبضہ کر لیا اور انگریزوں کی فوج نے پسپا ہو کر بھاگ کی طرف راہ فرار اختیار کر لی۔

بلوچ لشکر کی پوزیشن

اس وقت امیر نصیر خان کا بلوچ لشکر بے قابو ہو کر منتشر حالت میں تھا۔ امیر نصیر خان کے زیر کمان لشکر کا کچھ حصہ تو اس کی قیادت میں پہاڑوں سے ہوتا ہوا۔ کبنی کی طرف۔ جو کوٹڑو سے بالاتر پہاڑ کے دامن میں واقع ہے

بڑھ رہا تھا۔ کچھ دستے ڈھاڈر سے منتشر ہو کر پہاڑوں میں اِدھر اُدھر جھٹک رہے تھے۔ جھالاوانی لشکر میر کمال خان الثازئی اور میر رحیم خان مینگل کی قیادت میں گنداوہ کی فتح کے بعد بھاگ کی طرف بڑھ رہا تھا اگر یہ دونوں لشکر مل کر انگریزوں کا مقابلہ کرتے تو ان حالات میں یہ امر یقینی تھا کہ کچھی اور بلوچستان میں انگریزوں کے دن پھر گئے تھے مگر جنگی جوڑ توڑ کے فقدان کی وجہ سے دونوں لشکروں میں بر وقت ملاپ نہ ہو سکا۔

کھنڈا کی لڑائی

امیر نصیر خان کی ڈھاڈر سے پسپائی کے بعد میجر باسکاؤں بھاگ کی طرف واپس ہوا۔ اور بھاگ میں گنداوہ کی شکست کا حال سن کر اس نے اپنا مارچ گنداوہ کی طرف جاری رکھا۔ اثناء راہ میں گنداوہ کی شکست خوردہ انگریزی افواج بھی اس کے ساتھ مل گئیں۔ جھالاوانی لشکر بھی تعاقب میں تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ کھنڈا کے میدان میں ۲۰ نومبر ۱۸۴۰ء کو دونوں سپاہ ایک دوسرے کے مقابل آگئیں۔ بندوقوں کی لڑائی سے گزر کر تلواریں میان سے نکلیں کئی گھنٹوں تک دست بدست لڑائی جاری رہی۔ آخر کار ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد جھالاوانی لشکر نے ایک سو تیس لاشیں میدان میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ انگریزی فوج کا بھی شدید نقصان ہوا۔ شدید نقصان کے باوجود بھی میجر باسکاؤں نے آگے بڑھ کر گنداوہ پر قبضہ کیا۔

سرداران سارا وان کی پست ہمتی

جوں جوں انگریزوں کا مقابلہ سخت ہوتا جا رہا تھا سرداران سارا وان

کی نیت بدلتی جا رہی تھی۔ ساراوان کے سرداروں کا بیشتر حصہ اور کاکڑوں کا تمام لشکر جو لوٹ مار کی اُمید پر شالکوٹ سے آکر بلوچوں کے ساتھ مل چکا تھا انگریزوں کے مقابلے کو سخت پاکر امیر نصیر خان کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ کنڈا کی شکست سے اگرچہ جھالاوان کا لشکر دو چار ہو چکا تھا لیکن ان کے حوصلے بلند تھے۔ انہوں نے ساراوانی سرداروں کی طرح ہمت نہیں ہاری۔

امیر نصیر خان کنجی کے مقام پر

امیر نصیر خان اپنے جانباز دستے کے ساتھ کنجی کے مقام پر پہنچ چکا تھا۔ ڈھاڈر کا منتشر شدہ لشکر گروہ در گروہ آکر اس کے جھنڈے کے نیچے پھر جمع ہو رہا تھا۔ جھالاوانی لشکر پھر منظم ہو کر امیر نصیر خان کی قیادت میں کنجی کے مقام پر جمع ہو گیا۔ امیر نصیر خان نے اس تمام لشکر کی کمان جو کنجی کے مقام پر آکر جمع ہو چکا تھا جس کی تعداد پانچ ہزار تھی میر بوہیر خان موسیانی کے سپرد کر دی البتہ ساراوان کے غیور قبائل امیر نصیر خان کے ساتھ تھے۔ امیر بلوچستان کے لشکر میں اگرچہ گولہ بارود کے علاوہ سامان رسد کی بھی سخت قلت تھی لیکن جانباز قبائل کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر اپنے بادشاہ اور ملک کے لیے اپنا سر دینے کو تیار تھے۔

بلوچستان میں امن و امان کی صورت حال

جب امیر نصیر خان اپنے جانثاروں کے ساتھ کنجی میں ڈیرہ ڈالے پڑا تھا کچھی میں مری اور ڈومبکی قبائل نے انگریزوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا چھاؤ کانوائیوں کی لوٹ مار قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ درہ بولان میں بلوچ

قبائل کی وجہ سے انگریزی افواج کی نقل و حرکت تقریباً ناممکن ہو گئی تھی. کیونکہ انگریزی افواج کو بولان سے گزرتے وقت قدم قدم پر مسلح مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا انگریز افیسر اپنے چشم دیدہ حالات قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ" بولان سے گزرتے وقت غیر مساعد حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا. جابجا مردہ سپاہیوں کی مسخ شدہ لاشیں جھلسی ہوئی صورتیں، مرے ہوئے جانوروں کے پنجر ایک دلخراش اور حوصلہ شکن نظارہ پیش کرتے تھے"۔

افغانستان کی سیاسی صورت حال

ان دنوں جب بلوچستان میں عام بغاوت ہو رہی تھی. افغانستان میں بھی شجاع الملک اور اس کے انگریز معاونین کی سیاست کی حالت نازک ہوتی چلی جا رہی تھی. اب انگریزوں کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ افغانستان کے مجاہدین کے جذبہ جہاد کی وجہ سے ان کے قدم زیادہ عرصے تک جمے نہیں رہ سکتے. انگریز اب اپنی فوجوں کو افغانستان سے صحیح سلامت نکالنے کے مسئلہ کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے. اور وہ یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی خوشنودی حاصل کئے بغیر درہ بولان اور کچھی سے ان کی فوجوں کا سلامتی سے گزر جانا مشکل ہے. امیر بلوچستان کی خوشنودی بہر قیمت ضروری تھی. اس کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا.

امیر بلوچستان کی خوشنودی کی پالیسی پر انگریز افسروں کی اختلاف رائے

امیر بلوچستان کی خوشنودی کی پالیسی پر انگریزوں کے افسروں میں اختلاف لئے

تھا کچھی میں انگریز پولیٹیکل افسر راس بیل اور دوسرے متعین انگریز امیر نصیر خان امیر بلوچستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے حق میں تھے لیکن بین پولیٹیکل افسر شالکوٹ اور اُس کے طرفدار انگریز طاقت کے بل پر اُسے کچل کر اپنی شرائط منوانا چاہتے تھے۔ آخرکار راس بیل کو فریق ثانی انگریزوں کے سامنے جھکنا پڑا۔ انہوں نے امیر نصیر خان کی طرف جو دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اُسے واپس نہیں کھینچا مگر دوستی کی آڑ میں امیر نصیر خان پر ایک قابلِ نفرین اور بزدلانہ وار کیا۔

کچھی میں انگریز افسروں کی دوستانہ رویہ کا مظاہرہ امیر بلوچستان کے حق میں

انگریز افسروں نے بظاہر کچھی میں امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے بارے میں دوستی کا اس طرح مظاہرہ کیا اور بلوچوں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انگریز امیر بلوچستان کے دوست ہوگئے ہیں۔ ایک دفعہ امیر بلوچستان کے لشکریوں نے ۱۵ دسمبر ۱۸۴۰ء کو کچھی کے علاقہ گنداوہ، گاجان، نوشہرہ کے فصلات کو لوٹا تو یہاں کے بنئے اور زمیندار کرنل مارشل کے پاس فریادی گئے۔ لیکن کرنل نے ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنی شکایت امیر نصیر خان سے جا کر کہیں، کیونکہ ملک کا مالک وہی ہے۔ انگریزوں نے اُس کا ملک واپس کر دیا ہے۔ کرنل مارشل کی یہ باتیں تمام کچھی میں تیزی سے پھیل گئیں۔ گنداوہ کے زمیندار امیر نصیر خان کی خدمت میں حاضر ہوگئے کرنل مارشل کی بناوٹی باتیں سن کر امیر نصیر خان نے بھی یقین کر لیا لشکر کو لوٹ مار سے منع کرنے کے لیے اُس نے

اپنے لشکر سے بیس سوار فصلات کی حفاظت پر مامور کر دیئے. انگریزوں نے امیر نصیر خان کے ان سواروں سے بھی تعرض نہیں کیا. اور ان کو کھلے بندوں تمام علاقہ میں گشت لگانے کی اجازت دے دی. شکارپور، خان گڑھ (جیکب آباد) اور کچھی کے ساہوکاروں نے غلہ کے انبار اور روپوں کی تھیلیاں امیر نصیر خان کو نذر کیں ان واقعات سے امیر نصیر خان اور اس کے سرداروں کو انگریزوں کی کامل دوستی کا یقین ہو گیا.

امیر بلوچستان کے کیمپ میں راس بیل کے قاصدوں کی آمد

چند دن بعد ۲۰ دسمبر ۱۸۴۰ء کو محمد حسین، جان محمد، نواب خیرپور کا ایک ملازم رستم خان ایک خط لے کر امیر بلوچستان کے کیمپ میں آئے یہ خط انگریزوں کی طرف سے دوستی کا ایک پیغام تھا جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ امیر نصیر خان انگریزوں کے ساتھ صلح کے لیے بات چیت کا سلسلہ شروع کرے. پیغام رساں اس رات کو امیر کے کیمپ میں رہے.

انگریزی فوج کے حملے کی اطلاع

دوسرے دن علی الصبح مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۰ء کو ایک گھوڑا سوار دوڑا آتا ہوا پہنچا کہ انگریزی فوج ان سے لڑنے کے لیے بڑھتی چلی آرہی ہے. اس وقت امیر نصیر خان اور داروغہ گل محمد شرائط صلح پر مشورے کر رہے تھے ان کو یہ حوصلہ شکن اطلاع ملی تو بلوچ لشکر نے ہتھیار سنبھال لئے داروغہ گل محمد نے قاصدوں کے سربراہ جان محمد سے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ

ایک طرف تو راس بیل دوستی اور صلح کا پیغام بھیجے دوسری طرف اس کی فوج اس قسم کی ذلیل حرکت کرے۔ داروغہ گل محمد نے جان محمد سے کہا۔ جا کر انگریزی فوج کو ٹھہراتے۔ اور ان کے افسروں سے کہے کہ بادشاہوں کا یہ طریقہ نہیں کہ رات کو دوستی کا پیغام بھیجیں۔ اور صلح کے لیے منت کریں اور صبح کو چوری چھپے حملہ آور ہوں۔

انگریزوں کی فوج کو حملے سے روکنے کی کوشش

جب انگریزوں کی فوج میر نصیر خان کے کیمپ سے جو امیر بلوچستان کے کیمپ سے کچھ فاصلے پر تھا کیمپ سے کوئی پانچ ہزار گز کے فاصلے پر پہنچ چکی تھی۔ جب کہ جان محمد قاصد راس بیل نے جا کر اُس کو حملے سے رکھوایا کرنل مارشل خود اس فوج کو کمان کر رہا تھا جان محمد سے کہا کہ جا کر امیر نصیر خان سے کہہ دو کہ ابھی راس بیل کے سلام کو چلے اور ساتھ ہی امیر نصیر خان کے نام ایک تحریر بھی لکھ دی اس خط پر کسی کا دستخط تھا۔ اور نہ اس میں کسی طرح کی شرائط تحریر تھیں امیر نصیر خان نے اسی خط کی پشت پر لکھا کہ راس بیل کا جو پیغام رستم خان اور محمد حسین لائے ہیں اس سے میں متفق ہوں۔ انہوں نے اس خط پر اپنی شاہی مہر لگا کر اس کاغذ کو مارشل کے پاس واپس کر دیا۔ مارشل نے امیر نصیر خان کے خط کو دیکھ کر مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۸۴۰ء کو واپسی کا حکم دیا۔ اپنے محرر کو اپنا گھوڑا دے کر اس دوسری فوج کی طرف دوڑایا جو کسی اور راستے سے امیر نصیر خان کے کیمپ کو گھیرنے کی غرض سے بڑھ رہی تھی۔ مارشل کا حکم پا کر وہ فوج بھی واپس ہو گئی اور اس طرح وقتی طور پر بلوچوں اور انگریزی فوج کی لڑائی ٹل گئی۔

داروغہ گل محمد کا انگریزوں کی نیک نیتی پرکھنے کے لیے رقم کا مطالبہ

انگریزی فوج کے چلے جانے کے بعد راس بیل کے قاصد جان محمد امیر بلوچستان کے کیمپ میں رہے۔ داروغہ گل محمد نے جان محمد سے کہا ہمیں انگریزوں کی دوستی کا ثبوت چاہیئے۔ جاکر مارشل سے کہو امیر بلوچستان کے اخراجات کے لیے ہمیں رقم کی ضرورت ہے بیس ہزار روپے نقد دے دو اور اگر رقم نہیں دے سکتے تو گنداوہ کا علاقہ خالی کر کے بھاگ تک اپنی فوجیں پیچھے ہٹا دو تاکہ ہمارا لشکر گنداوہ میں اتر کر اپنی رسد کا بندوبست کر سکے جان محمد یہ پیغام لے کر گنداوہ گیا اور داروغہ کا پیغام مارشل کو دیا، مارشل نے واپس کہلا بھیجا کہ گنداوہ کو خالی کرنے یا بیس ہزار روپے بطور اخراجات امیر بلوچستان کو دینے کے متعلق وہ راس بیل سے خط وکتابت کرے۔ سردست داروغہ گل محمد کو بھیج کر دو ہزار روپے لے جائیں مارشل کے اس پیغام سے بلوچوں کو کسی قدر تسلی ہوئی وہ ہزار روپے لینے کے لیے داروغہ گل محمد خود تو نہیں گیا البتہ دیوان رامو کو دو ہزار روپے کی رسید دیکر مارشل کے پاس روانہ کر دیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۴۰ء کو دیوان رامو مارشل سے پیسے لے کر امیر نصیر خان کے کیمپ پہنچا۔

چیاؤ گنبی

جان محمد اور محمد حسین راس بیل کے نمائندوں نے اسی طرح دو دن صلح کی

گفتگو کرنے میں گزار دیئے بلوچوں کو یقین ہوگیا کہ مارشل کا حملہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہوا تھا۔ اب سب مطمئن ہو گئے۔ اچانک دوسرے دن مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۸۴۰ء کو طلوع آفتاب کے وقت ایک سوار نے گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے آکر اطلاع دی کہ انگریزی فوج پہنچ گئی ہے۔ بلوچوں کا لشکر سراسیمہ ہوکر پھر سنبھل گیا۔ امیر نصیر خان کو اس اطلاع کے ملنے بعد چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑوں میں چھپا دیا گیا۔ انگریزی فوج نے بلوچ لشکر کو تین طرف سے گھیر لیا معرکہ کارزار گرم ہوگیا۔ چشم زدن میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ میجر جنرل برک اس جنگ کے متعلق لکھتا ہے کہ اگرچہ امیر نصیر خان اپنے چند خاص ساتھیوں کے ساتھ حملہ شروع ہونے سے پہلے بچ کر نکل گیا تھا مگر اس کے سردار اور اس کے قوم نے ایک طویل اور بے باک مقابلہ کیا۔ اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب تک ان کے چار خاص سردار اور سات سو سے زیادہ افراد میدان میں کام نہ آئے فرنگی کے دشمن کا سپہ سالار میر بوہیر اس کا بیٹا چھ سردار اور ایک سو بتیس بہادر بلوچ سپاہی گرفتار ہو گئے۔ دشمن کا تمام سامان اور اسلحہ کی ایک بہت بڑی تعداد اس لڑائی میں انگریزوں کے ہاتھ لگی۔

امیر بلوچستان کے لشکر کو انگریزوں کے اس بزدلانا اور منافقانہ طریق جنگ سے شدید شکست ملی۔ امیر بلوچستان امیر نصیر خان کی جنگ آزادی کے دوران یہ ان کی سب سے بڑی شکست تھی۔ جس سے انگریزوں کی منافقانہ چالوں کی وجہ سے وہ دوچار ہوئے۔ بلوچ لشکر کے مقتولین کی تعداد سات سو تھی اور زخمیوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ انگریزی فوج کا نقصان بھی زیادہ ہوا مگر انہوں نے اپنے مقتولین کی تعداد کو صیغہ راز میں رکھا

جس کا صحیح اندازہ آج تک نہ ہو سکا۔

امیر نصیر خان کا دوبارہ جمع آوری لشکر

چاؤ کنی کی شکست کے بعد امیر نصیر خان درہ مولہ سے ہوتا ہوا زہری پہنچا یہاں کیمپ کر کے پھر سے تازہ دم لشکر جمع کرنے میں مصروف رہا۔ شکست خوردہ لشکر کے بچے کچھے آدمی بھی آہستہ آہستہ زہری پہنچتے گئے۔ اور ایک مختصر عرصہ کے بعد امیر نصیر خان کے پاس تین ہزار کے قریب تازہ دم لشکر پھر جمع ہو گیا۔

امیر بلوچستان کے ساتھ انگریزوں کی صلح کے سلسلہ

امیر نصیر خان کے کیمپ پر انگریزوں کا اچانک حملہ انگریزوں کی ترکش کا آخری تیر تھا جو انہوں نے استعمال کیا لیکن یہ تیر بھی ٹھیک نشانے پر نہیں لگا۔ گو کہ اس لڑائی میں امیر نصیر خان کو شکست ہوئی۔ اس کی وجہ انگریزوں کی منافقانہ حکمت عملی تھی ایک طرف سے تو دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کر رہے تھے دوسری طرف بلوچوں پر خفیہ حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے لہذا امیر نصیر خان اس شکست کے بعد پھر لشکر کی جمع آوری میں مصروف ہو گئے۔ قبائل زیادہ جوش و خروش سے پھر جمع ہونے لگے کچھی کے علاقے میں مری اور ڈومبکی قبائل کی گوریلا جنگ بدستور جاری تھی۔ یہ افواہ بھی عام گشت کر رہی تھی کہ کابل سے عنقریب ایک بڑا لشکر امیر نصیر خان کی امداد کو کچھی پہنچ جائیگا۔ افغانستان میں انگریزوں کے بگڑے ہوئے حالات روز بروز ابتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ امیر نصیر خان کے خلاف انگریزوں نے طاقت استعمال کر کے

دیکھا مگر ان کی شہرت بڑھتی گئی طرفدار زیادہ ہوتے گئے۔ اب ان حالات میں بلوچستان میں انگریزوں کو اپنی پالیسی بدلنی پڑی اور بہ امر مجبوری اور بادل نخواستہ کرنل سیٹی پولیٹیکل انچارج قلات کو امیر نصیر خان کے ساتھ شرائط صلح اور ایک دوستانہ معاہدہ طے کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

کرنل سیٹی کا خط بنام امیر نصیر خان امیر بلوچستان

۴ جنوری ۱۸۴۱ء کو کرنل سیٹی نے ملا نصیر اللہ بابی کو ایک دوستانہ خط دیکر امیر نصیر خان کی خدمت میں زہری روانہ کر دیا۔ گویا کرنل سیٹی امیر نصیر خان سے اس طرح مذاکرات کی ابتدا کی اس خط میں کرنل سیٹی نے امیر کے ساتھ ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ امیر نصیر خان نے کرنل سیٹی کے خط کا جواب دیتے ہوئے۔ اُن کو لکھا کہ اس کی طرف سے داروغہ گل محمد اور سردار عیسیٰ خان شاہی زئی مینگل۔ اُس سے قلات میں ملیں گے۔

رودین جو میں داروغہ گل محمد اور کرنل سیٹی کی ملاقات

۲۳ جنوری ۱۸۴۱ء کو کرنل سیٹی صرف ملا محمد منشی اور نصیر اللہ بابی کے ساتھ رودین جو کی طرف روانہ ہوا اس ملاقات کی تجویز داروغہ گل محمد نے قلات کے بجائے رودین جو میں اس غرض کے لیے دی کیونکہ چپاؤ کنبی کے حادثہ نے بلوچوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ کرنل سیٹی نے ملاقات کا مقام توک رکھا تھا۔ مگر داروغہ گل محمد نے حفظ ماتقدم کے طور پر کرنل سیٹی کو اطلاع دی کہ وہ رودین جو میں اُس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ داروغہ گل محمد نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کرنل سیٹی نے توک

میں ان کو گرفتار کرنے کی کوئی سازش نہ کی ہو۔

چنانچہ کرنل سینڈمن روودین جو پہنچا۔ دوران ملاقات داروغہ گل محمد نے انگریزوں سے اپنے مطالبات کی فہرست پیش کی۔ حادثہ کبنی پر انگریزوں کو ملامت کیا اور آخر کار یہ طے پایا کہ کرنل سینڈمن زہری کے مقام پر امیر سے مل کر صلح کی شرائط پر گفتگو کرے۔

امیر اعظم خان احمدزئی کی صلح کی مخالفت

امیر نصیر خان کا چچا امیر اعظم خان اپنے خود مطلب اور دغاباز مشیروں کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ صلح کرنے کے حق میں نہ تھا غالباً ان کا یہی خیال ہوگا کہ امیر نصیر خان متواتر ناکامیوں کی وجہ سے بددل ہو کر دعوئ تخت چھوڑ دے گا یا کسی جنگ میں مارا جائے گا۔ اور امیر اعظم کو تخت پر قبضہ کرنے کا موقع ملے گا جب امیر نصیر خان زیدی سے زہری پہنچا۔ تو امیر اعظم خان نے اُسے اُکسانے کی انتہائی کوششیں کیں لیکن امیر نصیر خان نے ان کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ امیر نصیر خان سے مایوس ہو کر اُس نے مذاکرات کے منصوبہ کو ناکام کرنے کی صورت نکالی۔

امیر اعظم خان کی مذاکرات کو ناکام کرنے کی ایک کوشش

امیر اعظم خان نے جب دیکھا کہ امیر نصیر خان ان کی باتوں میں نہیں آرہے تو اس نے خفیہ طور پر ملوک نام کے ایک شکاری کو لالچ دے کر زہری آتے وقت کرنل سینڈمن کو قتل کرنے پر آمادہ کر کے زہری روانہ کر دیا اور سوچا کہ اگر شکاری

ملوک کرنل سیٹی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو گویا امیر موصوف اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گیا، اور بلوچستان میں پھر جنگ و جدل کا سلسلہ شروع ہو جائیگا

کرنل سیٹی کی خوش قسمتی

قلات سے زہری آتے وقت کرنل سیٹی خوش قسمتی سے تھوڑی دیر کے لیے سوہندک کھنڈ کے نیچے رکا۔ اور اپنا ایک آدمی سردار میر عیسیٰ خان کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے کھنڈ کے اُس پار جہاں سردار عیسیٰ خان اُس کا انتظار کر رہا تھا بھیجا۔ کرنل سیٹی کے آدمی نے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے اچانک ملوک شکاری کو کسی پتھر کے نیچے چھپا ہوا دیکھا۔ جب سردار میر عیسیٰ خان سے ملا۔ اُس کو اطلاع دے دی۔ سردار عیسیٰ خان نے اپنے آدمی دوڑا کر شکاری ملوک کو پکڑ لیا۔ ملوک نے اپنے جرم کا اقبال کیا لہذا اتفاقیہ طور پر کرنل سیٹی کی جان بچ گئی اور وہ صحیح و سلامت نورگامہ زہری پہنچا۔

کرنل سیٹی کی امیر نصیر خان سے ملاقات

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۴۱ء کو جب کرنل سیٹی زہری پہنچا۔ امیر نصیر خان کیمپ میں موجود نہیں تھے داروغہ گل محمد نے کرنل سیٹی کا استقبال کیا۔ کرنل سیٹی لکھتا ہے۔ "کہ میں گفت و شنید کے لیے زہری پہنچا بلوچ خطرہ ظاہر کر رہے تھے۔ کہ کرنل نے کہیں ان پر چھاپہ ڈالنے کا انتظام نہ کیا ہو۔ حادثہ گنجی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ جہاں کہ ایک طرف تو انگریزوں کے وکیل امیر کے کیمپ میں موجود ان کے ساتھ صلح کی شرائط طے کر رہے تھے۔ وہاں دوسری

طرف انگریزوں کی فوج نے حملہ کر کے امیر کے کیمپ کو گھیر لیا تھا۔ کرنل سیٹی کہتا ہے۔ بلوچ اس بداعتمادی پر حق بجانب تھے انگریزوں کو دغاباز اور بدقول سمجھنے میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ قصور ان انگریز افسروں کا تھا جن سے ایسی ذلیل حرکات سرزد ہوئیں"۔

دوسرے دن مورخہ ۳۰ جنوری ۱۸۴۱ء کو کرنل سیٹی کو امیر نصیر خان کی قیام گاہ میں لے جایا گیا۔ جس کا چند مخصوص آدمیوں کے سوائے اُس دن سے پہلے اور کسی شخص کو علم نہ تھا۔ کرنل سیٹی سے گفت و شنید کرنے کے بعد امیر نصیر خان نے اپنے پوشیدہ قیام گاہ سے نکل کر نوشکی میں رہائش اختیار کی۔

۳۰ جنوری ۱۸۴۱ء کو نوشکی میں امیر نصیر خان نے ایک دربار عام منعقد کر کے کرنل سیٹی کے ساتھ اپنی گفتگو کے نتائج کو دربار کے سامنے رکھا۔ سرداروں نے امیر نصیر خان کو مشورہ دیا کہ ذاتی طور پر راس بیل کے پاس سجاگ شہر جانا خطرہ سے خالی نہیں۔ اور انہوں نے دلیل دی کہ کنبی کے واقعہ اور میر بجار خان ڈومبکی کی پُر فریب گرفتاری سے انگریز اُن کے سامنے اپنے کو بدقول اور بے اعتبار ثابت کر چکے ہیں۔ دربار نے یہ طے کر لیا کہ اس کے دو نمائندہ سردار میر عیسیٰ خان شاہی زئی مینگل اور میر کمال خان الّازئی جا کر راس بیل سے گفتگو کریں اور اگر راس بیل صلح پر رضامند ہوا۔ اور امیر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس سے مطالبہ کیا جائے کہ اپنی نیک نیتی کا ثبوت پیش کرنے کے لیے میر بوہیر موسیانی اور میر بجار خان ڈومبکی کو رہا کر دے۔ کرنل سیٹی نے ہر چند کوشش کی کہ امیر نصیر خان خود تشریف لے جائیں۔ یہاں تک کہ اُس نے امیر نصیر خان کی واپسی تک بلوچوں کے کیمپ میں خود کو بطور یرغمال رکھنے کی۔

پیش کش بھی کی لیکن سرداروں پر اس کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ سرداروں کو انگریزاں کی ذہنیت معلوم ہو چکی تھی۔ اس لیے وہ اب میدان میں پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔

زہری کے مقام پر دربار کے بارے میں کرنل سیٹن کے تاثرات

زہری کے مقام پر امیر نصیر خان کے دربار کا ذکر کرتے ہوئے کرنل سیٹن امیر نصیر خان کی شخصیت قابلیت اور مقررانہ صفات کا یوں ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

" جس وقت دربار شروع ہوا اور میں امیر نصیر خان اور اس کے سرداروں کے ساتھ معاملہ کو سلجھانے بیٹھا۔ امیر نصیر خان نے افتتاح کیا۔ اگرچہ وہ اس وقت پندرہ سال کی عمر کا تھا۔ مگر اس نے قابل قدر روانی کے ساتھ گفتگو شروع کی اور اس کے بیٹھنے کا طریقہ عمدہ تھا۔ اس کا جسم قدرے آگے کو جھکا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ڈھال پر تھا۔ جو اس کی گود میں تھی اس نے دلچسپ اور ڈرامائی انداز میں اپنی خراب حالت کے بارے میں گفتگو کی ابتدا کی جس میں وہ اب تھا۔ اور جس میں وہ انگریزوں کی وجہ سے پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے والد کی شہادت اور تخت کا حوالہ دیتے ہوئے، اپنی مصیبت اور آلام جو اُن کو کپتان بین اور لوڈے کے ہاتھ پہنچی۔ اُن کا تذکرہ کیا اس نے چاڈ کبنی کے بعد کی تکالیف اور مصیبتوں کا بھی تفصیل سے ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ان کی زندگی تکلیفوں اور مصیبتوں کی زندگی ہے۔ جسے وہ بخوشی قربان کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ اس کی موت سے اس کے ملک کو آزادی اور امن

وہیں نصیب ہو۔ کرنل سٹی لکھتا ہے کہ پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "میرے والد اور میں نے انگریزوں کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلی ہیں۔ چاپاؤ کبنی اور میر بجار ڈومبکی کی گرفتاری کے بعد میں انگریزوں پہ اعتبار نہیں کر سکتا"۔

میر لوہیر خان موسیانی کی رہائی

اسی دوران میں جب کرنل سٹی نور گامر زہری میں تھا۔ دربار کے دوسرے دن ۳۱ جنوری ۱۸۴۱ء کو امیر نصیر خان کو سردار میر لوہیر خان موسیانی کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ اس جیل نے اُسے رہا کر دیا ہے۔ اس خط کی آمد سے امیر کے کیمپ میں حالات کسی قدر انگریزوں کے حق میں سازگار ہو گئے۔

بی بی گنجان کو انگریزوں کی طرف سے ماہوار الاؤنس ہزار روپیہ اور علاقہ گنداوہ کی تفویض

کیمپ نور گامر زہری میں، امیر نصیر خان کو اطلاع ملی۔ کہ انگریزوں نے تمام علاقہ گنداوہ اور ایک ہزار روپے ماہوار نقد بی بی گنجان کو کمپنی کی طرف سے گزارہ معاش کے لیے دیئے گئے ہیں۔

امیر نصیر خان کا انعقاد دربار

۱۲ فروری ۱۸۴۱ء کو امیر نصیر خان نے دربار عام منعقد کیا۔ اور دربار میں امیر نصیر خان نے کرنل سٹی سے کمپنی کی اس غلط بخشی سے کہ گنداوہ کا علاقہ

بی بی گنجان کو تفویض ہوا ہے۔ وجہ دریافت کی سیٹی نے بتلایا کہ اختلاف امیر نصیر خان اور کمپنی کے درمیان ہے۔ کمپنی کو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ امیر نصیر خان کی وجہ سے بی بی گنجان بھی معتوب اور محتاج رہے۔ اس پر امیر نصیر خان نے سیٹی کو کہا کہ گنداواہ امیر کا ہے کمپنی کا نہیں۔ اگر کمپنی بی بی گنجان کی پرورش کرنا چاہتی ہے تو اُسے اپنے خزانہ سے رقم دے۔ نہ کہ امیر کا ملک اس پر بخش دے یہ کہہ کر امیر نصیر خان نے دربار برخاست کیا۔

گفت و شنید کا نتیجہ

الغرض کرنل سیٹی کے ساتھ کئی دنوں کی مسلسل گفت و شنید کے بعد یہ طے پایا کہ خان کے نمائندے کرنل سیٹی کے ساتھ جا کر راس بیل سے گفتگو کریں۔ میر بوہیر خان موسیانی بھی رہا ہو کر ان دنوں زہری پہنچ چکا تھا۔

امیر نصیر خان کی درہ مولہ کو روانگی

امیر نصیر خان نے زہری سے روانہ ہو کر ۵ فروری ۱۸۴۱ء کو درہ مولا میں (نڑ) کے مقام پر کیمپ کیا یہاں سے میر کمال خان الثانزئی اور سردار میر بوہیر خان موسیانی کو اپنا نمائندہ بنا کر کرنل سیٹی کے ساتھ بھاگ روانہ کر دیا۔ امیر کے نمائندوں نے بھاگ میں راس بیل کے ساتھ ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء کو ملاقات کر کے اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ امیر نصیر خان راس بیل سے شالکوٹ میں جا کر ملاقات کرے۔

امیر نصیر خان نے زہری میں کیمپ کیا

نمائندوں کی مورخہ ۱۶ فروری ۱۸۴۱ء میں واپسی پر امیر نصیر خان نے نشر سے آکر زہری میں کیمپ کیا۔

امیر نصیر خان کی گرفتاری کے بارے میں افوائیں

زہری میں امیر نصیر خان کو مختلف معتبر ذرائع سے ایسی خبریں ملتی رہیں جن سے امیر نصیر خان اور سرداروں کو یہ شک پیدا ہوگیا کہ انگریز ان کے خلاف بالخصوص امیر نصیر خان کی گرفتاری کے لیے کوئی مضبوط سازش کر رہے ہیں. شاہنواز خان کے ساتھ انگریزوں کے معاندانہ برتاؤ سے یہ شک یقین کی صورت اختیار کر رہا تھا. امیر نصیر خان اور اس کے سرداروں کو بہت تشویش لاحق ہوئی. اس لئے زیدی کا سے مورخہ ۲۱ فروری ۱۸۴۱ء کو انجیرہ پہنچ کر امیر نصیر خان نے کرنل سیٹی کے ساتھ آگے بڑھنے سے انکار کر دیا

داروغہ گل محمد نے کرنل سیٹی کو امیر کی طرف سے مراسلہ دیا

داروغہ گل محمد نے امیر کی طرف سے کرنل سیٹی کو انجیرہ میں ایک مراسلہ پیش کیا جس میں انگریزوں کے خلاف دیگر الزامات کے علاوہ امیر مہراب خان کی شہادت. قلات کی لوٹ مار درہ بولان کی مقررہ رقم کی عدم ادائیگی. چھاؤنی امیر بجار خان مری کی دھوکہ سے گرفتاری اور کوئٹہ میں بے گناہ کاکڑوں کو پھانسی کی سزا دینے پر خاص طور پر بحث کرتے

ہوئے۔ انگریزوں سے ان سب کے لیے بھاری عوضانہ دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا کرنل سینڈیمن کی طرف سے اس مراسلہ کا جواب نہ پاکر امیر نصیر خان نے نائب رحیم داد کے ذریعے کرنل سینڈیمن کو اطلاع دی کہ موجودہ حالات کے پیش نظر امیر شالکوٹ اور قلات نہیں جا سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنی روانگی کا انتظام کریں۔

کرنل سینڈیمن کا امیر نصیر خان سے دوبارہ ملنا

کرنل سینڈیمن کو نائب رحیم داد کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ خود اٹھ کر امیر نصیر خان کے پاس آیا۔ اور دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ وہ قلات اور شالکوٹ جانا نہیں چاہتے۔ امیر نصیر خان نے فرمایا بے شک انہوں نے ہی نائب رحیم داد کو یہ پیغام دے کر ان کے پاس بھیجا تھا۔ آپ تشریف لے جائیں۔ اگرچہ مجھے راس بیل یا انگریزوں سے کوئی خوف نہیں داروغہ گل محمد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا کہ یہ دربار کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امیر اس مقام سے آگے نہ بڑھے۔

کرنل سینڈیمن سے سرداروں کا جھگڑا

جب امیر نصیر خان نے کرنل سینڈیمن کو دربار کے زعما کے فیصلے سے آگاہ کیا تو کرنل سینڈیمن نے امیر کو اکسانے کے لیے آخری کوشش کی کہ کیا وہ امیر نہیں۔ جو اپنی رائے پر عمل کرے کیا وہ تلوار اور ڈھال محض اس لئے اٹھائے پھرتا ہے کہ اس کی نمائش کرے۔ حاضرین مجلس کا کرنل سینڈیمن کی اس

انداز گفتگو سے جھگڑا ہو گیا سب نے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر
کرنل کو کہا چلے جاؤ اور نکل جاؤ کا شور خیمہ میں بلند ہوا ملا نصر اللہ نے جلدی
سے کرنل سیٹی کا ہاتھ پکڑا اُسے خیمہ سے باہر نکال دیا کرنل کے گھوڑے
تیار کھڑے تھے۔ لہٰذا مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۴۱ء کو سوار ہو کر قلات کی طرف
روانہ ہو گیا۔ امیر بلوچستان اور انگریزوں کے درمیان گفت و شنید کا سلسلہ
عارضی طور پر منقطع ہو گیا۔

کرنل سیٹی کے سرداروں کے ساتھ جھگڑے پر تبصرہ

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کرنل سیٹی اپنی کتاب میں یوں لکھتا ہے
"یہاں پر یہ لکھنا اگرچہ بے موقع ہے۔ کہ انگریزوں سے امیر نصیر خان
اور بلوچوں کی بدظنی اس دن شروع ہوئی جب کہ شاہ شجاع الملک کے
ہمرکاب انگریزوں نے امیر شاہنواز خان کو دریائے سندھ کے اس پار آنے
دیا۔ شاہ شجاع الملک کی زندگی امیر محراب خان کے طفیل سے بچی تھی جب
افغانستان سے بھاگ کر وہ قلات کے نزدیک پہنچا تعاقب کنندے اس
کے بہت نزدیک پہنچے تھے۔ اس کی سواری کے جانور تھک کر جواب دے
بیٹھے تھے۔ امیر محراب خان اس کی امداد کو آگے بڑھا اس کے دشمنوں
کو پیچھے بھگایا۔ اُسے عزت و احترام سے قلات لے آیا۔ خوراک دی
پوشاک دی اور جب اس نے روانگی کا ارادہ کیا۔ تو اس کے بٹوے کو رقم
سے بھر دیا۔ اور اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہوئے دریائے سندھ تک
اُسے پہنچایا۔ اس کے برعکس شاہ شجاع الملک نے امیر کے بدترین دشمن

کو اپنے جلوس میں شامل کر کے ساتھ لایا۔ اور امیر مہراب خان کے گرنے پر اُسے بلوچستان کے دارالخلافہ قلات لا کر تخت پر بٹھایا۔ ان حرکات سے ایک روشن خیال قوم کے جذبات مجروح ہو سکتے تھے۔ چہ جائے کہ یہ نیم وحشی قبائل واقعی انگریزوں کو حقارت آمیز بے اعتباری اور غداری کا الزام دینے میں وہ حق بجانب تھے۔ کیونکہ اب بھی اس کے باوجود کہ عوام نے بغاوت کر کے امیر شاہنواز خان کو معزول کر دیا تھا۔ پھر بھی وہ انگریزوں کے کیمپ میں پناہ گزین تھا۔

نائب رحیم داد کی سازش کا انکشاف

جب امیر نصیر خان نے کرنل سیمی کو اپنے کیمپ سے نکال دیا تو چند دن بعد امیر موصوف اور داروغہ گل محمد کو معلوم ہو گیا کہ ان افواہوں میں جو امیر کی گرفتاری کے متعلق پھیلائی گئی تھیں کوئی صداقت نہ تھی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جس پارٹی نے امیر مہراب خان کے ساتھ غداری کر کے اُسے جام شہادت پلایا تھا وہی پارٹی اب بھی مصروف کار ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ نائب رحیم داد امیر کے کیمپ میں ان غداروں کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اور یہ تمام افواہیں اس کی پھیلائی ہوئی تھیں۔

نائب رحیم داد کا امیر بلوچستان کے کیمپ سے اخراج

امیر نصیر خان نے صحیح حالات معلوم کرنے کے بعد نائب رحیم داد کو مورخہ ۸ مارچ ۱۸۴۱ء کو اپنے کیمپ سے نکال دیا۔ نائب رحیم داد امیر اعظم کے

پاس چلا گیا۔ اگرچہ امیر اعظم خان بھی در پردہ اس پارٹی میں شامل تھا۔ لیکن پھر بھی نائب رحیم داد کو پناہ دینے کی اُسے جرأت نہ ہو سکی۔ امیر اعظم خان سے مایوس ہو کر نائب رحیم داد نے دیوان رامو سے سات ہزار روپے طلب کئے دیوان رامو نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو نائب رحیم داد نے اُسے گرفتار کر لیا دیوان رامو کی گرفتاری سے کمزور رائے کے مالک امیر اعظم خان کو امیر نصیر خان کے سامنے اپنی بریت وغیر آلودگی کو ثابت کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اپنے آدمی روانہ کر کے دیوان رامو کو نائب رحیم داد کی قید سے چھڑا کر گئے لیعنی رحیم داد کو زہری سے نکال دیا۔

نائب رحیم داد کی وڈھ میں آمد

جب مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۴۱ء کو امیر اعظم خان نے نائب رحیم داد کو زہری سے نکال دیا تو وہ وڈھ چلا گیا۔ مینگلوں کو امیر بلوچستان کے خلاف اکسانے میں انتہائی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کار انگریزوں کا اشارہ پا کر مستونگ چلا گیا۔ جہاں لیفٹیننٹ ولیس پولیٹیکل انجینٹ مستونگ نے اُسے عزت و احترام کے ساتھ اپنے کیمپ میں رکھا۔

باب ششم

امیر نصیر خان کی انگریزوں سے گفت وشنید کی تجدید

جب نائب رحیم داد اور راس کی پارٹی کے ذریعے پھیلائی ہوئی شر انگیز افواہوں کی حقیقت معلوم ہوگئی تو امیر نصیر خان نے کرنل سیٹی کے ساتھ از سر نو مصالحت کی سلسلہ جنبانی کرنا چاہی چنانچہ انہوں نے سردار میر بوہیر خان موسیانی کو اپنا نمائندہ نامزد کر کے کرنل سیٹی کے پاس قلات روانہ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ درمیانی تعطل کو نظر انداز کر کے مصالحت کے لئے راس بیل کی رائے معلوم کی جائے۔

راس بیل کی تجویز

چونکہ افغانستان میں حالات بالکل غیر تسلی بخش تھے۔ ان حالات کے پیش نظر انگریز امیر بلوچستان کو ہر قیمت پر خوش رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ راس بیل نے امیر نصیر خان کی خواہش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے۔ انہی سے بر مقام

کوئٹہ ملاقات کرنے کی گزارش کی۔

تصفیہ کے خلاف شرپسندوں کا پھر حرکت میں آنا

شرپسندوں کو معلوم ہوا کہ امیر نصیر خان انگریزوں کے ساتھ مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ پھر حرکت میں آگئے۔ شرپسند دو قسم کے تھے ملکی اور غیر ملکی۔ وہ غیر ملکی شرپسند جو انگریز تھے اور کرنل سٹی کی پالیسی امن کے خلاف تھے اور اس کی کامیابی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے برابر مصروف سازش رہے۔

سازشی عناصر کے بارے میں کرنل سیٹی کی رائے

سازشیوں کے بارے میں کرنل سٹی لکھتا ہے کہ شرارت پسند افراد جو امیر محراب خان کو تباہ کرنے کے بعد اب تک انگریزی کیمپ پر اپنا سکہ جمائے رکھنا چاہتے تھے۔ برابر مصروف کار تھے۔ انہوں نے ہی گل بخش نامی ایک شخص کو باغبانہ بھیجا جس نے وہاں جا کر امیر نصیر خان کو بتایا کہ وہ اگرچہ راس بیل کا جاسوس ہے مگر قومی جذبے نے اسے مجبور کر دیا کہ امیر کو صحیح حالات سے باخبر کرے اور بتلایا کہ لیفٹیننٹ امیر سلے ایک بڑی فوج کے ساتھ قلات آ رہا ہے اور انگریزوں کی کوئٹہ والی فوج بھی عنقریب مولہ کے راستے حرکت کر کے امیر کے کیمپ کو باغبانہ میں گھیرے گی اس شخص کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کر کے دربار نے حفظ ماتقدم کے طور پر امیر کو راستے سے ایک طرف ہٹا کر مشکے کی طرف روانہ کرنے کو مناسب سمجھا۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔

باغبانہ سے واپس ہو کر اسی گل بخش نے مجھے (سیٹی کو) بتایا کہ وہ راس بیل کا

خاص جاسوس ہے۔ جسے حالات معلوم کرنے کے لیے راس جیل نے باغبانہ بھیجا تھا نیز بتلایا کہ بلوچ ایک بالکل ناقابل اعتبار اور شرپسند قوم ہے یہاں وہ آپ کو صلح کا پیغام بھیج رہے ہیں لیکن وہاں انہوں نے خان کو مشکے روانہ کر دیا ہے دارو غہ گل محمد نوشکی اور خاران کی طرف لشکر جمع کرنے گیا ہوا ہے اور وہ قلات پر شب خون ماریں گے۔

سازش کی حقیقت کا آشکارا ہونا

کرنل سیٹی انگریز ہوتے ہوئے بھی ایک ایماندار، صاف گو اور مدبر انسان تھا اُس نے کُنر بخش کی باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ مسٹر لوڈے کا واقعہ امیر مہراب خان کی حسرت ناک شہادت ملا محمد حسن اور سید محمد شریف کی سازشیں نمونہ کے طور پر اُس کے سامنے تھیں، ملا محمد حسن اب بھی مستونگ میں لیفٹیننٹ ولییس کا مشیر خاص اور نمبوا اسسٹنٹ تھا۔ ان تمام سازشوں کا بانی مبانی اب بھی وہی تھا کرنل سیٹی نے ملا نصر اللہ کو صحیح حالات معلوم کرنے کے لیے باغبانہ روانہ کیا جس نے واپس آکر سیٹی کو یقین دلایا کہ کُنر بخش کی تمام باتیں جھوٹ اور محض پروپیگنڈا تھیں۔ اس نے سیٹی کو کُنر بخش کی اس شرارت آمیز خبر سے بھی واقف کیا۔ جو اس نے انگریزی فوج کے حملہ آور ہونے کے متعلق خود گھڑ کر دربار کو سنائی تھی جس سے متاثر ہو کر امیر کو مشکے روانہ کر دیا گیا تھا۔

کرنل سیٹی کے بلوچ وفد کے ساتھ کوئٹہ روانگی

کرنل سیٹی کی انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی دربار کے اُمرا امیر نصیر خان کو

کوئٹہ روانہ کرنے پر رضامند نہیں ہوئے. البتہ امیر محمد اعظم خان احمدزئی سردار تاج محمد خان زرک زئی سردار میر لوہیر خان موسیانی سردار میر عیسیٰ خان مینگل. سردار پندرانی سردار نیچاری کے علاوہ جھالاوان کے کئی دوسرے چھوٹے سرداروں پر مشتمل وفد کو ساتھ لے کر کرنل سیٹی ۲۰ مئی ۱۸۴۱ء کو قلات سے کوئٹہ روانہ ہوا.

مُلا محمد حسن کا آخری حربہ

اس وفد کے دوران سفر گرانی کے مقام پر لیفٹیننٹ ولیس ملا محمد حسن کا ایک مشترکہ قاصد میر محمد اعظم خان سے ملا اور مُلا محمد حسن کا دیا ہوا. ایک خط اس کے حوالے کیا. اس خط میں حالات کے علاوہ یہ فقرہ خاص طور پر لکھا گیا تھا. "آپ کو یہ خط ایسے قاصد کے ذریعے بھجوایا جا رہا ہے. جو ہر طرح سے قابل اعتبار ہے جو پیغام یہ قاصد آپ کو زبانی سنائے اس پر یقین کرنا." قاصد نے امیر اعظم خان کو پیغام سنایا. کہ انگریزوں نے اسے یعنی اعظم خان کو قلات کا امیر مقرر کر دیا ہے یہ سن کر امیر اعظم خان خوشی سے اُچھل پڑا جب وفد کے سرداروں کو اس خط کے مضمون کا علم ہوا. تو انہوں نے کرنل سیٹی سے اس دھوکہ اور فریب کی حقیقت دریافت کی سیٹی ایک شریف انسان تھا. وہ خود حیران رہ گیا تاہم اس نے سرداروں کو یقین دلایا. یہ ناممکن ہے کہ امیر نصیر خان کی بجائے کسی اور کو امیر بلوچستان مقرر کیا جائے ۲۴ مئی ۱۸۴۱ء کو مستونگ پہنچتے ہی سیٹی نے اس غلط خبر کی تحقیقات کی. ملا محمد حسن نے روبرو ولیس انکار کیا کہ اس نے کوئی ایسا خط امیر اعظم خان کو نہیں لکھا ہے. حالانکہ قاصد ملا محمد حسن کا خاص آدمی تھا. لیفٹیننٹ ولیس

نے بھی لاعلمی ظاہر کی ویلیس اور ملا محمد حسن کمپنی کے ملازم تھے جن کے خلاف منظوری حاصل کئے بغیر سیٹن کسی قسم کی تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ صرف نائب رحیم داد ایسا شخص تھا جسے سیٹن گرفتار کر سکتا تھا۔ اور نائب رحیم داد سازشیوں کا ایک خاص رکن تھا۔ چنانچہ سیٹن نے اُسے گرفتار کر کے خاص پہرہ کے ذریعے شالکوٹ روانہ کر دیا۔

سرداروں کے وفد کی راس بیل سے ملاقات

جب سردار کوئٹہ پہنچے تو ان کی راس بیل سے دوران ملاقات گفت وشنید شروع ہوئی کنر بخش کی فتنہ پردازیوں پر طویل گفتگو ہوئی کنر بخش کو مجرم گردانا گیا لیکن نائب رحیم داد اور ملا محمد حسن پر راس بیل کی خاص نظر عنایت تھی اس لئے وہ ان کے معاملات کی پردہ پوشی کرتا رہا۔ سرداروں کا وفد سیٹن کے ساتھ ۲۸ مئی ۱۸۴۱ء کو شالکوٹ پہنچا آخر کار راس بیل اور سرداروں کے وفد کے ساتھ ایک عارضی سمجھوتہ ہوا جس کی رو سے کرنل سیٹن اور سرداروں کا وفد امیر نصیر خان کو شالکوٹ لانے کے لیے واپس ہوئے اور مصالحتی پارٹی ۵ جون ۱۸۴۱ء کو واپس قلات پہنچی۔

امیر نصیر خان ثانی کی قلات میں آمد

جب سرداروں کا وفد راس بیل کے ساتھ شالکوٹ میں گفت وشنید کر رہے تھے۔ امیر نصیر خان مشکے سے ۲۷ مئی ۱۸۴۱ء کو باغبانہ پہنچا۔ جب سرداروں کا وفد ۵ جون ۱۸۴۱ء کو قلات پہنچا۔ تو امیر نصیر خان باغبانہ سے

عازم قلات ہوئے۔ مورخہ ۲۴ جون ۱۸۴۱ء کو (رودین جو) کے مقام پر کرنل سیٹی نے امیر نصیر خان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ۲۵ جون ۱۸۴۱ء کو امیر نصیر خان کرنل سیٹی کے ساتھ بلوچستان کے پائیہ تخت قلات میں داخل ہوئے۔

راس بیل کا انتقال

امیر نصیر خان شالکوٹ جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ اُن کو قلات میں ۲۹ جون ۱۸۴۱ء میں راس بیل کی موت کی خبر ملی۔ سردست امیر نصیر خان کا شالکوٹ جانے کا پروگرام ملتوی ہوگیا۔ جب راس بیل کی جگہ کمپنی کی حکومت نے میجر اوٹرم کو جانشین بنایا۔ تب میجر اوٹرم شالکوٹ آئے اور راس بیل کے منصب کا چارج سنبھال لیا۔ تب اُس نے ۳ ستمبر ۱۸۴۱ء کو امیر نصیر خان کو شالکوٹ آنے کی دعوت دی۔ شالکوٹ میں ۸ ستمبر ۱۸۴۱ء کو میجر اوٹرم نے امیر نصیر خان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور ان کو اکیس توپوں کی سلامی دی میجر اوٹرم نے کمپنی کی طرف سے راس بیل کے عارضی سمجھوتے کی تائید کرتے ہوئے امیر نصیر خان کے ساتھ رابطہ اتحاد و دوستی قائم رکھنے کا وعدہ کیا ۲۶ ستمبر ۱۸۴۱ء کو امیر نصیر خان شالکوٹ سے قلات پہنچا۔

امیر نصیر خان ثانی کے دور میں سپر پاور انگریز کی ایک جدت

امیر نصیر خان ثانی کے دور حکمرانی ۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۷ء میں بلوچستان کی دو بڑی ہمسایہ سلطنتیں ایران اور ہندوستان تھیں ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد انگریز ایک سپر پاور کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ برصغیر ہندوستان

میں جب اُن کی تجارتی کمپنی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کہلاتی تھی۔ دکن سے فرانسیسی طاقت کا صفایا کرنے کے بعد بنگال، بہار، اُڑیسہ میں اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہوگئی تو انگریزی کمپنی نے تجارت کی بجائے برصغیر پہ حکمرانی شروع کردی۔ اُس وقت کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز گورنر جنرل وارن ہیسٹنگ نے ۱۷۷۲ء میں کھلم کھلا حکومت کی ذمہ داری سنبھال لی اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کا لبادہ اُتار لیا۔ البتہ برطانوی حکومت نے بلاواسطہ ہندوستان کے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں نہ لی۔ بلکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاملات میں بالواسطہ دخل اندازی پر قناعت کر لی۔ جب کمپنی اپنا چارٹر حکومت برطانیہ سے تجدید کراتی تھی، تو حکومت برطانیہ کیطرفسے کوئی نئی پابندی عائد کردی جاتی تھی۔

بہرحال اُنیسویں صدی کے شروع ہونے تک انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی سیاسی طور پر برصغیر ہند میں مغلوں کی جگہ سپرپاور کی حیثیت حاصل کرچکی تھی۔ اس دور میں یعنی ۱۸۳۱ء میں جب کہ امیر نصیر خان ثانی بلوچستان کی آزادی کے لیے لڑ رہا تھا تو انگریزوں کی سامراجی حکومت سارے ہندوستان پر غالب آچکی تھی۔ ان کا ہر جگہ ڈنکا بج رہا تھا۔

جیسے کہ ہم اپنی تاریخ کی جلد سوم اور جلد چہارم میں یہ امر واضح کر چکے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ نے اس موجودہ دنیا کو صفحۂ ہستی پہ وجود میں لایا تو خطہ ایران اور ہندوستان کے درمیان ایک چھوٹا سا خطہ منظر شہود میں آیا جو بعد میں بلوچستان کے نام سے موسوم ہوا۔ بلوچستان کے انہی دونوں خطوں میں ایک مشرق میں واقع ہے اور دوسرا مغرب میں قدیم زمانہ سے سپرپاور

یا طاقت بالادست حکومتیں وجود میں آتی رہی ہیں۔ اُن کے درمیان سیاسی حیثیت سے بلوچستان لبفر اسٹیٹ یا فاصل ریاست کا کردار سرانجام دیتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ ہند میں مغل خاندان کے بادشاہ محمد شاہ کے دور حکومت (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) اور ایران میں نادر شاہ افشار کی دورِ حکومت (۱۷۳۶ء تا ۱۷۴۷ء) تک بلوچستان کی فاصل یا بفراسٹیٹ کی حیثیت قائم رہی اور جوں کی توں قائم رہی۔ جب ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ افشار ایران کے بادشاہ کو ایرانی جرنیلوں نے قتل کر دیا۔ اور ایران میں طوائف الملوکی اور بدنظمی کا دور شروع ہوا۔ اس اثنا میں احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کی فوج میں ملازم تھا۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر افغانستان کے شہر قندھار میں آ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور افغانستان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں ہندوستان میں مسلمانوں کی مغل حکومت انتہائی طور پر کمزور ہو چکی تھی ہندو مسلمانوں پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ادھر ایران میں نادر شاہ افشار کے قتل کی وجہ سے ملک میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ ایران کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی تھی ہندوستان میں مسلمان ہندو غلبہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ اس صورت حال میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے مسلمانوں کا ساتھ دیا چنانچہ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی، ہندوستان کے مسلمان اُمراء اور بلوچستان کے امیر نصیر خان اول نے پانی پت کے میدان میں ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء میں ہندوؤں کے مرہٹہ حکمران کو تین لڑائیوں کے بعد شکست فاش دی تو اس فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی مسلمانوں کا ہیرو بن گیا۔ ہندوستان اور ایران کی کمزور حکومتوں کی وجہ سے وقتی طور پر اس

خطہ میں وہ بحیثیت سپرپاور یا طاقت بالادست ابھرا۔

بلوچستان پر سپرپاور کا حملہ

جب احمد شاہ ابدالی کو جو حکمران افغانستان تھا سیاسی طور پر سپرپاور ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ تو بلوچستان کی تاریخ میں جو ہزاروں سالوں سے ہند اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان ایک بفر اسٹیٹ رہی تھی پہلے حملے کی ابتدا احمد شاہ ابدالی نے کی۔ اس دور میں بلوچستان میں امیر نصیر خان اول ملقب بہ میر نصیر خان نوری حکمران تھے۔ ان کی دور حکمرانی ۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء میں سپرپاور احمد شاہ ابدالی نے ۲۰ جون ۱۷۵۸ء کو بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر حملہ کیا جب ان کی تمام کوششیں قلات کے قلعہ کو فتح کرنے میں رائیگاں گئیں۔ تب اس نے عاجز آکر مصلحت کاروں کو بیچ میں ڈال کر امیر بلوچستان سے صلح کر لی۔ ایک عہدنامہ کیا جس کی آٹھ شرائط تھیں۔ اس عہد نامہ کی دو اہم شرائط یہ تھیں۔ اولین شرط یہ کہ احمد شاہ ابدالی بحیثیت سپرپاور بلوچستان کے حکومتی معاملات میں بالکل دخل نہیں دے گا دوسری شرط تھی کہ امیر بلوچستان شرق اوسط میں احمد شاہ ابدالی کو سپرپاور یا طاقت بالادست تسلیم کرتا ہے بہرحال بلوچستان کی تمام ادوار کی تاریخ میں پہلے سپرپاور احمد شاہ ابدالی کا حملہ بحیثیت سپرپاور کے پہلا حملہ ہے۔

احمد شاہ ابدالی کی وفات کے بعد انگریزوں نے اپنی سپرپاور کی حیثیت کو تمام شرق اوسط کے حکمرانوں سے منوایا۔ خاص کر ہندوستان اور ایران میں انگریزوں کی ریشہ دوانیاں زوروں پر تھیں۔ انیسویں صدی کی شروعات

میں برصغیر پر انگریزوں کا حقیقی اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اگلے پچاس برسوں میں انہوں نے ہر حیلے بہانے سے مزید علاقے اپنی قلمرو میں شامل کر لئے۔

ہندوستان پر روسی حملے کا ھوّا کھڑا کرنا

اسی دور میں انگریز سیاست دان ہندوستان پر روسی حملے کے خطرہ کا ہوّا کھڑا کر کے لرزہ براندام ہو گئے تھے۔ اور اپنی ہندوستانی سلطنت کی سرحدوں کی موثر حفاظت کے لیے مضطرب رہتے تھے۔

چنانچہ اُنیسویں صدی میں روسی ہوّا۔ ان کے دل و دماغ پر مسلط رہا۔ انہوں نے روسی پیش قدمی کو روکنے کے لیے اپنے خیال کے مطابق مضبوط سرحدی پالیسی اختیار کی ایران اور افغانستان کی خارجہ پالیسی کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے انگریزوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اس دوران میں احمد شاہ ابدالی کا پوتا افغانستان کا مفرور بادشاہ شجاع الملک اپنی کھوئے ہوئے حکومت کو حاصل کرنے کے لئے لودھیانہ کے انگریزوں کے کیمپ پہنچا اور اُنہیں یہ جھکمہ دیا کہ اگر انگریز اُسے افغانستان کا دوبارہ بادشاہ بنا دیں تو اُن کی حمایت میں وہ روسی اثرات کو افغانستان میں موثر ہونے نہیں دے گا۔ چنانچہ انگریزوں نے شجاع الملک کو دوبارہ افغانستان کا بادشاہ بنانے کا تہیہ کر لیا۔ افغانستان کی پہلی لڑائی شجاع الملک کو دوبارہ افغانستان کا بادشاہ بنانے کے لیے لڑی گئی۔ لہٰذا اس لڑائی کے دوران امیر محراب خان ثانی امیر بلوچستان نے اپنے ملک کی آزادی کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اُس کے بیٹے امیر نصیر خان ثانی نے جنگ آزادی کو جاری رکھتے ہوئے انگریزوں سے نبرد آزما رہا آخر

انگریزوں کی پالیسی بدلی۔ انہوں نے امیر نصیر خان ثانی سے ایک دوستانہ معاہدہ کر کے اُنکو امیر بلوچستان تسلیم کر کے اپنی فوجوں کو بلوچستان سے نکال دیا اس عہد نامے کی تفصیلات بعد میں بیان کی جائیں گی۔ مگر اُس میں خاص شرط یہ بھی کہ امیر بلوچستان انگریزوں کے سوائے دیگر کسی دوسری خارجہ حکومت سے کوئی دوستانہ تعلقات نہیں رکھے گا۔ چونکہ اس دور میں خطہ بلوچستان اپنے ساحل کی وجہ سے بین الاقوامی سیاسی حیثیت حاصل کر چکا تھا اور سلطنت روس سمندر کے گرم پانی کے ساحلوں تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور بلوچستان کا خطہ اس سے قریب تر خطہ تھا۔ لہٰذا اس سیاست کے پیش نظر جب انگریزوں نے امیر بلوچستان امیر نصیر خان ثانی سے ۱۸۴۱ء میں ایک دوستانہ عہد نامہ کیا اس میں یہ اہم شرط رکھی کہ امیر بلوچستان دیگر کسی خارجہ حکومت سے دوستانہ روابط نہیں رکھے گا۔

چنانچہ انگریز دوسرا سپر پاور طاقت ہے جس نے پھر احمد شاہ ابدالی کے پوتے شجاع الملک کے ایماء پر بلوچستان پر بہ حیثیت سپر پاور دوسرا حملہ کیا۔ جب امیر نصیر خان ثانی نے جنگ آزادی کو جاری رکھا۔ آخر کار انگریزوں نے اپنی پالیسی کی وجہ سے مجبور ہو کر اُن کو امیر بلوچستان تسلیم کر کے ان کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ طے کیا اور اس میں یہ جدت کی تھی کہ اسی رسم تاجپوشی بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں انگریزوں نے خود ادا کی لہذا انگریزوں کی طرف سے نئے امیر بلوچستان کی تاجپوشی کرنا بحیثیت سپر پاور کے ایک نیا دستور تھا۔ جسے انگریزوں نے اپنے دور طاقت و بالادستی میں ایجاد کیا۔

معاہدہ مابین حکومت انگلیسی ہند و امیر بلوچستان

چونکہ انگریز نمائندہ ایسٹ انڈیا کمپنی جب امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے عہد نامہ کر رہے تھے۔ اس دور میں شاہ شجاع الملک افغانستان میں بدستور حکمران تھا۔ مگر اس کے خلاف افغانوں کی بغاوت اور اسے تخت سے معزول کرنے کی سازشیں جاری تھیں۔

چونکہ انگریز اس کی حکمرانی کو افغانستان میں قائم کر کے اس کے ذریعے سے شرق اوسط میں اپنی طاقت بالادستی یا سپر پاور ہونے کی حیثیت کو تقویت دینا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے امیر بلوچستان سے عہد نامہ کرتے وقت اُن کے یعنی شاہ شجاع الملک کے نام کو بھی حکومت ہند کے نام کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور عہد نامہ تحریر ہوا۔

چنانچہ میجر اوٹرم نے اپنی طرف سے ۶ اکتوبر ۱۸۴۱ء کی تاریخ کو بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں امیر نصیر خان کی تاجپوشی کے لیے مقرر کی تھی۔ ۵ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو میجر اوٹرم بریگیڈیر انگلینڈ اور کرنل سیٹی قلات پہنچے۔

پہلے ان نمائندگان ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان اور امیر نصیر خان امیر بلوچستان کے درمیان عہد نامہ پر دستخط ہو گئے جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

عہد نامہ قلات ۱۸۴۱ء

درحالیکہ میر نصیر خان خلف میر محراب خان شہید سمجھوتہ کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ حکومت ہائے ہند و اعلیٰ حضرت شاہ شجاع الملک امیر

نصیر خان موصوف اور اُس کے اخلاف کو مندرجہ ذیل شرائط پر قلمرو بلوچستان کا فرمان روا تسلیم کرتی ہے۔

۱۔ جس طرح میر نصیر خان کے اجداد نے شاہ کابل کے اسلاف و اجداد کو طاقت بالادست تسلیم کیا ہے۔ اس طرح میر نصیر خان موصوف اپنے اخلاف کی طرح اعلیٰ حضرت کو طاقت بالادست تسلیم کرتا ہے۔

۲۔ اعلیٰ حضرت شاہ شجاع الملک مہربانی سے علاقہ جات کچھی مستونگ شال کو جو امیر مہراب خان کی شہادت پر قبضہ میں لے لئے گئے تھے۔ یہ علاقہ جات امیر موصوف اور ان کے جانشینوں کو واپس کر دیئے جائیں گے۔

۳۔ اگر بلوچستان کے قلمرو کے کسی خطہ میں فوج کا رکھا جانا ضروری سمجھا جائے فوج مذکورہ شاہ شجاع الملک کی ہو یا آنریبل کمپنی کی وہ اس خطہ میں آسکے گی اور امیر بلوچستان کو اس پر اعتراض نہ ہوگا۔

۴۔ امیر نصیر خان اس کے جانشین اور اس کے اخلاف ہمیشہ ایک برطانوی افسر کی جو امیر صاحب موصوف کے دربار میں مقیم رہے گا۔ اُس کے مشورہ اور راہنمائی سے کام کرے گا۔

۵۔ امیر میر نصیر خان موصوف اُن تاجروں اور دیگر مسافروں کی جو ایک جانب دریائے سندھ اور دوسری جانب بندرگاہ سونمیانی سے افغانستان کو آتے جاتے ہیں۔ حتیٰ الامکان نگہداشت کرے گا۔ اور علاوہ ازیں ان اشخاص پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کرے گا۔ اور وہی محصول ان سے لے گا۔ جس کا تعین حکومت برطانیہ اور امیر نصیر خان کریں گے۔

۶۔ امیر نصیر خان اپنے جانشینوں اپنے اخلاف اور اپنے آپ کو

اس بات کا پابند قرار دیتے ہیں کہ وہ کسی غیر طاقت کے ساتھ بغیر رضامندی حکومت ہائے ہند و شجاع الملک کسی قسم کی سیاسی گفت و شنید یا سیاسی خط و کتابت نہیں کریں گے۔

۷۔ امیر نصیر خان پر کسی دشمن طاقت کے حملہ کرنے کی صورت میں یا کسی غیر طاقت کے ساتھ تنازعہ پیدا ہونے کی صورت میں حکومت برطانیہ امیر موصوف کے حقوق کی نگہداشت کے لیے ان کو اپنی خدمات یا امداد جو ضروری یا مناسب حال سمجھے پیش کرنے میں دریغ نہ کرے گی۔

۸۔ شاہنواز خان کے مفاد کے لیے امیر نصیر خان ایک واجب بند و بست کریں گے۔ اگر شاہنواز خان کسی برطانوی علاقہ میں رہائش اختیار کریں تو یہ امداد حکومت برطانیہ پر واجب ہوگی۔ اور اگر وہ یہیں رہائش پذیر ہوں تو یہ امداد عطائے جاگیر کی صورت میں ہوگی۔ اس کا فیصلہ حکومت برطانیہ خود کرے گی۔

معاہدہ ہذا بمقام قلات بتاریخ ۶ اکتوبر ۱۸۴۱ء مطابق ہشتم ماہ شعبان المبارک ۱۲۵۷ھ واقع ہوا۔

دستخط
آکلینڈ

دستخط
امیر نصیر خان امیر بلوچستان

مہر

مہر

معاہدہ ہذا کی تصدیق و توثیق رائٹ آنریبل گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل بمقام فورٹ ولیم بنگال آج بتاریخ ۱۰ ماہ جنوری ۱۸۴۲ء کی۔ دستخط

ڈی۔ ایچ۔ میڈاک
سیکرٹری حکومت ہند

انگریز سپر پاور کی امیر بلوچستان کی تاجپوشی کرنا

٦ اکتوبر ۱۸۴۱ء کی صبح کو رسم تاجپوشی سے پہلے امیر نصیر خان ثانی بحیثیت امیر بلوچستان اور میجر اوٹرم بحیثیت نمائندہ کمپنی اس معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔ جس کی ہم نے اوپر تفصیل سے دفعات کا بیان کیا ہے۔ زاں بعد امیر نصیر خان ثانی کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی پہلے دربار میں لوگ سردار اور معتبرین جمع ہو گئے پھر ایک بلوچی رواج کے مطابق اپنے منصب کے مطابق اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے ایک بلوچی چادر امیر بلوچستان کے کندھے پر ڈال دی گئی پھر کمر بند باندھا گیا۔ یہ کام شاغاسی دربار نے سرانجام دیئے پھر انگریزوں کا نمائندہ میجر اوٹرم نے امیر نصیر خان کو تلوار پیش کی ایک قیمتی کمخواب کا چوغہ اسے پہنایا گیا۔ اور میجر اوٹرم نے امیر موصوف کو تخت پر بٹھایا۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد پگڑی کا پہلا پیچ میجر اوٹرم نے باندھا دوسرا بریگیڈیر آکلینڈ اور تیسرا پیچ کرنل سیٹی نے باندھا۔ اس طرح دستار بادشاہت باندھی گئی میجر اوٹرم نے امیر بلوچستان کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ اور مبارک بادی پھر بریگیڈیر آکلینڈ اور کرنل سیٹی نے رسم مبارک بادی ادا کی اور دربار کے تمام حاضرین مجلس نے مبارک بادی اور توپوں کی سلامی پیش کی گئی۔

امیر بلوچستان کی تاجپوشی کے دوران سرداران سراوان کی نظر اندازی

امیر نصیر خان ثانی کی تاجپوشی کے دوران یہ امر خاص طور پر قابل ذکر

ہے۔کہ اس دوران میں امیر نصیر خان اور انگریزوں کے درمیان صلح اور معاہدہ کرتے وقت جو گفتگو ہوئی اس میں کسی ساراوانی سردار کا نام آتا۔ یہاں تک کہ امیر نصیر خان کو بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں تخت قلات پر بٹھاتے وقت اور رسم تاجپوشی کی تقریب میں بھی کوئی ساراوانی سردار شامل نہیں تھا۔ اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے سرداران ساراوان انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کے بعد بہت جلد پشیمان ہو کر امیر بلوچستان کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ لہٰذا جب امیر نصیر خان امیر بلوچستان اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے سرداران ساراوان کو در خور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اپنی تاجپوشی کے دوران نظرانداز کیا ہوگا۔ بہرحال امیر نصیر خان ثانی کو بلوچستان کا تخت دلانے میں جھالاوانی سردار اور عوام۔ خاران کا سردار امیر آزاد خان نوشیروانی اور خارانی عوام۔ بجاغی زنگی کے ذگر مینگل سردار اور عوام کی عملی جنگ جویانہ جذبہ کارفرما رہا ہے لہٰذا سہرا انہی علاقوں کے قبائل کے سر ہے جنہوں نے اپنی جان و مال کی ناقابل فراموش قربانیاں دے کر بلوچستان کی لاج رکھ لی۔

امیر نصیر خان امیر بلوچستان اور انگریزی حکومت ہندوستان کے درمیان مفاہمت کی تاخیر

امیر مہراب خان ثانی کی شہادت کے بعد جب انگریزوں نے امیر شاہنواز خان کو حکمرانی بلوچستان کی مسند پر بٹھایا تو اس دور میں سارے بلوچستان میں لوگوں کا ایک گروہ وجود میں آیا۔ جو یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ بلوچستان میں امن و امان قائم ہو جائے۔ اور اس گروہ کو یہ بھی بخوبی معلوم تھا کہ امیر شاہنواز کے مقابلے

میں امیر نصیر خان ثانی لوگوں میں زیادہ ہر دلعزیز ہے لہذا اس گروہ نے اپنی یہ پالیسی بنائی کہ خود ساختہ اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر انگریزوں کو امیر بلوچستان سے اور امیر بلوچستان کو انگریزوں سے بدظن رکھنا چاہتے تھے۔ ایسی صورت میں ان دونوں فریقوں میں مصالحت ناممکن تھی۔ اور اس شرپسند گروہ کا مفاد بھی اسی میں تھا۔ اور ان کو معلوم تھا کہ اگر امیر نصیر خان ثانی تخت نشین ہوگئے تو ان کو جو انگریزوں کی طرف سے مفت تنخواہیں امدادی رقم اور عہدے ملے ہوئے ہیں نہیں رہیں گے۔ اس لئے وہ قدم قدم پر روڑے اٹکانے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

لہذا اس بارے میں کرنل سیمسٹی بھی یہی شکایت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ "امیر نصیر خان کو تخت نشین کرانے میں ہم کو جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور جس قدر الجھنیں پیش آئیں وہ سب ان نمک حرام ملکی غداروں کی وجہ سے تھیں جن کو انگریزوں نے بڑے بڑے عہدے دے کر اپنا ملازم رکھا ہوا تھا جو اس وقت کے پولیٹیکل افسروں کو آلۂ کار بنا کر اپنی مرضی کا ناچ نچاتے تھے اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر فریقین کے درمیان بدظنی پیدا کرتے تھے۔ انہوں نے ہماری مصالحت کی پالیسی کو ناکام بنانے کے لیے قدم قدم پر روڑے اٹکانے سے دریغ نہیں کیا تھا۔

امیر نصیر خان کی مرلیوں اور انگریزوں کے درمیان مفاہمت کی کوشش

امیر نصیر خان امیر بلوچستان اور انگریزوں کی حکومت ہندوستان کے

ساتھ عہد نامے کے بعد بلوچستان میں سیاسی حالات پر بہت اچھا اثر پڑا اور غیر یقینی حالات کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ امن وامان کی صورت حال بہتر ہو گئی۔ مریوں کی مخاصمانہ جدوجہد اب تک جاری تھی۔ آمیر نصیر خان نے یہ ضروری سمجھا کہ بحیثیت آمیر بلوچستان مریوں کے ساتھ مفاہمت کی جائے۔ چنانچہ خود کرنل سیٹی کو ساتھ لے کر اسی غرض کے لیے لہڑی گئے۔ اور سردار میر دوست علی مری کو لہڑی میں طلب کیا۔ لہٰذا سردار موصوف اپنے قبائلی معتبرین کے ساتھ لہڑی پہنچا اور ۱۷ دسمبر ۱۸۴۱ء میں آمیر نصیر خان ثانی نے لہڑی میں دربار عام منعقد کیا۔ اور ایک پرجوش تقریر سے دربار کا افتتاح کرتے ہوئے۔ ماضی اور حال کے تمام حالات پر اس انداز سے روشنی ڈالی کہ وفور جذبات سے درباریوں کی آنکھیں چمک اٹھیں اور ان پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ میر دوست علی اور اس کے معتبرین نے تمام قبیلہ مری کی طرف سے آمیر نصیر خان ثانی کو اپنا حکمران تسلیم کیا اور اس کی وفاداری کا حلف اٹھایا۔ اور یہ امر بھی منظور کر لیا کہ آئندہ دوسرے بلوچ سرداروں کی طرح سردار مری کا بیٹا یا بھتیجا یا کوئی قریبی رشتہ دار جسے سردار مری منتخب بھیجے چودہ نفر سواروں کے ساتھ بطور رسان بادشاہ آمیر بلوچستان کے کیمپ میں ہمیشہ رہا کرے گا۔ ان سواروں کے اخراجات دستور کے مطابق دربار ادا کرتا رہے گا۔ آمیر نصیر خان نے نیابت گنداوہ میں مری سردار کو ایک گاؤں بطور جاگیر عطا کی۔

کرنل سیٹی کا آمیر نصیر خان کی تقریر پر تبصرہ

کرنل سیٹی آمیر نصیر خان ثانی کے مقررانہ انداز کی تعریف کرتے ہوئے

لکھتا ہے:۔

" میں آج تک کسی ایسے آدمی سے نہیں ملا جس نے تقریر میں اس قدر حمیت حاصل کی ہو۔ جس قدر امیر نصیر خان کو اس موقع پر حاصل ہوئی۔ زبان پر بھی عبور و فرمان روانی۔ اس کا تیز ادراک فہم۔ اس کی سمجھ کی تیزی۔ اس کے بلا توقف مناسب جوابات اس کی خوبصورت شکل اور دل آویز انداز بیان سے وہ تمام اختلافات پر غالب آئے۔ اور اس کو سننے والے انتہائی خوشی اطمینان اور تسکین قلب کے ساتھ علیحدہ ہوئے۔"

امیر شاہنواز خان احمدزئی کی بغاوت

جب امیر نصیر خان ثانی مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو امیر شاہنواز خان جھالاوان پہنچا لیکن جھالاوان میں اُس کے طرفداروں نے اس سے منہ پھیر لیا اور ایک ایک کر کے سب امیر نصیر خان کے ساتھ جا ملے جب امیر شاہنواز نے اپنے وفادار ساتھیوں کی یہ صورت حال دیکھی تو وہ بلوچستان کو خیر باد کہہ کر ایک بار پھر انگریزوں کا سہارا ڈھونڈنے سندھ چلا گیا گو کہ انگریزوں نے اُسے اس دفعہ بھی خاطر خواہ عزت دے کر اپنے کیمپ میں رکھا لیکن جب امیر نصیر خان ثانی سے انگریزوں کا عہد نامہ طے ہوا۔ تو انہوں نے امیر شاہنواز خان کو نظر انداز کر دیا۔ شاہنواز خان انگریزوں کی بے رخی کو بھانپ گیا اور ان کے کیمپ کو چھوڑ دیا۔ امیر شاہنواز خان اپنے باپ دادا کی طرح ایک طالع آزما شخص تھا۔ قلات میں لیفٹیننٹ لوڈے کی قیادت میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اُس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی سراروان اور

جھالاوان کی بے وفائی کے باوجود اُس کے حوصلے پست نہیں ہوئے چنانچہ انگریزی کیمپ سے نکل کر ایک بار پھر قسمت کو آزمانا چاہا دولت اس کے پاس کافی تھی. سندھ اور پنجاب سے سندھیوں اور روہیلوں کا ایک بڑا لشکر جمع کرکے اس نے کچھی پر حملہ کیا. امیر نصیر خان ثانی یہ اطلاع پاکر اپنے قبائلی لشکر کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا نیابت بھاگ کے موضع تمبو کے مقام پر دونوں لشکروں میں مورخہ ۲۶ فروری ۱۸۴۲ء کو مڈبھیڑ ہوئی. شاہنواز خان شکست کھاکر تمبو کے قلعہ میں محصور ہوگیا امیر نصیر خان ثانی نے قلعہ کا محاصرہ کیا دو دن تک قلعے سے بندوقوں کی لڑائی جاری رہی تیسرے دن میر شاہنواز خان نے عاجز آکر ہتھیار ڈال دیئے اور اس کا لشکر منتشر ہوگیا. امیر شاہنواز خان کو گرفتار کرکے ۲ مارچ ۱۸۴۲ء میں گنداوہ لایا گیا. جہاں پر چند عرصہ اُسے قید میں رکھا گیا آخرکار بہ مقام قلات ۸ مئی ۱۸۴۲ء امیر نصیر خان ثانی کے حکم سے اسے قید خانہ میں قتل کر دیا گیا۔

امیر نصیر خان ثانی کا گوادر بندر پر حملہ

امیر نصیر خان ثانی بلوچستان کے اندرونی معاملات کو درست کرنے کے بعد گوادر کے بندرگاہ کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ وہ سلطان مسقط کے ناجائز قبضہ کو گوادر پر برداشت نہیں کرسکتا تھا. امیر نصیر خان ثانی نے شاغاسی ولی محمد کی قیادت میں دستہ جھالاوان کو گوادر کی بندرگاہ پر قبضہ کرنے کے لیے مورخہ ۳۰ مئی ۱۸۴۲ء کو روانہ کردیا. سلطان مسقط کو گوادر پر شاغاسی ولی محمد کے حملہ کو روکنے کی طاقت نہ تھی. لہٰذا سلطان مسقط نے ڈپلومیسی سے کام لیکر

اپنے آپ کو امیر بلوچستان امیر نصیر خان ثانی کا باجگزار ظاہر کیا۔ جب شاغاسی ولی محمد تربت کیچ پہنچا تو سلطان مسقط کے گوادر کے نمائندہ نے پندرہ حبشی غلام اور پانچ حبشی کنیزیں۔ ایک مرصع تلوار بطور خراج شاغاشی ولی محمد کی خدمت میں کیچ روانہ کردیں۔ شاغاسی ولی محمد نے سلطان مسقط کے فریب میں آکر گوادر پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور وصولی خراج کو اپنی فتح خیال کرکے مورخہ ۱۵ جون ۱۸۴۲ء میں واپس قلات چلا آیا۔ شاغاشی ولی محمد بہت مدبر آدمی تھا۔ نہ معلوم وہ سلطان مسقط کی ڈپلومیسی سے کیوں فریب کھا گیا۔ اُسے بہر قیمت گوادر پر حملہ کرنا چاہیئے تھا حملے کی صورت میں وہ ضرور گوادر پر قابض ہو سکتے تھے قبضہ کے بعد وہ گوادر میں۔ سلطان مسقط کے نمائندہ سے جو بھی اقرار نامہ تحریر کرانا چاہتے تھے کرا سکتے تھے۔ مگر شاغاسی ولی محمد نے یہ کام بھی نہیں کیا۔ صرف خراج کی وصولی کی خوشی میں خراج وصول کر کے قلات کی طرف مراجعت کر گیا دوسری صورت یہ بھی تھی کہ جب خراج وصول ہوا۔ اُسے یعنی شاغاسی ولی محمد کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ خود گوادر جا کر سلطان مسقط کے نمائندہ سے تحریراً یہ اقرار نامہ لکھوالیتا کہ گوادر امیر بلوچستان امیر نصیر خان کی ملکیت ہے۔ اور اُن کا وزیر شاغاسی ولی محمد گوادر آیا ہے اور میں گوادر پر امیر بلوچستان کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو مندرجہ ذیل چیزیں بطور باجگزاری کے دے رہا ہوں۔ تاکہ آئندہ حکمرانوں کے پاس گوادر کی ملکیت کے بارے میں کوئی تحریری ثبوت موجود ہوتا لیکن شاغاسی ولی محمد نے یہ دوسرا سیاسی راستہ بھی اختیار نہیں کیا۔

قدیم دور میں بلوچستان کی فاصل ریاستی حیثیت کی آزادی

جیسے کہ ہم اپنی تاریخ بلوچ و بلوچستان کے مختلف ابواب میں لکھتے آئے ہیں کہ جب سے خدائے تعالیٰ نے خطہ بلوچستان کو اس سرزمین پر وجود بخشا ہے تو وہ سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان ہمیشہ بطور ایک بفر اسٹیٹ یا فاصل ریاست کے قائم رہا۔ اس کے مغرب میں ایران کی قدیم سلطنت تھی اور اُس کے مشرق میں ہندوستان کی دیرینہ سلطنت تھی ان دونوں سلطنتوں نے کبھی بھی بلوچستان کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیا۔ ان کی صرف یہ خواہش ہوتی تھی کہ اگر کبھی کبھار ان کی سلطنتوں سے انکا کوئی اُمیر سرتابی کر کے بلوچستان میں وارد ہوتا تھا۔ تو یہ سپر پاور بلوچستان کے حکمرانوں سے یہ توقع رکھتے تھے کہ اُن کی استدعا پر بھگوڑے اُمیر کو پناہ نہ دیں۔ بلکہ اس کو متعلقہ سپر پاور کے حوالے کر دیں۔ بس یہ اُن کی پالیسی ہوتی تھی اس کے علاوہ دونوں سپر پاورز بلوچستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔ اور بلوچستان کے حکمران دونوں سپر پاورز سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ دونوں کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے سیاسی بین الاقوامی رابطہ رہتا تھا ایرانی سپر پاور نے کبھی بھی بلوچستان کے حکمران پر یہ قدغن نہیں لگائی کہ وہ ہندوستانی سپر پاور سے تعلقات نہ رکھے۔ اور نہ ہی ہندوستانی سپر پاور نے کبھی بھی بلوچستان کے اُمیر پر یہ بندش لگائی کہ وہ ایران سے بالکل قطع تعلق کرے۔

یورپی قوموں کا دنیا میں بطور سپر پاور کے اُبھرنا

بعد میں دنیا میں کچھ ایسے بین الاقوامی واقعات رونما ہوئے جن کی بدولت یورپی اقوام دنیا میں بطور سپر پاور کے وجود میں آکر ممالک کی سیاست پر اثر انداز ہو گئے۔ جب پندرہویں صدی میں ۱۴۹۲ء میں اسپین کے ایک مہم جو شخص کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔ اور ۱۴۹۸ء میں ایک پرتگالی جہاز ران واسکوڈی گاما افریقہ براعظم کے جنوب سے راس امید کے گرد چکر کاٹ کر۔ ہندوستان کے ساحل مالا بار پہنچا ۱۵۸۰ء میں حکومت اسپین اور حکومت پرتگال کا سیاسی اتحاد ہو گیا۔ انہوں نے امریکہ کی نوآبادیات پر توجہ صرف کی۔ ہندوستان کے ساحلی مقبوضات اور بحرہند کے جزائر ان کے لیے بے حیثیت ہو کر رہ گئے۔ لہٰذا ان کے حریف ولندیزی انگریز اور فرانسیسی ان علاقوں میں وارد ہوئے۔ یورپی اقوام کے بطور سپر پاور کے اُبھرنے کا یہ مختصر تاریخی پس منظر تھا۔

برصغیر ہندوستان پر انگریزوں کا بحیثیت سپر پاور کے حاوی ہونا

برصغیر ہندوستان پر انگریزوں کا بحیثیت سپر پاور کے حاوی ہونے کا تاریخی پس منظر یہ ہے۔ انگریزوں اور اسپین والوں کی جنگ ہوئی۔ انگریزوں نے ۱۵۸۸ء میں مملکت اسپین کے جنگی بیڑے (آرمیڈا) کو شکست دی تو انکی تجارت بین الاقوامی منڈیوں میں چمک گئی چنانچہ ۱۶۰۰ء میں لندن کے چند تاجروں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ ملکہ الزبتھ ٹیوڈر سے مشرقی تجارت کی اجارہ داری حاصل کی۔ ولندیزیوں نے جزائر ملایا میں قدم جمنے نہیں دیا۔ لہٰذا برطانوی تاجر

ہندوستان میں تجارت کرنے لگے۔ سنہ ۱۶۶۱ء میں چارلس برطانیہ کے بادشاہ نے پرتگالی شہزادی سے شادی کی۔ جزیرہ بمبئی انگریزوں کو جہیز میں ملا۔ انگریزوں نے سنہ ۱۶۹۰ء میں بنگال میں دریائے ہگلی کے مشرقی کنارے کالی گھاٹ کے مقام پر تجارتی مرکز قائم کیا۔ سنہ ۱۶۸۹ء میں بنگال کے مغل گورنر شایستہ خان نے انگریزوں کو صوبہ بنگال سے نکال دیا لیکن ۱۶۹۰ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو معاف کیا۔ اور انگریزوں سے تاوان وصول کیا اس کمپنی نے کالی گھاٹ گوبندپور کا علاقہ ایک ہندو زمیندار سے خریدا۔ ہندوستان میں جب مغل بادشاہ فرخ سیر بیمار ہوا۔ تو ایک برطانوی ڈاکٹر ولیم ہملٹن نے ان کا علاج کیا۔ وہ اس ڈاکٹر کی سرجری سے شفایاب ہوگیا۔ اُس نے خوش ہو کر تمام صوبہ بنگال میں انگریزوں کو آزادانہ تجارت کرنے کی رعایت دی۔ اس سے بنگال کی دولت انگریزوں کے قبضے میں چلی گئی۔ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان تجارتی رقابت شروع ہوگئی۔ پس اٹھارویں صدی سنہ ۱۷۶۳ء میں۔ دکن میں انگریز اور فرانسیسی محض تاجر نہ تھے۔ بلکہ تجارت کی آڑ میں اپنی سلطنت قائم کرنے کی فکر میں لگ گئے تھے۔ اس صدی میں یہ دونوں یورپی قومیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل میں مصروف رہیں جن کو ہندوستان میں کرناٹک کی جنگیں کہا جاتا ہے۔ کرناٹک کی تیسری جنگ سنہ ۱۷۶۳ء میں ختم ہوگئی۔ اس جنگ میں فرانسیسی شکست کھا کر ہندوستان سے بھاگ گئے۔ آخرکار انگریز فتح مند ہو کر ہندوستان اور دنیا میں عظیم ترین طاقت بن گئے۔ اور سارے ہندوستان پر قابض ہوگئے۔

بلوچستان کی فاضل ریاستی حیثیت کو انگریزوں نے مشروط کر دیا

انگریزوں کے سیاسی تعلقات برصغیر ہندوستان میں خطہ بلوچستان کے امیر کے ساتھ پہلی بار ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے جب ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں امیر محراب خان ثانی امیر بلوچستان اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے تو انگریزوں نے سارے بلوچستان پر قبضہ کیا۔ امیر نصیر خان ثانی فرزند امیر شہید امیر محراب خان نے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کو جاری رکھا اور آخرکار انگریزوں نے مجبور ہو کر امیر نصیر خان ثانی کے ساتھ مصالحت کی اور انہیں انگریزوں نے بلوچستان کا امیر بھی تسلیم کر لیا۔ اور ان کے ساتھ ایک دوستانہ معاہدہ ۱۸۴۱ء میں کیا جس میں انگریزوں نے ایک شرط یہ رکھی کہ امیر بلوچستان، انگریز سپر پاور کے بغیر اجازت کسی دوسری خارجہ حکومت کے ساتھ دوستانہ مراسم نہیں رکھ سکتا ہے۔ لہذا اس عہد نامہ کے بعد بلوچستان کی قدیم فاضل ریاستی حیثیت ختم ہو گئی۔

امیر میر و میروانی بلوچ نے جب ۱۴۱۰ء میں بلوچوں کی چوتھی حکومت کی بنیاد بلوچستان میں رکھی۔ اس دور سے لے کر امیر محراب خان ثانی شہید کی یوم شہادت ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء تک بلوچستان کی حیثیت بفر اسٹیٹ یا فاضل ریاست بحال رہی۔ اور چار سو انتیس سال ۴۲۹ سال کے بعد امیر نصیر خان ثانی امیر بلوچستان کے دور حکومت میں بوجہ عہد نامہ ۱۸۴۱ء ہمراہ انگریزی حکومت ہندوستان فاضل ریاستی کی حیثیت مشروط ہو کر ختم ہو گئی کیونکہ اس دور میں انگریزوں کے علاوہ حکومت زار روس و حکومت جمہوریہ فرانس بھی بین الاقوامی سیاست میں سپر پاور ہونے کا دعویٰ کرتے تھے

ملا محمد حسن بڈزئی کا وزیر ہونا

جب امیر نصیر خان ثانی کو انگریزوں نے بلوچستان کا حکمران تسلیم کرکے اس کے ساتھ ۱۸۴۱ء کو ایک دوستانہ معاہدہ کیا۔ اخوند محمد حسن جلد سیاسی پہلو بدلا امیر نصیر خان سے دو چار ملاقاتیں کیں امیر موصوف نے اُسے پھر آغوش عاطفت میں لے کر اپنا وزیر بنایا ۲ جون ۱۸۴۱ء کو ملا محمد حسن بڈزئی بنگل زئی کے احکامات بحیثیت وزیر جاری ہوئے۔

ملا محمد حسن کے وزیر ہونیکی وجوہات

اگرچہ امیر نصیر خان ثانی کو یہ امر بخوبی معلوم تھا کہ ملا محمد حسن نے بہ حیثیت عہدیدار دربار قلات بہ دور امیر شہید امیر محراب خان ثانی اپنے آقا کے خلاف کس حد تک نمک حرامی کرکے انگریزوں کا قرب حاصل کرکے اُن سے فائدہ حاصل کرتا رہا۔ مگر ان تمام حقائق کے باوجود امیر نصیر خان اخوند محمد حسن کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا کیونکہ ملا محمد حسن کافی عرصہ سے انگریزوں کے ساتھ وقت گزار چکا تھا۔ انگریزوں کی خو بو اور سیاست سے واقف تھا۔ لہٰذا امیر نصیر خان ثانی نے یہ گمان کیا کہ انگریزوں کے ساتھ گفت و شنید میں اور خط و کتابت کرنے میں ملا محمد حسن ان کی صحیح راہنمائی کرے گا۔ مگر امیر نصیر خان کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ انسان کی جبلت میں جو خاصیت موجود ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اُسی طرح رہتا ہے۔ اس میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے۔ غدار انسان جو فطرتاً غدار ہو۔ تو اُس کی یہ خاصیت اس میں رہتی ہے۔ وہ ہر وقت غدار رہکر

غداری کرتا رہے گا۔

ملا محمد حسن کی سازش امیر نصیر خان کے خلاف

کسی سیاسی معاملے کے سلسلے میں امیر نصیر خان ثانی نے ملا محمد حسن کو اپنا سفیر بنا کر مورخہ ۲ فروری ۱۸۴۹ء کو میجر جان جیکب کے پاس خان گڑھ (جیکب آباد) بھیجا۔ ملا محمد حسن نے سفارتی امور پر مذاکرات کرنے کی بجائے۔ جیکب کے ساتھ امیر نصیر خان کی شکایت کی اور اُسے کہا کہ امیر نصیر خان حکومت چلانے کا اہل نہیں انگریز سرکار کا دشمن ہے۔ اگر اسے معزول کر کے مجھے (ملا محمد حسن) بلوچستان کی حکومت سپرد کی جائے تو میں حکومت کا تمام کام سرکار انگریز کی منشا و مرضی کے مطابق سرانجام دیا کروں گا۔ لہذا ملا محمد حسن کی یہ ساری باتیں ایک خط میں لکھ کر جان جیکب نے ملا احمد وکیل کے ذریعے امیر بلوچستان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ امیر نصیر خان نے ملا محمد حسن کی واپسی پر اُس کو اور اس کے بھائی محمد امین کو گرفتار کر لیا۔

ملا محمد حسن کا قید میں فوت ہونا

جب ملا احمد وکیل نے جان جیکب کا خط امیر نصیر خان کو پہنچایا تو ان کو ملا محمد حسن کی نیت کا پتہ چلا کہ غدار ہر وقت غدار ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ملا محمد حسن ۱۲ فروری ۱۸۴۹ء کو خان گڑھ سے واپس قلات پہنچا تو امیر نصیر خان نے اُسے اور اُس کے بھائی محمد امین کو قید کیا۔ محمد حسن دو سال بعد ۱۱ فروری ۱۸۵۱ء میں حالت قید میں فوت ہوا۔

قبیلہ ذگر مینگل اور قبیلہ رخشانی کی اراضیات پر تنازعہ

جب امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان نے اپنے دور حکمرانی (۱۷۴۹ء تا ۱۷۹۴ء) میں قبیلہ ذگر مینگل کو نوشکی میں آباد کر دیا تھا۔ تو کچھ عرصہ بعد قبیلہ ذگر مینگل اور قبیلہ رخشانی کے درمیان دشمنی پیدا ہو گئی مینگل ایک بہت بڑا قبیلہ تھا زمینداری کے لیے ان کو جو اراضیات ملی تھیں وہ ناکافی تھیں نوشکی کے باقی تمام آباد و غیر آباد اراضیات کا مالک رخشانی قبیلہ تھا جو مینگلوں کو اپنی اراضیات پر قبضہ کرنے سے روکتے تھے۔ اس طرح مینگل اور رخشانی قبیلہ میں مخالفت شروع ہو گئی۔ ان میں قتل و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔

اراضیات کی تنازعہ کے سیاسی اثرات

چنانچہ انہی اراضیات کے جھگڑوں کی وجہ سے امیر مہراب خان ثانی کی شہادت کے موقع پر جب امیر نصیر خان قبیلہ ذگر مینگل کے پاس نوشکی پہنچا۔ تو قبیلہ رخشانی نے ذگر مینگل کی مخالفت کی وجہ سے امیر شاہ نواز خان اور انگریزوں کا ساتھ دیا۔

جب امیر نصیر خان ثانی حکومت بلوچستان پر قابض ہو گیا۔ تو قبیلہ ذگر مینگل نے انتقامی جذبات سے مشتعل ہو کر رخشانی قبیلہ پر دست درازی شروع کر دی۔ رخشانی قبیلہ نے مجبور ہو کر نوشکی کا علاقہ خالی کر دیا۔ خاران جاکر سردار میر آزاد خان نوشیروانی کے ہاں پناہ گزین ہوئے کیونکہ رخشانی سردار میر آزاد خان کی قوم شمار ہوتے تھے۔

قبیلہ ذگر مینگل اور قبیلہ رخشانی میں لڑائیاں

جب سردار میر آزاد خان نے رخشانی قبیلہ کو اپنے ہاں پناہ دی۔ تو اُس نے رخشانیوں کی طرف سے کئی ایک لڑائیاں ذگر مینگلوں کے ساتھ لڑیں۔ ان لڑائیوں میں مینگلوں کا بہت نقصان ہوا۔

امیر نصیر خان ثانی نے مینگل اور رخشانی قبیلوں میں تصفیہ کرایا

جب مینگل رخشانی تنازعہ نے خطرناک صورت اختیار کی تو امیر بلوچستان امیر نصیر خان ثانی دونوں قبیلوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا عزم کیا۔

امیر نصیر خان ثانی کا سردار میر آزاد خان نوشیروانی پر حملہ

امیر نصیر خان نے سردار میر آزاد خان کو قلات طلب کیا لیکن سردار آزاد خان نے قلات آنے سے بلا وجہ انکار کیا۔ چنانچہ امیر نصیر خان ثانی نے داروغہ گل محمد کودستہ ساراوان کے ساتھ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۵۲ء کو براستہ نوشکی خاران پہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور سردار تاج محمد زرک زئی کودستہ جھالاوان کے ساتھ براستہ پنجگور مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۸۵۲ء کو خاران پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ سردار تاج محمد خان زرک زئی نے مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۵۲ء میں پنجگور پہنچکر قلعہ خدا آباد دان پر قبضہ کر کے اُسے مسمار کر دیا۔ داروغہ گل محمد نے ۲ اکتوبر ۱۸۵۲ء کو نوشکی پہنچکر وہاں قیام کیا اور سردار میر آزاد خان کو بار ثانی حاضر ہونے کی دعوت دی سردار میر آزاد خان نے اس دفعہ انکار نہیں کیا۔ رخشانی معتبرین کو لے کر

۶ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو دارغہ گل محمد کے سلام کو نوشکی پہنچا۔

قلات میں ذگر مینگل اور رخشانی قبیلوں کا فیصلہ

داروغہ گل محمد نے سردار میر آزاد خان معتبرین رخشانی و معتبرین ذگر مینگل کو ساتھ لے کر امیر نصیر خان ثانی کی خدمت میں ۱۱ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو حاضر کر دیا قبیلہ ذگر مینگل اور قبیلہ رخشانی کے درمیان تصفیہ کرانے کے علاوہ امیر نصیر خان نے خدا آبادان کی جاگیر سردار آزاد خان کو واپس کر دی اور ان کو پابند کیا کہ خدا آبادان میں دوبارہ قلعہ تعمیر نہ کریں۔

ہندوستان کی سیاسی صورت حال

امیر نصیر خان ثانی کو جب انگریزوں کی ہندوستانی حکومت نے امیر بلوچستان ۱۸۴۱ء میں تسلیم کیا تو اس دور میں مغل خاندان کے حکمران برائے نام ہندوستان پر حکمرانی کر رہے تھے۔ جب شاہ عالم ثانی ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا تو انگریزوں نے ان کے بیٹے اکبر ثانی کو شہنشاہ کا خطاب عطا کر کے پنشن عطا کی اور دہلی کے لال قلعہ میں شان و شوکت سے رہنے دیا۔ اکبر شاہ ثانی نے ۱۸۰۶ء سے لے کر ۱۸۳۷ء تک برائے نام ہندوستان کی سلطنت پر حکمرانی کی اور اکتیس (۳۱) سال کی حکمرانی کے بعد اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کی وفات کے بعد انگریزوں نے ان کے بیٹے بہادر شاہ ثانی کو تخت دہلی پر بٹھایا اور اُس کے باپ کی پنشن اس کو دی۔ بہادر شاہ ثانی نے ۱۸۳۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک حکمرانی کی انہوں نے کل بیس سال حکمرانی کی جب برصغیر ہندوستان

میں ۱۸۵۷ء کو جنگ آزادی چھڑ گئی تو مجاہدین نے بہادر شاہ کو حقیقی بادشاہ بنانا چاہا، چونکہ جنگ آزادی ناکام رہی، انگریزوں کو فتح ہو گئی انگریزوں نے بچے کھچے مغل شہزادوں کو بہادر شاہ ثانی کی آنکھوں کے سامنے قطار میں کھڑا کر کے مٹیا برج کے مقام پر گولیوں کا نشانہ بنایا، اور بہادر شاہ ثانی کو معزول کر کے جلا وطن کر کے برما کے دارالخلافہ رنگون بھیجا بعد میں بہادر شاہ ظفر قید کی حالت میں اسی شہر میں فوت ہوا۔ ان کی قبر بھی اسی شہر میں ہے۔ اسی سنہ میں یعنی ۱۸۵۷ء میں امیر نصیر خان ثانی بہ عمر ۳۲ سال بہ مقام گنداوہ ۱۸ دسمبر ۱۸۵۷ء میں فوت ہوئے۔ جب کہ برصغیر ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کی چنگاری آن چھوٹنے لگیں۔

ایران کی سیاسی صورت حال

امیر نصیر خان ثانی جب ۱۸۴۱ء میں امیر بلوچستان کے مسند پر بیٹھے۔ تو بلوچستان کے مغرب میں سلطنت ایران کی سیاسی صورت حال نہایت بگڑ چکی رہی۔ گو کہ ۱۸۴۳ء میں مملکت ایران اور ترکی کے درمیان جنگوں کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ مگر ان کے مملکتوں کے درمیان سرحد کی غلط حد بندی کی وجہ سے جھڑپیں ہوتی رہیں کیونکہ ان کی مشترکہ سرحد کے دونوں طرف سرکش اور شورش پسند قبائل بود و باش رکھتے تھے۔ ان کے جھگڑوں کی وجہ سے دونوں حکومتوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو کر لڑائیاں ہوتی تھیں۔

محمد شاہ شاہ ایران کی وفات

محمد شاہ۔ ایران کے قاچار خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا۔ وہ بچپن سے جوڑوں کے

درد کا مریض تھا. بعد میں اس کی یہ تکلیف بڑھ گئی اور وہ تیرہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا.

ناصرالدین شاہ کا بادشاہ ہونا

جب محمد شاہ فوت ہوا. تو اس کا ولی عہد ناصرالدین تبریز میں تھا. وہ چھ ہفتے بعد تبریز سے تہران پہنچا اور سادھی رات میں اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی. ناصرالدین تخت نشینی کے وقت سولہ سال کی عمر کا تھا اس نے حاجی مرزا آغاسی کی جگہ مرزا تقی کو اپنا وزیر اعظم بنایا.

سالار ولد آصف الدولہ کی بغاوت

ایران میں آذربائیجان کے ترکوں کا زیادہ تر عمل دخل امور سلطنت میں رہتا تھا. ایران کا ولی عہد ہمیشہ آذربائیجان کا گورنر ہوتا تھا. جب وہ بادشاہ بنتا تھا تو وہ ترک آذری حواریوں کے ساتھ آکر تہران میں تخت سلطنت پر جلوس کرتا تھا جن میں اکثر فارسی زبان سے نابلد ہوتے تھے. لہٰذا ترک اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لئے سالار ولد آصف الدولہ نے بغاوت کی بعد میں مشہد میں قلعہ بند ہوا. سلطان مراد مرزا نے چھ ہزار فوج کے ساتھ شہر مشہد کا محاصرہ کیا. مشہد کے شہریوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سالار کو حکومت کے حوالے کر دیا جسے ایذائیں دے کر ہلاک کر دیا گیا.

مذہب باب کی تخلیق

سید علی محمد اس مذہب کا بانی ہے. سید علی محمد ۱۸۲۰ء میں شیراز میں

تولد ہوا اس کا والد پنساری تھا۔ بچپن میں اُس کے مذہبی رجحانات کی وجہ سے اس کے والد نے اسے علاقہ عراق عرب میں کربلا کے مدرسہ میں داخل کیا چوبیس سال کی عمر میں اُس نے اپنے آپ کو (باب) یعنی دروازہ ہونے کے لقب کا اعلان کیا کہ اس باب سے انسان گذر کر بارھویں امام کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ باب حج پر گیا۔ واپسی پر بوشہر کے راستے ایران آیا جہاں لوگ اس کے جوق در جوق مرید بن گئے۔ سید محمد علی باب شہر شیراز میں داخل ہو گیا۔ اس نے اعلان کیا کہ محمدؐ کی رسالت ختم ہو گئی ہے۔ اب وہ آیا ہے ایک نئے مذہبی دور کی ابتدا کرے گا۔ باب کو پاگل قرار دے کر قید کر دیا گیا اسی دوران اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ گئی شیراز میں جہاں باب قید تھا لوگوں نے حملہ کیا گروہ اصفہان بھاگ گیا۔ وہاں سے اُسے حکومت ایران نے قید کر کے ایران کے شمال مغرب میں انتہائی ایک دور مقام (ماکو) میں قید کر دیا گیا پھر اُسے مقام چہرک ارومیا میں منتقل کیا گیا۔ حکومت نے ۱۸۵۰ء میں تبریز کے مقام پر اُسے گولی مارنے کا حکم دیا۔ جب اس پر گولیوں کی باڑھ چلایا گیا۔ جب بندوقوں کے دھوئیں کے مرغولے غائب ہو گئے تو باب اس جگہ پر نظر نہیں آیا۔ باڑ مارنے کے بعد اس کی رسیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اور وہ گارڈ روم میں چھپ گیا تھا جہاں سے اُسے نکال کر گولی مار دی گئی۔ باب نے انیس سال نوجوان مرزا یحییٰ عرف (صبح ازل) کو اپنا جانشین مقرر کیا ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۶۸ء تک جانشینی کا عہدہ غیر متنازعہ رہا۔ ۱۸۵۲ء میں (صبح ازل) ایذا رسانی کے خوف سے بغداد بھاگ گیا۔ دس سال بعد شاہ ایران کی درخواست پر حکومت ترکیہ نے اُسے اور انکے پیروکاروں کو ایڈریانوپل بھیج دیا۔ (صبح ازل) ابہت

امن پسند روحانی شخص تھا. وہ اپنے پرجوش پیروکاروں کو کنٹرول میں نہ رکھ سکا اُسکا سوتیلا بھائی. بہاالله آہستہ آہستہ اُس کے پیغمبری کی مسند پہ قابض ہوگیا بہاالله نے ۱۸۶۳ء میں اعلان کیا کہ خدا نے اسے بزرگی کی بشارت دی ہے. لہٰذا اس اعلان پر دونوں بھائیوں کے پیروکاروں میں شدید جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے آخر کار بہاالله ۱۸۶۸ء میں کامیاب ہوگیا اور ترکی حکومت نے دونوں گروہوں کو جدا کیا. (صبح ازل) کو قبرص بھیجا گیا جہاں وہ مرگیا بہاالله کو عکہ میں قید کر دیا گیا جہاں وہ ۱۸۹۲ء میں مرگیا اور اُس کا بیٹا عباس آفندی اس کا جانشین بنا.

بابی فرقہ کے لوگوں کی بغاوتیں

۱۸۵۰ء میں باب کے پیروکاروں نے شہر یزد پر قبضہ کیا. حکومت نے شکست کھا کر بھاگ گئے. امیر نظام کے قتل کی سازش کی. بابی فرقہ کے لوگ مختلف جیلوں میں قید کر دیئے گئے بعد میں ان سب کو قتل کر دیا گیا بابی فرقہ کی خاتون شاعرہ قرۃ العین طاہرہ نے سزائے موت کے وقت ایسی بہادری کے جوہر دکھائے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے. بابیوں کے جوان مردانہ کردار کی وجہ سے لوگ دھڑا دھڑ اس فرقہ میں شامل ہوتے گئے.

بحر کیپشین میں روسی بحری چوکی

حکومت ایران کی استدعا پر ترکمن قزاقوں کی لوٹ مار سے محفوظ رہنے کے لیے روس نے بحر کیپشین کے جنوب مشرقی ساحل پر آشرادا کے جزیرہ پہ ایک بحری چوکی تعمیر کی.

افغانستان و انگریزوں کا پہلا معاہدہ

افغانستان کی حکومت نے ایران کی جارحانہ پالیسی کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ ۱۸۵۵ء میں ایک دوستانہ معاہدہ کیا. ہرات کا مسئلہ ویسا ہی رہا نہ افغانستان کو ملا اور نہ ایران اُس پر قبضہ کر سکا.

افغانستان کا دوسرا معاہدہ انگریزوں کے ساتھ

جب ۱۸۵۶ء میں حکومت ایران نے ہرات پر قبضہ کیا بعد میں ہراتیوں نے بغاوت کر کے اُسے نکال دیا. تو انگریزوں نے افغانستان کے امیر دوست محمد سے ۱۸۵۶ء کو دوسرا عہد نامہ کیا جس کی رُو سے دوست محمد کو اُس صورت میں انگریز ماہوار ایک لاکھ روپے دے گا. اگر وہ ہرات میں جنگ کو جاری رکھے مگر دوست محمد نے ہرات پر کوئی حملہ نہیں کیا۔

ایران کے خلاف انگریزوں کا اعلان جنگ

۱۸۵۶ء دسمبر ۱۸۵۶ء کے دوران انگریزوں نے ایران کے خلاف بامر مجبوری اعلان جنگ کیا. پہلے یہ خیال تھا کہ افغانستان کے راستے ہرات پر حملہ کیا جائے گا مگر حکومت برطانیہ کے فوجی افسروں نے خلیج فارس میں جنگ کرنے کو ترجیح دی ۴، دسمبر ۱۸۵۶ء کو جزیرہ خرک پر برطانیہ نے قبضہ کیا. پانچ دن بعد برطانوی فوج بوشہر کے ساحل پر اتری. بوشہر کے ولندیزی قلعہ پر قبضہ کیا. بعد میں قلعہ برازجون. جو بوشہر سے ۴۶، میل دور شیراز کی طرف واقع تھا. برطانیہ کی فوج

نے اس پر قبضہ کیا۔ انگریزوں کے آنے سے پہلے ایرانی فوج نے یہ قلعہ خالی کیا تھا۔ ایرانی جرنیل نے انگریزی فوج کا تعاقب شروع کیا بمقام خوشاب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ایرانی فوج پسپا ہوگئی۔ پھر برطانیہ کے فوجیوں نے محمرہ پر قبضہ کیا۔

حکومت ایران اور حکومت برطانیہ میں صلح

آخر کار ایرانی حکومت نے بوشہر کے قبضہ کے بعد انگریزوں سے صلح کی درخواست کی اس صلح نامہ کی رو سے۔ ایران نے افغانستان کی آزادی کو تسلیم کیا اور یہ شرط بھی مان لی کہ اگر آئندہ حکومت افغانستان اور حکومت ایران میں کوئی جھگڑا ہوا تو وہ دونوں ثالثی کے لیے حکومت برطانیہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اسی دوران چند ہفتوں بعد ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے لوگوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی شروع کی جو کچھ عرصہ جاری رہنے کے بعد انگریزوں کی فتح پر منتج ہوئی۔ انگریز ہندوستان کا حاکم مختار کل بن گیا۔

روس کی مرکزی ایشیا کے ممالک میں پیش قدمی

روسی حکومت کی پیش قدمی۔ مرکزی ایشیا میں ۱۸۳۹ء میں شروع ہوئی جبکہ انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کر کے شجاع الملک کو اس کا بادشاہ بنایا۔ روسی فوج نے ۱۸۳۹ء میں کونٹ پیروسکی کی قیادت میں (خیوا) کو فتح کرنے کی مہم پر نکلا۔ موسم سرما تھا۔ لہذا سردی کی وجہ سے مہم ناکام ہوگئی۔ جون ۱۸۴۰ء کو روسی فوج اپنے فوجی مرکز اورن برگ بے نیل ومرام واپس پہنچی۔ روسی دوبارہ خیوا کو تسخیر کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ منسوخی

مہم کی وجہ یہ تھی کہ ازبکوں کے امیر نے روسیوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا روسیوں نے امیر ازبک کے ساتھ ۱۸۴۲ء کو ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے خیوا میں بردہ فروشی ممنوع قرار دی گئی۔ ازبک امیر نے وعدہ کیا کہ وہ روسی علاقوں پر حملہ نہیں کرے گا۔ بعد میں روسی حکومت نے کرغیز صحرا سے کر آرال سمندر تک کے علاقے پر قبضہ کیا۔ ۱۸۴۷ء میں حکومت روس نے سردریا کے دہانے پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور آرال سمندر کے کنارے پر ایک بندرگاہ تعمیر کی جو بعد میں روسی حکومت کو مرکزی ایشیا میں پیش قدمی کے لیے فوجی مرکز کی حیثیت سے کام دیتا رہا۔

امیر نصیر خان ثانی کے دور حکمرانی ۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۷ء میں سلطنت ایران اور بین الاقوامی سیاست کی یہ صورت حال تھی۔ جسے ہم نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔

بلوچ حکومت میں ریشہ دوانیاں

انگریزوں نے بلوچستان کے سیاسی معاملات میں پھر ٹانگ اڑانا شروع کر دی۔ جان جیکب نے خان گڑھ میں آ کر ڈیرہ جمایا اس نے سرداروں معتبرین پر روپوں کی بارش شروع کر دی سردار پھر اس کے گرد جمع ہونے لگے۔

امیر نصیر خان کی باضابطہ فوج رکھنے کی مخالفت

جب امیر نصیر خان امیر بلوچستان ہوا تو حالات کے تقاضا کے مطابق باضابطہ فوج رکھنے کی ابتدا کی جس سے بلوچ قبائلی سردار بدظن ہو گئے۔ جان جیکب

نے سرداروں کو یقین دلایا کہ امیر نصیر خان محض ان کی سرکوبی کے لیے یہ تمام فوج رکھ رہا ہے۔ اس سے امیر نصیر خان اور سرداروں کے درمیان کشیدگی بڑھ گئی جان جیکب امیر اور سرداروں کے درمیان حائل شدہ اس خلیج کو اور وسیع کرتا رہا۔ امیر نصیر خان سرداروں اور جان جیکب کی منافقانہ چالوں سے باخبر تھا انہوں نے سرداروں کے سامنے جھکنے کی بجائے انگریزوں کے ساتھ تجدید کرنے کو زیادہ مناسب اور موزوں خیال کیا۔ امیر نصیر خان نے اپنے دور حکمرانی میں اپنے اور انگریزوں کے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے نہ دی۔ ان کے ساتھ دوستی کو بحال رکھا۔

امیر نصیر خان کی خان گڑھ میں آمد

۱۸ فروری ۱۸۵۷ء کو امیر نصیر خان ثانی جان جیکب کی دعوت پر خان گڑھ (جیکب آباد) گئے شرپسند حلقوں نے طرح طرح کی افوائیں اڑائیں لیکن امیر نصیر خان ان کی پرواہ کیے بغیر خان گڑھ جاکر جان جیکب سے ملا۔

امیر نصیر خان ثانی کا انگریزوں سے دوسرا عہد نامہ

جب امیر نصیر خان ثانی خان گڑھ پہنچے تو جان جیکب امیر موصوف سے نیا معاہدہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ اس وقت بین الاقوامی سیاست میں نمایاں تبدیلیاں آچکی تھیں اور امیر نصیر خان ثانی کو اپنے گردو پیش کے حالات کا صحیح اندازہ بھی ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے دانشمندی کا ثبوت دے کر انگریزوں کے نمائندہ جان جیکب کے ساتھ مندرجہ ذیل شرائط پر دوسرا عہد نامہ کیا۔

دوسرے معاہدہ کا متن

معاہدہ مستونگ ۱۸۵۴ء

معاہدہ ہذا مابین حکومت برطانیہ و خان میر نصیر خان والی قلات بانمائیدگی جان جیکب (سی۔ بی) بہ عطائی اختیارات کلی منجانب مارکوس آف ڈلہوزی گورنر جنرل سلطنت ہندوستان و خان صاحب میر نصیر خان بذات خود ۱۸۵۴ء میں واقع ہوا۔

چونکہ واقعات کی رفتار نے یہ لازم گردانا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اور امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات امیر نصیر خان ثانی کے مابین ایک نیا معاہدہ کیا جائے۔ دفعات ذیل پر حکومت مذکورہ اور ہز ہائینس صاحب نے اتفاق کیا۔

۱۔ اس معاہدہ کی رو سے معاہدہ ششم (۶) اکتوبر ۱۸۴۱ء جو بہ نمائندگی میجر اوٹرم حکومت برطانیہ اور امیر بلوچستان المعروف بہ خان صاحب میر نصیر خان ثانی والی قلات کے درمیان قرار پایا تھا منسوخ کیا جاتا ہے۔

۲۔ حکومت برطانیہ اور امیر بلوچستان المعروف بہ خان صاحب امیر نصیر خان ثانی کے جانشینوں اور اخلاف میں آئندہ دائمی دوستی رہے گی۔

۳۔ خان میر نصیر خان ثانی اپنے جانشینوں۔ اخلاف اور اپنے آپ کو پابند قرار دیتے ہیں۔ وہ برطانیہ کے تمام دشمنوں کی بدرجہ اتم مخالفت کریں گے تمام حالات میں وہ حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اور کسی غیر سلطنت کے ساتھ بغیر رضامندی حکومت مذکورہ گفت و شنید نہیں کریں گے البتہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم حسب سابق قائم رہیں گے۔

۴۔ اگر کسی وقت برطانوی فوج کو علاقہ بلوچستان میں رکھا جانا ضروری سمجھا جائے تو برطانوی افسران کو اختیار ہوگا کہ وہ جہاں مناسب سمجھیں اپنی فوج رکھیں۔

۵۔ خان میر نصیر خان، اس کے جانشین اور اخلاف یہ ذمہ لیتے ہیں کہ وہ تمام لوٹ مار کا جو ان کی رعایا برطانوی علاقہ یا اس کے قرب و جوار میں کرتی ہیں۔ سد باب کریں گے اور ان تمام تاجروں کو جو برطانوی قلمرو افغانستان کو سندھ بندرگاہ سون میانی یا مکران کی کسی دوسری بندرگاہ سے آتے جاتے ہیں حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں، اور وعدہ کرتے ہیں کہ تاجران مذکورہ پر کسی قسم کا جبر نہ کریں گے ماسوائے واجب محصول کے جس کا تعین حکومت برطانیہ اور خان میر نصیر خان بذات خود کریں گے۔ اور جس کی فہرست عہدنامہ ہذا کا ایک ضمیمہ ہے۔

۶۔ خان میر نصیر خان اس کے اخلاف اور جانشینوں کو ان ذمہ داریوں کا سال بہ سال وفادارانہ طور پر عہدہ برآ ہونے کے لیے حکومت برطانیہ پچاس ہزار روپیہ کلدار بطور امداد دینے کا وعدہ کرتی ہے۔ اگر کسی سال مندرجہ بالا شرائط میر نصیر خان موصوف اس کے جانشین اور اخلاف وفادارانہ طور پر بجا نہ لائیں تو مذکورہ پچاس ہزار روپے حکومت برطانیہ ان کو ادا نہ کرے گی۔ معاہدہ ہذا آج بتاریخ ۱۴ ماہ مئی ۱۸۵۴ء بہ مقام مستونگ قرار پایا۔

دستخط — مستونگ

جان جیکب میجر — نگاشتہ ۱۴ مئی ۱۸۵۴ء

پولیٹیکل سپرنٹنڈنٹ

کمانڈنٹ سرحد بالائے سندھ

محصول اشیائے قلمرو خان قلات میں سے گزرتے وقت وصول کیا جائے گا اور جس کا ذکر معاہدہ کی دفعہ ۵ میں کیا گیا ہے۔

۱۔ ہر بار شتر بے لحاظ قیمت اشیائے جو شمالی سرحد سے سمندر کی جانب سے جائے یا وہ کراچی یا کسی دوسری بندرگاہ کی جانب ہو۔ مبلغ ۶/۰۰ روپے

۲۔ ہر بار شتر جو شمالی سرحد سے شکارپور کی جانب لے جایا جائے مبلغ ۵/۰۰ روپے

۳۔ اسی طرح ان اشیائے پر بھی محصول لگایا جائے گا جو مخالف سمت میں سمندر یا سندھ سے قلات تک لے جایا جائے۔

دستخط جان جیکب میجر

پولیٹیکل سپرنٹنڈنٹ کمانڈنٹ برسرحد بالائے سندھ

مندرجہ بالا دفعات عہدنامہ مابین حکومت برطانیہ و خان صاحب والی قلات طے ہوئے۔ جو ایک جانب میجر جان جیکب اور دوسری جانب خان میر نصیر خان کے دستخط اور مہر سے بہ مقام مستونگ ۱۴ مئی ۱۸۵۴ء بہ مطابق ۱۲ شعبان المبارک ۱۲۷۰ھ مزین ہوئے۔ اس کی ایک نقل بعد از تصدیق و توثیق گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل آج کی تاریخ سے دو ماہ بعد خان صاحب موصوف کو دی جائے گی۔

دستخط	دستخط
ڈلہوزی	جے۔ کو۔ یے۔ بی۔ گرانٹ
جے ڈررین	بی۔ پی کاک

معاہدہ ہذا کی تصدیق شرافت مآب حضور گورنر جنرل صاحب بہادر

بہ اجلاس کونسل میں آج بتاریخ ۳ جون ۱۸۵۵ء بمقام فورٹ ولیم کی۔

دستخط

پی ایف ایڈمنسٹن
سیکرٹری حکومت ہند

خان گڑھ کی حوالگی

افغانستان کی پہلی جنگ کے بعد انگریزوں کو تجربہ ہو چکا تھا۔ افغانستان پر فوج کشی کرنے کے لیے سندھ اور بلوچستان کی آخری حدود پر ان کی مضبوط فوجی چھاؤنی کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں سے درہ بولان کی حفاظت اور بلوچستان میں کسی ہنگامی شورش کو دبا دینے کے علاوہ افغانستان پر حملے جانے والی فوج کو جلد از جلد کمک اور امداد پہنچائی جا سکے۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں امیر نصیر خان کی منظوری سے سر جان جیکب نے ۱۸۵۴ء کے معاہدہ کی رو سے خان گڑھ میں ایک ایسی مضبوط چھاؤنی قائم کی اسے اپنے نام سے جیکب آباد موسوم کیا۔ ان دنوں خان گڑھ (جیکب آباد) میں امیر بلوچستان کا ایک وکیل رہا کرتا تھا انگریزی قبضہ کے بعد انہوں نے فوجی ضروریات کے پیش نظر دریائے سندھ سے تین نہریں نکال کر اس علاقہ کو سیراب کیا۔ اور اس کے عوض میں خان گڑھ کا نصف مالیہ بھی انہوں نے امیر بلوچستان سے حاصل کر لیا۔

بلوچ قومی فوج کا انحطاط

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جب امیر میر دمیر دانی بلوچ نے ۱۴۱۰ء

میں بلوچوں کی چوتھی بلوچ برادری کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد بلوچ وفاق کے قبائلی سرداروں نے امیر میرو کی سرکردگی میں اپنے تمام بلوچ قبائل کی مردم شماری کرکے بلوچستان کے دفاع کے لیے ایک بلوچ قومی فوج کی تشکیل کی تھی۔ لہٰذا اس فوج نے ۱۴۱۰ء سے لے کر ۱۷۹۳ء تک یعنی تین سو چوراسی سال (۳۸۴) کے اس لمبے عرصہ میں نہایت جانفشانی سے ہر موقع پر اپنے وطن عزیز کا دفاع کرتی رہی اور بین الاقوامی جنگوں میں بلوچ اور بلوچستان کے نام کو چار چاند لگائے۔ جبکہ پانی پت کی تیسری لڑائی میں ۱۷۶۱ء میں ہندو مرہٹہ توپ خانے کو تہس نہس کرنے میں وہ نمایاں کردار ادا کیا جس کی وجہ سے میدان جنگ میں ہر قوم بلوچ بہادری اور جان بازی کی داد دینے لگی۔ اس طویل عرصہ میں اس فوج نے بعض مواقع پر اپنے دونوں ہمسایہ سپر پاور ممالک ایران و ہندوستان کو بھی امداد دیتا رہا ہے اس طویل عرصہ میں بلوچ قومی فوج کی فوجی تربیت، بہادری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کا اتحاد، انضباط اور اعتماد نفس سالم رہا۔ مگر امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کی وفات کے بعد جب ان کا بڑا بیٹا امیر محمود خان اول بہ عمر سات سال حکمران بلوچستان بنا تو اس دور میں اس کا چچازاد بھائی امیر بہرام خان ولد امیر محابت خان بلوچستان کا تخت حاصل کرنے کے لیے ۱۷۹۵ء میں جانشینی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران بلوچ قومی فوج کے درمیان بے اتفاقی پیدا ہوگئی بلوچی قومی فوج کے جھالاوانی ڈویژن نے امیر بہرام خان کا ساتھ دیا اور اس کے ساراوانی ڈویژن نے امیر محمود خان کی طرفداری کی اس بے اتفاقی کی وجہ سے بلوچ قومی فوج کا جو مضبوط ڈھانچہ قائم ہو چکا تھا۔ اس میں خلل اور رخنہ پیدا ہوگیا۔ اس کی یکجہتی پارہ پارہ ہوگئی۔ لہٰذا اسی امیر محمود خان اول کے

دورِ حکمرانی (۱۷۹۴ء تا ۱۸۱۷ء) میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا بروقت فوجی کارروائی کر کے تدارک کرنا چاہیئے تھا۔ امیر محمود خان صغیر سن تھا اُس کا مرلہ وزیر فتح محمد ڈرپوک اور نکما تھا۔ لہٰذا بلوچ قومی فوج کو دوبارہ منظم کر کے اُسے باغی اور غلط کاروں کے خلاف استعمال نہیں کیا گیا لہٰذا آلکسی کے جراثیم نے بلوچ قومی فوج کے مورال کو زنگ آلود کر دیا۔ میر عبداللہ گچکی کی ۱۰ اگست ۱۸۱۰ء میں مکران کیچ میں بغاوت، سلطان مسقط کا گوادر پہ ناجائز قبضہ سندھ کے ٹالپر میروں کا کراچی پر غاصبانہ قبضہ میر عباس سوئم سردار خاران کا ۱۱ اکتوبر ۱۸۱۰ء میں بیجگوں کے دیہات پر خوامخواہ قبضہ ایسے واقعات تھے کہ امیر بلوچستان امیر محمود خان اول اور اس کے وزیر اخوند فتح محمد کو چاہیئے تھا کہ بلوچ قومی فوج کو منظم کر کے ان تمام غلط کاروں کے خلاف فوجی کارروائی کر کے ان کو سزا دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی دور میں قبائلی سردار خودسری بھی کرنے لگے جسکی مثال تجارتی بین الاقوامی راستہ پہ بہ مقام نال و وڈھ بزنجو اور مینگل سردار کا ناجائز محصول لینا تھا جو ان کے سرزنش پر منتج ہوا۔ جب امیر مہراب خان ثانی ۲۸ مارچ ۱۸۱۷ء میں اپنے باپ کی جگہ مسندِ حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا بعد میں اس کے اور قبائلی سرداروں کے درمیان لامتناہی مخاصمت کا سلسلہ شروع ہوا اُس نے بلوچ قومی فوج کی شیرازہ بندی کو ہمیشہ کے لیے بکھیر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے بلوچستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو امیر مہراب خان ثانی بلوچ قومی فوج کے قبائلی سربراہان کو بلوچستان کی غلامی سے نجات دلانے کے دفاع میں شرکت کی دعوت دی کسی سردار نے بھی ہمت کر کے اس دعوت پر لبیک نہیں کہا جس کے نتیجے میں امیر مہراب خان نے اپنے

چند جان باز غیور. آزادی کے متوالے زعما کے ساتھ ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں بلوچستان کے دارالخلافہ قلات کے محل کے دربار حال کے سامنے انگریزوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ جب امیر نصیر خان ثانی نے باپ کی شہادت کے بعد جنگ آزادی کو جاری رکھا تو بلوچ قومی فوج کے سربراہان نے ایک کوشش کی اور امیر نصیر خان کا ساتھ دیا مگر ان کی فوجی تنظیم میں اس قدر نقائص پیدا ہو گئے تھے کہ وہ کہیں بھی جم کر انگریزوں سے لڑ نہ سکے اُن کے اور امیر نصیر خان ثانی کی خوش قسمتی سے ان دنوں میں بین الاقوامی سیاست میں ایسے واقعات رونما ہوئے کہ انگریز بلوچستان سے نکلنے پر آمادہ ہو گئے انہوں نے امیر نصیر خان ثانی کو بلوچستان کا حکمران تسلیم کر کے ان کے ساتھ ۱۸۴۱ء میں ایک دوستانہ معاہدہ کر کے بلوچستان امیر نصیر خان ثانی کے حوالے کر دیا۔

بلوچستان میں باضابطہ فوج کا قیام

امیر محراب خان کی شہادت اور اس کے بعد کے چشم دید۔ واقعات کے بعد امیر نصیر خان ثانی پر یہ بات واضح ہو گئی کہ بلوچ قومی فوج کا شیرازہ بالکل منتشر ہو چکا ہے۔ اس کا اعتماد نفس ختم ہو چکا ہے وہ اپنی جان بازی اور فداکاری کے اوصاف کھو چکا ہے لہذا ان وجوہات کی بنا پر اس کا اعتماد بلوچ قومی فوج سے اٹھ چکا تھا کیونکہ ان قبائل کے بعض سرداروں نے آڑے وقت پر امیر شہید امیر محراب خان کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ دیا تھا امیر نصیر خان کے ڈھاڈر کی پسپائی کے موقع پر سرداران ساراوان کی غیر متوقع علیحدگی ایسی عبرتناک مثالیں ہیں کہ امیر نصیر خان کو سخت آزمائش میں ڈال دیا لہذا اس دور میں

ایک مضبوط اور پائیدار حکومت قائم رکھنے کے لیے باضابطہ تنخواہ خوار فوج رکھنے کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہ تھا چنانچہ امیر نصیر خان ثانی نے اپنی مالی حالت کو مدِنظر رکھ کر انگریزی طرز پر ایک پلٹن بنام فتح جنگ اور ایک رسالہ بنام قلبی رسالہ اور ایک توپخانہ بھرتی کر کے باضابطہ فوج کی بنیاد رکھی اور قلات کو اپنی فوج کا ہیڈ کوارٹر مقرر کر کے کچھی اور جھالاوان میں ان کے پوسٹ قائم کر دیئے۔

عملہ کا قیام اور تربیت

امیر نصیر خان ثانی نے بلوچ قومی فوج کے عملہ طریق کار کو بدستور بحال رکھا۔ جب گذشتہ ادوار میں بلوچ قومی فوج بحال اور فعال تھی تو اُسکا تیسرا حصہ تمام سال ہر تین مہینے کے لیے قلات میں آکر فوج، پولیس اور لیویز کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ اور ہر قبائل کے سردار خاندان کا ایک فرد اپنے قبائل کے آدمیوں کا افسر ہوتا تھا جب اس گروہ کے تین مہینے گزر جاتے تھے تو فوج کے دوسرے تیسرے حصہ کے افراد آکر قلات میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اس کو عملہ کہتے تھے امیر نصیر خان نے ان عملوں کو بھی فوجی طریقے پر منظم کیا۔ ان کو فوجی قواعد سکھلا کر ملیشیا کی صورت دے دی۔

امیر نصیر خان ثانی کے خاندان کے افراد

امیر نصیر خان ثانی کے دورِ حکمرانی (۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۷ء) میں اُن کے خاندان کے مرد اور خواتین افراد کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ امیر نصیر خان ثانی خود ۲۔ امیر خداداد خان برادر امیر نصیر خان

۳۔ امیر اعظم خان چچا امیر نصیر خان ۴۔ امیر شیر دل خان فرزند میر اعظم خان و چچازاد بھائی امیر نصیر خان ۵۔ امیر فتح خان احمد زئی برادر امیر شاہنواز خان بحالت فرار شدہ ہیں

تفصیل بیگمات خاندان احمد زئی بلوچ۔

۱۔ بی بی عائشہ عالیانی بیوہ امیر شہید امیر محراب خان۔

۲۔ بی بی گنجان احمد زئی بیوہ امیر شہید امیر محراب خان۔

۳۔ بی بی ماہ گنج السانزئی بیوہ امیر شہید امیر محراب خان و والدہ امیر نصیر خان ثانی۔

۴۔ بی بی خدیجہ ریکی بیوہ امیر شہید امیر محراب خان و والدہ میر خداداد خان احمد زئی

۵۔ بی بی اللہ ڈھنی احمد زئی دختر بی بی گنجان احمد زئی و ہمشیرہ امیر نصیر خان ثانی۔

۶۔ بی بی فتح خاتون دختر بی بی خدیجہ ریکی و ہمشیرہ امیر نصیر خان ثانی۔

۷۔ بی بی در بی بی محمد حسنی زوجہ میر اعظم خان احمد زئی و دختر سردار شہباز خان قبیلہ محمد حسنی۔

۸۔ بی بی ملک ناز احمد زئی و دختر میر اعظم خان احمد زئی۔

سندھ کی سیاسی صورت حال

۱۸۳۹ء میں میر نور محمد خان والی حیدرآباد نے وفات پائی ان کی وفات کے بعد سندھ پر انگریزوں نے قبضہ کرنے کی ریشہ دوانیاں ذرا تیز کر دیں یہ دور وہ تھا جب انگریز ۱۸۴۲ء میں افغانستان سے ناکام ہو کر واپس آئے تھے پہلے تو انگریزوں نے دکھاوے کی خاطر سکھر اور شکارپور میں جو چھاؤنیاں قائم کیں تھیں ان کی عمارات کو منہدم کرنا شروع کر دیا۔ اور سندھ کے لوگوں

کو یہ تاثر دیا کہ وہ سندھ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اس عمل کے ساتھ ساتھ انہوں نے میران سندھ سے مطالبہ کیا کہ انہیں کراچی بندرگاہ، قلعہ بکھر اور علاقہ کیٹہ دے دیں اس مطالبہ کے بعد ۲۴ نومبر ۱۸۴۲ء میں گورنر بمبئی نے ایک نئے معاہدہ کا مسودہ تیار کر کے میران سندھ کے پاس برائے دستخط بھجوایا۔ اس معاہدہ کی بارہ شرائط تھیں بہرحال میران سندھ نے اس معاہدہ پر دستخط نہیں کئے اور لیت و لعل سے کام لیا میجر اوٹرم نے معاہدہ پر میران سندھ کو آمادہ کرنے کے لیے بہت کوشش کی۔ مگر اس کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

بختیار خان لغاری کا انگریزوں کے خلاف جنگ کی تیاری

بختیار خان لغاری انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے پہلے اپنے قبیلے کو متحد کیا پھر غلام محمد خان لغاری کو میر نصیر خان والی حیدر آباد کے پاس بھیج دیا گئے جنگ پر آمادہ کیا۔ لہذا میر نصیر خان تالپر انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

مری وڈیروں کی گرفتاری

اس اثنا میں اطلاع ملی کہ وڈیرہ حیات خان مری اور فہیم خان مری اپنے گھروں سے روانہ ہو کر حیدر آباد کی طرف آ رہے تھے کہ انگریزوں کی فوج نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اب انگریز ننگوہا نہیں کر رہے تھے اس سے بلوچ مشتعل ہو گئے، انہوں نے انگریزی چھاؤنی پر حملہ کر دیا اور اُسے لوٹا۔ اور قتل و غارت گری کی۔

انگریزی فوج کی روانگی

چارلس نپئیر ہالا کنڈی میں تھا جو حیدرآباد سے بیس کوس پر واقع ہے جب اس نے چھاؤنی کی لوٹ مار کی خبر سنی تو اس نے فوج کو روانہ ہونے کا حکم دیا اور مسافت طے کر کے ان جنگلوں میں خیمہ زن ہوا جو میران حیدرآباد کی شکارگاہوں کے لیے مخصوص تھے۔ میران سندھ کو جب اس کی خبر ہوئی تو میر نصیر خان، میرزادہ شہداد خان، میر رستم خان، میر صوبیدار خان کا بیٹا۔ بارہ ہزار لشکر اور چند توپوں کے ساتھ میانی جو حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلے پر ہے منزل انداز ہوئے میروں کو اطلاع دی گئی کہ اس نواح میں انگریزوں نے پانچ سو لشکر متعین کیا ہے اس خبر کے ملنے پر میران حیدرآباد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سامنے سے انگریزی فوج آرہی ہے اُسے روکیں مگر لشکر کے افسروں نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ دوسری صبح مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۴۳ء کو انگریزی فوج دور سے نظر آنے لگی تو میر جان محمد خان نے بلوچوں کو للکارا کہ تم نے مادر وطن کے دفاع کی قسم اٹھائی تھی۔ اب مقابلہ اور مردانگی کا وقت آن پہنچا ہے۔ مادر وطن سندھ پر قربان ہو جاؤ۔ بلوچ لشکر کے یہ سردار حاجی خدابخش، مراد علی خان جانک، نصیر خان جانک، غلام محمد خان ٹالپر، مبارک خان ٹالپر، میر غلام شاہ ٹالپر میر جان محمد خان، عبداللہ خان نظامانی، مرزا خان نظامانی جو نظامانی لشکر کے سرکردہ تھے مردانہ وار انگریزی لشکر پر حملہ کیا نہایت دلیری اور شجاعت سے انگریزوں سے لڑتے رہے۔ چونکہ انگریزوں کی جنگ کا دارومدار بندوقوں اور توپوں پر ہے وہ بالکل آخر میں تلوار استعمال کرتے ہیں انگریزی

کے برخلاف بلوچوں کی بہادری کا جوہر شمشیر زنی ہے۔ اس لئے انگریزوں کی بندوقوں اور توپوں کی زد میں آ کر بہت سے بلوچ سردار جام شہادت نوش کر گئے جو بلوچ بندوق اور توپوں کی زد سے بچ نکلے وہ انگریزوں کے لشکر میں گھس گئے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ انہوں نے انگریزوں کے مقابلے میں شجاعت کے جوہر دکھائے اور وطن عزیز پر اپنے آپ کو قربان کیا۔ محمد علی خان لغاری، دریا خان لغاری، غلام حیدر خان لغاری وغیرہ بہت سے لغاری جانباز بھی میانی کی جنگ میں شہید ہوئے یہ جنگ میانی کے مقام پر لڑی گئی۔

شکست کے بعد میران حیدر آباد کا احمقانہ ردعمل

میانی کے مقام پر شکست کھانے کے بعد میران سندھ کو چاہیئے تھا کہ انگریز جو اُن کے اور اُن کے ملک کے دشمن تھے اُن کے پاس جانے کی بجائے بلوچستان کے راستے یا تو افغانستان امیر دوست محمد کے پاس جاتے یا شاہ ایران ناصرالدین شاہ کے پاس پہنچتے ایران جانا ان کے لیے بہت بہتر ثابت ہوتا کیونکہ ایرانی حکومت اہل تشیع تھی اور میران سندھ بھی اہل تشیع تھے ایرانی حکومت ان کی بہت خاطر مدارات کرتی مگر انہوں نے سیاسی تدبر کا ثبوت نہ دیتے ہوئے میر صوبیدار خان جو اُن کا عزیز تھا اور انگریزوں کا طرفدار تھا اُس کے خوف سے کہ کہیں اُنہیں گرفتار نہ کروا کر انگریزوں کے حوالے نہ کریں۔ خود گرفتار ہونے کے لیے انگریزوں کے نمائندہ کے پاس گئے لہذا میران سندھ نے انگریزوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

میران سندھ نے چارلس نیپئر کو خط لکھا

میروں نے چارلس نیپئر کو خط لکھا کہ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں اور جنگ میں شمولیت کی یہ وجہ بیان کی کہ ایسے حالات تھے جس کی وجہ سے مجبور ہو کر جنگ میں شامل ہو گئے میروں نے یہاں پر سیاسی تدبر کا ثبوت نہیں دیا دشمن کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔

چارلس نیپئر کا جواب

چارلس نیپئر انگریز بچہ تھا سیاست میں ماہر تھا اس نے دیکھا کہ صیاد خود دام میں پھنس رہا ہے۔ میروں کو نہایت تسلی اور تشفی آمیز خط لکھا۔

میران کی گرفتاری

دوسرے دن جب میران سندھ حیدر آباد سے جب چارلس نیپئر کے کیمپ پہنچے تو تھوڑی دیر کے لیے ملاقات ہوئی اسی اثنا میں چارلس نیپئر کے فوجیوں نے میروں کو گھیرے میں لے کر سب کو گرفتار کیا اب ان کو اپنی بیمائی غلطی کا احساس ہوا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔

انگریزوں کا قلعہ حیدر آباد میں داخل ہونا

میران حیدر آباد کی گرفتاری کے بعد انگریزوں نے قلعہ حیدر آباد پر قبضہ کیا۔ انگریزوں نے قلعہ کے برجوں پر جھنڈے لہرائے اور فتح کی شادیانے بجائے

انگریزوں کا سندھ پر قبضہ کا اعلان

پھر حیدرآباد کے سارے شہر میں انگریزوں نے منادی کرادی کہ سرکار برطانیہ نے سندھ فتح کرلیا ہے اور اب سرکار برطانیہ کی طرف سے اس ریاست کی حکومت میر صوبیدار خان کے سپرد کی گئی ہے۔ اور تمام بلوچوں کا بڑا سردار میر صوبیدار خان ہیں۔

انگریزوں نے قلعہ حیدرآباد کی دولت لوٹ لی

چند دن کے بعد انگریزوں نے حیدرآباد قلعہ کے تمام خزانے دفینے دیگر سامان دو کروڑ تیس لاکھ روپے نقد جو میران حیدرآباد کے توشہ خانہ میں جمع تھے اُن پر قبضہ جمایا۔

میر صوبیدار خان کا انجام

دوسرے دن جب انگریز عہدیدار قلعے کے معائنے کے لیے پہنچے تو میر صوبیدار خان سے ملاقات کی غرض سے دربار حال پہنچے۔ پہنچتے ہی انگریز عہدیداروں نے سرد مہرانہ سلام دعا کے بعد صوبیدار خان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اُسے گرفتار کرکے اپنی چھاؤنی میں لائے۔

میران حیدرآباد کو انگریزوں نے گرفتار کرکے بمبئی بھیجا

چنانچہ انگریزوں نے میر نصیر خان اُس کے بیٹوں میر محمد خان میر صوبیدار خان

اور میر شہداد خان میران خیرپور میر رستم خان کو دخانی جہاز میں بمبئی روانہ کر دیا

اُمیر نصیر خان ثانی کی وفات

اُمیر نصیر خان ثانی کو بچپن میں سنگ مثانہ (پتھری) کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ اُمیر شہید اُمیر مہراب خان نے اپنے دور حکمرانی میں ایک بار سندھ سے خاص طور ایک انگریز ڈاکٹر کو طلب کر کے اُن کا اپریشن کرانا چاہا۔ لیکن اُمیر نصیر خان نے جو اُس وقت اگرچہ کم سن تھا بلوچی ننگ کے جاہلانہ وہم میں پڑ کر ڈاکٹر کے سامنے کپڑے اُتارنے سے انکار کر دیا۔ اور اس موذی مرض کو اپنے لیے محفوظ رکھا جو ان کی باعث موت بنا۔ بہ عمر ۳۲ سال ۱۶ سال حکمرانی کرنے کے بعد بہ مقام گنداواہ درد مثانہ کا مہلک حملہ ہوا اور کئی دنوں تک اُن پر غشی طاری رہی بلوچستان کے تمام سردار و زعماٗ اپنے ہر دلعزیز حکمران کے گرد جمع تھے۔ اطبا نے مایوسی کا اظہار کیا سردار باچشم گریاں ان کو بے ہوشی کی حالت میں اُٹھا کر قلات کے طرف روانہ ہوئے انجیرہ کے مقام پر ۲۸ دسمبر ۱۸۵۷ء کو دست قضا نے بلوچستان کے اس مجاہد اعظم کی روح کو قفس عنصری سے آزاد کیا سرداران قبائل و اُمرائے دربار قلات نے انکے جسد خاکی کو قلات میں نہایت عزت و احترام و شاہی رسومات کے ساتھ سپرد خاک کیا

اُمیر نصیر خان ثانی کا کردار

اُمیر نصیر خان ایک تنومند نوجوان تھا اس کے خدوخال خوبصورت تھے بارعب شخصیت کا مالک تھا خوش پوش آدمی تھا۔ بڑا مدبر فصیح البیان مقرر تھا اُس نے داروغہ گل محمد کی سرپرستی میں تعلیم پائی تھی۔ نشانہ بازی میں ماہر تھا۔ شکار کا

بہت شوقین تھا۔ پیدل اور سوار شکار کھیلتا تھا۔ قبائل ان سے محبت کرتے تھے سرداروں میں اس کی بڑی عزت تھی مجموعی صورت میں قبائلی سردار اُس کے طرفدار تھے ان کے دلوں میں امیر نصیر خان کی عزت و احترام بدرجہ اتم موجود تھی امیر نصیر خان نہایت بہادر اور جفاکش مجاہد تھا اس نے متواتر تین سال تک انگریزوں کے ساتھ جنگ جاری رکھی اس دوران میں انہوں نے طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں وفاداروں کی بے وفائی اور دوستوں کی دشمنی نے اُسے سخت آزمائش میں ڈالا۔ اپنی خوردسالی عمر کے باوجود ایک تجربہ کار جرنیل کی طرح صبر و استقلال اور خندہ پیشانی سے ان دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کیا آخر کار کامیابی نے اُس کے قدم چومے اقبال نے اُس کے سر پر بلوچستان کا تاج رکھا امیر نصیر خان نے بلوچستان پر سولہ سال حکمرانی کی مگر انگریزوں کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایک مضبوط حکومت قائم کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی افغانستان میں شاہ شجاع الملک کے قتل کے بعد سیاسی صورت حال بدل گئی افغانستان کی حکمرانی پر امیر دوست محمد خان محمد زئی قابض ہو گئے لہٰذا انگریزوں نے بین الاقوامی سیاست کے پیش نظر امیر نصیر خان امیر بلوچستان سے اپنے ۱۸۴۱ء کے معاہدہ کی تجدید کی خواہش ظاہر کی اور امیر نصیر خان امیر بلوچستان نے بھی انگریزوں کی خواہش سے فوری طور پر اتفاق کرتے ہوئے اُن سے نیا معاہدہ ۱۸۵۴ء میں کیا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امیر نصیر خان ثانی کے دور حکمرانی میں بلوچستان اپنے گرم پانی کے ساحل کی وجہ سے بین الاقوامی سیاست میں بہت شہرت اور اہمیت حاصل کر چکا تھا روسی سلطنت کی نظریں بلوچستان کے ساحل پر لگی ہوئی تھیں اور امیر نصیر خان کا واسطہ روسیوں سے نہیں پڑا تھا جو انگریزوں کی طرح ایک

سپر پاور تھا. لہٰذا امیر موصوف انگریزوں کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا لہٰذا انہوں نے اُن سے ان کی خواہش کے مطابق تجدید عہد نامہ کو بلوچستان کے مفاد میں بہتر سمجھ کر اُن سے تجدید عہد نامہ کیا.

امیر نصیر خان نے رعیت کو خوشحال اور فارغ البال رکھا ان کی زندگی سرتاپا عمل تھی حصول آزادی کی سر سالہ جدو جہد اور مسلسل قربانیوں سے بلوچوں کا نام روشن کر دیا.

امیر نصیر خان کو زہر سے ہلاک کر دیا گیا

ایک مستند روایت ہے کہ انگریزوں نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے امیر نصیر خان ثانی کو زہر دے کر ہلاک کر دیا. کیونکہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء میں برصغیر پر انگریزی تسلط کے خلاف میرٹھ سے جنگ آزادی کی ابتداء ہوئی. یہ جنگ سرعت سے پھیل گئی اور شمالی ہند کے بیشتر علاقوں کے علاوہ اودھ اور جنوبی بنگال بھی اس کی لپیٹ میں آگئے آزادی کے اثرات وسط ہند اور بند عیل کھنڈ تک پہنچے. صرف صوبہ پنجاب انگریزوں کا وفادار ثابت ہوا. لہٰذا اسی دوران اچانک سات ماہ بعد ۱۸ دسمبر ۱۸۵۷ء میں آمیر نصیر خان پر دردمشانہ کا مہلک حملہ ہوا. مستند روایت ہے کہ اس میں شک نہیں کہ انگریزوں نے آمیر نصیر خان ثانی کو بلوچستان کا امیر تسلیم کر لیا. اُس کے ساتھ دو عہد نامے کئے مگر درپردہ اُسے شک کی نظر سے دیکھتے تھے کہ ان کو جب کبھی موقع ملے گا وہ انگریزوں سے اپنے باپ آمیر شہید آمیر مہراب خان ثانی کے قتل کا بدلہ ضرور لے گا. لہٰذا جب ہندوستان میں جنگ آزادی کی ابتداء ہوئی تو انگریزوں

کی پریشانی اور بھی بڑھ گئی۔ انگریزوں نے اپنی فوج کے ایک رسالدار اور پچاس سپاہی، امیر نصیر خان کو دیئے تھے تاکہ ان کی فوج کو یہی رسالدار تربیت دیں۔ رسالدار کا نام شیر خان تھا جو پنجاب کا رہنے والا تھا کہتے ہیں کہ اسی رسالدار نے دوران تیمارداری ان کی دوائی میں زہر ڈالا جس کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو کر چند یوم بعد ان کی موت واقع ہوئی۔

تاریخ وار سلسلہ واقعات بہ دورِ حکمرانی امیر نصیر خان ثانی

نمبر شمار	تفصیل	تاریخ
۱	امیر نصیر خان ثانی سقوطِ قلات کے بعد شہر قلات میں داخل ہوا	۲۶ر اگست ۱۸۴۰ء
۲	بلوچ سرداران قبائل نے امیر نصیر خان ثانی کی دستار بندی کی	۱۷ر اگست ۱۸۴۰ء
۳	مری مجاہدین کی دوسری لڑائی۔	۳۱ر اگست ۱۸۴۰ء
۴	براؤن کا کاہان سے قلیجی مع فوج پہنچا۔	۱۳ر ستمبر ۱۸۴۰ء
۵	امیر نصیر خان کی مستونگ روانگی	۳۰ر ستمبر ۱۸۴۰ء
۶	امیر نصیر خان کی مستونگ سے کچھی روانگی۔	۱۸ر اکتوبر ۱۸۴۰ء
۷	امیر نصیر خان ثانی کی مقام اعنبرگ پر انگریزوں سے لڑائی۔	۱۱ر اکتوبر ۱۸۴۰ء
۸	امیر نصیر خان ثانی کا ڈھاڈر کے قلعہ پر انگریزی افواج پر حملہ	۲۹ر اکتوبر ۱۸۴۰ء
۹	سردار محمد خان لہڑی کا ڈھاڈر کے قلعہ پر شب خون مارنا	۳۰ر اکتوبر رات کے وقت ۱۸۴۰ء
۱۰	امیر نصیر خان کی ڈھاڈر سے پسپائی	۲ر نومبر ۱۸۴۰ء
۱۱	انگریزوں کا قلات پر دوبارہ قبضہ .	۳ر نومبر ۱۸۴۰ء
۱۲	امیر نصیر خان ثانی کے سپہ سالار میر کمال خان التازئی اور میر رحیم خان مینگل کا گنداوہ پر قبضہ	۱۵ر نومبر ۱۸۴۰ء
۱۳	کنڈا کے میدان میں انگریزوں اور بلوچوں کے جھالاوانی دستوں کی جنگ	۲۰ر نومبر ۱۸۴۰ء
۱۴	انگریزوں کا امیر نصیر خان ثانی کے کیمپ کنبی پر حملہ	۲۸ر دسمبر ۱۸۴۰ء

۱۵	کرنل سیٹی کا خط برائے مذاکرات بنام امیر نصیر خان ثانی	۴ جنوری	۱۸۴۱ء
۱۶	رودین جو میں داروغہ گل محمد اور کرنل سیٹی کی ملاقات	۲۳ جنوری	۱۸۴۱ء
۱۷	کرنل سیٹی اور امیر نصیر خان کا نورگامہ زہری میں ملاقات	۳۰ جنوری	۱۸۴۱ء
۱۸	امیر نصیر خان ثانی کی شالکوٹ آمد	۸ ستمبر	۱۸۴۱ء
۱۹	امیر نصیر خان ثانی اور حکومت برطانیہ ہند کے درمیان عہدنامہ و بعد آزآن تاجپوشی امیر نصیر خان ثانی	۶ اکتوبر	۱۸۴۱ء
۲۰	امیر نصیر خان ثانی کے ذریعے انگریزوں کی مربیوں سے مفاہمت	۱۷ دسمبر	۱۸۴۱ء
۲۱	امیر نصیر خان اور امیر شاہنواز خان کے مابین جنگ بہ مقام تمبو	۲۶ فروری	۱۸۴۲ء
۲۲	امیر شاہنواز خان کی گرفتاری و قید گندادہ	۲ مارچ	۱۸۴۲ء
۲۳	امیر شاہنواز خان کا قتل بہ مقام قلات	۸ مئی	۱۸۴۲ء
۲۴	گوادر پر شاہ غاسی ولی محمد کا حملہ	۳۰ مئی	۱۸۴۲ء
۲۵	ملا محمد حسن کا عہدہ وزارت پر فائز ہونا	۲ جون	۱۸۴۲ء
۲۶	ملا محمد حسن کی معزولی از وزارت و قید و وفات	۱۱ فروری	۱۸۵۲ء
۲۷	امیر نصیر خان کا ڈگر مینگل قبیلہ اور رخشانی قبیلہ کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ کرنا بہ موجودگی داروغہ گل محمد و سردار گہنا دخان نوشیروانی	۱۱ اکتوبر	۱۸۵۳ء
۲۸	امیر نصیر خان کا خان گڑھ (جیکب آباد) جانا	۱۸ فروری	۱۸۵۴ء
۲۹	خان گڑھ (جیکب آباد) کا انگریز کو حوالے کرنا منجانب امیر نصیر خان امیر بلوچستان		۱۸۵۵ء
۳۰	وفات امیر نصیر خان ثانی	۱۸ دسمبر	۱۸۵۷ء

باب ہفتم

آمیر خداداد خان کی مسند نشینی

۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء

غازی آمیر نصیر خان ثانی کی وفات کے بعد تخت بلوچستان کے دو دعوے دار اور بھی تھے۔ آمیر اعظم خان آمیر شہید آمیر مہراب خان کے بھائی اور آمیر نصیر خان ثانی کے چچا۔ دوسرا امیر شیر دل خان آمیر اعظم خان کا بیٹا تھا۔ لہذا آمیر نصیر خان ثانی نے جب ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء میں وفات پائی تو ا بخیرہ سے ان کی میت کو قلات لا کر شاہی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آمیر نصیر خان کی والدہ بی بی ماہ گنج جو ایک قابل اور فہمیدہ خاتون تھیں اور بلوچستان کی سیاست میں کافی دسترس رکھتی تھیں بلوچ قبائلی سردار اُن کا بہت زیادہ احترام اور عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کی ہی کوششوں سے بلوچ قبائل ساراوان و جھالاوان کے سرداروں نے آمیر خداداد خان کو بہ عمر سولہ سال ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء میں آمیر بلوچستان منتخب کیا

آمیر خداداد خان کے بچپن کا تاریخی پس منظر

آمیر مہراب خان ثانی نے جب ۱۳ نومبر ۱۸۳۹ء میں انگریزوں سے

اعلیٰ حضرت خداداد خان امیر بلوچستان ۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء

لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تو انکی بیگم خدیجہ صاحبہ حمل سے تھیں لہذا امیر شہید کا یہ بیٹا ۹ جنوری ۱۸۴۰ء میں بہ مقام منگچر سردار ملا محمد رئیسانی کے گھر میں تولد ہوا جب کہ نومولود کی والدہ اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ سردار موصوف کے گھر میں پناہ گزین تھیں۔ انگریزی زبان میں ایسے بچے کو جو اپنے والد کے انتقال کے بعد تولد ہوئے اسے "پاسچوس چائلڈ" کہتے ہیں۔

جب امیر محراب خان شہید ہوئے تو احمد زئی خاندان کے افراد بلوچستان کے اطراف و جوانب میں منتشر اور پریشان حال بھٹکتے پھرتے رہے انگریزوں نے امیر شاہنواز خان کو بلوچستان کے تخت پر بٹھایا تھا ان کا بڑا بیٹا امیر نصیر خان جنگ آزادی کو جاری رکھنے کی خاطر نوشکی اور خاران کے علاقوں میں انگریزوں سے لڑنے کے لیے لشکر جمع کرتا پھرتا تھا جب امیر نصیر خان ثانی نے اپنی انتھک کوششوں اور صبر آزما اور حوصلہ شکن مجادلوں سے آبائی حکومت پر قبضہ کر لیا تو اپنی سوتیلی والدہ بی بی خدیجہ اور سوتیلا بھائی امیر خداداد خان کو بھی قلات بلا لائے اور امیر خداداد خان کے ایام طفولیت امیر نصیر خان ثانی کے زیر سایہ گزرا اور انکی تربیت ہوئی

بین الاقوامی سیاسی صورت حال

امیر خداداد خان کا دور حکمرانی بلوچستان اور اُس کے ہمسایہ مملکتوں افغانستان اور ایران کے لیے انگریزوں کی ہوس ملک گیری کی ریشہ دوانیوں اور فساد انگیزیوں کی وجہ سے ایک پرخطر و پرآشوب دور تھا جس میں امن اور چین کی زندگی مفقود تھی باہمی مناقشوں، بداعتمادیوں اور خانہ جنگیوں کا دور دورہ تھا۔ اگرچہ بلوچستان میں نسبتاً امن تھا۔ لیکن درپردہ انگریزوں کا خفیہ ہاتھ یہاں پر بھی نہایت تیزی

کے ساتھ اپنا کام کر رہا تھا. اور بلوچستان میں بدامنی پھیلا کر امیر بلوچستان اور اس کے سرداروں کو لڑانے کی خفیہ منصوبہ بندی ہو رہی تھی. امیر خداداد خان خود بہت ذہین تھا اور بے مثال حافظہ کا مالک تھا. اس لئے ملکی و سیاسی معاملات میں انہوں نے بہت جلد دسترس حاصل کر لی.

دربار قلات میں وفادار ملازمین کا تقرر

امیر خداداد خان جب مسند حکمرانی پر بیٹھا تو اس نے امیر شہید میر محراب خان اور اپنے بھائی امیر نصیر خان ثانی کے دور کے تمام وفادار اور خیر خواہ ملازمین دربار کو اپنے گرد جمع کیا اگرچہ ان درباری ملازمین کو سردار پسند نہیں کرتے تھے. چنانچہ امیر خداداد خان مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھتے ہی اپنے باپ امیر محراب خان شہید اور امیر نصیر خان ثانی کے درباری امیر داروغہ گل محمد جو اپنی مخلصی میں یکتا اور تدبر میں مشہور تھا. اور جس نے کسی موقع پر بھی اپنے حکمران آقاؤں سے بے وفائی اور غداری نہیں کی تھی اپنا وزیر مقرر کیا اسی طرح شاغاسی ولی محمد، ملا محمد خان وکیل داروغہ عطا محمد، داروغہ محمد علی، ملا محمد حسین اور دیوان گنگا رام جیسے وفادار باتدبیر ملازمین کو دربار قلات میں بلند مرتبے تفویض کئے گئے.

سردار ملا محمد رئیسانی کی ان ملازمین دربار کی تقرری پر ناراضگی

سردار ملا محمد خان رئیسانی، بی بی گنجان احمد زئی زوجہ دوئم امیر شہید میر محراب خان کے ماموں تھے کیونکہ امیر مصطفےٰ خان امیر شہید کے چچا نے سردار

ملا محمد خان رئیسانی کی ہمشیرہ سے شادی کی تھی جس سے ان کی دو اولاد تولد ہوئے امیر سرفراز خان بیٹا اور بی بی گنجان بیٹی۔

چونکہ بی بی گنجان ایک مدبر اور سیاست دان خاتون تھیں اور اپنے شوہر امیر محراب خان ثانی اور سوتیلے بیٹے امیر نصیر خان ثانی کے دور حکومتوں میں بھی ان کو بلوچستان کی سیاست پر کافی دسترس حاصل تھی۔ لہذا ان کی وجہ سے انکے ماموں سردار ملا محمد خان بھی قبائلی سیاست پر حاوی تھے ان کی رائے کو مقدم تصور کیا جاتا تھا لہذا امیر خداداد خان نے جب اپنے دور حکومت میں پرانے وفادار درباری ملازموں کو دوبارہ دربار میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا تو انکے تقرری سے یقیناً سردار ملا محمد خان رئیسانی کے سیاسی وقار کو دھچکہ لگنے کا خطرہ تھا اور اُن کی سیاسی اہمیت بلوچستان کی سیاسی بساط پر ختم ہو رہی تھی۔ لہذا ان تقرریوں پر ان کا ناخوش ہونا قابل فہم تھا۔

سردار تاج محمد خان زرک زئی زہری کی ملازمان دربار کی تقرری پر ناراضگی

سردار ملا محمد خان رئیسانی خطہ ساراوان کے قبائلی سرداروں کا سربراہ تھا اور اسی طرح سردار تاج محمد خان زرک زئی زہری خطہ جھالاوان کے قبائلی سرداروں کا سربراہ تھا۔ یہ سردار بھی ملازمان دربار کی تقرری پر امیر خداداد خان امیر بلوچستان سے ناراض ہوئے۔ ان کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ ان کی ہمشیرہ بی بی مراد بی بی امیر نصیر خان ثانی کی زوجہ تھیں لہذا اس وجہ سے بلوچستان کے سیاسی امور میں سردار تاج محمد خان کو بہت زیادہ دخل حاصل تھا لہذا درباری ملازموں کی تقرری

سے ان کی اہمیت بھی کم ہو گئی لہٰذا وہ بھی اپنی سیاسی اقتدار کے خاتمہ کی وجہ سے ناراض تھے۔ سردار تاج محمد خان زرک زئی اور سردار علا محمد خان ریئسانی ہم زلف بھی تھے وزیر علا محمد حسن بدوزئی بنگلزئی کے داماد تھے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی کا انجام

برصغیر پر انگریزوں کے تسلط کے خلاف ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے جنگِ آزادی کی ابتدا ہوئی یہ جنگ سرعت سے پھیل گئی اور شمالی ہند کے بیشتر علاقوں کے علاوہ وسط ہند اور بندھیل کھنڈ میں بھی آزادی کی لہر دوڑ گئی اس جنگ میں پنجاب اور دیسی ریاستیں انگریزوں کی وفادار ثابت ہوئیں۔ لہٰذا انہوں نے ملکی مفاد کی بالکل پرواہ نہ کی چنانچہ اکتوبر ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے یہ جنگ آزادی ناکام بنا دی۔ انگریز مورخین اس جنگ کو غدر کا نام دیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ فوجیوں کا ایک بلوہ تھا۔ ہندوستان کے مورخین اسے جنگ آزادی کا نام دیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ جنگ ہندوستان کے لوگوں کی پہلی جنگ آزادی ہے جس میں انہوں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی کوشش کی اور بعض ہندوستانی مورخین جن کو محتاط مورخین کہتے ہیں وہ اس جنگ کو بغاوت کہتے ہیں۔

جنگ آزادی کے بعد ہندوستان میں سیاسی پوزیشن کی تبدیلی

جنگ آزادی کے ۱۸۵۸ء کے خاتمے کے بعد ہندوستان کی سیاسی ہیئت بالکل بدل گئی ۳ اگست ۱۸۵۸ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے نیا ایکٹ پاس کیا اس کی رو سے ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر دی گئی اور

ملک براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت ہو گیا۔ لارڈ کیننگ کو برصغیر کا پہلا وائسرائے مقرر کیا گیا کورٹ آف ڈائریکٹرز اور بورڈ آف کنٹرول کو بھی اسی ایکٹ کی رو سے منسوخ کر دیا گیا ہندوستان کی حکومت برطانوی تاج کے ماتحت ہو گئی اور ہندوستان کے امور کے لیے ایک وزیر مقرر ہوا جسے سیکرٹری آف اسٹیٹ کہتے ہیں۔ سیکرٹری کی مدد کے لیے پندرہ آدمیوں کی ایک کمیٹی جسے انڈیا کونسل کہتے تھے بنائی گئی ہندوستان میں اس اہم تبدیلی کے بعد اس تبدیلی کا اعلان شاہی فرمان کے ذریعے ہوا وائسرائے نے یکم نومبر ۱۸۵۸ء میں الٰہ آباد میں ایک دربار منعقد کر کے ملکہ وکٹوریہ کا یہ شاہی فرمان پڑھا۔ جس کے اہم نقطے یہ ہیں۔

۱۔ رعایا سے شاہانہ شفقت اور رعایا پروری کا وعدہ کیا گیا۔

۲۔ ہندوستان کی رعایا کے تمام افراد کو مساوی حقوق دیئے گئے۔

۳۔ ہر شخص کو کامل مذہبی آزادی دی گئی۔

۴۔ برطانوی حکمران رعایا کی مادی اور روحانی ترقی کے خواہاں ہیں۔

۵۔ سرکاری ملازمتوں میں تعلیمی لیاقت اور کارکردگی کی بنا پر ملازمت دی جائے گی مذہب، نسل اور قومیت کا کوئی لحاظ نہ ہوگا۔

۶۔ دیسی ریاستوں کو متبنٰے بنانے کی اجازت ہے۔ گویا ریاستوں کے الحاق کی پالیسی ترک کر دی گئی۔

امیر خداداد خان ہندوستان کی اس دور کی سیاسی صورت حال میں امیر بلوچستان بنا۔

ہندوستان پر قبضے کے بعد حکومت برطانیہ کی بین الاقوامی پالیسی

حکومت برطانیہ نے تو پہلے ہی سے ہندوستان کی سرحدی پالیسی پر روس ہوا

کھڑا کر دیا تھا جب ہندوستان کی جنگ آزادی ناکام ہوگئی اور حکومت برطانیہ کا مکمل قبضہ ہندوستان پر ہوگیا تو انہوں نے روس کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے کئی ایک اقدامات کئے اور یہی کوشش کی سلطنت روس کی سرحدیں کسی صورت میں بھی ہندوستان سے متصل ہونے نہ پائیں۔ لہٰذا اسی پالیسی کے زیر اثر انہوں نے مملکت افغانستان کو ایک فاضل ریاست یا بفر اسٹیٹ کی حیثیت دی جس کی وجہ سے سلطنت روس کی سرحدیں انگریزوں کی سلطنت ہندوستان سے متصل نہ ہو سکیں۔

افغانستان کا بحیثیت بفر اسٹیٹ کے قیام

جیسے کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ہندوستان کی سرحدی پالیسی پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکمرانی میں مرتب کی جا چکی تھی۔ افغانستان کی پہلی اور دوسری جنگ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ لہٰذا لارڈ لارنس، لارڈ میو، لارڈ نارتھ برک نے انیسویں صدی کے آخری نصف میں افغانستان میں جارحانہ اور دخل اندازی کی پالیسی ترک کر دی اور خود بحیثیت چوکس تماشا بین ایک فریق بننے پر اکتفا کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب جنگ ناکام ہوگئی اور انگریزوں کی حکومت برطانیہ نے ہندوستان پر قبضہ کر کے ہندوستان کو سلطنت برطانیہ کی ایک نوآبادی قرار دیا، انہوں نے افغانستان کے بارے میں ایک واضح پالیسی اختیار کر کے اُسے بفر اسٹیٹ یا فاضل ریاست مابین سلطنت روس اور برطانوی سلطنت ہندوستان کے قرار دے دیا۔

بلوچستان کے بارے میں انگریزوں کی سیاسی پالیسی

افغانستان کے بعد اب برطانوی حکمرانوں کے سامنے بلوچستان کے سیاسی مسئلے کا حل تھا کہ آیا بلوچستان کو دستور قدیم کی طرح سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے مابین بطور فاضل ریاست یا بفراسٹیٹ کے رکھا جائے یا اُس پر قبضہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں انگریز افیسر دو مختلف خیال رکھتے تھے سندھ میں جو انگریز افسر تھے وہ چاہتے تھے کہ خطہ بلوچستان کی قدیم حیثیت فاضل ریاستی بدستور قائم رہے۔ مگر پنجاب کے انگریز افسر اس نظریہ سے اختلاف رکھتے تھے وہ یہ دلائل دیتے تھے کہ اگر بلوچستان کو بفراسٹیٹ کی حیثیت دی گئی تو اس کے پاس ساحل ہے۔ اگر اس کا کوئی حکمران کبھی روس نواز ثابت ہوا تو روسی سلطنت کے لیے گرم پانی کے سمندر تک پہنچنا بالکل آسان ہوگا۔ جو سلطنت برطانیہ اور اس کی نوآبادی ہندوستان کے لیے انتہائی مضر ہے۔ لہذا بلوچستان کی جداگانہ حیثیت ختم کر کے اس پر قبضہ کیا جائے۔ آخر کار انگریزوں کی ہندوستان میں مرکزی حکومت نے اپنے پنجاب کے انگریز افسروں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ پالیسی طے کی کہ بلوچستان میں صلح اور آشتی کی پالیسی کے ذریعے داخل ہو کر اس پر قبضہ کرنا چاہیئے۔ لہذا بلوچستان پر انگریزوں نے اس پالیسی کے تحت قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور بلوچستان میں اس دور میں امیر خداداد خان بد قسمتی سے امیر بلوچستان منتخب ہوئے اور ان کو انگریزوں کی اس ہوس ملک گیری اور ریشہ دوانیوں اور فساد انگیزیوں کا سامنا کرنا پڑا ان کے دور میں بلوچستان میں امن و چین کی زندگی مفقود ہوگئی۔ اور

اُن کے لیے انگریزوں کی پیدا کردہ باہمی منافقتیں، بداعتمادیاں اور خانہ جنگیاں سوہانِ روح بن گئیں۔

سردار تاج محمد زرک زئی کی ناراضگی کی ایک اور وجہ

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں سردار تاج محمد زرک زئی دربار قلات میں وفادار ملازموں کی تقرری پر امیر خداداد خان سے ناراض تھے۔ کیونکہ ان کی تقرری سے سردار موصوف کا حکومتی معاملات میں اثر و نفوذ ختم ہو جاتا تھا۔ اس ناراضگی کے علاوہ سردار تاج محمد اور سردار مراد خان موسیانی جو ماں کی طرف سے بی بی مراد بی بی ہمشیرہ تاج محمد زرک زئی کا رشتہ دار تھا یہ دونوں سردار چاہتے تھے کہ امیر خداداد خان اپنے بھائی کی بیوہ یعنی سردار تاج محمد زرک زئی کی بہن بی بی مراد بی بی سے نکاح کرے۔ لیکن امیر خداداد خان اور ان کی سوتیلی والدہ بی بی گنجان کی خواہش تھی کہ سردار تاج محمد اپنی بہن کی بجائے اپنی بیٹی بی بی جان بی بی کا ناطہ امیر خداداد کو دے جسے بعد از بسیار قیل و قال سردار تاج محمد زرک زئی نے منظور کر لیا۔ لہٰذا اس رشتے کے دینے کے بعد سردار مراد خان موسیانی سردار تاج محمد زرک زئی سے ناراض ہو گیا۔ اس دوران میں جو صورت حال پیدا ہوئی۔ حالات سدھرنے کی بجائے اور زیادہ بگڑ گئے۔

محمد امین برادر ملا محمد حسن کی رہائی کی درخواست

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۷ء کو سردار تاج محمد زرک زئی اور سردار ملا محمد شیلانی

اعلیٰ حضرت میر خداداد خان امیر بلوچستان ۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء

سرداروں کا ایک وفد سے کر امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے پاس ملا محمد حسن بنگل زئی کے بھائی محمد امین کی رہائی کے لیے گئے۔ وفد سے امیر موصوف نے ملاقات کی مگر محمد امین کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ سرداروں نے اس انکار کو اپنی بے عزتی تصور کیا اور امیر بلوچستان سے ناراض ہو گئے۔

سرداروں کے امیر بلوچستان سے مطالبے

جب محمد امین بدوزئی بنگل زئی کی قید سے رہائی کے بارے میں سرداروں کے وفد کو ناکامی ہوئی تو مندرجہ ذیل سردار جو قلات میں موجود تھے سردار تاج محمد زرک زئی، سردار ملا محمد خان رئیسانی سردار نور الدین مینگل جام میر خان دوئم جام لس بیلہ اپنے چند مطالبات لے کر وفد کی صورت میں ۱۶ر دسمبر ۱۸۵۷ء میں امیر بلوچستان امیر خداداد خان سے ملے۔

وفد کے مطالبات

وفد کے مندرجہ ذیل مطالبات تھے۔

۱۔ امیر نصیر خان اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے آئین اور رسم و رواج کے مطابق حکومت کے نظام کو چلایا جائے۔

۲۔ باضابطہ فوج توڑ دی جائے کیونکہ اس کا خرچ پورا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس وقت امیر بلوچستان کی فوج کی تعداد حسب ذیل تھی۔

۱۔ رسالہ: ۲۰۰ نفر	۲۔ توپ خانہ	۸۷ نفر
۳۔ محافظ دستہ ۴۰۰ نفر	۴۔ پلٹن	۸۰۰ نفر

کل تعداد فوج ۔ ۸۰۲ نفر

۳۔ نظام حکومت چلانے کے لیے وزیر مقرر کرنے کا حق سرداروں کو حاصل ہو۔ موجودہ وزیر داروغہ گل محمد کو برطرف کر دیا جائے۔

۴۔ ملک کے سول اور فوجی معاملات میں سرداروں کی آواز کو دخل حاصل ہو اور ان کے صلاح و مشورے سے سارے سول اور فوجی معاملات طے کئے جائیں۔

سرداروں کے مطالبات پر تبصرہ

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ انگریزوں کی ہندوستانی حکومت نے جب یہ طے کر لیا تھا کہ افغانستان کے خطہ کو بفر اسٹیٹ کی حیثیت دی گئی ہے۔ تو جنوب میں واقع خطہ بلوچستان پر مکمل قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے امیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کے درمیان بدگمانی پیدا کرنے کی ابتدا کی انہوں نے در پردہ بلوچستان کے سرداروں کو اکسایا کہ وہ اپنے نئے امیر خداداد خان سے ایسے مطالبات کریں جو بظاہر بنیادی اور جمہوری نوعیت کے ہوں جن کی تفصیلات اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔ ان بنیادی مطالبات کے علاوہ سرداروں کے مطالبات کی ایک اور شق بھی تھی کہ جس میں محمد امین کی رہائی اور کچھ نجی مقدمات میں مراعات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ یہ انگریزوں کی طرف سے محض اس حقیقت کو چھپانے کے لیے ایک غیر ضروری ایزادی تھی۔

سرداروں کے کیمپ کا منتقل کرنا

جب ۱۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو سردار امیر بلوچستان امیر خداداد خان سے انہیں ملے تھے۔ تو ان سب کا کیمپ فصیل شہر کے قریب واقع تھا لیکن امیر کی ملاقات سے بے نیل ومرام واپس ہوئے۔ سرداروں نے اس مقام سے اپنا کیمپ اٹھالیا اور چشمہ قلات کے باغات میں جن کی بڑی بڑی دیواریں تھیں نیا کیمپ لگایا سرداروں کی اس حرکت سے امیر کو شک گزرا اور شرپسندوں نے اسے اور زیادہ ہوا دی اور عمالِ حکومت بلوچستان کو سرداروں کے خلاف مشتعل کر دیا۔

سرداروں کے قلات کیمپ پر حملہ

۱۷ دسمبر ۱۸۵۷ء میں سرداروں کے وفد کی ملاقات کے دوسرے دن طلوع آفتاب کے وقت داروغہ گل محمد اور سردار مراد خان موسیانی کی قیادت میں خان کی فوج اور لشکر نے سرداروں کے کیمپ پر توپوں سے شدید گولہ باری کی ظہر تک میدان کارزار گرم رہا خان کی طرف سے لڑتے ہوئے سردار مراد خان موسیانی مارا گیا طرفین کے کئی آدمی مارے گئے۔ اور زخمی ہوئے شہر قلات کے سیدوں نے قرآن شریف درمیان میں لا کر فریقین کے درمیان لڑائی بند کرا دی امیر کی سپاہ واپس شہر پناہ میں داخل ہوئی۔

اس جنگ پر قلات میں انگریزی نمائندہ کا تبصرہ

چنانچہ انگریزوں کی حکومت کا نمائندہ متعینہ قلات اس جنگ کے

کے بارے میں یوں لکھتا ہے۔

"سرداروں نے امیر سے اپنے مطالبات منوانے کا یہ مناسب موقع خیال کیا تھا ان کے مطالبات کچھ اچھے اور بنیادی قسم کے تھے اور کچھ اس کے برعکس. لیکن سرداروں نے اپنے مطالبات کو کچھ اس انداز میں پیش کیا جس نے امیر کے مشیروں کو طاقت استعمال کرنے کا اشتعال دلایا۔"

سرداروں کا بطرف جھالاوان کوچ

۱۸ دسمبر ۱۸۵۶ء کو سرداروں نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جھالاوان کی طرف کوچ کیا. سرداروں نے خضدار کے مقام پر کیمپ کیا۔

سردار خاران کا ان سرداروں سے ملاپ

جب یہ سردار قلات سے سوراب پہنچے تو سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران بھی اس مقام پر ان سے آملا اور ان کے ساتھ بطرف خضدار روانہ ہوا

سرداروں کا امیر بلوچستان کی گندم کو لوٹنا

جب ان سارے سرداروں نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ۲۲ دسمبر ۱۸۵۶ء میں بمقام خضدار کیمپ کیا تو انہوں نے امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے گندم کے انباروں کو لوٹا اور اپنے لشکریوں کو کھلاتے رہے۔

بلوچستان میں تباہ کن خانہ جنگی کی ابتداء

چنانچہ امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے دور حکومت میں ۲۲ دسمبر

۱۸۵۶ء میں اُن کے اور بلوچ قوم کے سرداروں کے درمیان اس تباہ کن خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی جو پورے اکیس سال تک جاری رہی اور انگریزی سامراجی حکومت کے نمائندے فریقین کو مختلف طریقوں اور ذرائع سے اُبھارتے رہے جس کے شعلوں نے بلوچوں کی اس واحد قومی اور مرکزی حکومت کو جو ۱۶۴۱ء میں امیر میرو میروانی بلوچ نے تشکیل دے کر قائم کی تھی اپنے لپیٹ میں لے کر ہمیشہ کے لیے بھسم کر کے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

بلوچ سرداروں کی انگریزی حکومت کے نمائندہ سے خط و کتابت

جب بلوچ سرداروں نے جھالاوان میں خضدار کے مقام پر کیمپ کیا تو انہوں نے متفقہ طور پر انگریزوں کی حکومت کے نمائندہ جو جیکب آباد میں مقیم تھا کو ایک تفصیلی خط لکھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ سرداروں کے تمام مطالبات امیر بلوچستان سے منوائے جائیں۔

بلوچ سرداروں کی جنگ کی تیاریاں

دوسری طرف سرداروں نے امیر بلوچستان کے ساتھ فیصلہ کن لڑائی لڑ کر اپنے مطالبات منوانے کے لیے تمام قبائل سے لشکر جمع کرنا شروع کیا جب امیر بلوچستان امیر خداداد خان کو ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے تدبر سے کام لیکر شاغاسی ولی محمد کو سرداروں کے پاس روانہ کر دیا اُن سے وعدہ کیا کہ اگر وہ جنگ کے ارادے سے باز آجائیں اور اپنے لشکروں کو منتشر کر دیں اور پر امن رہنے کا وعدہ کریں تو محمد امین کو رہا کر دیا جائے گا۔ اُن کے دوسرے مطالبات

پر غور کیا جائے گا سردار بھی امیر بلوچستان سے صرف اتنی عزت چاہتے تھے اُمیر کی بات کو مان لیا. لشکر کو منتشر کر دیا. ازاں بعد اُمیر بلوچستان نے محمد امین کو تسلیم کر کے سردار تاج محمد زرک زئی کے حوالے کر دیا.

اُمیر خداداد خان کی تخت نشینی کے ابتدائی دور پر تبصرہ

جب اُمیر خداداد خان ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھے اور حکمران بنتے ہی انہوں نے دربار کے سابقہ خیر خواہ و وفادار ملازموں کی جماعت کے افراد کو ملازم رکھ کر اپنے گرد جمع کیا ان کے اسماء اس طرح ہیں داروغہ گل محمد، شاغاسی ولی محمد، ملا محمد خان وکیل، داروغہ عطا محمد، داروغہ محمد علی ملا محمد حسین، دالیان گنگارام. ان ملازمان کی تقرری پر بلوچستان کے دو بڑے قبائلی سردار ناراض بھی ہوئے. اور سردار ملا محمد خان رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی ان وفادار اشخاص کی ملازمتوں پر ناخوش بھی تھے اور ان کو پسند بھی نہیں کرتے تھے. لہٰذا ایسی صورت حال میں ان باتدبیر اور تجربہ کار اور جہاں دیدہ ملازمین کی یہ کوشش ہونی چاہیئے تھی کہ اُمیر خداداد خان اور سرداروں کے درمیان محمد امین کی رہائی کا مسئلہ اور دیگر سرداروں سے متعلق مسائل دوستانہ ماحول میں طے ہو جائیں. تاکہ سرداروں کے کیمپ پر حملے کی نوبت ہی نہ آتی نہ معلوم اس وقت کے عوامل کیا تھے جس کے نتیجے میں ایک فریق نے دوسرے پر حملہ کیا. اُمیر خداداد خان کی تخت نشینی کی ابتداً انہی بدشگونیوں اور بداعتمادیوں سے ہوئی اس موقع پر وفادار ملازموں کے ٹولے نے دوراندیشی، سیاست مداری اور تدبر کا ثبوت نہیں دیا بلکہ نارانی

سرداروں کی ناخوشی کو اپنے تقرریوں پر صحیح ثابت کر دیا۔ دوسری طرف ہندوستان کے انگریز حکمرانوں کو بلوچستان کے سیاسی معاملات میں دخل دینے کے مواقع فراہم کئے۔ جب کہ انگریز اسی قسم کے ناخوشگوار حالات کے رونما ہونے کے بالکل انتظار میں بیٹھے تھے۔ بہر حال اس موقع پر دربار کے ان تمام وفادار ملازموں نے تدبر اور سیاسی شعور کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ انگریزوں کی سیاسی چالوں کے آلہ کار بن کر بلوچستان کی حکومت کی آزادی کو زک پہنچایا۔

امیر خداداد خان کی گنداوہ میں آمد

موسم سرما شروع ہو گیا۔ امیر خداداد خان داروغہ گل محمد کو قلات میں بٹھا کر خود موسم سرما گزارنے کے لیے ۳۱ دسمبر ۱۸۵۷ء کو گنداوہ پہنچے اس وقت جام میر خان ثانی جام لس بیلہ اور سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران کے علاوہ باقی تمام بلوچ سردار گنداوہ میں موجود تھے۔

انگریزوں کے نمائندہ کی گنداوہ میں آمد

اسی دوران انگریزوں کا نمائندہ میجر ایچ گرین نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان سے ملاقات کی اور دوران ملاقات ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جیکب آباد جا کر جان جیکب اور مسٹر فریئر سے ملیں اور ان کے مشورہ سے اپنے سرداروں کے ساتھ اپنے تنازعات طے کر لیں کیونکہ سرداروں نے بہت پہلے انگریزوں کے نمائندہ کو ایک درخواست دی

تعمی کردہ ان کے اور امیر بلوچستان کے درمیان ان کے متنازعہ امور کا تصفیہ کرادیں۔

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی بڑی سیاسی غلطی

امیر خداداد خان نے میجر گرین کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر ہندوستان کی انگریزی حکومت کے نمائندہ کو اپنے اور اپنے سرداروں کے تنازعات میں بطور واحد ثالث تسلیم کرکے بڑی سیاسی غلطی کی جس کے نتیجے میں ان کو بعد میں اپنی حکومت سے معزول ہونا پڑا۔ حالانکہ امیر خداداد خان خود ایک بہت بڑا مدبر حکمران تھا اس میں شک نہیں کہ اس میں ضد کا مادہ بہت زیادہ تھا مگر اس کا تدبر اس پہ ہر وقت غالب آتا نہ معلوم اُس پر انگریزوں کے نمائندہ میجر گرین کی چال کیسے چلی کہ وہ جیکب آباد جانے کے لیے تیار ہوئے۔ تاکہ وہاں جیکب اور مسٹر فریرؔ سے مل کر اور ان کے مشورہ سے اپنے سرداروں کے ساتھ اپنے تنازعات طے کریں۔ لہٰذا اس حرکت سے امیر خداداد خان نے انگریزی حکومت کو اپنے اور اپنے سرداروں کے درمیان ایک طرح سے واحد ثالث یعنی حاکم فیصلہ کنندہ تسلیم کرلیا۔ اس دوران دربار کے وفادار ملازم ان تمام سیاسی واقعات کی بالیدگی کو بطور تماشابین دیکھتے رہے بجائے اس کے کہ یہ کوشش کرتے۔ اپنے ہم قوم بلوچ سرداروں کے ساتھ گھر میں بیٹھ کر اپنے تنازعات کا خانگی فیصلہ کرتے تاکہ انگریزوں کو کسی صورت میں بھی ثالثی کا موقع نہ ملتا۔ مگر ان کی طرف سے اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جو ان کی بلوچستان کے سیاسی معاملات پر عدم توجہی کا منہ

بولتا ثبوت ہے۔ نظر نہیں آسکی۔

امیر خداداد امیر بلوچستان کی جیکب آباد میں آمد

ا۷ جنوری ۱۸۵۸ء کو امیر خداداد خان امیر بلوچستان انگریزی حکومت کے نمائندوں سے ملنے جیکب آباد آگئے۔ امیر موصوف کی آمد سے پہلے ان کے تمام مخالف سردار پہلے سے جمع کئے جا چکے تھے۔ مگر تعجب کی بات ہے امیر بلوچستان کے روبرو ہوکر مخالف سردار اپنے خلاف کوئی ٹھوس شکایت پیش نہ کر سکے اور نہ ہی کوئی قابل غور مطالبہ پیش کر سکے سرداروں کی اس نااہلی سے میجر گرین اور دوسرے انگریز افسروں کو سخت مایوسی ہوئی لیکن اس مایوسی کے باوجود اس ملاقات سے انگریز اپنے حکومتی مفاد کے لیے جو کام امیر بلوچستان سے نکال سکے وہ دور رس نتائج کے حامل ثابت ہوئے۔

حکومت بلوچستان سے انگریز مخالف ملازمان کی برطرفی

انگریز داروغہ گل محمد اور دالیوان گنگارام کو جو تخت قلات کے بہترین وفادار تھے طبعاً وطن پرست اور قوم پرست تھے اپنا بدترین مخالف تصور کرتے تھے۔ انہوں نے اور ان کے باپ دادوں نے امیر شہید امیر محراب خان اور امیر نصیر خان ثانی کے عہد میں انگریزی غلبہ کے خلاف لڑائیاں لڑیں قوم اور وطن کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دی تھیں اس لئے دربار قلات میں ان کی موجودگی انگریز افسروں کے لیے ہمیشہ باعث خطرہ ہو سکتا تھا۔ انگریز ان کو راستے سے ہٹانے میں کامیاب

ہوئے نہ معلوم انہوں نے امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو کیا دلائل دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ دار و غہ گل محمد جیسے اپنے دیرینہ خدمت گزار اور وفادار وزیر کو برطرف کرکے سرداروں اور انگریزوں کی خواہش کے مطابق شاغاسی ولی محمد کو اس کی بجائے وزیر مقرر کرے اور دیوان گنگا رام جیسے ایک زیرک اور وفادار مشیر کو معہ اہل و عیال بلوچستان سے جلاوطن کرکے سکھر بھیج دے۔

امیر فتح خان احمدزئی کی بغاوت

جب امیر خداداد خان امیر بلوچستان منتخب ہوا تو اس دور میں امیر فتح خان احمدزئی برادر سابق معزول امیر بلوچستان امیر شانواز خان بقید حیات تھا۔ اور سردار میر آزاد خان نوشیروانی سردار خاران کے پاس بطور پناہ گزین مقیم تھا جب امیر خداداد خان جیکب آباد سے واپس آیا تو وہ کچھی میں قیام پذیر رہا لہٰذا انہیں مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۸ء کو اطلاع ملی کہ کچھی سرداران ریج وبھگور نے سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران کے ساتھ ساز باز کرکے امیر فتح خان احمدزئی کو امیر بلوچستان مقرر کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کا انگریز نمائندوں سے وضاحت طلب کرنا

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کو شک گزرا کہ شاید فتح خان احمدزئی کے منصوبہ میں انگریزوں کا ہاتھ ہو چونکہ ان دنوں امیر بلوچستان کے دربار میں میجر گرین بطور نمائندہ برطانیہ متعین تھا۔ لہٰذا امیر موصوف نے شاغاسی ولی محمد کو گرین کے پاس شک کا ازالہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ انگریزوں نے شاغاسی

ولی محمد کو ہر طرح سے تسلی دی کہ اس معاملے میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں بلکہ انگریز نمائندہ نے اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے یہ اظہار خیال کیا کہ شمالی ہندوستان میں جنگ آزادی کے پیش نظر وہ بلوچستان میں ہر حال میں امن چاہتے ہیں اُن کو یعنی (انگریزوں کو) درپردہ یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ ہندوستان کی سیاسی صورت حال سے فائدہ اُٹھا کر افغانستان اور ایران سرحدی قبائل کو بغاوت پر نہ اُکسائیں لہٰذا انہوں نے بلوچستان میں امن قائم کرنے کی خاطر امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو ہر ممکن مدد دینے کی پیش کش بھی کی۔

امیر فتح خان احمدزئی کے خلاف کارروائی

جب امیر خداداد خان کو انگریزوں کی طرف سے یہ تسلی بخش جواب ملا تو انہوں نے سردار تاج محمد زرک زئی کو فتح خان احمدزئی کی بغاوت کو کچلنے پر مامور کیا سردار تاج محمد زرک زئی امیر بلوچستان کا حکم پاکر مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۸ء کو دستہ جھالاوان کے ساتھ پنجگور اور کیچ روانہ ہوا مکران کے سرداروں نے کسی مقام پر بھی اس کا مقابلہ نہیں کیا سردار تاج محمد ۲۷ فروری ۱۸۵۸ء کو پنجگور پہنچا۔ وہاں مشکوک معتبرین کو گرفتار کرنے کے بعد بطرف کیچ روانہ ہوا ۲ مارچ ۱۸۵۸ء کو کیچ پہنچا یہاں بھی جن معتبرین پر اُسے شک تھا۔ ان کو گرفتار کیا اُن کو کیچ میں اطلاع ملی کہ سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران فتح خان احمدزئی کے ساتھ بطرف قندھار فرار ہو کر چلے گئے ہیں۔

امیر کابل کا ردعمل

چونکہ سردار آزاد خان سردار خاران کی ساز باز امیر کابل سے قائم تھی۔ اور

سردار آزاد خان سردار خاران کوشش کر رہا تھا کہ کوئی ایسی صورت نکلے کہ فتح خان احمد زئی کو بلوچستان کا حکمران بنانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس سلسلے میں امیر کابل امیر دوست محمد خان نے اپنا ایک دستہ فوج سراوان کی سرحد پر بھیجا تھا۔

امیر کابل کا خط بنام امیر بلوچستان

اسی دوران میں امیر کابل نے اپنے ایک خاص نمائندہ کے ذریعے امیر بلوچستان کو بذریعہ خط دھمکی دی تھی کہ اگر سردار آزاد خان جو امیر کابل کا باجگزار ہے کے خلاف کوئی قدم اٹھایا گیا تو وہ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات سے سخت ناراض ہوں گے۔

امیر بلوچستان کا جواب امیر کابل کو

امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے امیر کابل امیر دوست محمد خان کے خط کا جواب اس انداز میں دیا: ”خاران میری حکومت کا ایک حصہ ہے اور آزاد خان بلوچ قوم کا ایک سردار ہے اور میں اپنے ملک میں اور اپنی رعایا کے ساتھ ہر سلوک کرنے کو آزاد ہوں“

امیر بلوچستان کے خط کا رد عمل

جب امیر بلوچستان کی طرف سے امیر کابل کو خط ملا اور اسی اثنا میں سردار آزاد خان اور فتح خان احمد زئی فرار ہو کر قندھار پہنچے تو امیر دوست محمد خان نے اپنے دستہ فوج کو واپس طلب کر لیا۔

---

۱۷ ء منتخبات، دفتر خارجہ

مریوں کی ہر طرف لوٹ مار

۱۸۵۸ء میں مری قبائل نے کچھی درہ بولان پنجاب اور سندھ کی سرحدات پر لوٹ مار کا لامتناہی سلسلہ شروع کیا جس کی وجہ سے بولان میں آمد و رفت کا سلسلہ غیر محفوظ ہوگیا کچھی پنجاب' سندھ کے سرحدی علاقوں کا امن تہ و بالا ہوگیا تھا. اس بدامنی اور لوٹ مار سے ہندوستان کی انگریزی حکومت بہت پریشان تھی.

انگریزی حکومت کے نمائندوں کا امیر بلوچستان سے مشورہ

انگریزی حکومت ہندوستان اپنے معاہدات کی رو سے امیر بلوچستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی مجاز نہیں تھی لہذا اُس کے نمائندوں نے امیر بلوچستان سے مریوں کی لوٹ مار کے سلسلے میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا آخر کار امن بحال کرنے کے سلسلے میں یہ پالیسی طے ہوگئی کہ مریوں کے خلاف لشکر کشی کی جائے

امیر بلوچستان کے لشکر جمع کرنے کا اعلان

امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے ۳ جنوری ۱۸۵۹ء میں بھاگ پہنچ کر لشکر جمع کرنے کا اعلان کر دیا ایک مختصر عرصہ میں آٹھ ہزار کا ایک لشکر جمع ہوگیا جس میں چار ہزار سوار اور چار ہزار پیادے تھے اس لشکر میں سراوان' جھالاوان کچھی کے علاوہ کران اور لس بیلہ کے سردار بھی اپنے اپنے قبائلی لشکروں کے ساتھ شامل تھے میجر گرین پولیٹیکل افسر دربار قلات بھی دو سو سواروں کے ساتھ

امیر بلوچستان کے ہمرکاب تھا۔

کوہستان مری کی طرف روانگی

چنانچہ امیر خداداد خان ۲۱ جنوری ۱۸۵۹ء کو اس لشکر کے ساتھ بطرف کوہستان مری روانہ ہوا۔ ۲۳ فروری ۱۸۵۹ء کو امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے کاہان پر بلا مقابلہ قبضہ کیا مری سردار کے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا امیر خداداد کو ایک توپ ہاتھ آئی جیسے پچھلی جنگوں میں مریوں نے انگریزوں کے ایک فوجی دستے سے چھینا تھا۔

مریوں کے خلاف مزید کارروائی

چنانچہ امیر بلوچستان نے کاہان میں کیمپ لگا کر اپنے لشکر کو مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر مریوں کے تعاقب میں پہاڑوں میں روانہ کر دیا۔ مریوں نے کہیں بھی مقابلہ نہیں کیا اس لیے جانی نقصان بھی کچھ نہیں ہوا۔ البتہ ہزاروں کی تعداد میں اونٹ بیل، گھوڑے، بھیڑ بکریاں حملہ آور لشکر کے ہاتھ آئے۔

مری قبیلہ کے سردار کی اطاعت

چنانچہ ۲۸ فروری ۱۸۵۹ء میں مری سردار میر نور محمد نے آکر امیر بلوچستان کی اطاعت قبول کر لی اور اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر کے اُس کے وفادار رہنے کا یقین دلایا اور آئندہ پر امن رہنے کی ضمانت دی مگر اس کے باوجود امیر خداداد خان سردار میر نور محمد اور کئی ایک مری معتبرین کو ضمانت کے طور پر اپنے

ساتھ قلات سے گیا۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے عواقب

چونکہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی ناکام ہو چکی تھی اور اس ناکامی کو تھوڑا وقت گزر چکا تھا۔ انگریز اس جنگ کے عواقب کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہے تھے اور انہیں یہ خطرہ بھی لاحق رہتا تھا کہ کہیں حکومت ایران اور حکومت افغانستان ہندوستان سے متصل اپنی سرحدات پر فساد برپا نہ کر دیں اس صورت حال کی وجہ سے وہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی حکومت کو فی الحال مستحکم دیکھنا چاہتے تھے جب ۱۸۶۰ء میں امیر موصوف نے مکران کے دورہ پر جانے کا ارادہ کیا تو انگریزوں نے ان کے اس ارادے کو اپنی سیاسی استحکام کے لیے نیک فال سمجھا اور اُن کے اس پروگرام کی تائید کی۔

امیر بلوچستان کا دورہ مکران

چنانچہ امیر خداداد خان نہایت رعب داب اور شاہانہ دبدبہ کے ساتھ ۲ جنوری ۱۸۶۱ء کو ایک بڑے لاؤ لشکر اور تزک و احتشام کے ساتھ مکران کے سرکاری دورہ پر روانہ ہوا ان کی روانگی سے پہلے انگریزی فوج ایک دستہ گوادر کی بندرگاہ پر اُترا لہٰذا امیر خداداد خان منازل طے کرتے ہوئے ۱۲ جنوری ۱۸۶۱ء کو کیچ کے صدر مقام تربت پہنچا جہاں مکران کے بگلی سرداران بجگور، کیچ، تمپ اور تمام بلوچ معتبرین نے ان کا شاہانہ انداز میں استقبال کیا اور سرداران موصوف نے علاقے کو پر امن رکھنے کا یقین دلایا۔

گوادر پر گورنر مکران کا عارضی قبضہ

آمیر خداداد خان آمیر بلوچستان جب کیچ کے صدر مقام تربت پہنچے تو انہوں نے کیچ کے گورنر سردار فقیر محمد بزنجو کو حکم دیا کہ وہ گوادر پر قبضہ کرے. کیونکہ گذشتہ کئی سالوں سے حکومت مسقط نے آمیر بلوچستان کو گوادر کا خراج ادا نہیں کیا تھا. لہذا ۲۰ جنوری ۱۸۶۰ء کو کیچ کے گورنر کے سپہ سالار نے بلا مقابلہ گوادر پر قبضہ کیا. بہر حال مکران سے آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان کے جانے کے بعد کیچ کے گورنر کا نمائندہ گوادر پر قابض رہا نہ معلوم بعد میں کن وجوہات کی بنا پر کیچ کے گورنر نے گوادر خالی کر دیا اور اس پر سلطان مسقط کے نمائندوں نے دوبارہ قبضہ کیا.

گہہ اور قصر قند پر آمیر بلوچستان کے قبضہ کی خواہش

آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان اپنے دورہ مکران کے دوران تربت میں مقیم تھا کہ گہہ اور قصر قند کے بلوچ سرداروں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر وہ ان کے علاقوں کا دورہ کریں. تو بلوچ سردار اُن کو نہایت گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کریں گے مگر انگریزوں کے نمائندہ نے آمیر بلوچستان کی گہہ اور قصر قند کے علاقوں میں دورہ کرنے کی حمایت نہ کی کیونکہ ایرانی حکومت گیارہ سال پہلے بہ مقام بھمپور اپنی فوج بھیجوا کر ان علاقوں پر قابض ہو چکی تھی اور بھمپور میں ایرانی فوج کی چھاؤنی قائم کی گئی تھی. کیونکہ اگر آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان ان علاقوں میں داخل ہوتا تو ان کا ایرانی فوج سے ٹکراؤ ناگزیر ہو جاتا

درہ بولان حد جنگ میں ۱۸۳۹ء

لہٰذا ان بین الاقوامی سیاسی حالات کے پیش نظر امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے کیچ اور قصر قند کے دورے کا ارادہ ترک کر دیا۔

امیر کابل کی دوبارہ حکومت بلوچستان میں دخل دہی

سردار آزاد خان نوشیروانی قندھار میں تھا کہ اُن کو معلوم ہوا کہ امیر بلوچستان امیر خداداد خان مکران کے دورے پر روانہ ہو چکے ہیں لہٰذا سردار آزاد خان کو پھر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ امیر بلوچستان اس کی جائیداد اور جاگیر ضبط کرے گا چنانچہ اُس نے بادشاہ امیر افغانستان سے درخواست کی کہ وہ حکومت افغانستان کا باجگزار سردار ہے۔ امیر بلوچستان کو اس کی جائیداد ضبط کرنے سے روک دے۔ امیر کابل نے اس دفعہ حکومت ہند کے توسط سے اس سوال کو پھر اُٹھایا امیر بلوچستان نے سردار آزاد خان اور امیر کابل کے دعویٰ کو رد کرتے ہوئے۔ حکومت ہند کو لکھا کہ خاران جغرافیائی تاریخی اور قومی لحاظ سے بلوچستان کا ایک حصہ ہے اور سردار آزاد خان نوشیروانی امیر بلوچستان کا ایک ماتحت قبائلی سردار ہے۔ قلات کے دربار میں متعین انگریز سفیر نے بھی امیر بلوچستان کی رائے سے اتفاق کیا جسے حکومت ہند نے بھی تسلیم کر کے امیر کابل کو اس سے اطلاع دیدی آخر کار اس جواب پر امیر کابل نے خاموشی اختیار کر لی۔

امیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں میں بد اعتمادی کے اسباب

اگرچہ امیر خداداد خان ایک خوددار اور غیور بلوچ حکمران تھا مگر اُس میں چند ایک کمزوریاں ضرور تھیں وہ شکی مزاج تھا اور اس میں مستقل مزاجی بھی

نہ تھی اُس میں ضد کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے مقابلے میں سرداران بلوچ قبائل اخلاقی طور پر پست ذہنیت رکھتے تھے اور ناجائز مطالبات کے عادی تھے لہذا فریقین کے ان بے ہنگم اور غیر موزوں رجحان طبع کی وجہ سے معمولی معمولی باتوں پر امیر اور سرداروں کے درمیان بداعتمادی اور انتشار کی صورت بڑھتی رہی چنانچہ ان حالات کو دیکھ کر امیر بلوچستان کے دربار میں انگریزوں کے سفیر میلکم گرین نے اپنی حکومت برطانیہ ہند کو اس صورت حال کے بارے میں یوں مطلع کیا۔

"امیر شکی الطبع اور غیر مستقل مزاج حکمران ہیں اور اس کے سرداران قبائل اخلاقی طور پر پست اور ناجائز مطالبات کرتے ہیں۔ اگر امیر ایک مجرم کے بازو کا بھی اُن سے مطالبہ کریں تو وہ سب باہم ایک کر کے اس کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں"۔

بلوچستان خانہ جنگی کے دوراہے پر

امیر بلوچستان امیر خداداد خان اور بلوچ سرداروں کے ان مختلف رجحانات طبع کی وجہ سے جن کا اوپر تفصیل سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ بلوچستان خانہ جنگی کے دوراہے پر کھڑا تھا۔ اگر امیر خداداد خان اور بلوچ سردار جلد بازی نہ کرتے اور دور اندیشی سے کام لیتے تو ممکن تھا کہ بلوچستان کے سیاسی حالات سدھر جاتے اور بلوچی حکومت کی بنیادیں اس قدر جلد نہ اکھڑ جاتیں۔ اور انگریزوں کو اس قدر جلد موقع نہ ملتا کہ تمام ملک پر قبضہ کر سکیں

سردار تاج محمد زرک زئی کی بغاوت و صلح

جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ امیر خداداد خان نے سردار تاج محمد

زرک زئی کی بیٹی بی بی جان بی بی سے منگنی کی تھی لیکن اب تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ اسی دوران امیر موصوف کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سردار تاج محمد زرک زئی کی بہن بی بی مراد بی بی جو غازی امیر نصیر خان ثانی کی بیوہ تھیں اُن سے شادی کریں امیر کی اس حرکت کو سردار تاج محمد زرک زئی نے اپنی بے عزتی سمجھ کر امیر بلوچستان کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا چنانچہ اس معاملے میں سرداران سراوان و جھالاوان نے بھی سردار تاج محمد زرک زئی کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے معاملہ کی رواجی اور مذہبی پہلو پر غور کرتے ہوئے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی اور سردار ملا محمد رئیسانی کو درمیان میں لا کر مصالحت کرنے کی کوشش کی ملا محمد رئیسانی نے امیر بلوچستان کے فیصلے پر نظر ثانی کو درست تسلیم کر کے سردار تاج محمد زرک زئی کو ہتھیار ڈالنے پر رضامند کر لیا۔ اگرچہ سردار تاج محمد زرک زئی امیر بلوچستان امیر خداداد خان سے ملنے نہیں آیا صرف اپنے لشکر کو منتشر کر کے گھر جا کر خاموش بیٹھ گیا۔

درہ بولان کی حفاظتی رقم میں بڑھوتی

ہندوستان کی انگریزی حکومت معاہدہ ۱۸۵۴ء کی رو سے درہ بولان میں کاروانوں کی حفاظت اور علاقے میں قیام امن کے لیے امیر بلوچستان کو سالانہ وظیفہ مبلغ پچاس ہزار روپے دیا کرتی تھی۔ اس بارے میں میجر ہنری ویدر دربار قلات میں انگریزوں کے سفیر نے اپنی حکومت کو یہ سفارش کی کہ موجودہ حالات میں ہمیں امیر بلوچستان کو ہر طرح سے کمک کرنا چاہئے اگر ہم امیر بلوچستان کو اُس کے ملک کی ترقی کے لیے اس طرح امداد نہ کی

جس طرح کہ ہم پہلے سے دیتے چلے آرہے ہیں تو اس مملکت میں ہم گیر انتشار پھیلنے کا خطرہ ہے. اور اس وقت تک یہاں جو سیاسی فوقیت ہم حاصل کر چکے ہیں وہ کلی طور پر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی. لہٰذا میری و یدر کی اس رپورٹ پر حکومت برطانیہ نے امیر بلوچستان کی امدادی رقم میں مزید پچاس ہزار رُپے کی اضافگی کی یعنی امیر بلوچستان امیر خداداد خان کو اب مبلغ ایک لاکھ رُپے سالانہ رقم وظیفہ ملنے لگا تاکہ وہ خاطر خواہ طریقے سے درہ بولان میں آنے جانے والے قافلوں کی حفاظت کر سکیں.

افراد خاندان احمدزئی

جب امیر خداداد خان اپنے بھائی امیر نصیر خان ثانی کی وفات مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو اس وقت احمدزئی خاندان کے صرف یہ تین مرد افراد تھے. امیر خداداد خود اُن کا چچا امیر محمد اعظم خان احمدزئی اور ان کا بیٹا امیر شیر دل خان احمدزئی. امیر خداداد خان کے دورِ حکمرانی میں ۲۴ جون ۱۸۵۹ء کو امیر اعظم خان احمدزئی اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے تو ان کی وفات کے بعد احمدزئی خاندان کے صرف دو مرد افراد رہ گئے امیر خداداد خان خود اور ان کا چچازاد بھائی امیر شیر دل خان احمدزئی.

وزیر داروغہ گل محمد کی پالیسی امیر شیر دل خان احمدزئی کے بارے میں

جب امیر خداداد خان ۲ دسمبر ۱۸۵۷ء میں مسند حکمرانی بلوچستان پر بیٹھا تو داروغہ گل محمد بلوچستان کا وزیر تھا. اگرچہ امیر محمد اعظم خان اور ان کا بیٹا امیر

شیر دل خان نے بھی سرداروں کے متفقہ فیصلہ کے مطابق امیر خداداد خان کو حکمران بلوچستان تسلیم کر لیا تھا۔ اور انہوں نے اس تمام عرصہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے ان پر امیر خداداد خان کی ذات کو نقصان پہنچانے کا شبہ ہوتا لیکن ان کے اس رویہ کے باوجود امیر خداداد خان اور سرداروں کے غیر یقینی تعلقات کے پیش نظر وزیر داروغہ گل محمد نے اپنے دور وزارت میں امیر محمد اعظم خان اور اُن کے بیٹے امیر شیر دل خان کو قلات میں خفیہ طور پر زیر نگرانی رکھا اور اُن کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی تھی۔ لیکن جب ۱۸۵۸ء میں وزیر داروغہ گل محمد کو عہدہ وزارت سے سبکدوش کر دیا گیا اور شاغاسی ولی محمد کو اس کی بجائے وزیر مقرر کیا گیا تو اس دور میں امیر شیر دل خان کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

امیر محمد اعظم خان ۲۴ جون ۱۸۵۹ء کو فوت ہوئے۔ شاغاسی ولی محمد کو چاہیے تھا کہ وہ بھی شیر دل خان کی نگرانی کے سلسلے میں اُسی پالیسی کو اختیار کرتے جو داروغہ گل محمد نے اپنے دور وزارت میں اختیار کیا تھا۔ اور شیر دل خان پر باقاعدہ کڑی نگرانی رکھتے

امیر شیر دل خان کی شہ زوری کے بارے میں روایت

کہتے ہیں کہ احمد زئی خاندان میں امیر شیر دل خان کو خدائے تعالیٰ نے پیدائشی اس قدر طاقت دی تھی کہ جب وہ جوان ہوئے اور سن بلوغ کو پہنچے تو وہ تانبے، لوہے، چاندی سونا سے بنی ہوئی اشیاء کو ہاتھ سے دبا کر پچک دیتے تھے۔ زمین میں گڑھی ہوئی چیزوں کو نہایت آسانی سے ہاتھ سے کھینچ کر اکھاڑ دیتے تھے۔ یہ ودیعت ایزدی اُن کو خدائے تعالیٰ کی

طرف سے ملی ہوئی تھی کہتے ہیں ایک دفعہ امیر بلوچستان امیر خدا داد خان کے دربار میں ایک ریچھ والا اپنے سدھائے ہوئے ریچھ کے کرتب دکھا رہا تھا ریچھ ہر حملہ آور نوجوان کو پچھاڑ رہا تھا۔ امیر شیر دل خان بھی موجود تھے ان سے نہ رہا گیا انہوں نے ریچھ کے مالک کو کہا کہ وہ اُس کے ریچھ کے ساتھ کشتی لڑے گا۔ اگر ریچھ نے اُسے پچھاڑ کر مار تو اُس کا خون ریچھ کے مالک پر معاف ہوگا۔ اگر شیر دل خان نے ریچھ کو پچھاڑ کر مار تو وہ ریچھ کے مالک کو اُس کا معاوضہ دے گا۔ چنانچہ امیر شیر دل خان جھپٹ کر ریچھ سے لپٹ گیا۔ اور اُسے اس قدر زور سے اپنی بغل میں بھینچا جب اُس نے ریچھ کو چھوڑا تو وہ مر چکا تھا۔ اور دھڑام سے زمین پر گر پڑا اسی طرح کا ایک اور واقع ہوا ایک دن دربار قلات میں دو نر اونٹوں کو لڑایا جا رہا تھا۔ تماشا بین تماشا دیکھ رہے تھے۔ ایک اُونٹ نے دوسرے اُونٹ کے جبڑے کو اس قدر سختی سے پکڑا تھا کہ اُسے چھوڑ نہیں رہا تھا۔ امیر شیر دل خان بھی موجود تھے انہوں نے اس اُونٹ کے جبڑے پر تان کر ایک ایسا گھونسا مارا کہ اُونٹ کا جبڑا ٹوٹ کر لٹک گیا اور اُونٹ وہیں بیٹھ گیا۔ الغرض امیر شیر دل خان کی بہادری اور قوتِ زور بازو کی کئی کہانیاں مشہور ہیں۔ وہ واقعی طاقت کے لحاظ سے شیر دل تھا اور دل کا صاف تھا۔ اُس میں کدورت کا بالکل ذرہ بھر مادہ نہ تھا۔

خاندانی روایت کے مطابق امیر شیر دل خان کی راست بازی

یہ بھی خاندان احمد زئی کی ایک روایت چلی آرہی ہے کہ جب ۲۴ جون ۱۸۵۹ء میں امیر شیر دل خان احمد زئی کے والد بزرگوار امیر اعظم خان کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس کے بعد جب امیر شیر دل خان نے اپنے گرد و پیش کی سیاسی

حالات کا جائزہ لیا. تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ کچھ بلوچ سردار اور دربار قلات میں حکومت برطانیہ کے نمائندے انہیں امیر خداداد خان کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں لہذا انہوں نے امیر خداداد خان سے خلوت میں ملاقات کی اور ان کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور ان کو اپنے بارے میں یہ رائے دی کہ امیر خداداد خان اُن کو (امیر شیر دل خان) کو قید کرے تاکہ مخالفین کو اُسے امیر خداداد خان کے خلاف استعمال کرنے کا موقع ہی نہ ملے مگر امیر خداداد خان نے اُن کی اس راست بازی، جرأت، دلیری اور صاف گوئی سے اسقدر متاثر ہوا. کہ اُن کو جواباً کہا کہ وہ ان کے بھائی ہیں بغیر کسی قصور یا جرم کے وہ اُن کو کیسے قید کریں. یہ امیر کے لیے باعث ندامت ہو گی.

امیر خداداد خان امیر بلوچستان سے انگریزوں کی بدظنی

جب انگریزوں نے یہ محسوس کیا کہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان اُن کے حسب منشا بلوچستان کی حکومت کو چلانے کے لیے تیار نہیں تو وہ ان سے بدظن ہو گئے کیونکہ انگریزوں کو بلوچستان میں ایک ایسے حکمران کی ضرورت تھی جو کٹھ پتلی کی طرح ان کی انگلیوں پہ ناچتا. انگریزوں کا نمائندہ دربار قلات. ان کے نام سے بلوچستان پر حکومت کرتا اور امیر خود برائے نام امیر بلوچستان کہلانا پسند کرتا مگر امیر خداداد خان انگریزوں کی خواہشات کے برعکس اپنے آبا و اجداد کی طرح بلوچستان پہ آزادانہ حکمرانی کرنے کی تمنا رکھتا تھا. وہ بلوچستان میں حتی لامکان اپنے اوپر کسی اور کی بالادستی قبول کرنے کو تیار نہ تھا.

اس دور میں سیاسی حالات اور قبائلی نظام میں تبدیلیاں پیدا ہو چکی تھیں قبائلی طرزِ حکومت (فیوڈل ازم) دم توڑ رہی تھی گو یا امیر شہید امیر محراب خان کے عہد حکومت (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) سے قبائلیت اور بادشاہت میں جنگ جاری تھی مگر ہندوستان کی انگریزی حکومت بادشاہت کے مقابلے میں بلوچستان میں قبائلیت (فیوڈل ازم) کی طرفداری کر رہی تھی بلوچستان کے بلوچ سردار امیر نصیر خان اوّل ملقب بہ نوری نصیر خان کی قبائلی طرز حکومت کی بحالی کی جدوجہد میں مصروف تھے جیسے کہ انہوں نے امیر خداداد کی مسند نشینی کے فوراً بعد نصیر خانی قبائلی طرز حکومت کا مطالبہ کیا۔ گو کہ دربار قلات میں انگریزی نمائندہ نے امیر بلوچستان کی طرف بہ ظاہر دوستی کا ہاتھ بڑھایا اُن کو دولت کا لالچ بھی دیا اور ساتھ ساتھ اپنی طاقت کا مظاہرہ بھی کیا سرداران بلوچ کے ذریعے دباؤ بھی ڈالا مگر انگریزی حکومت ہندوستان کو امیر خداداد خان کو اپنی منشا کے مطابق چلانے کی ہر ممکن کوشش ناکام ہو گئی۔ بالآخر انہوں نے امیر کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا۔

امیر خداداد خان امیر بلوچستان پر قاتلانہ حملہ

امیر خداداد خان امیر بلوچستان پر قاتلانہ حملہ کی سازش میں انگریزوں کا نمائندہ دربار قلات میجر میلکم گرین جھالاوان کے چند بڑے بلوچ سردار اور دربار قلات کے چند ملازم شامل تھے جب امیر خداداد خان حسب دستور موسم سرما گذارنے ۲ جنوری ۱۸۶۳ء کو کچھی گئے تو اُن کا قیام گنداوہ میں رہا ہے انگریزوں کا نمائندہ میلکم گرین اُن کے کیمپ کے ساتھ رہنے کی بجائے۔ اس سال جیکب آباد چلا گیا تمام سرداران سراوان و جھالاوان گنداوہ میں جمع تھے۔ امیر بلوچستان کی

قیام گاہ شاہی باغ کے متصل میدان میں سرداروں نے اپنا گول کیمپ لگایا تھا۔

۱۶ مارچ ۱۸۶۳ء کے دن صبح کو تمام سردار آکر امیر خداداد خان سے ملے۔ یہ ملاقات خلاف توقع بہت خاموش فضا میں ہوئی لہذا اُسی دن شام کو حسب معمول امیر خداداد خان امیر بلوچستان سواری پر نکلے۔ امیر شیر دل خان احمدزئی بھی اُن کے ہمرکاب تھا۔ امیر کی سواری جب سرداروں کے کیمپ سے قریب پہنچی تو امیر شیر دل خان نے دفعتاً گھوڑا بڑھا کر امیر خداداد خان پر تلوار سے پے درپے وار کئے امیر شیر دل خان کے دو نجی ملازم فیضو اور منظو بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی امیر پر حملہ کیا اور ان کے سر اور پیٹھ پر تلوار کے کئی ہاتھ مارے۔ آخر کار امیر خداداد خان زخموں کی تاب نہ لاکر پشت زین سے فرش زمین پر آگرے اور امیر شیر دل خان نے اپنے آپکو متذکرہ دونوں ملازموں کے ساتھ سرداروں کے کیمپ میں پہنچا دیا۔

امیر شیر دل خان کی گاجان روانگی

جب اس واقعہ کے بعد امیر شیر دل خان سرداروں کے کیمپ میں داخل ہوگیا، تو سردار اُسے اُسی وقت ساتھ لے کر سردار تاج محمد زرک زئی کی جاگیر (گاجان) گئے جو گنداوہ سے قریب پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔

امیر خداداد خان کی زخمی حالت میں صورت حال

امیر شیر دل خان کے حملے کے دوران۔ امیر خداداد خان کے ساتھ کوئی چالیس سپاہی نفری رسالہ بھی ساتھ تھا۔ لیکن امیر شیر دل خان کے امیر خداداد

خان پر اچانک حملہ کے دوران سب حواس باختہ ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں سے صرف تین چار سواروں نے اس قدر حوصلہ کیا کہ خان کو اٹھا کر شہر کے اندر پہنچا دیا شیر خان کماندار پلٹن اور محمد علی رسالدار اپنے دستوں کے ساتھ شہر میں موجود تھے مسلح ہو کر لڑنے کے لیے میدان میں نکل آئے لیکن شاغاسی ولی محمد اور ملا محمد خان وکیل نے ان کو لڑنے سے روک لیا۔ اور خود بھی حملہ آوروں کی گرفتاری اور سرزنش کی صورت پیدا نہ کر سکے۔

امیر شیر دل خان کی بطرف قلات روانگی

سردار امیر شیر دل خان کو ساتھ لے کر گاجان سے براستہ شوران وبنی مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۶۳ء کو قلات کی طرف روانہ ہوتے اثنا راہ میں امیر شیر دل خان کی پارٹی نے ڈھاڈر کی نیابت کو لوٹا۔

قلات کے لیے فوجی کمک روانہ کرنا

اس واقعہ کے دوران امیر خداداد خان کے دو افسر داروغہ محمد علی اور داروغہ عطا محمد کچھ سپاہ کے ساتھ قلات میں متعین تھے امیر خداداد خان زخموں سے چور گنداوہ میں زیر علاج پڑا ہوا تھا۔ البتہ ان کی حالت خطرے سے باہر تھی چنانچہ اسی حالت میں اُس نے شاغاسی ولی محمد اور محمد خان وکیل کے مشورے سے کماندار شیر خان کو دو سو نفر پلٹن دے کر مکاری اور زہک کے راستے داروغہ محمد علی اور داروغہ عطا محمد کی امداد کو قلات روانہ کیا۔ کماندار شیر خان باغیوں سے بہت پہلے قلات پہنچا قلعہ کی جلد جلد مرمت کی گئی۔ باغیان نے بیجا رکی

پندرانی اور شاہوانی اور لانگو قبائل سے دفاعی لشکر بھی جمع کیا گیا کماندار شیر خان ۳۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو قلات پہنچا۔

قلات پر امیر شیر دل خان کا قبضہ

امیر شیر دل خان جب مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو گاجان سے سوران سنی کے راستے جب قلات کی طرف روانہ ہوا تو وہ درہ بولان کے راستے پہلے شالکوٹ اور وہاں سے ۲۸ مارچ ۱۸۶۳ء کو مستونگ پہنچا یہاں ملا محمد سردار رئیسانی نے اپنے قبیلہ کو لشکر جمع کرنے کا پیغام دیا لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب کہ تمام رئیسانیوں نے متفقہ طور پر امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی طرفداری کا اعلان کر دیا لیکن اس کے باوجود بھی امیر شیر دل خان کے پاس مستونگ میں ایک کافی بڑا لشکر جمع ہو گیا سردار تاج محمد زرک زئی درہ بولان سے بی بی نانی کے مقام سے امیر شیر دل خان سے رخصت ہو کر لشکر جمع کرنے زہری چلا گیا۔ انگریزوں کا نمائندہ میجر گرین اب تک جیکب آباد میں تھا باغی سردار وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے اُسے باخبر رکھتے تھے۔

مستونگ سے امیر شیر دل خان، سردار ملا محمد رئیسانی کی رہنمائی میں آگے بڑھ کر منگچر کے مقام پر مورخہ ۸ اپریل ۱۸۶۳ء میں کیمپ کیا چونکہ قبیلہ لانگو نے امیر خداداد خان کی طرفداری میں لشکر جمع کر کے قلات بھیجا تھا اس لیے امیر شیر دل خان کے لشکریوں نے ان کی جائیدادوں اور مال مویشی کو لوٹ کر تاراج کیا اس لوٹ مار کی اطلاع جب قلات پہنچی تو لانگو قبیلہ کے لشکر نے راتوں رات راہ فرار اختیار کیا۔ دوسرے دن نیچاری اور شاہوانی لشکر بھی مڑ کر بھاگ

گئے' داروغہ عطا محمد نے ہر چند انہیں یقین دلایا کہ ان کا جتنا مال بھی ضائع ہوگا امیر خداداد خان ان کا دوگنا معاوضہ دے گا لیکن ان کی ہمت قائم نہ رہ سکی سارے قبائلی لشکر یکے بعد دیگرے منتشر ہو کر قلات سے نکل گئے۔

قلات میں دفاع پر متعین سپاہ کی اندرونی حالت بھی ابتر تھی صوبیدار میجر محمد اشرف کی کماندار شیر خان سے ذاتی عداوت اور دشمنی تھی اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کماندار شیر خان کی فوج کو بغاوت پر اکسایا مگر داروغہ عطا محمد کو عین وقت پر اس بغاوت کی اطلاع مل گئی اس نے دانشمندی سے کماندار شیر خان کی جان بچائی قلات میں سپاہ اور لشکر میں گھبراہٹ اور انتشار اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ امیر شیر دل خان اور سردار ملا محمد رئیسانی نے قلات پر ۱۱ اپریل ۱۸۶۳ء میں ہلہ بول دیا کماندار شیر خان' داروغہ عطا محمد' داروغہ محمد علی نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیئے بلکہ سب امیر شیر دل خان سے فرمانبرداری میں شامل ہو گئے۔

سردار نورالدین مینگل کی امیر خداداد خان سے بے وفائی

سردار نورالدین مینگل ان دنوں سردار تاج محمد زرک زئی سے ناراض ہو کر وڈھ میں تھا کہ ان کو امیر خداداد خان پر امیر شیر دل خان کے حملے کی اطلاع ملی سردار نورالدین مینگلوں کا لشکر لے کر ۲۸ مارچ ۱۸۶۳ء کو امیر خداداد خان کی امداد کو گنداوہ پہنچا جہاں کئی اور سردار اور معتبرین امیر خداداد خان کی امداد کو پہنچ چکے تھے۔ اس وقت امیر خداداد خان کے پاس امیر کی فوج کے علاوہ تقریباً ایک ہزار لشکر سوار پیادہ جمع ہو چکا تھا۔ امیر خداداد خان نے سردار نورالدین

کو اس لشکر کا قائد مقرر کر کے دار وغہ عطا محمد کی امداد کو ۸ اپریل ۱۸۶۳ء کو قلات روانہ کیا جب سردار نورالدین مینگل مورخہ ۱۶ اپریل ۱۸۶۳ء میں قلات پہنچا تو امیر شیر دل خان کا قلات پر قبضہ ہو چکا تھا باغی سردار نورالدین سے ملاقات کر کے اسے اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے دوسرے دن ۱۷ اپریل ۱۸۶۳ء میں سردار نورالدین نے جا کر امیر شیر دل خان کی اطاعت قبول کر لی۔

امیر خداداد خان کے افسروں کی نااہلی

گنداوہ میں امیر خداداد خان کی زندگی پر حملہ معدودے چند افراد پر مبنی تھا جس میں امیر خداداد خان کے بعض نااہل اور غدار افسروں نے پس پردہ کام لیا تھا جہاں تک بلوچ قبائل کا تعلق تھا انہوں نے قطعی طور پر امیر خداداد خان کے ساتھ دیا اور بعض غیر جانبدار رہے۔ رئیسانی' مینگل اور بزنجو قبائل نے امیر خداداد کا ساتھ دیا مری اور بگٹی قبائل غیر جانبدار رہے قلات امیر خداداد خان کے افسروں کی نالائقی سے ہاتھ سے نکل گیا۔

باب ہشتم

امیر شیر دل خان کی مسند نشینی

۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۴ء

امیر شیر دل خان احمد زئی نے جب ۱۶ مارچ ۱۸۶۳ء میں سرداران سراوان و جھالاوان کی حمایت حاصل کرنے کے بعد بہ مقام گنداواہ علم بغاوت بلند کی تو اس حملے میں امیر خداداد خان شدید زخمی ہوئے بعد میں سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی امیر شیر دل کو ساتھ لے کر قلات کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈھاڈر شاکوٹ مستونگ پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۱ اپریل ۱۸۶۳ء کو قلات پہنچ کر قلات پر قبضہ کیا چنانچہ قلات کے دفاع پر مامور کماندار شیر خان اور داروغہ عطأ محمد نے بلا مقابلہ ہتھیار ڈال دیئے اور سراوان و جھالاوان کے سرداروں نے متفقہ طور پر ۱۲ اپریل ۱۸۶۳ء کو امیر شیر دل خان کو میسہ

امیر میر شیر دل خان امیر بلوچستان ۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۴ء

بلوچستان منتخب کیا.

بلوچ سرداروں کی انگریزی حکومت کو درخواست

امیر شیر دل خان کو امیر بلوچستان منتخب کرنے کے بعد سرداروں نے انگریزی حکومت کے سیاسی نگران سرحدات سندھ بلوچستان کو ایک مراسلہ کے ذریعے یہ اطلاع دی کہ انہوں نے کیوں امیر خداداد خان کو مسند حکمرانی سے ہٹایا بلکہ انہوں نے یہ الزام امیر خداداد خان پر لگایا کہ کچھ عرصہ سے ان کے مقابلے میں امیر خداداد خان مری قبیلہ کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور بسا اوقات مریوں کو اُن کی جائیدادوں کو لوٹنے اور ان سے لڑنے کے لیے اُکساتے تھے۔ باغیوں نے لکھا کہ گنداوہ میں اُنہوں نے امیر کو اپنی اس شکایت کی طرف توجہ دلائی لیکن امیر نے تسلی دینے کی بجائے ان سے طعن آمیز انداز میں گفتگو کی اور ان کی توہین میں اضافہ کیا لہٰذا ہم سرداروں نے امیر خداداد خان کے سلوک سے مجبور ہو کر ہم نے یہ قدم اُٹھایا۔ اب ہم نے امیر خداداد خان کی بجائے امیر شیر دل خان کو اپنا امیر مقرر کیا ہے۔ ہم انگریزی حکومت سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ امیر شیر دل خان کو بلوچستان کا حکمران تسلیم کرے۔ ورنہ وہ امیر خداداد خان کے خلاف آخری دم تک لڑتے رہیں گے۔ اس درخواست پر سردار تاج محمد زرکزئی سردار ملا محمد رئیسانی سردار اللہ ڈنہ کرد سردار قیصر خان مگسی، سردار حبیب خان رستم زئی، سردار آدم خان بنگل زئی اور دیگر سرداران نے اپنی مہر ثبت کر دئے۔

امیر خداداد خان کی انگریزی نمائندہ حکومت کو اطلاع یابی

جب کہ گنداوہ سے امیر خداداد خان نے بھی انگریزوں کو اس قسم کا ایک مراسلہ بھیجا اور اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کے واقعات کی تفصیلات لکھیں۔

انگریزی حکومت کے نمائندوں کی طرف سے جواب

انگریزی حکومت نے فریقین کو اس طرح جواب دیا۔

"جب تک فریقین متفقہ اور تحریری طور پر انگریزی حکومت سے درمیان میں پڑ کر فیصلہ کرنے کی درخواست نہ کریں۔ اس وقت تک انگریزی حکومت ان کے درمیان میں پڑنا پسند نہیں کرتی"۔

انگریزوں کی سازش کی ناکامی

درحقیقت انگریزوں کی سازش حسب منشا کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ اس قاتلانہ حملے میں امیر خداداد خان بچ گیا اور اب انگریزی حکومت کے نمائندوں کے لئے بظاہر غیر جانبدار رہ کر دورنگی چال چلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ انکی پالیسی کو انگریزوں کی حکومت ہند کی بھی حمایت حاصل تھی چنانچہ اس جواب کے ساتھ انگریزی حکومت نے دربار قلات سے اپنے نمائندہ کو بھی واپس طلب کیا۔

سرداران بلوچ کی درخواست بنام گورنر قندھار

باغی سرداران بلوچ انگریزی حکومت کی طرف سے اپنے ساتھ سرد مہری

کے برتاؤ کو دیکھکر بہت بددل ہوئے. لہٰذا اُنہوں نے بلا سوچے سمجھے. امیر شیردل خان کی طرف سے سردار محمد امین حاکم قندھار کو ایک مراسلہ لکھا جس میں اُس سے درخواست کی گئی کہ اگر وہ قلات میں امیر شیردل خان کی حکومت کو مستحکم اور پائیدار رکھنے کے لیے ان کی امداد کرے تو امیر شیردل خان اس امداد کے عوض میں شالکوٹ کا علاقہ افغانستان کو دے دیں گے. سردار محمد امین نے جواب میں شالکوٹ کے علاوہ ڈھاڈر اور مستونگ کے علاقوں کا بھی مطالبہ کیا جسے سرداروں نے قبول نہیں کیا اور اس طرح یہ خط و کتابت منقطع ہو گئی.

اُمیر شیردل خان کی حکومتی پالیسی

جب اُمیر شیردل خان اُمیر بلوچستان منتخب ہوا. تو اُس نے رعایا اور زمیندار طبقہ کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ ہی زمینداران نے ان کو مالیہ دینے میں لیت ولعل کی البتہ بڑے بڑے سردار اور معتبرین اس کے لیے پریشانیوں کا باعث بنے رہے. وہ اُمیر بلوچستان سے بڑی بڑی جاگیروں کا مطالبہ کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ نہ دینے کی صورت میں اُمیر خداداد خان کے ساتھ جاملنے کی دھمکیاں بھی دیتے تھے. شیردل خان نے اگرچہ ان کا منہ بند کرنے کے لیے انہیں بڑی بڑی جاگیریں بھی بخش دیں اور انعام و اکرام سے بھی مالا مال کر دیا مگر ان کے دورِ حکمرانی میں سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران پنجگور کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر چکا تھا. اُمیر شیردل خان باغی سرداروں کے ہاتھوں میں مجبور محض تھا.

ہندوستان کی انگریزی حکومت کی تجویز انتخاب

قلات میں متعین انگریزی نمایندہ مسٹر ایچ این گرین کے دماغ میں یہ خیال

پیدا ہوا کہ تمام سرداروں کو ایک جگہ جمع کر کے امیر شیر دل خان اور امیر خداداد خان کے درمیان حکمرانی کا انتخاب کرایا جائے اس افواہ کی وجہ سے امیر شیر دل خان زیادہ پریشان ہو رہا تھا لیکن بعد میں اس منصوبہ پر عمل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی بہرحال سرداروں نے اس افواہ سے کافی فائدہ حاصل کیا۔

امیر خداداد خان بے بسی کے عالم میں

جب گنداواہ میں امیر خداداد خان کے زخم مندمل ہو گئے وہ گنداواہ سے خضدار آئے یہاں آکر امیر خداداد کا کیسہ خالی ہو گیا جب ان کے ملازمین کو ایک دو ماہ تک تنخواہ نہیں ملی تو سب نے (نے مزمول لیا) پھول خضدار کو لوٹ لیا۔ سائیں اور سارا بان گھوڑوں اور اونٹوں کو لے کر چلے گئے۔ خضدار میں امیر خداداد خان کے ملازمین کو قلات کے صحیح حالات بھی معلوم ہوتے رہے۔ لہٰذا دربان فراش باورچی وغیرہ ایک ایک کر کے قلات بھاگ گئے۔ لہٰذا اسی دوران میں ۲۸ مئی ۱۸۶۳ء کو فقیر محمد سردار بزنجو اُن کی امداد کو پہنچے وہ انتہائی طور پر امیر خداداد کے وفادار تھے انہیں خضدار سے نال لے گئے جہاں پہ ان کی خوب آؤ بھگت کی اور دل و جان سے اُن کی خدمت کی ان کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہے۔

امیر خداداد کی مصالحت کی کوششیں

جب امیر خداداد خان بہ مقام نال سردار فقیر محمد بزنجو کے مہمان تھے تو انہوں نے شاغاسی ولی محمد کو مصالحت کے لیے امیر شیر دل خان کے پاس قلات بھیجا امیر موصوف نے شاغاسی ولی محمد سے ملنے سے انکار کر دیا۔ لیکن سردار ملا کے

ساتھ شاغاسی ولی محمد کی گفتگو کئی دنوں تک جاری رہی بالآخر شاغاسی ولی محمد اور سرداروں میں یہ طے پایا کہ جب تک امیر خداداد خان کے مستقبل کے لیے کوئی فیصلہ نہ کیا جائے اس وقت تک امیر خداداد خان سردار ملا محمد رئیسانی کے پاس کانک میں رہیں۔ چنانچہ اس فیصلے کو امیر خداداد نے منظور کر لیا اور مع اہل و عیال مورخہ ۵ جون کو نال سے کانک چلے آئے۔ اسی دوران جب امیر خداداد خان بطرف کانک روانہ ہو رہا تھا انہوں نے اپنے وکیل ملا محمد خان کو انگریزوں سے ساز باز کرنے جیکب آباد روانہ کر دیا۔

امیر خداداد خان کی کچھی میں آمد

امیر خداداد خان نے گرمیوں کا موسم کانک میں بسر کیا اور موسم خزاں میں مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو کچھی آئے اسی دوران میں محمد خان وکیل بھی جیکب آباد میں انگریزی نمائندہ سے مل کر واپس کچھی پہنچ چکا تھا چنانچہ محمد خان وکیل کے مشورے پر امیر خداداد خان کچھی کے علاقہ (لوزر واہ) گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے جو جیکب آباد سے نزدیک ہے۔

انگریزی نمائندہ کی کچھی میں آمد

امیر شیر دل خان گرمیوں کا موسم قلات میں گزارنے کے بعد اپنے طرفدار سرداروں کے ساتھ کچھی روانہ ہوا۔ اور مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو بھاگ کے شہر میں ڈیرہ ڈال دیا۔ یہاں پر انگریزی حکومت کا نمائندہ مسٹر ایچ گرین نے پہلی بار اُن سے مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء میں ملاقات کی ملاقات کے

دوران امیر خداداد خان کا وکیل ملا محمد خان بھی اس کے ساتھ تھا۔ انگریزی نمائندہ مسٹر ایچ گرین امیر شیر دل خان سے اور ان کے سرداروں سے مل کر مورخہ ۲ نومبر ۱۸۶۳ء کو واپس جیکب آباد چلا گیا مگر ملا محمد خان وکیل بھاگ میں رہا اور سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی اور داروغہ عطا محمد سے خفیہ ملاقاتیں کرتا رہا۔

ملا محمد خان وکیل نمائندہ امیر خداداد خان کا سرداروں سے گٹھ جوڑ

ملا محمد خان ایک دانا، ہوشیار اور موقع شناس شخص تھا۔ چند دنوں کے اندر اندر اس نے امیر شیر دل خان کے کیمپ میں ان کے خلاف سازش کا جال بچھا دیا۔ ملا محمد خان وکیل کے ساتھ پہلے داروغہ عطا محمد مل گیا پھر ان دونوں نے مل کر سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی کو امیر خداداد خان کے حق میں ہموار کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے امیر خداداد خان کی طرف سے سرداروں کے ساتھ بڑے بڑے وعدے کئے تا آنکہ سرداروں کو اپنی طرف پھیر لیا ملا محمد خان وکیل کی اس کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ جب ملا محمد خان وکیل انگریزی نمائندہ کے ساتھ امیر شیر دل خان کے کیمپ میں آگیا۔ سرداروں نے یہ اندازہ لگایا کہ انگریزی حکومت امیر خداداد خان کی طرفدار ہے اور اُسے دوبارہ امیر بلوچستان بنا دے گی۔ ملا محمد خان وکیل نے سرداروں کے اس شک سے خوب فائدہ اُٹھایا۔

ملا محمد خان کی نورواہ میں امیر خداداد خان سے ملاقات

ملا محمد خان وکیل سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی سے

اُمیر خداداد خان کی طرفداری کا حلفیہ وعدہ لے کر پہلے انگریزوں کے نمائندہ سے جیکب آباد میں ملا۔ اور پھر (لوزرواہ) آکر اُمیر خداداد خان سے ملاقات کی۔ اور اُمیر خداداد نے سردار ملا محمد ریئسانی، سردار تاج محمد زرک زئی، داروغہ عطأ محمد اور کماندار شیر خان کے نام حلفیہ اقرار نامے۔ ملا محمد خان وکیل کے حوالے کئے جن میں تحریر تھا کہ اگر آپ اُمیر شیر دل خان کو قتل کر کے واپس اُمیر خداداد خان کو بلوچستان کا تخت دلادیں تو اُمیر خداداد خان تا حین حیات ان کی دشمنی نہیں کریں گے۔ اور اُن کو انعام و اکرام اور جاگیر کی بخشش سے مالا مال کر دیں گے۔“ چنانچہ ملا محمد خان وکیل نے ان اقرار ناموں کو متعلقہ افراد تک پہنچا دیا اور ان سے اُمیر شیر دل خان کو قتل کرنے اور اُمیر خداداد خان کو پھر اُمیر بلوچستان منتخب کرانے کا حلفیہ وعدہ لیا۔

اُمیر شیر دل خان سے اُمرا اور سرداروں کا بگڑ جانا

گوکہ اُمیر شیر دل خان ایک قوی ہیکل اور بہادر شخص تھا۔ خدا نے پیدائشی اسے حضرت داؤد کی طرح ایک طاقتور انسان پیدا کیا تھا مگر اس میں دانشمندی اور تدبر سے حکومت چلانے کی اہلیت اور قابلیت نہ تھی گوکہ وہ دل کا صاف اور ہاتھ کا بڑا سخی تھا اس نے اُمیر بلوچستان ہوتے ہی بخشش اور جود و سخا سے تمام خزانہ خالی کر دیا۔ اپنے طرفداروں اور حمایتوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ سرداروں کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ میل ملاپ کے دوران اپنے دلیوان میں سرداروں سے شائستہ برتاؤ نہیں کرتا تھا۔ اُنہیں ہر بات پر ٹوکتا تھا۔ اُن کی کمزوریاں بیان کرتا تھا۔ انکی غداریاں

اُن کو جتلاتا تھا۔ امیر شیر دل خان کے اِس رویہ سے اُمراء سردار بہت جلد اُس سے بدظن اور ناراض ہو گئے اور اُس کے دربار میں آنا چھوڑ دیا اُن کے اس رویہ نے امراء اور سرداروں کو امیر خداداد کی طرفداری پر مجبور کر دیا۔

امیر شیر دل خان کی خارجہ پالیسی

امیر شیر دل خان کو اپنے آباؤ اجداد کی طرح انگریزی حکومت سے نفرت تھی جس کا وہ برملا ۔ بھری مجلس میں اظہار کیا کرتا تھا۔ وہ ایران اور افغانستان کی حکومتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر کے ۔ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا متمنی تھا لہٰذا امیر شیر دل خان کا یہ رجحان انگریزی حکومت کے لیے بہت پریشان کن اور ناقابل برداشت تھا۔

انگریزوں کی پالیسی بلوچستان کے بارے میں

انگریزوں نے جب یہ اندازہ لگایا کہ امیر شیر دل خان اُن کے لیے ایک مُضر شخص ثابت ہو چکا ہے۔ امیر خداداد خان امیر شیر دل خان کے حملے سے بچ نکلے۔ اور بلوچ عوام کی اکثریت امیر خداداد خان کی طرفدار ہے۔ کیونکہ انگریزوں کو معلوم تھا۔ کہ باغی سرداروں کے قبائل ۔ اپنے سرداروں کی بغاوت کے باوجود امیر خداداد خان کی طرفداری کا اعلان کر چکے تھے۔ ان حالات میں لوگوں کو غیر مطمئن رکھ کر ملک میں امن قائم رکھنا ناممکن تھا۔ اور اسی دور میں افغانستان اور ایران میں روسی حکومت کے اقدامات اور ان ممالک میں غیر یقینی حالات کے پیش نظر انگریز ہر طرح سے بلوچستان میں امن وامان کی

فضا قائم کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ بھی امیر شیر دل خان کو اپنے حصول مقصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھکر راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انگریزی نمائیدہ بھی اس سازش کا ہمنوا بن گیا۔

امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کا قتل

کچھی میں سردار علا محمد ریئسانی' دارغہ عطا محمد اور کماندار شیر خان نے امیر شیر دل خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ صرف تاج محمد زرک زئی کسی قدر اس سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہچکچاتا رہا۔ جب مئی ۱۸۶۴ء میں موسم گرما شروع ہوگیا تو امیر شیر دل خان براستہ مولا قلات روانہ ہوا اس کے تمام طرفدار سردار اس کے ہمرکاب تھے درہ مولا میں امیر شیر دل خان نے دنش کے مقام پر مورخہ ۱۹ مئی ۱۸۶۴ء کو کیمپ کیا۔ اسی دن بعد دوپہر امیر شیر دل خان گھوڑے پر سوار ہوکر تفریح کو نکلا جب کماندار شیر خان کے فوجی کیمپ میں پہنچا تو کماندار شیر خان اپنے خیمہ سے اس کے استقبال کے بہانے نکلا اور اس کو باتوں میں مصروف رکھا۔ لیکن دوسری طرف سے ایک سپاہی کو جسے اسی غرض کے لیے ارادتاً امیر شیر دل خان کے پیچھے کھڑا ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اشارہ کیا سپاہی نے پیچھے سے امیر شیر دل خان کی پیٹھ پر گولی چلائی اس موقع پر امیر شیر دل خان کا گھوڑا بدک کر ان کے کیمپ کی طرف بھاگا مگر امیر شیر دل خان گھوڑے کی زین سے نیچے گرا کماندار شیر خان نے دوڑ کر وہاں پر اُن پر تلوار کے دو تین ہاتھ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ کماندار شیر خان نے اپنا کام کر کے سردار تاج محمد زرک زئی کو اطلاع دینے اس کے خیمہ

میں گیا امیر شیر دل خان کے قتل کی خبر سن کر سردار تاج محمد آپے سے باہر ہو گیا اور جھپٹ کر شیر خان کو دبوچ لیا پھر لیٹ کر اپنی تلوار اُٹھائی لیکن شیر خان اپنے کیمپ کی طرف بھاگ نکلا اسی اثنا میں دارو غہ عطا محمد اور دوسرے تمام سردار جمع ہو گئے۔ انہوں نے سردار تاج محمد زرک زئی کو سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا۔ کماندار شیر خان کو کیمپ سے نکال کر صغر خان لوٹانی کی نگرانی میں زہری بھجوا دیا گیا۔

امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کی تجہیز و تکفین

سرداروں نے امیر شیر دل خان کی نعش کو نہایت احترام سے اُٹھایا۔ اور مورخہ ۲۶ مئی ۱۸۶۴ء کو قلات لا کر شاہی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کی صفات

امیر شیر دل خان واقعی ایک شیر دل انسان تھا۔ بہادر، نڈر، زور آزما ایسا تھا کہ اس کی بہادری، نڈرپن اور زور آزمائی کے قصے اب تک زبان زد عام ہیں ان کی زور آزمائی کے قصے ہم نے پچھلے باب میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ امیر خداداد خان پر حملہ کے بعد ان کو معلوم ہوا۔ امیر خداداد خان زندہ بچ گئے ہیں۔ تو غصہ سے تڑپ اُٹھا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا راستے میں ایک اونٹ رخت سمیت کھڑا تھا۔ اونٹ کے قریب آکر اُسی تلوار سے اونٹ کے کوہان کی سیدھ میں ایک ہاتھ مارا اونٹ برابر دو ٹکڑے ہو کر گرا اپنی تلوار کی یہ برش دیکھ کر امیر شیر دل خان نے اُس پر

تھوک کر کہا "تف ہے تجھ پر رخت سے اُونٹ کو تو چیرتی ہوئی نکل گئی لیکن خداداد کے جسم سے پار نہ ہو سکی"

الغرض اُمیر شیر دل خان کی بہادری اور زور بازو کے کئی قصے مشہور ہیں وہ واقعی شیر دل تھا مگر بد قسمتی سے دماغ ایسا نہیں پایا تھا جو حکومت کے نظم ونسق اور سیاسی خم و پیچ کو سمجھ سکتا یہی اس کی موت کا باعث بنا۔

بی بی اللہ ڈھنی ہمشیرہ خداداد خان کا شیر دل خان کا خون پی جانا

کہتے ہیں جب اُمیر شیر دل خان نے اُمیر خداداد خان پر حملہ کر کے اُسے زخمی کر کے اس کے تخت پر قبضہ کیا تھا۔ تو اُمیر خداداد کی بڑی بہن بی بی اللہ ڈھنی نے اعلان کیا کہ جو کوئی بھی شیر دل خان کو قتل کر کے اُس کا خون آلود کپڑا ان کے حوالے کرے گا وہ انہیں انعام و اکرام سے نوازے گی۔ چنانچہ اُن کے نائب دلو محمد زہری کا بھتیجا گل بیگ بلوچستان کی فوج میں ملازم تھا اور اس کا کمانڈر شیر خان تھا اور اتفاق سے جس دن اُمیر شیر دل خان کے قتل کا واقع ظہور پذیر ہوا کمانڈر شیر خان نے اسی سپاہی کو پیچھے سے اُمیر شیر دل خان پر فائر کرنے کا حکم دیا تھا اور اسے بی بی موصوفہ کا اعلان ذہن نشین تھا۔ وہ جب اُمیر شیر دل خان کی میت کو چارپائی پر رکھ رہا تھا۔ تو اُس نے صاف کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اُمیر موصوف کے خون میں لت پت کر کے احتیاط سے اپنے پاس ڈبیا میں بند کر دیا جب قلات میں اُمیر خداداد خان کو ۲۰ جون ۱۸۶۳ء میں بلوچ سرداروں نے دوبارہ اُمیر بلوچستان منتخب کیا۔ تو اسی سپاہی گل بیگ نے اُمیر شیر دل خان کا خون سے آلودہ کپڑا بی بی اللہ ڈھنی کی خدمت میں پیش کیا۔ بی بی صاحبہ موصوفہ اُسی وقت اپنی خادمہ کو صاف

پانی لانے کو کہا جب پانی لایا گیا تو اسی کپڑے کو جو امیر شیر دل خان کے خون سے آلودہ تھا. دھو کر اس پانی کو پی لیا اور سپاہی گل بیگ کو انعام واکرام دے کر رخصت کر دیا.

امیر خداداد خان کی دوبار مسند نشینی
۱۸۶۴ء تا ۱۸۹۳ء

جب بلوچ سرداروں نے اپنے منتخب کردہ امیر جوان مرد شیر دل خان کو خود اپنی سازشوں کے تحت موت کے گھاٹ اتار دیا جس میں دربار قلات کا انگریزی نمائندہ بھی ہمنوا تھا. چنانچہ انہوں نے امیر خداداد خان کو قلات آنے کی دعوت دی جب امیر خداداد خان نوردراہ (کچھی) سے قلات کی طرف روانہ ہوا. تو سردار تاج محمد زرک زئی ان کے استقبال کو شالکوٹ پہنچا اور وہاں سے قلات تک ان کے ہمرکاب رہا جب امیر خداداد خان پہنچا. تو تمام سرداروں نے متفقہ طور پر امیر خداداد خان کو پھر بلوچستان کا حکمران مورخہ ۲۰ جون ۱۸۶۴ء میں منتخب کیا اور دستور کے مطابق اپنی خلعتیں اور انعامات لے کر اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے صرف امیر خداداد خان نے ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی کو اپنے پاس رہنے کو کہا. سرداروں نے وہ تمام مال و مویشی اور اسلحہ جات جو امیر خداداد خان کی معزولی کے دوران لوٹ لیا تھا امیر خداداد خان کی دوبارہ مسند نشینی پر انکو واپس کر دیا

امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور سرداروں نے اپنے عمل سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ اب آئندہ امیر نصیر خاں اول ملقب بہ نوری نصیر خان کے پسندیدہ دستور کے مطابق بلوچستان کی حکومت چلائی جائے گی.

اعلیٰ حضرت خداداد خان امیر بلوچستان ۱۸۵۷ء تا ۱۸۹۳ء

امیر خداداد خان کی حکومت کو انگریزی حکومت کا تسلیم کرنا

جب امیر خداداد خان دوبارہ تخت نشین ہوا تو انگریزوں کی حکومت ہند نے حالات کا جائزہ لیا۔ اس جائزہ میں کوئی چار پانچ ماہ لگ گئے اور امیر بلوچستان کے ساتھ ۱۸۵۴ء کے معاہدہ مابین امیر و حکومت برطانیہ کی شرائط کے مطابق امیر خداداد خان کو بلوچستان تسلیم کر لیا۔

امیر بلوچستان کو امدادی رقم کی ادائیگی

لہذا ۱۸۵۴ء کے معاہدہ کے تحت مبلغ پچاس ہزار روپے سالانہ کی امدادی رقم جس کی ادائیگی بہ دوران معزولی امیر خداداد خان روک دی گئی تھی۔ حکومت برطانیہ نے پھر جاری کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۵۹ء میں انگریزی حکومت ہند نے امیر بلوچستان کو جو مزید پچاس ہزار روپے سالانہ امداد دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی ادائیگی وقتی طور پر روک دی گئی۔

جام میر خان سردار لس بیلہ کی بغاوت

امیر خداداد خان کی بار ثانی تخت نشینی کے بعد جام میر خان جام لس بیلہ نے ان کے خلاف بغاوت کی۔

بغاوت کی وجوہات یہ تھیں کہ جام میر خان امیر خداداد خان کی دوبارہ مسند نشینی کے حق میں نہیں تھا۔ لہذا اُس نے دوسرے سرداروں سے ناراض ہو کر اُن سے علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی امیر خداداد خان کی بار ثانی مسند نشینی کے بعد ان کے

پاس سلام کے لیے قلات آیا۔

امیر کمال خان الثازئی کی جاگیر امیر نصیر خان ثانی کے دورِ حکومت سے جام میر خان جام لس بیلہ کے درمیان زیرِ تنازعہ چلی آرہی تھی کیونکہ جام میر خان میر کمال خان الثازئی کی بہن بی بی نور بی بی کے بطن سے تھا وہ امیر کمال خان الثازئی کی جاگیر سے اپنی ماں کے حصہ کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور امیر کمال خان کی ایک بیٹی بی بی مریم کے علاوہ کوئی نرینہ اولاد نہ تھی امیر خداداد خان جب امیر نصیر خان ثانی کے جانشین بنے تو انہوں نے کمال خان کی جاگیر کو بدستور اپنے قبضہ میں رکھا مگر ان کی معزولی اور امیر شیر دل خان کے ایک سالہ دورِ حکمرانی میں جام میر خان نے موقع پاکر اپنے ماموں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا۔ امیر خداداد خان جب بارِ ثانی تخت نشین ہوا۔ تو اُس نے آدمی بھیج کر جام میر خان کے کارندوں کو کمال خان الثازئی کی جاگیر سے بیدخل کر دیا جس کی وجہ سے جام میر خان برآفروختہ ہوگیا۔

• جام میر خان اور نورالدین مینگل کا اتحاد

سردار نورالدین مینگل بھی امیر خداداد خان کے بارِ ثانی تخت نشینی کے بعد اُن سے ناراض ہوگئے اس کی وجہ یہ تھی سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک زئی کے مقابلے میں امیر موصوف نے سردار نورالدین مینگل کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔ امیر بلوچستان کے اس سلوک سے سردار نورالدین ناراض ہوکر وڈھ چلا گیا جام میر خان سردار نورالدین سے قربت داری رکھتا تھا اُس کی جذباتی طبعیت سے واقف تھا۔ لہٰذا اس نے سردار موصوف کو امیر خداداد خان کے خلاف بغاوت پر اُکسا کر اپنے ساتھ ملالیا۔

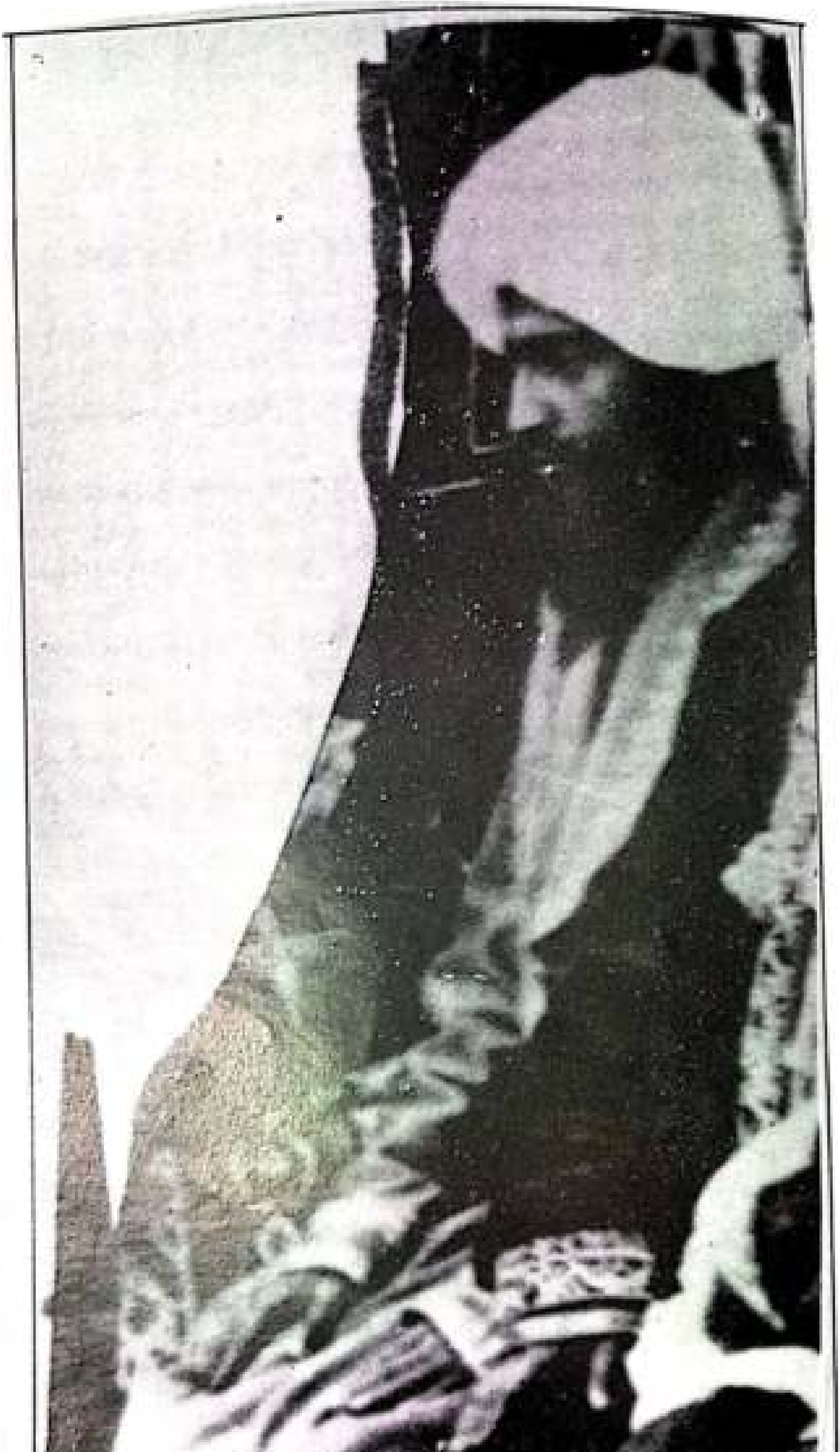

میر خان دوم جام لسبیلہ

جام میرخان اور سردار نورالدین کی بطرف خضدار روانگی

جب نورالدین مینگل جام میرخان کے ساتھ مل کر امیر خداداد خان کے خلاف لڑنے پر تیار ہوا تو ۲۸ جون ۱۸۶۵ء کو جاموٹ اور مینگل لشکر کے ساتھ جام میرخان اور سردار نورالدین امیر کمال خان اتازئی کی جاگیر پر قبضہ کرنے کی غرض سے بطرف خضدار روانہ ہوئے اس حملے کی خبر جب قلات پہنچی تو شاغاسی ولی محمد کی زیر سرکردگی اور کماندار شیر خان کی زیر قیادت میں فوج کی ایک بڑی تعداد اور دو ضرب توپ کے ساتھ ان کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ شاغاسی ولی محمد جام میرخان اور سردار نورالدین کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے خضدار پہنچ گیا شاغاسی ولی محمد اپنی فوج کے ساتھ ۲۶ جون ۱۸۶۵ء کو خضدار پہنچا۔ ۳۰ جون ۱۸۶۵ء کو جام میرخان اور سردار نورالدین کے لشکر نے خضدار پہنچ کر سورگز کے مقام پہ کیمپ کیا۔

سورگز کی لڑائی

یکم جولائی ۱۸۶۵ء کو شاغاسی ولی محمد نے خضدار سے آگے بڑھ کر مقام سورگز پر حملہ کیا اسی دوران سردار تاج محمد زرک زئی اور داروغہ عطا محمد بھی زہری لشکر کے ساتھ شاغاسی ولی محمد کی امداد کو پہنچا۔ پہلے دن توپ اور تفنگ کی لڑائی تمام دن جاری رہی۔ دوسرے دن مینگل لشکر نے اپنے مضبوط سنگر کو چھوڑ کر تلواریں سونت لیں۔ اچانک زہری اور بزنجو قبیلے کے مورچوں پر حملہ کیا جس کی وجہ سے زہری اور بزنجو لشکر نے تاب نہ لاتے ہوئے راہ فرار اختیار کیا۔ اس صورت حال

میں سردار تاج محمد زرک زئی اور داروغہ عطا محمد نے اسی آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر مینگل لشکر کے حملے کو روکے رکھا۔ اسی اثناء میں زہری اور بزنجو قبیلے کے پسپا لشکر سردار تاج محمد زرک زئی کے ساتھ مل گئے سردار موصوف نے بھرپور جوابی حملہ کیا جس کے نتیجے میں مینگل اور جاموٹ لشکر پسپا ہوا۔ مینگلوں کے تمام مورچوں پر سردار تاج محمد زرک زئی کا قبضہ ہوگیا اسی دوران میں شاغاسی ولی محمد نے مینگل اور جاموٹوں کے مورچوں پر زبردست گولہ باری کی جس کے نتیجے میں مینگل اور جاموٹ لشکر منتشر ہو کر پسپا ہوا۔ اور جام میر خان اور نورالدین فوج کے گھیرے میں آگئے جن کو گرفتار کر لیا گیا انہیں قلات لا کر شاغاسی ولی محمد کی زیر تحویل نظر بند کر دیا گیا۔

فیضو اور مٹھو ملازمان امیر شیر دل کے قتل کے احکامات

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فیضو اور مٹھو امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کے دو ملازم تھے۔ جنہوں نے امیر شیر دل خان کے ساتھ مل کر امیر خداداد خان امیر بلوچستان پر حملہ کیا تھا۔ اور جب امیر شیر دل خان کو شہید کر دیا گیا تو اس کے دونوں ملازم بھاگ کر جام میر خان جام لس بیلہ کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ جب امیر خداداد خان دوبارہ امیر بلوچستان منتخب ہوا تو انہوں نے جام میر خان جام لس بیلہ سے ان کا باز و طلب کیا جام نے دونوں کو امیر خداداد خان کے حوالے کیا جنکو قلات میں امیر خداداد خان کے حکم پر قتل کر دیا گیا۔

فیضو اور مٹھو ملازمان امیر شیر دل خان کے قتل کے احکامات امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے ۱۵ جولائی ۱۸۶۵ء میں جاری کر دیئے۔

سردار آزاد خان سردار خاران کا فرار ہونا

جب کہ جام میر خان اور سردار نور الدین امیر بلوچستان کے ساتھ لڑنے کو نکلے تو انہوں نے سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران کو بھی دعوت دی کہ وہ اس جنگ میں شامل ہو کر ان کی کمک کرے۔ مگر سردار آزاد کے خضدار پہنچنے سے قبل شاغاسی ولی محمد کے یکم جولائی ۱۸۶۵ء کو جام میر خان اور سردار نور الدین کو شکست دے کر گرفتار کرنے کی اطلاع ملی سردار آزاد خان اپنے اتحادیوں کی شکست کی اطلاع پا کر راستے سے ہی واپس ہوا خاران پہنچا لیکن وہاں پر بھی ٹھہر نہ سکا۔ اور سیدھا قندھار فرار ہو کر شکھ کا سانس لیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ خاران میں اس کی موجودگی میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان اس پر ضرور حملہ کر دے گا۔

شاغاسی ولی محمد اور کمانڈر شیر خان کے درمیان رقابت

دربار قلات میں امیر مہراب خان ثانی شہید کے دور (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) حکمرانی میں دربار کے ملازموں کے مزاج میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ جب ان کی ملازمتیں پرانی ہو جاتی تھیں اور وہ ترقی کے درجے کو پہنچتے تھے تو ان میں ایک دوسرے کے خلاف رقابت کے جذبات جنم لیتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جاتے تھے۔

لہٰذا اسی روایات کے مطابق امیر خداداد خان کے دور حکومت میں شاغاسی ولی محمد اور کمانڈر شیر خان کی آپس میں رقابت چل پڑی کمانڈر شیر خان چاہتا

تھا۔ چونکہ اُس نے ہمت کر کے امیر شیر دل خان کو قتل کیا۔ لہٰذا اس خدمت کے صلہ میں امیر خداداد خان اُسے شاغاسی ولی محمد کی جگہ وزیر مقرر کرے۔

کمانڈر شیر خان پر امیر خداداد خان کو اعتماد نہ ہونا

گو کر کمانڈر شیر خان کی یہ خواہش تھی کہ اُسے وزیر بنایا جائے۔ مگر امیر بلوچستان امیر خداداد خان کو اس پر ان وجوہات کی بنا پر اعتماد نہ تھا اول یہ کہ کمانڈر شیر خان سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار تاج محمد زرک کا معتمد تھا۔ دوسری وجہ بے اعتمادی یہ تھی کہ اُس نے قلات کو لڑائی بغیر سردار ملا محمد رئیسانی اور امیر شیر دل خان کے حوالے کیا تھا تیسری وجہ یہ کمانڈر شیر خان ان ہی سرداروں کی سازش میں شریک ہو کر امیر شیر دل خان کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ ایسے شخص پہ امیر خداداد خان کیسے بھروسہ کر سکتا تھا۔

امیر بلوچستان اور بلوچ قبائلی سرداروں میں بداعتمادی کی فضا

امیر بلوچستان اور بلوچ قبائلی سرداروں میں بداعتمادی کی فضا امیر محراب خان ثانی شہید کے دورِ حکومت (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) میں پیدا ہوئی اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دربار کے بڑے عہدہ داروں میں آپس میں رقابت کی بیماری پھیل گئی۔ لہٰذا اس بیماری سے امیر اور قبائلی مجلس شوریٰ کے رکن سب متاثر ہوئے کشت و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ امیر نصیر خان ثانی کے دورِ حکمرانی (۱۸۴۱ء تا ۱۸۵۷ء) کے عرصے میں یہ بیماری ذرا کمزور پڑ گئی تھی۔ مگر اس کے جراثیم بالکل ختم نہیں ہوئے۔ فضا میں ذرا تبدیلی واقع ہوئی۔ بداعتمادی خوش اعتمادی

میں تبدیل ہونے لگی لیکن جب ۱۸۵۳ء میں امیر خداداد خان مسند حکمرانی پر بیٹھے تو رقابت کی بیماری دوبارہ عود کر آئی اور پھر دربار کے بڑے بڑے عہدیداروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

قبائلی سرداروں کی ایک اہم سیاسی ناکامی

امیر خداداد خان کے دور حکمرانی میں بلوچ قبائلی سرداروں نے سازش کر کے خداداد خان کے چچازاد بھائی امیر شیر دل خان کے ذریعے سے امیر خداداد خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی مگر امیر خداداد خان کو حملہ کے دوران کاری ضرب نہیں لگے وہ بچ گیا۔ پھر انہی سرداروں نے درباری عہدیداروں کے ساتھ سازش کر کے امیر شیر دل خان کو بحیثیت حکمران بلوچستان خود ہی قتل کرا دیا۔ اور پھر انہی سرداروں نے برامر مجبوری دوبارہ امیر خداداد خان کو بلوچستان کا حکمران منتخب کیا۔ اگرچہ امیر خداداد خان دوبارہ امیر بلوچستان تو منتخب ہوا۔ مگر فریقین کے درمیان ایک دوسرے پر بے اعتمادی کی فضاء بدستور قائم رہی۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ انسان کبھی خوش مزاجی اور بیزارگی کی کیفیت میں ہوتا ہے اور کبھی سنجیدگی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اب جب امیر خداداد خان بحیثیت امیر بلوچستان بلوچ قبائلی سرداروں سے خوش مزاجی کی کیفیت میں ملتا تھا۔ تو ان کو اطمینان ہوتا تھا۔ کہ امیر موصوف کو پچھلی تمام تلخیاں بھول گئیں ہیں لیکن بازدفعہ جب امیر بلوچستان ان سرداروں سے سنجیدہ ہو کر ملتا تھا تو ان کے ضمیر مجرمانہ (GUILTY CONSCIENCE) کی وجہ سے اُن پر شک و شبہ و خبط طاری ہو جاتا تھا۔ اور وہ امیر خداداد خان

کی نیت پر شک کرنے لگے تھے۔

جیسے کہ ہم نے اوپر امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کے تاریخی واقعات کا پس منظر بیان کیا ہے۔ جو فریقین کے درمیان اس بد اعتمادی کی جڑ تھی۔ اُس کا فوری طور پر ازالہ کرنا بہت مشکل تھا۔ بس فریقین بعض دفعہ تجاہل عارفانہ سے کام لے کر۔ جسے ہم سیاست سے کام لینے کا نام دیں گے حکومتی امور کو چلاتے رہے۔

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی کچھی کو روانگی

موسم گرما قلات میں گزار کر امیر خداداد خان نے جام میر خان اور سردار نورالدین مینگل کو بطور قیدی ساتھ لے کر علاقہ کچھی گنداوہ میں ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۵ء کو کیمپ کیا۔

سرداروں کی گنداوہ میں آمد

سردار تاج محمد زرک زئی اور سردار ملا محمد رئیسانی امیر بلوچستان سے گنداوہ میں ملنے آئے۔ امیر موصوف نے دوران ملاقات۔ ان سے ملاقات ضرور کی مگر جیسے ان کو توقع تھی۔ امیر نے ان کی خاطر مدارات نہ کی سردار جو اپنی گذشتہ حرکتوں کے پیش نظر امیر سے خائف اور مشکوک تھے۔ ان کی اس سرد مہری سے زیادہ ڈر گئے۔ اور ان کی نیت پر شک کرنے لگے۔

کمانڈر شیر خان کی شر انگیزی

جب کمانڈر شیر خان کو امیر خداداد خان کی سردار ملا محمد ریشانی اور سردار تاج محمد زرک زئی سے سرد مہری کا پتہ چلا تو اُس نے سرداروں کے ساتھ امیر کے تازہ سلوک سے فائدہ اٹھایا۔ اس کی رقابت شاغاسی ولی محمد سے چل رہی تھی۔ لہٰذا اُس نے سردار ملا محمد اور سردار تاج محمد کو یقین دلایا کہ شاغاسی ولی محمد ان کا بدترین دشمن اور مخالف ہے۔ اس نے ہی امیر کو ان سے بدظن کر دیا ہے۔ سردار چونکہ امیر سے خائف تھے۔ وہ کمانڈر شیر خان کی باتوں میں آ گئے۔

ملا محمد اور تاج محمد کی امیر سے شاغاسی ولی محمد کی شکایت کرنا

چند دن بعد سردار ملا محمد اور سردار تاج محمد پھر امیر سے ملے۔ انہوں نے شاغاسی ولی محمد کے بارے میں یوں شکایت کی۔ کہ شاغاسی ولی محمد ان کا مخالف اور بدخواہ اور دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ امیر کو سرداروں کے خلاف اکساتا ہے سرداروں نے امیر سے کہا کہ ہم آپ کی مخالفت نہیں کرتے کیونکہ ہم نے آپ کے ساتھ دوستی اور امن رکھنے کا حلف اٹھایا ہے۔ لیکن آپ کے رویہ سے ہم مشکوک ضرور ہیں ہم آپ سے اطمینان چاہتے ہیں جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ شاغاسی ولی محمد کو وزارت سے برطرف کر کے اس کی بجائے کسی اور شخص کو جس کی سلامت روی پر ہمیں بھروسہ ہو وزیر مقرر کریں۔ مگر امیر نے ان کے اس مطالبے کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ خان کی نیت سرداروں کے حق میں بری نہیں۔ اور وہ سرداروں کی خرابی ہرگز

نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی شاغاسی ولی محمد سرداروں سے عناد اور کینہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سرداروں کو امیر کی باتوں سے اطمینان قلب حاصل نہ ہوا کیونکہ ان پر ہر وقت اُن کے مجرمانہ ضمیر کی خلش حاوی رہتی تھی۔

امیر خداداد خان کے قتل کی سازش بذریعہ کمانڈر شیر خان

امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور شاغاسی ولی محمد کو سردار ملا محمد اور سردار تاج محمد کی باتوں سے کمانڈر شیر خان کی سازش کا پتہ چلا اس دن سے کمانڈر شیر خان کی حرکتوں پر کڑی نگرانی رکھی جانے لگی۔ شیر خان بھی حالات کو بھانپ گیا کہ اُس پر کسی نہ کسی دن وار کیا جائے گا۔ اُس نے اپنے زیر کمان پلٹن کے سپاہیوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ پھر سردار ملا محمد اور سردار تاج محمد کے ساتھ مل کر امیر کو قتل کرنے کی سازش میں سرگرم رہا۔ سردار تاج محمد کی بیٹی بی بی جان بی بی سے امیر کا میر مصطفےٰ خان نامی ایک خورد سال بیٹا تھا۔ جو سردار تاج محمد کا نواسہ تھا۔ لہٰذا منصوبہ بنایا گیا۔ کہ امیر خداداد خان کے قتل کے بعد خورد سال مصطفےٰ خان کو امیر بنایا جائے گا۔ اور اُن کے سن بلوغ تک سردار ملا محمد اور سردار تاج محمد اس کے سرپرست ہوں گے اور کمانڈر شیر خان بلوچستان کا وزیر ہوگا۔ کپتان فقیر محمد اور ایڈجوٹینٹ محمد یار کمانڈر شیر خان کے رازدار تھے اسی دوران ان میں اور کمانڈر شیر خان میں ان بن ہوگئی۔ فقیر محمد اور محمد یار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ شاغاسی ولی محمد کے پاس گئے کمانڈر شیر خان اور سرداروں کی سازش کے راز کو طشت از بام کر دیا۔ لہٰذا اُسی دن امیر کے حکم سے فوج کے اس دستے کو جو شیر خان کے طرفدار تھا غیر مسلح کر دیا گیا۔ اور کمانڈر شیر خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

سازش کے افشائے راز کے بعد حالات

کمانڈار شیر خان کو مع اہل و عیال گرفتار کر کے بلوچستان کی حدود سے پار کر کے سندھ کے علاقے میں چھوڑ دیا گیا۔ گو کہ اس کو بلوچستان سے نکال دیا گیا جب کہ سردار ملا محمد رئیسانی افشائے راز کی خبر پاتے ہی جان بچا کر متھڑی چلا گیا لیکن سردار تاج محمد زرک زئی نے اس موقع پر بھاگ جانے کو مناسب خیال نہیں کیا وہیں شہر گنداواہ میں اپنے کیمپ میں حالات کی رفتار کا جائزہ لیتا رہا۔ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے قتل کی سازش کا مورخہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء کو افشا ہوا۔ ۳ نومبر ۱۸۶۵ء کو کمانڈار شیر خان کو مع اہل و عیال بلوچستان سے خارج کر دیا گیا۔ ۴ نومبر ۱۸۶۵ء کو سردار ملا محمد رئیسانی قتل کے افشائے راز کے بعد متھڑی چلا گیا۔

سردار تاج محمد زرک زئی کا قید میں جام میر خان اور نورالدین سے ساز باز

سردار تاج محمد زرک زئی اس دفعہ جب گنداواہ آیا تو وہ امیر خداداد کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا دوران قیام گنداواہ اس نے جام میر خان اور سردار نورالدین مینگل سے جو نظر بند تھے خفیہ تعلق پیدا کیا۔ ان کے ساتھ ساز باز شروع کر دی۔ اُن کو خفیہ خط لکھا کہ اگر جام میر خان اور نورالدین اس کے ساتھ متعلق اور شامل ہو جائیں۔ تو وہ اپنی بیٹی (جو امیر بلوچستان کی زوجہ ہے) کے گھر میں داخل ہو کر امیر خداداد خان کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے گا۔ جو آدمی یہ خط لے جا رہا تھا۔ جام میر خان اور نورالدین کے پہرہ داروں نے اُسے پکڑ لیا۔ اُس نے

پہرہ داروں کو پیسے دیکر جان چھڑا لی۔ خط کمانی شنگر خان کے ہاتھ آیا جب جام میر خان اور نور الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی وہ بہت گھبرا گئے۔ اور امیر بلوچستان کو اطلاع دی کہ سردار تاج محمد جان بوجھ کر اُن کو اپنی سازش میں ملوث کر رہا ہے ۸ نومبر ۱۸۶۵ء کو سردار تاج محمد کا یہ خط بنام جام میر خان اور سردار نور الدین مینگل پکڑا گیا۔

سردار تاج محمد زرک زئی کی گرفتاری

لہٰذا ۹ نومبر ۱۸۶۵ء کو طلوع آفتاب کے وقت شاغاسی ولی محمد فوج کا ایک دستہ لے کر سردار تاج محمد زرک زئی کی گرفتاری کے لیے نکلا جب سردار تاج محمد کے کیمپ کے قریب پہنچا تو اُن کو پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ وہ مردانہ وار میدان میں آکر لڑے گا یا لڑے بغیر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دے گا۔ سردار تاج محمد نے اپنے ناموس و نام کے لیے پہلی صورت کو ترجیح دی اُس کے مٹھی بھر ساتھیوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی تعداد کم تھی مغلوب ہوتے اس کی طرف سے کمال خان محمد حسن اور کئی دوسرے معتبر مارے گئے اور سردار تاج محمد خود گھیرے میں آکر گرفتار ہو گیا۔

سردار ملا محمد رئیسانی کا قندھار کو فرار ہونا

۱۰ نومبر ۱۸۶۵ء کو امیر خداداد نے ایک دستہ فوج سردار ملا محمد رئیسانی کی گرفتاری کے لیے مستونگ بھیج دیا۔ لیکن سردار ملا محمد رئیسانی گرفتاری سے قبل بطرف قندھار فرار ہو چکا تھا۔ امیر بلوچستان نے اُس کی تمام جائیداد کو ضبط کر کے

ضبط کیا اس کے بھائی میر ہیبت خان کو گرفتار کر کے امیر بلوچستان کے پاس گنداوہ لایا گیا۔

بلوچستان کے سرحدی قبائلی علاقوں میں انگریزوں کی بے جا مداخلت

بلوچستان کی پنجاب اور سندھ سے متصل سرحدات پر انگریزی حکومت کے افسر اپنی حکومتی گھمنڈ میں سرشار ہو کر بلوچ قبائلی علاقوں میں داخل ہو کر خودسرانہ انداز میں بے جا مداخلت کرتے تھے جس سے بلوچ قوم کے غیور اور خوددار افراد بہت تنگ آ چکے تھے۔ مری، بگٹی، کھیتران جو حکومت بلوچستان کے قبائلی علاقے تھے انگریزی حکومت کے غیر ذمہ دار افسروں کی بے جا مداخلت کے خلاف پنجاب اور سندھ کی سرحدوں پر انگریزوں کے حملوں کے خلاف جوابی حملے کرتے تھے۔ ان مجاہدوں میں سے ایک میر غلام حسین مسوری بگٹی بلوچ تھا۔

میر غلام حسین بگٹی کا ہڑند پر حملہ

چنانچہ ۲۶ جنوری ۱۸۶۷ء میں میر غلام حسین بگٹی نے جو اپنے علاقے میں انگریزی حکومت کے عمل و دخل کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ہڑند کے علاقے پر اس سلسلہ کا سب سے بڑا اور مشہور حملہ کیا انہوں نے مری، بگٹی، کھیتران قبائل سے پندرہ سو افراد پر مشتمل ایک لشکر جمع کر کے ہڑند کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ یہ حملہ انہوں نے ۲۶ جنوری ۱۸۶۷ء میں کیا۔ ہڑند کے قلعہ کو لوٹا گاؤں کے گاؤں جلا دیئے۔ سینکڑوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا

ہزاروں کی تعداد میں مال مویشی لوٹ لئے. انگریزی رسالہ نے اطلاع پاتے ہی ان کا تعاقب جاری رکھا. اور جاچڑ کے مقام پر غلام حسین کے لشکر کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی بہت شدید جنگ ہوئی میر غلام حسین اپنے دو سو اٹھاون بہادر ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا اور دو سو بلوچ گرفتار کر لئے گے غلام حسین کا سر کاٹ کر سنڈ میں انگریزوں کے کمان افسر کے سامنے لایا گیا.

انگریزوں کا امیر بلوچستان سے رابطہ

اس سانحہ کے بعد حکومت پنجاب کی طرف سے امیر بلوچستان کو لکھا گیا اس دوران میں جو لوٹ مار ہوئی ہے. اس کا معاوضہ حکومت بلوچستان ادا کرے اور آئندہ کے لئے اپنے علاقے میں امن قائم رکھنے کی ذمہ داری قبول کرے.

امیر بلوچستان کا انگریزوں کی حکومت پنجاب کو جواب

انگریزوں کی حکومت پنجاب کو امیر بلوچستان نے جواب میں لکھا کہ یہ حکومت بلوچستان کے قبائلی علاقے ہیں. ان علاقوں کی رعایا پر امیر بلوچستان کو اس قدر کنٹرول حاصل ہے جس قدر کہ امیر افغانستان کو سرحدی علاقے کے پٹھان قبائل پر کمشنر سندھ نے بھی امیر بلوچستان کی اس رائے کی تصدیق کی.

بلوچستان کے سرحدی علاقوں کی صورت حال

اس دور میں بلوچستان کے سرحدی علاقے جو سندھ اور پنجاب سے ملحق تھے جن میں ڈیرہ غازی خان بھی شامل تھا. انگریزوں کی حکومت ہند کے

کے حلقہ اثر سے باہر تھے۔ پنجاب کی انگریزی حکومت کے لیے یہ سرحدی علاقے باعث پریشانی بنے ہوئے تھے۔ کسی انگریز افسر کی زندگی سرحد سے چند میل دوران پہاڑوں میں محفوظ نہ تھی انگریزوں کو ان بلوچ قبائل کی جنگی طاقت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ اس لئے وہ پھونک پھونک کر قدم بڑھاتے تھے۔ ان پہاڑوں کے دروں میں سے تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت تقریباً بند ہو چکی تھی کاروانوں کی لمبی لمبی قطاریں شکارپور میں جمع رہتی تھیں تاکہ (بدرکہ) حفاظت کا انتظام کیا جا سکے۔

سردار تاج محمد زرک زئی کی وفات

جب امیر بلوچستان امیر خداداد خان ۱۸۶۲ء میں کچھی سے واپس قلات آیا تو بمقام قلات ۱۰ اگست ۱۸۶۲ء کو سردار تاج محمد زرک زئی کا انتقال ہوا۔ اُن کی وفات کے بعد عام طور پر یہ مشہور ہوا کہ قید خانے میں اس کا گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ اُسے زہر دے دیا گیا ہے۔ چونکہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور سردار تاج محمد زرک زئی کے درمیان سخت عداوت تھی اس واسطے ان کے قید خانے میں فوت ہونے کے بعد گلا گھونٹنے اور زہر دینے کے واقعات کے قصے مشہور ہو گئے۔ درحقیقت سردار تاج محمد کو جوانی سے ریٹے کی بیماری لاحق تھی۔ لہذا دوران قید اُن پر پیٹ کے درد کا دورہ پڑا شدید درد کی حالت میں پتہ پھٹ گیا اور انکی موت واقع ہوئی۔

امیر بلوچستان کے دربار میں انگریز نمائندہ کی رائے تاج محمد سردار کے بارے میں

امیر بلوچستان کے دربار میں جن انگریزی نمائندوں کا سردار تاج محمد زرک زئی

سے تعلق رہا ہے۔ یا واسطہ پڑا ہے۔ انہوں نے اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ سردار تاج محمد زرک زئی ضدی طبع شخص تھا۔ اور کینہ پروری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اُس نے کسی وقت بھی اخلاص مندی سے امیر خداداد خان کی اطاعت نہیں کی ہے۔ اور ہمیشہ سردار ملا محمد رئیسانی کا آلہ کار رہا ہے۔ اگرچہ سردار تاج محمد نے کبھی بھی انگریزوں کی مخالفت نہیں کی ہے۔ بلکہ ان کی وفاداری کا دم بھرتا رہا ہے مگر اس کے باوجود انگریزوں کے نمائندوں نے اس کے بارے میں یہ رائے دی ہے اور لکھا ہے۔ کہ سردار تاج محمد جیسا خطرناک سازشی اور عظیم غدار کسی ایشیائی ملک کے دربار میں نہیں دیکھا گیا ہے۔ جب تک وہ زندہ رہتا امیر بلوچستان کی پوزیشن کبھی بھی محفوظ نہ رہتی۔ بلکہ وہ ان سازشوں کو دوام دیتا۔ یا نئی سازشوں کی ابتدا کرتا۔

خاران پر حملے کی وجوہات

ا۔ امیر آزاد خان نوشیروانی سردار خاران نے علاقہ پنجگور میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی کئی اراضیات پر قبضہ کیا تھا۔

۲۔ نیابت پنجگور کے باشندوں پر ظلم و ستم کرتا تھا۔ علاقے میں آکر مار دھاڑ کرکے لوگوں کے مال مویشیوں کو لوٹتا تھا۔

۳۔ پنجگور کے علاقے میں۔ دو قلعے تعمیر کئے تھے۔ جو اُس کے اڈے تھے جہاں اس کے لشکری پناہ لیتے تھے۔

۴۔ خاران کے علاقہ سراوان میں کبرانی قبیلہ کی اراضیات اگرچہ علاقہ خاران میں تھیں مگر ان سے مالیہ امیر بلوچستان وصول کرتا تھا۔ اب امیر کے کارندوں کو جواب

دے کر خود سردار آزاد خان ان سے مالیہ وصول کرتا تھا علاوہ وصولی مالیہ کمبرانیوں کے بازافراد کی اراضیات پر جبراً قبضہ بھی کیا ہوا تھا۔

۵۔ وہ حکمران بلوچستان کے بہت خلاف تھا اور ہر وقت اپنی بلوچی حکومت سے باغی رہتا تھا۔ افغانستان کے علاقے قندھار جا کر ہمیشہ حکومت افغانستان کو بلوچستان پر حملے کے لیے اکساتا تھا۔

۶۔ سراوان کے بڑے سردار ملا محمد رئیسانی اور جھالاوان کے بڑے سردار تاج محمد زرک زئی اور لس بیلہ کے جام میر خان کے ساتھ مل کر امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکاتا اور سازش کے جال پھیلاتا رہتا تھا۔

خاران پر حملہ

لہٰذا ان حالات کے پیش نظر امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے سردار آزاد خان نوشیروانی کو راہ راست پر لانے کے لیے خاران پر حملہ کیا ۲۵ اگست ۱۸۶۷ء کو امیر بلوچستان نے داروغہ عطا محمد کو خاران پر حملہ کرنے کیلئے مامور کیا داروغہ کے ساتھ رندو مگسی قبائلی لشکر کے علاوہ نوروا ہی پلٹن کے دو سو سپاہی رسالہ کے پچاس سپاہی دو ضرب توپ ایک ضرب غبارہ بھی روانہ کر دیئے گئے۔ دوسری طرف شاغاسی غلام جان کو دستہ جھالاوان کے لشکر دے کر واشک اور خدا بادان (پنجگور) پر قبضہ کرنے روانہ کر دیا گیا۔

نوروز قلات کا محاصرہ

۷ ستمبر ۱۸۶۷ء کو داروغہ عطا محمد نے نوروز قلات کا محاصرہ کیا اس

دوران نائب عبدالعزیز سراوان کے لشکر کے ساتھ داروغہ عطا محمد کی کمک کو پہنچا تین دن بعد محصورین قلعہ نے تاب نہ لاکر ہتھیار ڈال دیئے داروغہ عطا محمد نے قلعہ پر قبضہ کر کے اُسے منہدم کر دیا۔

خاران قلات کا محاصرہ

۱۱ ستمبر ۱۸۶۷ء کو داروغہ عطا محمد خاران کی طرف بڑھ کر خاران کاریز پر جو شہر سے شمال کی طرف واقعہ ہے کیمپ کیا سردار آزاد خان کو قلعہ سے باہر نکل کر لڑنے کی ہمت نہ ہوئی قلعہ میں محصور ہو گیا داروغہ عطا محمد نے دور دوسرے قلعہ کو چاروں طرف گھیر لیا۔ کیونکہ قلعے کے اطراف وجوانب میں زمین صاف اور بالکل ہموار تھی۔ کوئی نشیب وفراز' ندی 'نالہ' جھاڑ جنگل نہ تھا جس سے سپاہ کو قلعہ کے نزدیک پہنچنے کے لیے آڑ ملتی۔ چنانچہ لشکریوں نے رات کی تاریکی میں قلعہ کے قریب خندقیں کھود ڈالیں۔ غبارہ اور توپوں کو نصب کیا دوسرے دن علی الصبح قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی گئی۔ اسی دوران داروغہ عطا محمد نے اپنے لشکر سے ایک ہزار آدمی کلگ کو لوٹنے بھیجے کلگ کے باشندوں نے کچھ دیر کے لیے مقابلہ کیا مگر جلد چند لاشیں میدان میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لی ان میں سے پانچ سو مرد وزن کو گرفتار کر لیا گیا۔ محاصرے نے ۲۰ دن تک طول کھینچا اس طویل محاصرہ کے بعد سردار آزاد خان نے مصالحت کی درخواست کی

سردار آزاد خان نوشیروانی کی مصالحت

یکم اکتوبر ۱۸۶۷ء کو سردار آزاد خان نے داروغہ عطا محمد کو پیغام بھیجا۔

اگر تم میرے عزیزوں سے یرغمال لے کر محاصرہ اٹھالو۔ اور دوئم یہ کہ میں اپنی بیٹی بی بی مہناز کو خود قلات جلدی بھیج دوں گا۔ جو امیر نصیر خان ثانی کی بیوہ تھیں کیونکہ میں اگر اُن کو آپ کے ساتھ قلات روانہ کر دوں تو میری بیٹی کی بے عزتی ہوگی۔ ان کے پہنچنے پر تم میرے یرغمال عزیزوں کو رہا کر دینا۔ امیر بلوچستان امیر خداداد خان کو اس گفت و شنید کے بارے میں اطلاع دی گئی انہوں نے اتفاق کیا۔ لہذا داروغہ عطاء محمد نے اس بارے میں سردار آزاد خان کو اطلاع دی اس نے اپنے بھتیجے میر اللہ کو چند اور معتبرین کے ساتھ بطور یرغمال داروغہ عطاء محمد کے سپرد کر دیا۔ جن کو داروغہ عطاء محمد لے کر ۷ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو قلات پہنچا۔ قلات جانے سے بیشتر تمام کلگ کے قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

شاغاسی غلام جان کی مہمات میں کامیابی

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے شاغاسی غلام جان نے قلعہ واشک پر قبضہ اور اس کے بعد بیگور پہنچکر قلعہ خدا آبادان پر ۱۰ ستمبر ۱۸۶۷ء میں قبضہ کیا۔

سردار آزاد خان نوشیروانی کے متعلق انگریز مبصرین کی رائے

انگریز مبصرین لکھتے ہیں کہ حکومت بلوچستان میں تمام بغاوتوں کی جڑ سردار آزاد خان نوشیروانی اور جام میر خان جام لس بیلہ تھے یہ دونوں سردار بلوچستان کی مسند حکمرانی حاصل کرنے کے آرزو مند تھے۔ ہمیشہ امیر بلوچستان اور اس کے دیگر سرداروں کے درمیان تنازعات سے فائدہ اٹھانے کو تیار تھے

ہمیشہ امیر بلوچستان کو گرانے کے لیے سرداروں کی طرفداری کیا کرتے تھے یہ زیادہ تر ان دونوں کی سازشوں کا نتیجہ تھا کہ امیر اور دیگر سرداروں کے درمیان اختلافات ختم ہونے کی بجائے بڑھتے ہی رہتے تھے۔ اگر کوئی تنازعہ ختم ہوتا تھا تو یہ دونوں کوئی نیا جھگڑا کھڑا کر دیتے۔

سردار آزاد خان کا فرار ہونا

جب داروغہ عطا محمد محاصرہ اٹھا کر قلات روانہ ہوا۔ تو سردار آزاد خان نوشیروانی اپنے قول سے پھر گیا اپنے یرغمالی بھتیجہ میر لشکر اور دوسرے معتبرین کو نظر انداز کر کے مع اہل و عیال مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو خاران سے اٹھ کر ایران کی سرحد میں داخل ہوگیا۔ پھر وہاں سیستان کی حدود میں بمقام ہزار جفت جا کر قیام کیا اس کا بھتیجا اور معتبرین بدستور امیر کی قید میں رہے۔

جام میر خان جام لس بیلہ اور سردار نورالدین مینگل کی رہائی

دوران قید جب جام میر خان جام لس بیلہ اور سردار نورالدین نے امیر بلوچستان کو اپنی وفاداری اور دوستی کا یقین دلایا۔ تو امیر موصوف نے ان دونوں کو مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو خلعت دے کر عزت و احترام کے ساتھ رہا کر دیا۔

قبیلہ رستم زئی کی بغاوت

جب سردار ملا محمد رئیسانی قندھار میں پناہ گزین تھا۔ وہاں سے وہ بلوچستان کے بلوچ سرداروں کو امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت کرنے پر اکساتا رہا اور کر

طائفہ رستم زئی جو قبیلہ رئیسانی کی ایک شاخ ہے اس کے سردار حبیب خان نے بغاوت کر کے سراوان میں امیر کے افسران بالا کے احکام ماننے سے انکار کر دیا اس کی سرزنش کے لیے عبدالعزیز گورنر سراوان نے مستونگ سے کمانی لشکر خان کو ایک پلٹن اور حیات خاں رسالدار کو پچاس سوار رسالہ کے ساتھ کانک بھیجا۔ جب کمانی لشکر خان کانک پہنچا تو سردار حبیب خان رستم زئی لشکر جمع کرنے مرداور اسپلنجی گیا ہوا تھا ان کی غیر حاضری میں امیر کی فوج نے ان کے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا جب سردار حبیب خان اور راوت خان بے خبری کے عالم میں کانک پہنچے تو امیر بلوچستان کی فوج نے ان کو دیکھتے ہی مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۷ء میں حملہ کر دیا۔ میر حبیب خان اور راوت خان ان کے متعدد ساتھی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ رسالہ سرکاری کے تین نفر مارے گئے اور پانچ آدمی زخمی ہوئے۔ باغیوں کی سرکوبی کے بعد گورنر سراوان عبدالعزیز واپس مستونگ پہنچا۔

نرمک کی لڑائی

سردار حبیب خان رستم زئی کے مارے جانے کے بعد سراوان کے دوسرے سرداروں نے اس واقع پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا سب سے پہلے سردار محمد خان لہڑی نے علم بغاوت بلند کیا۔ چند دن بعد سردار اللہ ڈنہ کرد اور وڈیرہ آدم خان بنگلزئی بھی اس کے ساتھ جا ملے۔ انہوں نے سردار ملا محمد رئیسانی کو قندھار سے طلب کیا۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو سردار ملا محمد قندھار سے نرمک پہنچا شاغاسی ولی محمد وزیر بلوچستان فوج اور رسالے کے چند دستے لے کر ان کے مقابلے

کو نکلا نرنک کے مقام پر ہی فریقین میں مڈ بھیڑ ہوئی. باغی سردار زیادہ دیر تک شاغاسی کی سپاہ کی تاب نہ لا سکے کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر مع اہل و عیال کوہستان ناگاہو کی طرف پسپا ہوئے.

شاغاسی ولی محمد نے رسالے کے ساتھ براستہ رود بدار جلدی سے آگے بڑھ کران کا راستہ پھر روک لیا' کرتہ اور کوندلان کے درمیان پھر فریقین کے درمیان میدان کارزار گرم ہوا یہاں پر بھی باغی سرداروں کے قدم جم نہ سکے بالآخر یہاں پر بھی کئی لاشیں میدان میں چھوڑ کر باغی سرداروں نے راہ فرار اختیار کی سردار محمد خان لہڑی گرفتار کر لیا گیا سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد بچ کر نکل گئے شاغاسی ولی محمد اپنی پیدل فوج کو لے کر ڈھاڈر پہنچا اور پھر امیر بلوچستان کا حکم پاکر مورخہ ۷ نومبر ۱۸۶۷ء میں سجاگ میں مقیم ہوا.

سردار محمد خان لہڑی کا انتقال

جب شاغاسی ولی محمد امیر بلوچستان کے حکم سے سجاگ میں مقیم ہوا تو سردار محمد خان لہڑی ان کی قید میں تھا. وہ اسی قید کی حالت میں مورخہ ۱۱ نومبر ۱۸۶۷ء میں فوت ہوا

میر بلوچ خان نوشیروانی کا سوراب پر حملہ

سردار آزاد خان نوشیروانی کے خاران چھوڑ کر چلے جانے کے بعد میر بلوچ خان نوشیروانی اس کا قائم مقام بن کر کولواہ سے خاران چلا آیا اور خاران کے قلعہ میں رہنے لگا. مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۶۷ء میں میر بلوچ خان نے چند سو گھڑسواروں کے ایک لشکر کے ساتھ سوراب پہ چھاپہ مارا تمام علاقے

کو تاخت و تاراج کیا۔

امیر بلوچستان کا ردعمل

چونکہ سراوان میں سرداروں کی بغاوت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ اس لیے امیر بلوچستان نے میر بلوچ خان کے خلاف اس وقت فوج کشی کرنے کو مناسب خیال نہیں کیا البتہ جھالاوان میں داروغہ عطا محمد کو پلٹن اور رسالے کے دستے دے کر جھالاوان بھیج دیا داروغہ نے خضدار کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر خطرناک مقامات کو اپنی زیر نگرانی رکھا۔

سردار ملا محمد کی عارضی صلح ہمراہ امیر بلوچستان

سردار ملا محمد رئیسانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوندلان کی لڑائی سے بھاگ کر علاقہ مری میں پناہ گزین ہوا مریوں نے اسے پناہ دی مگر اس کے ساتھ مل کر امیر بلوچستان کے خلاف لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہاں سے سردار ملا محمد اور اس کے ساتھی انگریزی حکومت کے نمائندہ جیکب آباد سے درخواست کی کہ ان کے اور امیر کے درمیان صلح کرائے۔ انگریزی حکومت کے نمائندہ سرایچ گرین نے انہیں لکھا کہ اگر وہ انگریزی حکومت کے فیصلہ پر کاربند رہنے کا یقین دلائے تو وہ درمیان میں پڑ کر ان کے اور امیر بلوچستان کے درمیان صلح کرانے پر تیار ہیں۔

انگریزی حکومت کے نمائندہ کی امیر بلوچستان سے صلح کے بارے میں بات چیت

جب انگریزی نمائندہ کو ملا محمد رئیسانی کی طرف سے یقین دہانی ملی۔ تو اس نے

امیر کو لکھا چنانچہ امیر نے انگریزوں کی ثالثی قبول کر کے شاغاسی ولی محمد کو جو جاگ میں تھا اپنا نمائندہ بنا کر جیکب آباد روانہ کر دیا سردار ملا محمد ریئسانی نے اپنے ساتھی سرداروں کے ساتھ جیکب آباد پہنچا۔

عارضی صلح نامہ کی شرائط

چنانچہ ۲ دسمبر ۱۸۶۷ء میں فریقین کے درمیان جنگ نہ کرنے کا ایک عارضی سمجھوتہ ہوا اور یہ شرائط طے پائیں۔

۱۔ کہ جب ہز ہائینس امیر کچھی آئیں گے۔ تو سمجھوتے کو مستقل شکل و صورت دینے پر غور کیا جائے گا۔

۲۔ امیر بلوچستان کو سردار ملا محمد اور اُس کے ساتھی سرداروں کو مستقل سمجھوتہ ہونے تک سبی کے افغانی علاقے میں رہنے پر اعتراض نہ ہو گا۔ چونکہ اس سال کچھی میں قحط اور غیر آبادی کی وجہ سے موسم سرما میں امیر کچھی نہیں گئے اور اس طرح مستقل سمجھوتہ کی شرائط پر غور و خوض کرنے کا جلد موقع نہیں آیا۔ شاغاسی ولی محمد موسم سرما کچھی میں گزار کر واپس قلات چلا گیا۔

جام میر خان خان لس بیلہ کی دوبارہ سرکشی

۱۸۶۸ء میں جام میر خان نے جب حالات کو امیر بلوچستان کے خلاف ناساز گار پایا تو اس نے اپنے ماموں میر کمال خان الثازئی کی جاگیر کے قبضہ کو پھر سے اُٹھایا وہ امیر بلوچستان کے خلاف ناسا عد حالات سے فائدہ اٹھا کر حکومت بلوچستان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس دفعہ سردار نورالدین

مینگل نے پھر اس کا ساتھ دیا۔ خاران میں سردار آزاد خان کا قائم مقام میر بلوچ خان نوشیروانی چودہ سو افراد پر مشتمل ایک خارانی لشکر کے ساتھ جام کی امداد کو آیا۔

قبیلہ مری کا جام لس بیلہ کو امداد دینے سے انکار

جام میر خان جام لس بیلہ نے قبیلہ مری کے سردار اور معتبرین کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن مری قبیلے نے امیر بلوچستان کے خلاف ہتھیار اُٹھانے سے انکار کر دیا۔

جام میر خان کو گورنر کیچ کی تنبیہ

جام نے اس دفعہ سردار فقیر محمد بزنجو گورنر کیچ کو اپنے ساتھ شامل ہونے کو کہا۔ اس نے ایک توہین آمیز خط میر خان جام لس بیلہ کو بھیجا کہ تم کون ہوتے ہو جو مجھے امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت کرنے کی دعوت دے رہے ہو۔ امیر تمہارا اور میرا دونوں کا بادشاہ ہے۔ بادشاہ سے غداری منہ کالا کرنے کے مترادف ہے۔ فقیر محمد کے مخالف علم خان اور درویش تمرانی بزنجو جام سے مل گئے۔

پنجگور کے بلوچوں کی امداد میر خان کو

اس دفعہ پنجگور سے بھی بلوچوں کا ایک لشکر میر بلوچ خان کی وجہ سے جام میر خان کی امداد کو آیا۔

سراوان کے سرداروں کی جنگ میں شمولیت سے انکار

سراوان کے سردار انگریزی حکومت کے نمائندہ کے کہنے پر اس دفعہ

اس بغاوت میں بالکل شامل نہیں ہوئے۔

مچلگو کی لڑائی

الغرض جام میر خان اس دفعہ ایک کثیر لشکر اور مکمل تیاری کے ساتھ باغبانہ کی طرف مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۶۸ء کو روانہ ہوا۔ امیر خداداد خان امیر بلوچستان بنفس نفیس ایک بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ یکم ستمبر ۱۸۶۸ء میں قلات سے باغبانہ کی طرف رہسپار ہوئے ۷، ستمبر ۱۸۶۸ء میں دونوں لشکر کچھ وقفوں کے بعد باغبانہ کے قریب درہ کے اوپر جسے مچلگو کہتے ہیں پہنچے۔ پہنچتے ہی توپ اور تفنگ کی لڑائی شروع کر دی پانچ چھ دن دور دور سے فریقین ایک دوسرے پر گولیاں چلاتے رہے بہر حال اس محاربہ میں خاص جانی نقصان کسی طرف سے نہیں ہوا۔

سردار اللہ ڈنہ کرد کی مصالحت کرانیکی کوشش ناکام

سردار ملا محمد رئیسانی نے سردار اللہ ڈنہ کرد کو فریقین کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے بھیجا لیکن امیر بلوچستان نے اس کی مصالحت کرنے کو تسلیم نہیں کیا جس کی بنا پر سردار اللہ ڈنہ علی الاعلان جام میر خان کی طرفداری کا اعلان کر کے اُسے جنگ کے لیے اُکسا تا رہا۔

دونوں لشکروں کی صورت حال

شاغاسی ولی محمد ایک آزمودہ کار جرنیل اور بہادر سپاہی تھا۔ محاذ جنگ پر امیر بلوچستان اور سرداروں کی موجودگی سے وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل

نہیں کر سکتا تھا. امیر کا لشکر پراگندہ اور غیر منظم تھا اگرچہ سراوان کے بیشتر سردار امیر بلوچستان کے لشکر میں شامل تھے. مگر اُن کے عزائم متزلزل تھے اور قدم ڈگمگا رہے تھے. مخالف گروہ کے لشکر کی حالت بھی بہت ابتر تھی ان میں سامان حرب کی شدید قلت تھی. لشکر ٹولیوں میں بٹا ہوا تھا ایک دوسرے کی بات نہیں مانتے تھے. ایسی صورت میں فریقین سے کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی توقع نہ تھی

فریقین کا آپس میں صلح نامہ

آخر کار فریقین گفت و شنید پر اُتر آئے امیر بلوچستان کی طرف سے اتالیق شاغاسی ولی محمد اور سراوان کے دو سردار دوسری طرف جام میر خان اور سردار اللہ ڈنہ کرد گفت و شنید کا سلسلہ جاری کیا. صلح نامہ کی یہ شرائط طے پائیں.

۱. جام میر خان اپنے لشکر کو منتشر کر کے بیلہ چلا جائے.

۲. جتنے افراد اس لڑائی میں فریقین نے گرفتار کئے ہیں. اُنہیں رہا کیا جائے

۳. جاگیر متنازعہ کا تصفیہ بھی سرداران سراوان کے معاملہ میں انگریزی حکومت کے نمائندہ کی آمد کے موقع پر کیا جائے گا. فریقین نے ان شرائط پر دستخط کر کے اپنے لشکروں کو منتشر کر دیا. یہ صلح نامہ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۶۸ء میں طے ہوا اور فریقین اس پر دستخط کئے.

حکومت بلوچستان کے متعلق انگریزی حکومت ہند کی غیر جانبدارانہ پالیسی

امیر محراب خان ثانی شہید کے دور حکومت ۱۸۳۸ء میں انگریزوں

کی حکومت ہند کی پہلی بار سیاسی روابط امیر بلوچستان کے ساتھ قائم ہوئے۔ اور بعد میں جب انگریزوں کی حکومت ہند نے اُن کے فرزند امیر نصیر خان ثانی کے ساتھ پہلے ۱۸۴۱ء اور پھر ۱۸۵۴ء میں عہد نامے کئے تو ان عہد ناموں کی رُو سے حکومت بلوچستان کے ساتھ انگریزی حکومت ہند کے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے اور انگریز بلوچستان کی سیاست میں عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہے وہ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو آئینی طور پر حکومت بلوچستان کا حکمران تسلیم کرتے تھے۔ اور اُن کی یہ طے شدہ پالیسی تھی کہ بلوچستان کے معاملات میں حتی الوسع مداخلت نہ کی جائے اگر کبھی مداخلت ناگزیر ہو بھی تو اس صورت میں صرف امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو دوستانہ صلاح و مشورہ دیا جائے اور ان کی حکمرانی میں دخل نہ دیا جائے۔

انگریزی حکومت ہند کے افسروں میں بلوچستان کی پالیسی پر اختلاف

۱۸۶۹ء میں ہندوستان کی انگریزی حکومت کے افسروں میں بلوچستان کی سیاسی پالیسی پر اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔

۱۔ مسٹر ہینری گرین پولٹیکل سپرنٹنڈنٹ سرحدات بالائی سندھ کی رائے۔

وہ سر ہینری گرین کہتا ہے کہ بلوچستان کے سیاسی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ میری رائے میں امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات ایک مطلق العنان حکمران نہیں بلکہ سرداروں کے ایک وفاقیہ کے سربراہ ہیں۔ اور امیر نصیر خان اول کے غیر محررہ آئین کا پابند ہے

ہنیری گرین کا امیر خداداد خان کے رویہ پر تبصرہ

سر ہنیری گرین پولیٹیکل افسر سرحدات بالائی سندھ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی حکمرانی پر یوں تبصرہ کرتا۔

"موجودہ امیر امیر خداداد خان اپنے دور حکومت میں اپنے کو اس آئینی طرز حکومت سے آزاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے وہ سرداروں کی ناراضگی کا باعث بن چکا ہے میری رائے میں انگریزی حکومت کی امداد کے بغیر خان کی حکومت کا تختہ بہت جلد الٹ دیا جائے گا اس انگریزی حکومت کا جس نے امیر خداداد خان کو بلوچستان کے تخت قلات کا حکمران تسلیم کیا ہے۔ اس کا فرض ہے نصیر خانی آئین کے مطابق غیر مطمئن سرداروں کے ساتھ انصاف کرے کیونکہ سرداری طبقہ بہت طاقتور ہے انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا میری رائے میں جب تک اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کن قدم نہیں اٹھایا جائے گا سرحدات پر امن قائم نہیں رہ سکے گا۔ اور انگریزی حکومت ہند کے لیے سرحدات پر خطرناک واقعات رونما ہو سکیں گے

کرنل میڑ ویدر کمشنر سندھ کی رائے بلوچستان کے بارے میں

کرنل میڑ ویدر کمشنر سندھ کی رائے بلوچستان کی سیاسی صورت حال کے متعلق کرنل میڑ ویدر کہتا ہے۔

"اگر امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو وفاقیہ سرداران کا بڑا بھی تسلیم کیا جائے تو بھی درحقیقت وہ ایک مطلق العنان حکمران ہیں بہر حال وہ بھی وہ واحد

شخصیت ہیں جن کے ساتھ ہم نے معاملہ کرنا ہے کیونکہ اس سے پہلے ۱۸۵۴ء کا معاہدہ بھی ان کے ساتھ تھا اور صرف ان کے ساتھ ہوا تھا۔ ہم کو امیر اور ان کے سرداروں کے درمیان معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر امیر خداداد خان ایک مکمل کردار نہ ہوں مگر مشرقی حکمرانوں کا ایک اچھا نمونہ ضرور ہیں ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے انہوں نے ہمارے ساتھ شرائط معاہدہ کو پورا کرنے کی اپنی بساط بھر کوشش کی ہے ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم ان کے فوج رکھنے کے اقدام پر اعتراض کریں بلوچستان ایک ایسے دور سے گزر رہا ہے جس میں لازماً ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں کہ ایک اچھی حکومت کے قیام کی راہ میں جاگیردارانہ طاقتیں مرکزی حکومت سے ٹکرا جاتی ہیں پس ہماری یہ پالیسی ہونی چاہیئے کہ ہم امیر کے ہاتھوں کو کمزور نہیں بلکہ مضبوط کریں ہمیں ان کے باغی سرداروں کی باتیں سننے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کے دلوں سے ہماری طرف سے مداخلت کرنے کا کوئی خیال پیدا نہ ہو اور وہ امیر کی مکمل طور پر اطاعت قبول کرلیں۔''

باب نہم

حکومت ہند کے خاص نمائندے کی بلوچستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے آمد

چونکہ حکومت بلوچستان میں انگریزی حکومت ہند کی منظور کردہ عدم مداخلت کی پالیسی پر انگریز افسروں میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا۔ لہذا اس پالیسی کی توثیق ترمیم یا تنسیخ کے لیے حکومت ہند نے ایک خاص نمائندہ اس مقصد کے تحت حالات کا صحیح جائزہ لینے کے لیے قلات بھیجا۔

کپتان ہریسن کی جیکب آباد میں آمد

حکومت ہند نے کپتان ہریسن کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے قلات روانہ کیا مگر کپتان ہریسن پہلے جیکب آباد پہنچا سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد اپنے بیٹوں کے ساتھ لس بیلہ جاتے ہوئے یہاں پر ٹھہرے ہوئے تھے انہوں

نے کپتان ہرلسن سے ملاقات کی کپتان ہرلسن مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۶۹ء کو جیکب آباد پہنچا۔

کپتان ہرلسن کی سردار ملا محمد رئیسانی کو تجویز

جب سردار ملا محمد رئیسانی اور اُس کے دیگر ساتھی کپتان ہرلسن سے ملے تو کپتان نے ان کو رائے دی کہ وہ بیلہ نہ جائیں۔ بیلہ جانے کی وجہ سے امیر بلوچستان کے دل میں ان کے خلاف بدظنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور انہیں ہدایت کی بیلہ جانے کی بجائے جھالاوان جا کر تمام سرداران جھالاوان کو باغبانہ کے مقام پہ جمع کریں تاکہ وہاں پہنچنے پہ کپتان ہرلسن اُن سے مل کر امیر کے خلاف ان کی شکایات سن سکیں۔ درحقیقت انگریزی حکومت کا نمائندہ اس موقع پر جام میر خان سے خود کس قدر بدظن تھا سرداروں کو اُس سے علیحدہ رکھنا چاہتا تھا بہر حال سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد نے کپتان ہرلسن کی تجویز کو قبول نہیں کیا اور جام میر خان سے ملنے بیلہ چلے گئے۔

سردار اللہ ڈنہ کرد پر قاتلانہ حملہ

جب سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد جیکب آباد سے روانہ ہوئے تو مہراب نامی ایک فقیر بھی جو قبیلہ جمالی کا ایک فرد تھا گوٹھ در محمد جمالی کا رہنے والا تھا۔ سردار ملا محمد رئیسانی سے اجازت لے کر ان کے ساتھ چلا دوران سفر ۱۷ اپریل ۱۸۶۹ء کی رات کو جب تمام ہمراہی سوئے ہوئے تھے مہراب نے سردار اللہ ڈنہ کے ایک سوئے ہوئے ساتھی کی

تلوار اٹھائی اور سردار ملا محمد کے خیمے کی طرف رُخ کیا لیکن وہاں پر پہرہ دار کو بیدار اور ہوشیار پاکر سردار اللہ ڈنہ کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ سردار اللہ ڈنہ اور اس کے تینوں بیٹے نبی بخش، یوسف خان، اور جانی خان اسی خیمے میں ایک دوسرے کے پاس سوئے ہوئے تھے۔ مہراب نے پہلا وار جانی خان پر کر کے اس کا سر تن سے جدا کیا اور پھر سردار اللہ ڈنہ اور اس کے دوسرے بیٹوں پر پے در پے کئی وار کئے مگر ان لوگوں پر مہراب کا کوئی وار کارگر نہیں پڑا سردار اللہ ڈنہ کرد کے ایک بیٹے نے جھپٹ کر مہراب کو دبوچ لیا اس اثناء میں شور و غل سے دوسرے آدمی بھی جمع ہو گئے قاتل کو قابو کر لیا گیا دریافت پر اُس نے بیان دیا کہ امیر کے کہنے پر اس نے یہ حرکت کی ہے چنانچہ اُسی جگہ پر اُسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اللہ ڈنہ کرد کے قاتل مہراب جمالی پر تبصرہ

قاتل مہراب جمالی جو اللہ ڈنہ سردار کرد کا قاتل تھا۔ اُس کے قتل کے بعد اُس کی طرف سے یہ بیان کہ اُسے امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے سردار اللہ ڈنہ کرد کو قتل کرنے کی ذمہ داری سپرد کی تھی۔ قاتل کے بیان کو مشکوک بنا دیتا ہے کیونکہ قاتل پہلے کوشش کرتا ہے کہ وہ سردار ملا محمد رئیسانی کے خیمے میں داخل ہو جائے۔ مگر اُس کے محافظوں کو چوکس پاکر وہ اللہ ڈنہ کے خیمے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں محافظ بھی سوئے ہوئے ہیں۔ امیر خداداد خان ایک با جبروت بادشاہ تھا۔ جیسے انہوں نے جام میر خان جام لس بیلہ اور سردار نورالدین مینگل کو دعوت مبازرت دے کر بعد میں گرفتار کر کے قید کر دیا تو وہ اگر

چاہتے۔ سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد کو بھی گرفتار کر سکتے تھے وہ اس قسم کی گھٹیا حرکت بحیثیت بادشاہ کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ فریقین کو مزید مخالفت پر آمادہ کرنے کے لیے کسی گروہ نے مہراب جمالی کو پیسے دے کر سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار اللہ ڈنہ کرد کے قتل پر آمادہ کیا ہو۔ یا ممکن ہے۔ خود انگریزوں کے جاسوسوں نے یہ حرکت کی ہو۔ اور اقدام قتل کے واقعہ کے بعد مہراب جمالی کو جب سردار ملا محمد اور سردار اللہ ڈنہ نے قتل کروا دیا۔ تو ممکن ہے یہ دونوں سردار جو امیر خداداد خان کے اشد مخالف تھے۔ انہوں نے یہ بیان مہراب جمالی کی طرف منسوب کر دیا ہو کہ امیر نے اُسے کہا تھا۔ کہ سردار اللہ ڈنہ کو قتل کر دے تاکہ یہ خبر انگریزی حکومت ہند کے نمائندہ کپتان ہریسن کے جو بلوچستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے بلوچستان آیا تھا۔ کانوں تک پہنچ جائے۔ کہ امیر بلوچستان امیر خداداد خان سرداروں کے خلاف کسی ہتھکنڈے کے استعمال سے دریغ نہیں کرتا۔ تاکہ اس خبر کے معلوم ہونے کے بعد انگریزی نمائندہ امیر خداداد خان سے مزید بدظن ہو جائے۔

باغبانہ میں سرداروں کا اجتماع

سردار ملا محمد رئیسانی، سردار نورالدین مینگل جام میر خان جام لس بیلہ اور جھالاوان کے دیگر سردار اور معتبرین چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر اور تین ضرب توپ کے ساتھ ۱۰ مئی ۱۸۶۹ء کو کپتان ہریسن سے قبل باغبانہ پہنچے ۱۲ مئی ۱۸۶۹ء کو کپتان ہریسن باغبانہ پہنچا۔

کپتان ہرلسن کا باغبانہ پہنچنا

جب ۱۲ مئی ۱۸۶۹ء کو کپتان ہرلسن باغبانہ پہنچا تو وہ سرداروں کے اس قدر کثیر اجتماع کو دیکھ کر گھبرا گیا اس نے یہ اندازہ لگایا کہ سردار اس طرح دباؤ ڈال کر امیر بلوچستان سے ناجائز مراعات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو اُس نے سرداروں سے ملنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں ڈر گیا کہ کہیں ملاقات نہ کرنے کی صورت میں قبائلی جوش انتقام میں آکر علاقہ میں لوٹ مار شروع نہ کر دیں بالآخر ہرلسن اُن سے ملاقات کرنے پر راضی ہو گیا۔

ہرلسن کی ملاقات پر سرداروں کے مطالبات

چنانچہ مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۶۹ء کو سردار ملا محمد رئیسانی سردار نورالدین مینگل جام میر خان جام لس بیلہ کپتان ہری سن سے مل کر مندرجہ ذیل مطالبات تحریری صورت میں اُسے پیش کر دیئے۔

۱۔ امیر بلوچستان امیر خداداد خان۔ امیر نصیر خان اول کے آئین اور رسم و رواج کے مطابق حکومت کرے۔

۲۔ خان اپنی فوج توڑ دے کیونکہ فوج کے لیے ان کی اراضیات کی پیداوار چھین لی جاتی ہے اور ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ اس طرح اُن کے اہل و عیال کو بھوکا رکھ کر محروم اور تباہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ سردار تاج محمد زرک زئی اور دیگر اُن تمام سرداروں کو جو امیر بلوچستان نے مارے ہیں امیر اُن کا خون بہا ادا کرے اور ان کی تمام منضبط جائیدادیں

کو واگزار کرے۔

۴۔ امیر بلوچستان اپنے خوردسال بیٹے جو سردار تاج محمد زرک زئی کا نواسہ ہے کو سردار زہری مقرر کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔

۵۔ حکومت بلوچستان کے لیے وزیر مقرر کرنے کا حق ہم سرداروں کو ہونا چاہیے۔

۶۔ موجودہ وزیر شاغاسی ولی محمد کو برطرف کر دیا جائے۔

۷۔ امیر چونکہ ہمارے وفاقیہ کے آئین کی خلاف ورزی کر کے ہمارا دشمن بن چکا ہے۔ لہٰذا آئندہ انگریزی حکومت کے معاہدات صرف ایک فرد امیر خداداد خان کے ساتھ نہ ہوں بلکہ امیر خداداد خان کے ساتھ بحیثیت سربراہ کانفیڈریسی معاہدات ہوں۔

۸۔ اگر امیر بلوچستان ان شرائط کو تسلیم نہیں کرتا تو ہم ان کو طاقت کے ذریعے بے تخت سے اُتار دیں گے۔

کپتان ہریسن کی قلات آمد

۱۸ مئی ۱۸۶۹ء کو کپتان ہریسن قلات پہنچا اُسی دن اُس نے امیر سے ملاقات کی امیر نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور امیر نے اُسے سرداروں کے ساتھ صلح کرانے کا اختیار دیا اور امیر بلوچستان نے ہریسن کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ سرداروں کو مطلع کرے کہ وہ صرف چند آدمیوں کے ساتھ قلات آجائیں امیر نے مزید ہریسن کو کہا کہ وہ سرداروں کی ان تمام خطاؤں کو معاف کر دیں گے اُن کی منضبط جائیدادیں واگزار کر دی جائیں گی چنانچہ ہریسن

نے سرداروں کو زہری کے مقام پر اطلاع دی۔ جو وعدہ کے مطابق کپتان ہریسن کے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

کپتان ہریسن کا پیغام بنام سرداران

چنانچہ کپتان ہریسن نے سرداروں کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو ہدایت کی کہ اگر وہ امیر کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر رضامند ہوں۔ تو اپنے بقایا لشکر کو منتشر کر کے صرف معدودے چند آدمیوں کے ساتھ قلات آئیں۔ اگر رضامند نہیں ہیں تو لوٹ مار سے گریز کریں۔

سرداروں کی ہٹ دھرمی

سرداروں نے کپتان ہریسن کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنے تمام لشکر کے ساتھ زہری سے قلات کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت سردار آزاد خان نوشیروانی بھی افغانستان سے خاران پہنچ چکا تھا وہ بھی خاران سے آکر زہری میں ان کے ساتھ ملا۔

شاغاسی ولی محمد وزیر کا کپتان ہریسن کو انتباہ

شاغاسی ولی محمد نے امیر کی طرف سے کپتان ہریسن کو کہا کہ وہ سرداروں کو لکھے کہ اگر وہ ایک قدم بھی قلات کی طرف آگے بڑھے تو نتائج کی تمام تر ذمہ داری سرداروں پر ہوگی اور صرف سرداروں کو دو دن کی مہلت دی جائے اس عرصہ میں یا تو صرف تین سو آدمیوں کے ساتھ قلات آجائیں یا منتشر ہو کر اپنے علاقوں

کو واپس چلے جائیں. کپتان ہریسن نے سرداروں کو ایسا ہی لکھا.

سرداروں کا جواب کپتان ہریسن کو

سرداروں نے کپتان ہریسن کو صرف اتنا جواب دیا ہمیں اُمیر بلوچستان کے وعدوں پر کوئی اعتبار نہیں اور سردار اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر کپوتو کے پہاڑوں پر جو قلات سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا مورچہ بندی کر کے بیٹھ گئے.

اُمیر بلوچستان اُمیر خداداد خان کا ردعمل

سرداروں کی اس ہٹ دھرمی کا یہ ردعمل ہوا کہ اُمیر بلوچستان نے شاغاسی ولی محمد اور داروغہ عطاء محمد کو حکم دیا کہ وہ فوج کے ساتھ مقام حسن لالو جو قلات اور کپوتو کے درمیان واقع ہے سرداروں کے لشکر کے عین سامنے مورچہ بند ہو جائیں.

کپتان ہریسن کا سرداروں کو انتباہ

اسی دوران کپتان ہریسن سرداروں کے پاس پہنچا اور ان کو خبردار کیا کہ اگر انہوں نے اپنا رویہ نہ بدلا تو ان کے ساتھ سخت سلوک کیا جائے گا.

سرداروں کا ردعمل

کپتان ہریسن کے سرداروں کو خبردار کرنے کے بعد سرداروں کے اوسان خطا

شاغاسی ولی محمد وزیر کبیر بلوچستان

ہو گئے۔ ایک گھنٹہ کی مہلت مانگ کر آپس میں صلح و مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے کپتان ہریسن کو اپنے موقف سے آگاہ کیا۔

سرداروں کا موقف

۱۔ ہم سردار فی الوقت فوج کو توڑنے اور شاغاسی ولی محمد کو وزارت سے معزول کرنے کا مطالبہ واپس لیتے ہیں۔

۲۔ امیر کے ساتھ نہ لڑنے کا وعدہ بھی کرتے ہیں بشرطیکہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کرے۔

کپتان ہریسن کا سردار ملا محمد کو لے کر قلات پہنچنا

دوسرے دن کپتان ہریسن صرف سردار ملا محمد رئیسانی کو لے کر امیر بلوچستان کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے مورخہ ۲۵ مئی ۱۸۶۹ء کو قلات پہنچا۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کپتان ہریسن اور سردار ملا محمد رئیسانی کی ملاقات

چنانچہ ۲۸ مئی ۱۸۶۹ء کو قلات میں امیر خداداد خان سے کپتان ہریسن اور سردار ملا محمد رئیسانی ملے۔ اور سردار ملا محمد سے امیر نے اردو میں گفتگو کی تاکہ ہریسن بھی ان کی گفتگو کو سمجھ سکے ملا محمد سردار نے ایک طویل فہرست پڑھ کر سنائی جو سرداروں کی شکایات کی فہرست تھی۔ اس درخواست شکایات میں اشتعال انگیز اور توہین آمیز باتیں بھی تھیں۔ لیکن امیر نے اپنے جذبات

پر مکمل قابو رکھا بعد ازآں نہایت متانت سے شکایات کی ہر ایک شق کا جواب دیتے ہوئے گویا ہوئے۔

۱۔ اگر آپ سردار کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو مہذبانہ طور طریقہ اختیار کرو آپ کے تمام وراثتی حقوق واپس کر دیئے جائیں گے۔

۲۔ انعامی جاگیریں بغاوت کے جرم میں ضبط کر لی گئیں ہیں اس صورت میں یہ جاگیریں واگزار کر دی جائیں گی کہ سردار اپنے اچھے چال چلن کا ثبوت دیں۔

۳۔ چونکہ سردار تاج محمد زرک زئی اور سردار محمد خان لہڑی جیل میں اپنی موت مرے ہیں۔ دیگر سردار میدان جنگ میں مرے ہیں ان کے لیے ایک پائی خون بہا نہیں دیا جائے گا۔

۴۔ آخر میں امیر بلوچستان نے کہا کہ اگر سردار پر امن اور نیک چلن رہیں گے تو انہیں کوئی خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر انہوں نے اسی طرح دھمکی آمیز طریقے اپنائے تو ہم اقتدار قائم رکھنے کے لیے ہر اقدام کرنے کے مجاز ہوں گے۔

سردار ملا محمد رئیسانی کی کیپو تو میں دیگر سرداروں سے حال واحوال

امیر سے ملاقات کے بعد سردار ملا محمد رئیسانی کیپو تو چلا گیا۔ اُسے امیر کی شرائط قبول کر کے صلح کرنی چاہیئے تھی۔ مگر سردار آزاد خان نوشیروانی اور جام میر خان جام لس بیلہ نے اُسے ایسا کرنے نہیں دیا۔

سرداروں کی امیر سے گفت و شنید کی ناکامی

جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ جب سردار ملا محمد رئیسانی بہ موجودگی

کپتان ہریسن امیر خداداد خان امیر بلوچستان سے مل کر واپس کپوتو پہنچا تاکہ دیگر سرداروں کو اپنی گفتگو اور مذاکرات سے جو اُن کے اور امیر خداداد خان کے درمیان ہوئے مطلع کرے مگر سردار ملا محمد رئیسانی سے حال و احوال کے بعد سردار آزاد خان نوشیروانی اور جام میر خان جام لس بیلہ نے اُن کو امیر خداداد خان سے سمجھوتہ کرنے کے لیے نہیں چھوڑا لہٰذا سرداروں اور امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

سرداروں میں پھوٹ

سردار ملا محمد رئیسانی سے حال و احوال کرنے کے بعد سردار اللہ ڈِنہ کرد وڈیرہ آدم خان بنگلزئی اور رئیسانی قبیلہ کے بعض معتبرین امیر بلوچستان کی شرائط قبول کر کے۔ سرداروں کے لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔

سرداروں کی ناکام واپسی

جب سرداروں نے امیر کی شرائط پر سمجھوتہ کے لیے آمادگی کا اظہار نہیں کیا تو کپتان ہریسن نے انہیں اطلاع دی کہ امیر بلوچستان کی فوج متعینہ زہری وہاں چارہ کی کمی کی وجہ سے براستہ کپوتو قلات آ رہی ہے۔ اگر سردار جنگ سے بچنا چاہتے ہیں تو کپوتو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں سردار جو پہلے پس و پیش کے عالم میں تھے کپتان ہریسن کی اس اطلاع سے بہت پریشان ہوئے اُسی دن کپوتو سے نکل گئے اور اپنے اپنے علاقوں کا رُخ کیا۔

جام میر خان جام لس بیلہ کی دوسری بغاوت

آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان کو ۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو اطلاع ملی کہ جام میر خان جام لس بیلہ، سردار نورالدین مینگل کی امداد سے پھر آمیر بلوچستان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا بندوبست کر رہا ہے اور ساتھ ہی انگریز نمائندہ سندھ کو بھی لکھا ہے کہ اگر آمیر سے ان کے حقوق نہ دلائے گئے تو وہ لڑ کر بزور شمشیر آمیر بلوچستان سے اپنے حقوق حاصل کر لیں گے

آمیر بلوچستان کو انگریزی نمائندہ کا مشورہ

جب میٹر ویدر کمشنر سندھ کو جام میر خان جام لس بیلہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے آمیر بلوچستان کو فوری طور پر مناسب کارروائی کی رائے دی۔

آمیر بلوچستان کی فوری کارروائی

آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان نے اپنے گذشتہ تجربات سے فائدہ اٹھا کر جام میر خان اور سردار نورالدین کو مزید جمع آوری لشکر کا موقع دیئے بغیر شاغاسی ولی محمد کو وڈھ اور بیلہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

کیچ کی سرحدات پر گڑبڑ

ان دنوں کیچ کی سرحدات پر سرہنگ ابراہیم خان کچھ گڑبڑ کر رہا تھا اس کی اطلاع تمام بلوچستان میں پھیل چکی تھی۔

شاغاسی ولی محمد کا وڈھ پر حملہ

چنانچہ شاغاسی ولی محمد نے جام میر جان اور سردار نورالدین کی توجہ ہٹانے کی غرض سے اپنی تیاریاں کچھ کی سرحدات پر ایران کے حملہ آوروں کی سرزنش و سرکوبی پر محمول کیں۔ انہوں نے دارو غہ عطا محمد کو ایک صد نفر پلٹن، پچاس سوار ایک ضرب توپ اور ایک ضرب غبارہ کے ساتھ کولواہ براستہ خضدار روانہ کیا شاغاسی ولی محمد خود ایک بڑے لشکر اور رسالہ کے ساتھ قلات سے خضدار روانہ ہوا خضدار سے شاغاسی ولی محمد نے مکران جانے کے لیے اپنا کیمپ نال بھیجا اور اُسی شام کو پیدل فوج کو وڈھ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا خود رسالہ کے ساتھ وڈھ پر شب خون مارنے چڑھ دوڑا سردار نورالدین خود وڈھ میں موجود نہ تھا لشکر جمع کرنے سارونہ چلا گیا تھا۔ شاغاسی نے وڈھ کے علاقہ کو مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو روندھ کر تہ و بالا کر دیا سردار کے شہر کو منہدم کر دیا اور مینگلوں کو عام لوٹ گھروں کو آگ لگا دی۔ مینگل اس قدر سراسیمہ اور پریشان ہوئے کہ کسی جگہ پر بھی وہ شاغاسی کی یلغار کا مقابلہ نہ کر سکے مینگلوں کی اس تاراج سے شاغاسی کو اپنی سپاہ کے لیے غلہ کا وافر ذخیرہ ہاتھ لگا۔

جام میر خان اور نورالدین کی صورتحال

جام میر خان اور سردار نورالدین بیلہ سے کچھ دور آگے بڑھے تھے کہ شاغاسی ولی محمد درہ لورالائی کے قریب مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو ترک بُر کے مقام پر اچانک ان پر ٹوٹ پڑا۔ شدت کا رن پڑا جس کے نتیجے میں سینکڑوں لاشیں

میدان میں چھوڑ کر جام میر خان اور سردار نورالدین کا لشکر شکست کھا کر تتر بتر ہو کر منتشر ہو گیا۔ وہ خود جان بچا کر بیلہ پہنچا شاغاسی ولی محمد نے اس کا تعاقب جاری رکھا۔ بیلہ کی حدود میں داروغہ عطا محمد میروانی اور بزنجو قبائلی لشکر اور اپنی فوجوں کے ساتھ شاغاسی ولی محمد سے آکر مل گیا۔

جام میر خان جام لس بیلہ کا انجام

جام میر خان نے جب دیکھا کہ شاغاسی ولی محمد اس دفعہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ تو اہل و عیال کو ساتھ لے کر بیلہ کے مشرقی کوہستان میں فرار ہو گیا اور وہاں سے مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو میجر ویدر کمشنر سندھ کے پاس جا کر فریادی ہوا میجر ویدر نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو کراچی طلب کرے جب جام میر خان کے اہل و عیال کراچی پہنچے تو میجر ویدر نے اُسے مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو گرفتار کر کے مع اہل و عیال کے ساتھ حیدرآباد سندھ میں نظر بند کیا۔

سردار نورالدین مینگل کا انجام

سردار نورالدین مینگل سارونہ کے پہاڑوں سے ہوتا ہوا سردار آزاد خان نوشیروانی کے ہاں پہنچ گیا مگر آزاد خان اُسے پناہ دے کر اپنے پاس نہ رکھ سکا۔ سردار نورالدین مینگل مجبوراً قندھار چلا گیا۔

شاغاسی ولی محمد کا لس بیلہ پر مکمل قبضہ

شاغاسی ولی محمد نے ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو لسبیلہ پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اور

وہاں پر ڈیرہ ڈالے پڑا رہا۔ شاغاسی ولی محمد کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں لشکر فوج اور رسالہ تھا جس کی وجہ سے بیلہ میں رسد اور چارہ کی قلت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ شاغاسی نے کچھی کے بلوچ لشکر کو واپس کر دیا داروغہ عطا محمد بھی امیر کے حکم سے اپنی زیر قیادت لشکر کے ساتھ قلات روانہ ہوا۔

شاغاسی ولی محمد کی واپسی بطرف قلات

آخرکار ۲ مارچ ۱۸۷۰ء میں شاغاسی ولی محمد بہ حکم امیر بلوچستان امیر خداداد خان شاغاسی غلام جان کو نوے سپاہی پلٹن کے ساتھ جو کمانی لشکر خان کے زیر کمان تھا اس بیلہ کا فوجی گورنر مقرر کر کے خود اپنے دیگر لاؤ لشکر کے ساتھ بطرف قلات روانہ ہوا اپنی جنگی کامیابیوں پر شادیانے بجاتے ہوئے منازل طے کرتے ہوئے مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء کو قلات پہنچا جس کے استقبال کے لیے تمام درباری زعما آئے۔

ایرانی حاکم سرہنگ ابراہیم خان کے بلوچستان کی سرحد پر حملے

سرہنگ ابراہیم خان۔ ایرانی بلوچستان میں حاکم تھا اور وہ بمقام بمپور رہتا تھا اس نے مورخہ ۱۳ جون ۱۸۶۹ء میں بلوچستان کی سرحد پر حملہ کر کے کیچ کے چند دیہات پر قبضہ کر لیا۔ سرہنگ کے ان اقدامات میں علاقہ کیچ کے بعض معتبرین کا ہاتھ بھی تھا۔ جنہوں نے سرہنگ سے سازش کر کے کیچ کے چند دیہات پر قبضہ کرنے کے لیے اُسے اُکسایا تھا۔

گورنر کیچ کی تدابیر

ان دنوں میں کیچ کا گورنر سردار فقیر محمد بزنجو تھا۔ اس نے کیچ کے گچکی سردار میر بائیان گچکی کو ایرانی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے کو کہا مگر سردار کیچ نے لشکر جمع کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک امیر بلوچستان نے اُسے کیچ کا گورنر مقرر نہیں کیا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں کسی کو بھی امداد دینے کے لیے تیار نہیں۔ لہٰذا اس صورت حال میں گورنر کیچ سردار فقیر محمد بزنجو نے اُمیر بلوچستان کو تفصیلی حالات لکھ بھیجے اور ان سے امداد طلب کی۔

داروغہ عطاء محمد کی مکران روانگی

اُمیر بلوچستان کے حکم سے ۲ دسمبر ۱۸۶۹ء کو داروغہ عطاء محمد دو سو سپاہی پلٹن ایک سو سوار رسالہ پچاس سوار عملہ۔ ایک ضرب توپ و ایک ضرب غبارہ ساتھ لے کر براستہ پنجگور کیچ کی طرف روانہ ہوا پنجگور میں چند دن قیام کے بعد داروغہ عطاء محمد کیچ کی طرف روانہ ہوا۔

بلیدہ کے نوشیروانیوں کی اطاعت

بلیدہ کے نوشیروانی گورنر کیچ سے سرکشی کر چکے تھے۔ لیکن جب داروغہ عطاء محمد ۱۲ دسمبر ۱۸۶۹ء میں بلیدہ پہنچے تو انہوں نے اطاعت پذیر ہو کر داروغہ عطاء محمد کے حکم سے اپنے دونوں قلعوں کو خالی کر دیا جس پر داروغہ عطاء محمد نے قبضہ کر کے اپنے فوجیوں کو متعین کر دیا۔

ہریسن کی مکران میں آمد

داروغہ عطا محمد بلیدہ میں تھا کہ اُسے قلات سے اطلاع دی گئی کہ کپتان ہریسن نمائندہ خصوصی انگریزی حکومت ہند ایران اور بلوچستان کے تنازعات کے سلسلے میں براستہ گوادر بندر مکران آرہا ہے۔ آپ اور گورنر کیچ سردار فقیر محمد اُن کے ساتھ رہیں اس اطلاع کے بعد داروغہ عطا محمد نے اپنی سپاہ کو کیچ روانہ کر دیا۔ اور صرف رسالہ کے پچاس سواروں کے ساتھ بلیدہ سے براہ راست گوادر بندر روانہ ہوا۔ سردار فقیر محمد بزنجو گورنر کیچ داروغہ عطا محمد سے قبل گوادر پہنچ چکا تھا۔

جمپور کانفرنس ۱۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو

کپتان ہریسن سردار فقیر محمد بزنجو گورنر کیچ۔ داروغہ عطا محمد مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۸۶۹ء کو گوادر سے بطرف جمپور روانہ ہوئے۔ جہاں پر انگریزی حکومت کا نمائندہ متعینہ ایران جنرل گولڈسمتھ اور حکومت ایران کے نمائندے مرزا معصوم خان پہلے پہنچ چکے تھے۔ ابراہیم خان سرہنگ بھی جمپور میں موجود تھا چنانچہ انگریزی حکومت کے نمائندوں جنرل گولڈسمتھ اور کپتان ہریسن کی نگرانی میں حکومت بلوچستان اور حکومت ایران کے نمائندہ کی کانفرنس مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا حکومت ایران کا نمائندہ کیچ کے اُن دیہات پر جن پر سرہنگ ابراہیم خان نے بزور قبضہ کیا تھا دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ اور حکومت بلوچستان کے نمائندے اپنے حق سے دستبردار نہ ہونے کے علاوہ اس تمام بلوچی علاقہ

کا مطالبہ کر رہے تھے جس پر اُس وقت ایرانی حکومت قابض تھی۔ لہذا کانفرنس برخواست ہوئی۔ کپتان ہریسن، گورنر سردار فقیر محمد بزنجو اور داروغہ عطاء محمد سرباز کے راستے تمپ پہنچے ہریسن کپتان یہاں سے بطرف گوادر گیا اور سردار فقیر محمد کیچ میں رہے۔

سمجھوتہ گوادر مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۹ء کو

بمپور کانفرنس کی ناکامی کے بعد جنرل گولڈ سمتھ نے آخر کار ایرانی نمائندہ مرزا معصوم خان کو کیچ بلوچستان کے متنازعہ دیہات سے دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا پھر اُسے ساتھ لے کر مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۹ء کو گوادر تک لے آیا مکران سے کپتان ہریسن کے بلاوے پر سردار فقیر محمد بزنجو گورنر کیچ داروغہ عطاء محمد، میر بائیان گچکی سردار کیچ اور میر گاجیان گچکی سردار پنجگور اکٹھے گوادر پہنچے۔ فریقین کے درمیان سمجھوتے پر سب کے دستخط کرائے گئے جسے جنرل گولڈ سمتھ اور کپتان ہریسن ساتھ لے کر دو دخانی جہاز میں بطرف کراچی روانہ ہوئے۔ مرزا معصوم خان گوادر سے ایران چلا گیا، سردار فقیر محمد بزنجو اور داروغہ عطاء محمد کیچ چلے گئے۔

سردار فقیر محمد بزنجو گورنر کیچ اور داروغہ عطاء محمد میں ناچاقی

داروغہ عطاء محمد جب کیچ آیا اس نے تمام معاملات ملکی اور مالیاتی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جو گورنر کیچ کے فرائض تھے اس سے سردار فقیر محمد بزنجو اور داروغہ عطاء محمد کے درمیان کشیدگی اور ناراضگی پیدا ہوگئی سردار فقیر محمد بزنجو

ایک مدبر اور تجربہ کار شخص تھا وہ امیر محراب خان ثانی امیر بلوچستان کے دورِ (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۹ء) حکمرانی سے کیچ کا گورنر چلا آرہا تھا۔ اس نے داروغہ علاؤ محمد سے کوئی جھگڑا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ نہایت خاموشی سے کیچ کا قلعہ خالی کرکے داروغہ علاؤ محمد کے حوالے کر دیا اور خود اپنے قبائلی علاقہ آواران اور جھاؤ چلا گیا۔ سردار فقیر محمد بزنجو کی سمجھداری سے کیچ میں کسی کو بھی یہ پتہ نہ چلا کہ گورنر کیچ سردار فقیر محمد بزنجو اور داروغہ علاؤ محمد کے درمیان کوئی رنجش واقع ہوئی ہے بلکہ لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ گورنر موصوف چونکہ بہت ضعیف العمر ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ زمام حکومت داروغہ علاؤ محمد کے سپرد کر رہے ہیں۔

افغان پناہ گزینوں کی آمد

۲۸ ردسمبر ۱۸۶۹ء کو سردار سرور خان افغان اور چند دوسرے سردار امیر شیر علی خان امیر کابل سے ناراض ہو کر بلوچستان کی حدود میں داخل ہو گئے۔ امیر بلوچستان نے ان کی بڑی خاطر مدارت کی لیکن افغان بلوچ معاہدہ کی رُو سے انہیں بلوچستان میں رہنے کی اجازت نہ دی لہٰذا یہ افغان پناہ گزین ایران چلے گئے۔

متھن کوٹ کانفرنس کی وجوہات

سندھ اور پنجاب کی سرحدات پر بلوچستان کی سرحدات سے متصل بلوچ قبائل کے آئے دن کی لوٹ مار کے واقعات سے متاثر ہو کر لارڈ میو وائسرائے ہند نے سندھ اور پنجاب کے انگریزی حکام کی ایک مشترکہ کانفرنس منعقد

کرانے کی ہدایت کر دی تاکہ اس کانفرنس میں امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کے درجہ اور بلوچ کانفیڈریسی کے ممبروں سے متعلق حکومت ہند کی آئندہ پالیسی مرتب کرنے کے لیے واضح تجاویز پیش کی جاسکیں۔

مٹھن کوٹ کانفرنس کا انعقاد

چنانچہ وائسرائے ہند کے حکم کے مطابق پنجاب اور سندھ کے انگریز افسروں کی یہ کانفرنس ۳ فروری ۱۸۷۱ء کو مٹھن کوٹ (ڈیرہ غازی خان) کے مقام پر منعقد ہوئی۔

امیر بلوچستان کے بارے میں سندھ اور پنجاب کے افسروں میں اختلاف رائے

اس کانفرنس میں امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی حیثیت کے بارے میں کمشنر سندھ اور افسرانِ پنجاب کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے حکومت پنجاب کی طرف سے لیفٹیننٹ گورنر ڈیوس نے اپنے دیگر انگریز افسروں کے ساتھ شمولیت کی تھی۔

حکومت پنجاب کے افسروں کی رائے امیر بلوچستان کے بارے میں

حکومت پنجاب کے انگریز افسروں کی یہ رائے تھی کہ امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی حیثیت ایک مطلق العنان حکمران کی نہیں بلکہ وہ بلوچ کنفڈریسی کا سربراہ ہے۔ اور وہ امیر کو اسی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔

بلوچستان میں براہ راست مداخلت کرنی چاہیئے

چونکہ اس وقت کانفیڈریسی کے تقریباً تمام ممبران مخالفت اور بغاوت پر کمربستہ ہو چکے ہیں اور تمام ملک میں ہمہ گیر بدامنی اور شورش بپا ہو چکی ہے جس کے اثرات سے پنجاب اور سندھ کی سرحدات تک محفوظ نہیں رہیں حکومت ہند کو عدم مداخلت کی پالیسی ترک کر کے بلوچستان کے معاملات میں براہ راست مداخلت کرنی چاہیئے۔

کنفیڈریسی کے سردار ممبران سے منصفانہ برتاؤ ہونا چاہیئے

تمام بلوچ سردار کنفیڈریسی کے ممبر ہیں۔ ان سے منصفانہ برتاؤ اور سلوک ہونا چاہیئے جو در حقیقت حق پر ہیں۔ بلوچ سردار کسی سخت اور متشدد حکومت کے مطیع نہیں ہو سکتے۔ پنجاب کے افسروں میں کرنل فیری سختی سے بلوچستان کے معاملات میں براہ راست مداخلت کرنے کے حق میں تھا۔ اُس کی رائے تھی کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ بلوچستان کی موجودہ حکومت کی امداد سے ہم اگر دست کش ہو جائیں یہ حکومت ایک دن بھی قائم نہیں رہ سکتی اِس لئے اس حکومت کے کردار کی تمام تر ذمہ داری ہم انگریزوں کی حکومت ہند پر عائد ہوتی ہے۔

حکومت سندھ کے افسروں کی رائے امیر بلوچستان کے بارے میں

مگر سر ولیم میر ویدر کمشنر سندھ بلوچستان میں عدم مداخلت کی پالیسی ترک

کرنے کے حق میں نہ تھا۔ اُس کی رائے میں سرداروں کی امداد کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہوگی یہ ایک ایسا اقدام ہوگا جو ہم کو براہ راست امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی مخالفت میں کھڑا کر دے گا۔ اور ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دے گا جن سے ہم پہلے کبھی دوچار نہیں ہوئے ہیں۔ اس وقت جو چند سردار جن کی آپس میں بھی ذاتی رقابتیں ہیں۔ طاقت کے لیے رسہ کشی کر رہے ہیں اور وہ ہر اس طاقت کے سامنے جھکنے کو تیار ہوں گے جو اُن کو ہم سے زیادہ قیمت پیش کرے گی۔ یہ ہمیشہ ہوا ہے اور ہمیشہ ہونا چاہیے۔ کہ جب تک امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات ایک آزاد اور خود مختار حکمران کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ ہم ان کے اثر کو بڑھائیں اور ان کے ملک میں ان کی طاقت کو مضبوط کریں اس وقت اُن شکایات اور اُن حرکتوں کا جو ان کے ملک کے بعض حصوں کے باغی رعایا ان کے خلاف کر رہی ہے۔ مناسب اور تسلی بخش طور پر سدباب کریں میری ویدر سمجھتا تھا کہ جب تک بلوچستان کی حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں ہے اور وہ ایک شخص حکومت برطانیہ کی خواہشات کے مطابق کام کرنے کا خواہشمند ہے۔ ہم کو اپنی اس سرحد کی حفاظت کی طرف سوچنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے جو فی الوقت ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر ایک دفعہ اس کی طاقت کو توڑ دیا گیا۔ اور ملک کئی چھوٹے چھوٹے سرداروں کے ہاتھ میں آگیا۔ تو ہمیں مداخلت کی پالیسی ملک کے لیے سمندر تک اختیار کرنی پڑے گی۔

کانفرنس کا انجام

آخر کار ایک طویل بحث و مباحثہ کے بعد سر ولیم میری ویدر کمشنر سندھ کی

رائے کو تسلیم کر کے یہ طے کیا گیا کہ۔

۱. کپتان سنڈیمن انگریزی حکومت کی طرف سے پنجاب کی سرحد سے متصل بلوچستان کی سرحد کے انچارج ہوں گے۔ اور اس کے تعلقات حکومت پنجاب کی بجائے حکومت سندھ کے ساتھ قائم ہوں۔

۲. جہاں تک ممکن ہو سکے ان تمام قبائل کے انتظامات جو امیر بلوچستان کو اپنا اقتدار اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں براہ راست قبائلی سرداروں کی بجائے امیر بلوچستان کی وساطت سے ہوں۔

۳. تمام معتبرین اور سرداروں کی تنخواہیں جو انگریزی حکومت کی طرف سے مقرر ہیں آئندہ امیر بلوچستان کے نام سے دی جائیں۔

انگریزی حکومت ہند کی قرارداد دربارہ پالیسی عدم مداخلت بلوچستان میں

چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو حکومت ہند نے ایک قرارداد کے ذریعے مٹھن کوٹ کانفرنس کی سفارشات کو منظور کر کے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو بلوچستان کا اقتدار اعلیٰ اور حکمران تسلیم کر لیا فی الوقت کانفیڈریسی کے نظریے کو رد کر کے عدم مداخلت کی پالیسی کو کچھ ترامیم کے ساتھ پھر تجربہ کرنے کا موقع دیا گیا۔

بلوچستان کی ۱۸۷۱ء میں سیاسی صورت حال

بلوچستان میں ۱۸۷۱ء میں بالکل سیاسی خاموشی رہی اور تمام سال پر امن

گزرا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سردار ملا محمد رئیسانی بھی سے بھاگ کر کوہستان مری میں ٹھہرا رہا۔ مریوں نے اُسے امیر بلوچستان کے خلاف مدد دینے سے انکار کیا۔ البتہ اُسے اپنے پاس بلوچی دستور کے مطابق رہنے دیا آخرکار سردار موصوف قندھار چلا گیا جام میر خان جام لس بیلہ مع اہل و عیال انگریزی حکومت کے پاس حیدرآباد سندھ میں نظربند تھا۔ بیلہ پر امیر بلوچستان کا نمائندہ شاغاسی غلام جان حکومت کر رہا تھا۔ سردار نورالدین مینگل بھاگ کر قندھار میں سردار ملا محمد رئیسانی سے جا ملا۔ سردار آزاد خان نوشیروانی خاران میں چپ اور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ مکران میں سردار فقیر محمد بزنجو اور دارو غہ عطا محمد امن قائم کر چکے تھے۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا مخالفین سے صلہ رحمی نہ کرنا

بلوچستان میں امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے دشمنوں کے قدم اکھڑ چکے تھے اس موقع پر جب کہ میدان ان کے ہاتھ میں تھا اگر وہ ذرا سکون اور حوصلے سے کام لیتے تو بلوچستان میں پھر کسی کو ان کے خلاف اُٹھنے اور بغاوت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی وہ قبائلی افراد اور ان کے معتبرین جو ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔ میر کو ان کے معتبرین کو تسلی و تشفی دینا چاہیئے تھا۔ اور ان کی چھوٹی موٹی خطاؤں سے درگزر کرنا چاہیئے تھا تاکہ وہ امیر کے صلہ رحمی کے مرہون منت ہو کر ان کے سایہ عطافت میں آکر رہتے۔ اور باغی سرداروں کی انگیخت پر کان نہ دھرتے اور گذشتہ تلخ کامیوں کو بھول جاتے ملک میں امن و امان قائم کرتے اور ایسی صورت حال میں جب کہ انگریزی حکومت کے نمائندے جو سندھ اور پنجاب سے متعلق تھے۔ وہ بلوچستان کی سیاست کو نہایت دقیق

نگاہوں سے اپنی سرحدات سے گھور رہے تھے۔ امیر خداداد خان کو ان حالات میں زیادہ محتاط اور چوکنا رہنا چاہیئے تھا۔ ہر قدم پر انہیں سیاست مداری سے کام لینا چاہیئے تھا۔ مگر اُنہوں نے ان حالات پر توجہ نہ دی۔ اُنہوں نے ان ناپید گھڑیوں پر ضرور توجہ دی۔ بدقسمتی سے بلوچ قبائل کے بڑے سرداروں اور امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے درمیان مخاصمت اور بدگمانی کی خلیج اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ فریقین بار بار ایک دوسرے کے ساتھ بلوچی عہد و پیمان کر کے پھر بھی ایک دوسرے پر بھروسا اور اعتماد نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے بہرحال ان میں بھروسہ کا فقدان تھا۔ بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ امیر خداداد خان طبعاً ضدی اور انتقام جو واقع ہوئے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کے دور حکومت میں آخری دن تک بغاوت کی آگ برابر سلگتی رہی۔

تاہم ان مورخین نے یک طرفہ رائے زنی کی ہے اور سرداروں کی روش کو یکسر نظر انداز کیا۔

اگر امیر خداداد خان متلون مزاج تھا تو سردار بھی اس بارے میں اُس سے کم نہ تھے۔ اگر امیر موصوف ضدی تھا۔ تو سرداروں میں بھی ضد کا مادہ کُھوٹ کُھوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سرداران قبائل ہر قومی مسئلہ اور معاملہ پر ضد کرتے تھے۔ اور بلوچی رواج کو درخور اعتنا نہ لا کر اپنی منشا کے مطابق معاملات کو طے کرنا چاہتے تھے۔ امیر خداداد خان کے علاوہ بلوچ قبائلی سردار بھی ضد، بغض اور دوسری بدگمانی کے شکار تھے۔ جس کا انجام یہ نکلا کہ سارے بلوچستان پر انگریزوں نے ۱۸۹۳ء میں مکمل قبضہ کر کے امیر خداداد خان کو تخت حکمرانی سے معزول کر

کے نظر بند کر دیا. اور ان کے ولی عہد شہزادہ میر محمود خان ثانی کو حکمران بلوچستان منتخب کر کے تمام زمام حکومت انگریزوں نے اپنے ہاتھ میں لی.

اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان کا قیام مستونگ

اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان ۱۸۷۱ء کے موسم بہار میں کچھی سے براستہ بولان مستونگ آئے اور یہاں پر کیمپ کیا. اُن کے ساتھ ایک بہت بڑا عملہ سپاہ اور لشکر تھا. ان کے علاوہ مال مویشیوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ساتھ تھی کئی زمینداروں کی زمینیں ضبط کی گئیں جن کو شیر دل خان نے دی تھیں ان کی اراضیات گذشتہ آمدنی کے ساتھ واپس لے لی گئیں سرداروں معتبرین اور معززین سے زمینوں کی ملکیت کی سندیں طلب کی گئیں جو سند نہ دکھا سکا اس کی زمین لے لی گئی. اس گیر و دار کے دوران سراوانی قبائل پہلے سے ڈرے سہمے ہوئے تھے. اُمیر کے مستونگ میں قیام کے دوران ان کے عملہ اور ملازموں کے مطالبات سے اور زیادہ پریشان ہوئے آخر کار آپس میں مل کر اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچنے لگے.

سیّد علی محمّد شاہ کا مواخذہ

سیّد علی محمد شاہ مستونگ کا ایک مشہور و معروف سیّد تھا اس سیّد نے اُمیر شیر دل خان کے دور حکومت میں اُمیر خداداد خان کے خلاف بڑی سرگرمی دکھلائی تھی اور اُمیر شیر دل خان کا وزیر بھی رہ چکا تھا. اُمیر خداداد خان نے اُس سے اُمیر شیر دل خان کے دور حکمرانی کا مالیہ کا حساب طلب کیا. حسابات کی پڑتال کے

بعد اُس پر آٹھ ہزار روپے غبن برآمد ہوئے۔ امیر خداداد خان کو اطلاع دی گئی کہ سید محمد علی شاہ کے پاس امیر شیر دل خان کی مُہر کردہ ایک ایسی سند بھی ہے کہ امیر شیر دل خان نے شال کوٹ کا علاقہ امیر کابل کے حوالے کیا ہے۔ امیر نے اُس سے اِس سند کا مطالبہ کیا سید نے سند کے دینے میں لیس و پیش کی تب اُسے گرفتار کیا گیا مطلوبہ سند اس کے گھر سے برآمد ہوئی اور آٹھ ہزار روپے غبن کے بھی اُس سے وصول کئے گئے۔

سید علی محمد شاہ کی گرفتاری پر ردِ عمل

سراوان کے سرداروں پر سید علی محمد شاہ کا بہت اثر تھا جب امیر خداداد خان نے اُسے گرفتار کیا۔ تو سرداران سراوان تمبے برہم ہوئے بالخصوص سردار جہانگیر خان لہڑی جو سردار ملا محمد رئیسانی کے بعد سراوان کے سرداروں کا سب سے زیادہ با اثر شخص تھا سرگرم ہوا۔

سردار سید خان محمد شہی سے باز پرس

سردار سید خان محمد شہی بھی مستونگ میں بہ دوران حکومت امیر شیر دل خان بڑے عہدے پر رہا تھا لہذا امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے سید علی محمد شاہ کے بعد سردار سید خان محمد شہی سے بھی مالیہ کے حساب کا مطالبہ کیا لیکن سردار سید خان محمد شہی نے جب حالات کو اپنے خلاف پایا تو روپوش ہو گیا اور امیر بلوچستان کے ہاتھ نہ آیا۔

سراوان کی بغاوت

جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جب امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے ۱۱ مارچ ۱۸۷۱ء کو مستونگ میں قیام کیا۔ اور دوران قیام بعض سرداروں و معتبرین قبائل سے سخت سلوک کیا۔ اس سے سردار متاثر ہو کر امیر کے خلاف پھر منظم اور مجتمع ہوئے۔

حالانکہ امیر خداداد خان۔ بعض افراد پر دوران قیام مستونگ سختی کرنے پر حق بجانب تھا کہ انہوں نے سرکاری اراضیات کو غصب کیا تھا اور امیر شیر دل خان کے دور حکمرانی میں سرکاری عہدے دار کی حیثیت سے مالیہ کی بڑی بڑی رقومات کو خورد برد کیا تھا۔ دیگر سردار جو مجرم نہ تھے ان کو امیر خداداد خان کی ان کارروائیوں پر برہم نہیں ہونا چاہیئے تھا کیونکہ یہ تو حکومتی دستور ہوتا ہے کہ خائن اور غاصب لوگوں سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ سرداروں کو امیر خداداد خان سے اس قدر عداوت تھی کہ وہ ان کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے کسی نہ کسی جواز کی تلاش میں رہتے تھے "اونگھتے کو ٹھیلے کا بہانہ" کے بمصداق سرداروں کو امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے خلاف صرف بغاوت کرنے کے لیے تھوڑے سے بہانے کی تلاش ہوا کرتی تھی۔

باغیوں کے سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار نورالدین مینگل کو جو اب تک قندھار میں تھے پیش آمدہ واقعات و حالات سے اطلاع دے کر مشورہ طلب کیا۔ اُن دونوں نے انہیں امیر کے خلاف مسلح بغاوت برپا کرنے کی

ترغیب دی۔ اور ان کی امداد کو پہنچنے کا فوری طور پر وعدہ بھی کیا۔

باغی سرداروں کا مستونگ پر قبضہ

چنانچہ ۶ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو سید خان محمد شہی سردار، سید خان تنگل زئی اور مبارک خان شاوانی کی سرکردگی میں مستونگ پر اچانک حملہ کر کے اُس پر قبضہ کیا گیا۔ امیر کے حاکم مستونگ نبی بخش کو گرفتار کیا گیا۔ امیر کے دو سو گھوڑوں کے گلہ گوسفندوں کے کئی ریوڑوں پر باغیوں نے قبضہ کیا

شالکوٹ پر باغیوں کا قبضہ

۷ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو میر مبارک خان شاوانی نے اپنے لشکر کے ساتھ مستونگ سے آگے بڑھ کر شالکوٹ پر قبضہ کیا۔

امیر خداداد خان کے خلاف عام بغاوت کی وجوہات

امیر بلوچستان اور بلوچ سرداروں کے درمیان انگریزوں کی حکومت ہند کے افسروں نے اُس دن سے مخالفت کی ایک چنگاری پھینکی تھی جبکہ اُنہوں نے غازی امیر نصیر خان ثانی کو باضابطہ فوج رکھنے کی رائے دی تھی انگریزوں نے ایک طرف تو امیر بلوچستان کو باضابطہ فوج رکھنے کی تجویز دی۔ دوسری طرف سرداروں کے کان بھرنے شروع کئے کہ امیر بلوچستان باضابطہ فوج رکھ کر ان کے حقوق اور اختیارات سلب کرنا چاہتے ہیں۔

غازی امیر نصیر خان ثانی چونکہ قبائل میں زیادہ ہر دلعزیز تھے سرداروں

کے ساتھ برتاؤ میں نرم بجیدہ، مخلص اور بے شکوہ تھے لہذا سرداروں کے دل سے یہ شک جلد رفع ہوگیا۔ اور انہوں نے اس دوران انگریزوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں پر دھیان دینا چھوڑ دیا۔ مگر جب امیر خداداد خان برسر اقتدار آئے اور ان کے ابتدائی دور حکمرانی سے سرداروں کے ساتھ ان بن شروع ہوگئی اس صورت حال سے انگریزوں نے فائدہ اٹھایا سرداروں کی بیٹھ پر تھپکی دی سرداران افسروں کے ہتھے چڑھ گئے نتیجہ یہ نکلا کہ عرصہ سے راکھ میں دبی ہوئی چنگاری سے آگ کے وطن سوز شعلے نکلنے لگے۔

ہمہ گیر بغاوت کے منابع ثلاثہ

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے دور حکومت میں بغاوت کے منابع کو ہم نے منابع ثلاثہ کا نام دیا ہے۔ کیونکہ ان تین وجوہات نے لکھٹے ہو کر جذبہ عام بغاوت کو جنم دیا ہے منابع ثلاثہ کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ ہندوستان کی انگریزی حکومت کے افسروں کا بلوچستان کے قبائلی سرداروں کو یہ انگیخت دینا کہ امیر بلوچستان فوج کے ذریعے اُن کے حقوق واختیارات سلب کرنا چاہتا ہے

۲۔ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی ضدی طبیعت جس میں لچک بالکل نہیں تھی۔

۳۔ بلوچستان کی حکومت کے عمّال کی بے راہ روی اور خودسری۔

لہذا مندرجہ بالا ان تین وجوہات کی وجہ سے یہ بغاوت جو سراوان سے شروع ہوئی تھی رفتہ رفتہ تمام بلوچستان میں پھیل گئی۔

وجہ بغاوت کی تفصیلات

بغاوت کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

۱۔ چونکہ امیر بلوچستان نے قبائلی لشکر کی بجائے باضابطہ فوج رکھی فوج کے اخراجات بہت بڑھ گئے تھے حکومت بلوچستان معمولی معمولی باتوں پر لوگوں سے بڑے بڑے جرمانے وصول کیا کرتی تھی۔

۲۔ امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے ہزاروں کی تعداد میں اونٹ، گھوڑے خچر، مویشی پال رکھے تھے۔ ان کے کارندے قبائل کی فصلوں میں ان جانوروں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیتے تھے۔

۳۔ امیر نے سرداروں اور انعام خوروں سے غمی اور انعامی اراضیات کی سندیں طلب کرنا شروع کی تھیں اُن کے خیال میں انعام خوروں نے بیشتر سرکاری اراضیات کو خرد برد کر کے اپنی جاگیروں میں ملا دیا ہے۔

۴۔ امیر نے اپنے لاتعداد مویشیوں کے لیے مستونگ کی کاریزوں پر ترنگڑ کے نام سے ایک نیا ٹیکس لگایا تھا یہ ٹیکس ہر ایک کاریز سے ہر چار دن بعد ایک ترنگڑ کے حساب سے لیا جاتا تھا لیکن ترنگڑ کا کوئی وزن مقرر نہیں تھا امیر کے داروغے اپنی مرضی کے مطابق ترنگڑ کا وزن مقرر کرتے تھے زمینداروں نے اس ٹیکس کے بارے میں کئی بار احتجاج کیا، مگر اُن کو دبایا گیا۔

۵۔ امیر نے درۂ بولان میں قافلوں کی آمد و رفت کو بہت بڑی حد تک روک دیا تھا کیونکہ درۂ بولان میں سے گزرنے والے قافلوں سے وصول کردہ محصول میں سراوان کے سرداروں کا بھی حصہ تھا۔ امیر نے بولان کی بجائے

درہ (راج راہ) جھالاوان کو تجارتی کاروانوں کے لیے مخصوص کر دیا تھا (راج راہ) درے کا چنگی محصول خالص امیر بلوچستان کا تھا۔

۶۔ بلوچستان کی حکومت بلوچ قبائلی عصبیت پر قائم تھی مگر امیر خداداد خان نے بلوچ اہل کاروں کو ملازمتوں سے محروم کر دیا تھا۔ ان کی بجائے خانہ زاد اور غلام ملازم اور عہدیدار مقرر کر دیئے تھے۔ جو لوگوں سے سختی اور درشتی سے پیش آتے تھے۔

۷۔ میر کمال خان الٹازئی کی جاگیر پر جس کی ملکیت کا جام میر خان جام لس بیلہ دعوے دار تھا امیر نے قبضہ کیا جس کی وجہ سے میر خان ناراض بلکہ امیر کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔

۸۔ سردار میر آزاد خان نوشیروانی کی بیٹی غازی امیر نصیر خان کی بیوہ تھیں جس کے بازو کو امیر خداداد خان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس وجہ سے سردار موصوف امیر سے ناراض ہو کر ہمیشہ اُن کے مخالفین کا ساتھ دیتا تھا۔

۹۔ بغاوتوں کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انگریزی حکومت امیر بلوچستان امیر خداداد کی ہر پالیسی کو ناکام بنانے کی کوشش کر کے (عدم مداخلت) کی پالیسی کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُس کے افسر سرداروں کے ساتھ خفیہ ریشہ دوانیوں میں ملوث تھے۔ اور اُن کو امیر بلوچستان کے خلاف ہر معمولی بات پر اکساتے تھے۔ اور ان کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے تھے: تاکہ عدم مداخلت کی پالیسی ناکام ہو جائے۔

شاغاسی ولی محمد کی بطرف مستونگ روانگی

جب امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو مستونگ پر سراوان کے سرداروں کے قبضے کی اطلاع ملی جنہوں نے مستونگ پر ۷ اکتوبر ۱۸۷۱ء میں قبضہ کیا تھا تو انہوں نے دوسرے دن شاغاسی ولی محمد کو پلٹن اور رسالہ کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کے لیے مستونگ روانہ کیا جب شاغاسی ولی محمد منگوچر پہنچا، تو باغیوں کو اطلاع مل گئی کہ شاغاسی آرہا ہے۔

بدرنگ کے مقام پر لڑائی

جب باغیوں کو پتہ چلا کہ شاغاسی ولی محمد آرہا ہے انہوں نے مورخہ ۸ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو اسی بہادر اور لڑا کے گھوڑ سواروں کو شاغاسی کے کیمپ پر شبخون مارنے روانہ کر دیا مگر شاغاسی نے منگوچر میں کیمپ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اپنا سفر جاری رکھا (بدرنگ) کے مقام پر باغیوں کے شب خون دستہ کو شاغاسی کے بڑھے چلے آنے کی اطلاع ہوئی اُس نے آگے جانے کو مناسب خیال نہ کیا اور وہیں اپنے گھوڑوں پر سوار شاغاسی کی فوج کے انتظار میں پہاڑ کے درّوں میں چھپے بیٹھے آدھی رات کو رسالہ بدرنگ کے اس مقام پر پہنچا جہاں باغیوں کا شب خون دستہ چھپا ہوا تھا۔ رسالہ بے خبری کے عالم میں آرہا تھا کہ اچانک پہاڑ کے درہ سے باغی نکل کر اُس پر ٹوٹ پڑے رسالہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاکر اپنے زخمیوں اور لاشوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر پراگندہ حالت میں منگوچر کی طرف بھاگ گیا شاغاسی ولی محمد کو جب رسالہ کے شکست کی اطلاع ہوئی وہ جہاں تھا

وہیں ٹھہر گیا۔ باغیوں کا شب خون دستہ رسالہ کو شکست دینے کے بعد مستونگ چلا گیا۔

کھڈ مستونگ کے سر کمان کے مقام پر جنگ

دوسرے دن ۹ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو رسالے کی شکست خوردہ سواروں کو جمع کر کے شاغاسی آگے بڑھا دوسری طرف سے باغی سرداروں کا کمان افسر سردار جہانگیر خان لہڑی اپنے لشکر کے ساتھ مستونگ سے آگے نکل آیا سر کمان کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ شاغاسی نے توپوں کے گولہ باری سے جنگ کا آغا کیا لیکن باغیوں نے توپوں کی گولہ باری اور بندوقوں کی گولیوں کی بوچھاڑ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تلواریں نکال کر حملہ کر دیا۔ ہر چند کہ توپوں کے گولوں نے ان کے پرخچے اڑائے مگر بہادر باغیوں کے قدم نہ رکے یہاں تک کہ شاغاسی کی سپاہ کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے دست بہ دست لڑائی ہوئی۔ ان واحد میں سرکاری سپائیوں کو کاٹ کر رکھ دیا سب سے پہلے رسالہ بھاگ گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی عملہ کے سوار بھی فرار ہو گئے آخر کار ملیشہ اور لشکر جس میں زیادہ تر مینگو چر کے لانگو شامل تھے منتشر ہو کر بھاگ نکلے

شاغاسی ولی محمد کا گرفتار ہونا

شاغاسی ولی محمد باغیوں کے گھوڑا سواروں کے نرغے میں آ گیا لیکن بہادری سے لڑتا رہا۔ بالاچ نامی ایک لہڑی نے اس کے سر اور کندھوں پر تلوار سے کئی زخم پہنچائے اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا۔ اور شاغاسی زخموں سے چور زمین پر جا گرا۔ باغیوں نے بڑھ کر اُس کی مشکیں کس لیں میدان جنگ

باغیوں کے ہاتھ رہا اس وقت سوائے ایک توپ کے جس پر توپ باشی ساکت کھڑے تھے میدان جنگ میں لاشوں اور زخمیوں کے بغیر کوئی متنفس باقی نہ رہا شاغاسی ولی محمد کو گرفتار کر کے باغی خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے چنانچہ اسے آگے رکھ کر ایک جم غفیر کی صورت میں جس میں سردار جہانگیر خان لہڑی اور دوسرے نامور سردار آگے آگے تھے اس توپ کی طرف بڑھے جس پہ توپ باشی ساکت کھڑا تھا توپ چھروں سے بھری ہوئی تھی لیکن باغیوں کا خیال تھا کہ شاغاسی ان کے ساتھ گرفتار حالت میں ہے لہذا توپچی توپ کو نہیں داغیگا۔ جونہی باغیوں کا یہ جم غفیر خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے توپ سے پچاس گز کے فاصلہ پہ پہنچا تو شاغاسی ولی محمد نے جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور سب سے آگے پیدل چل رہا تھا اچانک توپ باشی کو توپ داغ دینے کا حکم دیا۔ اور خود چابک دستی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ توپ باشی جو تیار کھڑا تھا اس نے چشم زدن میں توپ داغ دی آن واحد میں فتح مند باغیوں کی بیسیوں لاشیں لوٹن کبوتروں کی طرح میدان جنگ میں تڑپنے لگیں آن کی آن میں جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ باغیوں کے نامی گرامی سردار اور لیڈر مثلاً سردار جہانگیر خان لہڑی' سید خان بنگل زئی شربت خان بنگل زئی اور مبارک خان شاوانی مارے گئے۔

شاغاسی ولی محمد کی فتح یابی

توپچی کے کمال تدبر سے سرکاری فوجوں کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی اس جنگ میں سرکاری افواج کے افسران مجق ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

توپ خانے کا کمانڈر شیر خان رسالدار حیات خان سردار رحیم داد لانگو اور سردار قیصر خان دینارزئی فوجی کافی مرے اور زخمی ہوئے اسی اثنا میں امیر کے رسالے کا دستہ جو بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گیا تھا۔ واپس میدان جنگ پہنچا اور دور دور تک باغیوں کا تعاقب کرتا رہا۔ اس جنگ کو کھڈ مستونگ کی جنگ کہتے ہیں کیونکہ یہ جنگ کھڈ مستونگ کے مقام سرکمان پر مورخہ ۹ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو لڑی گئی۔

سردار جہانگیر خان لہڑی کی جامہ تلاشی

اب میدان جنگ شاغاسی ولی محمد کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے سردار جہانگیر خان لہڑی کی جامہ تلاشی لی اس کی جیب سے سالو خان رئیسانی کے نام سردار ملا محمد رئیسانی کا ایک خط برآمد ہوا جس میں یہ تحریر تھا "بغاوت کے منصوبوں کو بروئے کار لانے کے لیے دولت اور مواقع کی ضرورت ہوتی ہے ان چیزوں کی قلت کی وجہ سے میں قندھار میں سکونت رکھنے پر مجبور ہوں اگر آپ سب لوگ مجھ سے اشتراک عمل کریں گے تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس خط میں سردار ملا محمد رئیسانی نے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ ہم نے اللہ داد خان پسر نائب محمد امین کو امیر کابل کی خدمت میں کابل بھجوا دیا ہے۔ اور اب ہم نتائج کا انتظار کر رہے ہیں اگر آپ نے کوئی انتظام کیا ہے تو اطلاع دیں کہ آپ کے رفقاً کون کون ہیں اور آیا یہ بغاوت شال مستونگ یا کچھی سے شروع ہوگی اور یہ کب ہوگی میں فوراً شامل ہو جاؤں گا مجھے ان سرداروں کے نام لکھیں جو اس میں متحد ہیں آیا سردار جہانگیر خان لہڑی اور سید علی محمد شاہ بھی اس خیال سے متفق ہیں سردار ملا محمد نے ہدایت کے طور پر اسی خط میں یہ مشورہ بھی دیا تھا۔ اس بغاوت کو ترتیب دینے میں

تساہل سے کام نہ لیں اور حکومت افغانستان کی امداد پر بھروسہ بھی نہ رکھیں آمیر سے ہمیں کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور یہ بھی اطلاع دیں کہ شاغاسی ولی محمد اور امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے تعلقات کیسے ہیں"۔

شاغاسی کا مستونگ پر قبضہ

کھنڈ مستونگ سرکان کے مقام پر باغیوں کو شکست دینے کے بعد شاغاسی ولی محمد اپنے لشکر کو جمع کر کے مستونگ کی طرف اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ باغی شاغاسی کے پہنچنے سے قبل مستونگ خالی کر کے کچھی کی طرف نکل گئے تھے چنانچہ شاغاسی نے مستونگ پر ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو بلا مزاحمت قبضہ کر لیا۔

باب دہم

نرنک کی دوسری لڑائی

مستونگ میں اپنے ساتھیوں سمیت باغی سردار اور قبائل نرنک کے مقام پر پھر جمع ہوئے۔ شاغاسی کو جب اطلاع ہوئی تو مستونگ میں ٹھہر کر اپنے زخموں کا علاج کرانے کی بجائے اس نے باغیوں کی سرکوبی کو مقدم سمجھا چنانچہ اُسی وقت رسالہ اور فوجی عملہ کو لے کر نرنک کی طرف روانہ ہوا۔ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۱ء میں راتوں رات نرنک پر چڑھائی کر دی اور بے خبری کی حالت میں باغیوں کو گھیر لیا فریقین کے درمیان مختصر سی لڑائی ہوئی باغی شکست کھا کر مع اہل و عیال ناگاہو پہاڑ کی طرف فرار ہو گئے۔

کوندلان کی لڑائی

باغی اپنے اہل و عیال کو ناگاؤ پہاڑ پر محفوظ مقامات میں چھوڑ کر پھر کوندلان کے مقام پر جمع ہونا شروع ہوئے شاغاسی ولی محمد جاب تک نرنک میں ہی تھا

آگے بڑھ کر اُنہیں پوری طرح سنبھلنے اور جمع آوری کا موقع دینے سے پیشتر مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو مہازرت پیش کی باغی ڈٹ کر لڑے چونکہ ان کی تعداد کم تھی زیادہ دیر تک شاغاسی کا مقابلہ نہ کر سکے آخرکار پسپا ہو گئے اور کوہ منداری کی طرف نکل گئے یہاں سے واپس شاغاسی ولی محمد مستونگ پہنچا اور اپنے زخموں کا علاج کراتا رہا۔

باغیوں کا کچھی پر قبضہ

شاغاسی ولی محمد نے جب مستونگ میں اپنے زخموں کا علاج کرانے کے لیے قیام کیا تو باغیوں کو اپنی طاقت کو مجتمع کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا چنانچہ انہوں نے بہت جلد ایک لشکر جمع کر کے ڈھاڈر پر مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو حملہ کیا ڈھاڈر کا حاکم ولی محمد تین دن تک باغیوں کا مقابلہ کرتا رہا چوتھے دن اُسی کی پلٹن کے غیر ملکی سپاہی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ولی محمد حاکم ڈھاڈر کو باغیوں نے پکڑ کر زندہ جلا دیا ڈھاڈر فتح کرنے کے بعد باغی بلا مقابلہ آگے بڑھتے گئے بھاگ کوٹڑہ گنداواہ پر بھی قابض ہو گئے اب تمام علاقہ کچھی انکے قبضے میں تھا جس کو انہوں نے جی بھر کر لوٹا اور تاخت و تاراج کیا

سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار نورالدین مینگل کی بلوچستان آمد

جن دنوں کھڈ مستونگ کی لڑائی ہوئی تو سردار ملا محمد رئیسانی اور سردار نورالدین مینگل قندھار سے امیر شیر علی خان سے ملنے کابل گئے ہوئے تھے واپسی پر جب انہیں سراوان کی بغاوت اور جنگ و جدل کی اطلاع ملی تو وہ فوراً

قندھار سے بلوچستان روانہ ہوئے سردار ملا محمد کچھی پہنچا جہاں باغی اُس کے منتظر تھے سردار نورالدین براستہ خاران جھالاوان پہنچا۔

کچھی پر حملے کی تدابیر

ساراوان سے بغاوت کی جو چنگاری پھوٹی تھی۔ وہ اب جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک میں پھیل رہی تھی۔ اس آگ کو جلد از جلد بجھانے کی ضرورت تھی چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ باغیوں کو سختی سے کچلنے کے لیے امیر بلوچستان خود میدان جنگ میں نکل آئے۔ یہ طے کیا گیا کہ امیر بلوچستان اپنے حرم کو قلات میں سردار رحمٰن خان ذکر مینگل اور سردار قیصر خان موسیانی کے پاس جو امیر بلوچستان کے حمایتی اور وفادار تھے ان کے قبائلی لشکر کے ساتھ قلات میں چھوڑا جائے اور امیر بلوچستان بذات خود باغیوں کی سرکوبی کے لیے کچھی پر چڑھائی کریں لیکن مستونگ سے شاغاسی ولی محمد کے واپس پہنچنے پر امیر بلوچستان کو اپنا یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔

کچھی میں صورت حال

سردار ملا محمد رئیسانی کے کچھی پہنچنے سے باغیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہونے لگا۔ اس وقت تقریباً چار ہزار کے قریب مسلح لشکر سردار ملا محمد کی قیادت میں جمع ہو چکا تھا۔ سردار نورالدین کے وڈھ پہنچنے پر جھالاوان سے مزید لشکر کی قوی اُمید تھی۔

محمد خان وکیل کا کچھی پر حملہ کرنے کی غرض سے روانگی

امیر بلوچستان نے شاغاسی ولی محمد کے مشورہ سے ۲ دسمبر ۱۸۷۱ء کو محمد خان وکیل کو چھ سو نفر پلٹن اور سردار قیصر خان موسیانی کی قیادت میں تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر دے کر باغیوں کے مقابلہ پر کچھی روانہ کر دیا۔

امیر بلوچستان نے انگریزوں سے امداد کا مطالبہ کیا

سراوان کی بغاوت سے بلوچستان میں امن وامان کی صورت حال اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے انگریزوں سے امداد طلب کی مگر انگریزوں نے امیر کو کوئی امداد نہ دی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس خانہ جنگی کی خفیہ طور پر خود انگریزی حکومت پشت پناہی کر رہی تھی، تاکہ اُسے بلوچستان پر مکمل قبضہ کرنے کا فوری طور پر موقع فراہم ہو جائے۔ بھلا انگریز کیسے امیر بلوچستان کو فوجی امداد دیتے جس کی وجہ سے یہ خانہ جنگی ختم ہو جاتی اور ملک میں دوبارہ امن وامان قائم ہو کر بلوچستان پر انگریزوں کا قبضہ کھٹائی میں پڑ جاتا تھا۔

محمد خان وکیل کی زہری میں آمد

محمد خان وکیل اور سردار قیصر خان موسیانی پلٹن اور لشکر کے ساتھ مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۷۱ء کو زہری آئے۔ انہوں نے میر گوہر خان زرک زئی سے امداد طلب کی۔ میر گوہر خان زرک زئی نے امداد دینے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ امیر اُسے قبیلہ زہری کا سردار مقرر کرے اور جھالاوان کی سرداری کا

یرک اس کے حوالے کرے. تب وہ اُمیر کی حکومت کو تسلیم کرے گا. اُمیر نے میر گوہر خان کی ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا.

میر گوہر خان زرک زئی کی درہ مولا کی ناکہ بندی

جب اُمیر نے میر گوہر خان کی ان شرائط کو نہیں مانی. سردار نورالدین مینگل کے واپس جھالاوان پہنچنے سے میر گوہر خان کی پوزیشن کو تقویت مل چکی تھی اُس نے علی الاعلان بغاوت کا اعلان کر دیا. اور درہ مولا کی ناکہ بندی کر کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا. اور رسل و رسائل کے تمام راستوں کو مسدود کیا میر گوہر خان کی شورش کی خبر پا کر اُمیر نے قلات سے سردار رحمان خان ذگر مینگل کو لشکر اور رسالہ کا ایک دستہ دے کر زہری مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۱ء کو بھیجا میر گوہر خان نے ایک تنگ درہ میں راستہ روک کر مبازرت پیش کی ایک مختصر لڑائی کے بعد میر گوہر خان زرک زئی شکست کھا کر سردار نورالدین مینگل کے پاس وڈھ چلا گیا. سردار رحمن خان نے زہری پر قبضہ کیا اور اُس کا انتظام سنبھالا.

وکیل محمد خان کا کچھی میں داخلہ

چنانچہ محمد خان وکیل کچھی کی حدود میں ۱۶ دسمبر ۱۸۷۱ء کو داخل ہوا تو باغیوں کا لیڈر میر سمندر خان لہڑی گنداوہ اور کوٹڑہ میں مقیم تھا. اُس کے مقابلہ کو نکلا.

وکیل محمد خان کا باغیوں کو شکست دینا

چنانچہ ناگری کے مقام پر وکیل محمد خان اور باغی آمنے سامنے ہوئے اور تین

نواب محمد عمان شیخ وگیزی۔ امیر بلوچستان، سرحد، سندھ

دن تک بندوقوں کی لڑائی ہوتی رہی۔ تیسرے دن میر سمندر خان لہڑی مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۸۷۱ء کو شکست کھا کر بھاگ کی طرف پسپا ہوا۔ محمد خان وکیل نے کوٹڑو اور گنداوہ پر قبضہ کیا اس وقت تمام باغی سردار سردار ملا محمد رئیسانی کی قیادت میں بھاگ اور شہر جلال خان کے درمیان قلعہ شیر خان میں جمع تھے۔

سردار ملا محمد رئیسانی کی صلح کی سلسلہ جنبانی

محمد خان وکیل گنداوہ سے روانہ ہو کر جلال خان پہنچا۔ تو سردار ملا محمد کے پاس اگرچہ ایک بہت بڑا باغی لشکر جمع ہو چکا تھا۔ مگر وہ مقابلہ سے گھبرا گیا اور میر زنگی رئیسانی کو محمد خان وکیل کے پاس بھیجا اور صلح کی درخواست کی چونکہ محمد خان وکیل جنگی مرد میدان نہ تھا اور آمیر بلوچستان کی مرضی معلوم کئے بغیر باغیوں کے ساتھ صلح کرنے پر رضامند ہو گیا بالآخر سراوان کے باغی سرداروں کے نمائندہ سردار ملا محمد رئیسانی اور محمد خان وکیل کے درمیان میں جلال خان کے مقام پر ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء کو مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوئی۔

۱۔ سراوان اور جھالاوان کی تمام انعامی اراضیات اور جاگیریں جو سراوان کے سرداروں اور سردار نورالدین مینگل اور سردار آزاد خان نوشیروانی کو میر نصیر خان اول کے عہد سے میر خداداد خان کے عہد حکومت تک وقتاً فوقتاً ملی ہیں۔ ان سب انعام خوروں اور جاگیرداروں کی اراضیات واپس واگزار کر دی جائیں گی۔

۲۔ اس بغاوت کے دوران لڑائیوں میں جتنے آدمی فریقین کے مارے گئے ہیں یا جس قدر جائیدادوں کا نقصان ہوا ہے ان کا خون بہا اور عوضانہ

فریقین نہیں لیں گے۔

۳۔ اس صلح نامہ کے بعد سرداروں کا کوئی آدمی اگر امیر کے مالیہ دہ علاقہ میں لوٹ مار اور شرارت کرے گا۔ تو سردار اُسے گرفتار کر کے امیر کے افسروں کے حوالے کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ امیر جس طرح چاہیں۔ اس مجرم کو سزا دینے کے مجاز ہوں گے۔

۴۔ سردار نورالدین مینگل اور سردار آزاد خان نوشیروانی کے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں گے۔

۵۔ سردار امیر کو اپنا بادشاہ اور اپنے کو اُن کی رعایا تسلیم کرتے ہیں۔

۶۔ فریقین جیکب آباد جا کر انگریزی حکومت کے نمائندہ کے روبرو مندرجہ ذیل شرائط صلح نامہ کی تصدیق کریں گے۔

محمد خان وکیل اور سردار ملا محمد رئیسانی نے اس صلح نامہ کی نقول اپنے دستخطوں سے امیر کو بمقام قلات اور میر ویدد کمشنر سندھ کو بمقام جیکب آباد روانہ کر دیں۔

امیر بلوچستان کی ناراضگی

باغیوں کے ساتھ اس طرح صلح کرنے پر محمد خان وکیل سے امیر بلوچستان سخت ناراض ہوئے۔ امیر بلوچستان کی رائے میں باغیوں سے صلح کر کے محمد خان وکیل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سردار ملا محمد اور دوسرے تمام باغی سردار بلوچستان کی اصل طاقت ہیں۔ لہذا اگر آج سراوان کے ان باغی سرداروں کی شرائط کو مان لیا جائے۔ تو کل دیکھا دیکھی دوسرے علاقوں کے سردار بھی

بغاوت کر کے اپنی شرائط منوا لیا کریں گے۔

اُمیر بلوچستان اُمیر خدادادخان کا خط بنام محمد خان وکیل

اُمیر خدادادخان اُمیر بلوچستان نے محمد خان وکیل کو لکھا "میں نے آپ کا خط اچھی طرح سے پڑھا۔ اور صلح کی شرائط کو اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ ان کو پڑھ کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ آپ کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ میجر ہریسن (انگریزی حکومت کا نمائندہ دربار قلات) کی موجودگی میں جب میں نے آپ سے پوچھا آپ جا کر لڑیں گے یا صلح کرلیں گے تو آپ نے جواب دیا کہ اب صلح کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اور صلح کرنا اس وقت دانشمندی بھی نہیں صلح کا وقت گزر چکا ہے۔ میں نے پھر آپ سے اور کمانی شکرخان سے پوچھا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ نے صاف طور پر کہا کہ جنگ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں جب آپ نے باغیوں کو شکست دے کر بھگایا تو وہ مجبور ہوئے کہ شہر جلال خان میں آکر آپ سے صلح کی درخواست کریں۔ آپ کو باغیوں کی اس خواہش سے پہلے مجھے اطلاع دینی چاہیئے تھی۔ اور پھر میری ہدایات کے مطابق کام کرنا چاہیئے تھا۔ آپ کی طرف سے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ کہ آپ اپنی بیان کردہ خواہشات کے خلاف صلح پر راضی ہو گئے اس کارروائی کی کیا وجہ ہے آپ میرے وکیل تھے۔ اگر آپ لڑنا نہیں چاہتے تھے تو آپ ایسی شرائط طے کراتے جو میری شان اور عزت کے مطابق ہوتیں اور ان پر مجھ سے منظوری لی گئی ہوتی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کن وجوہات کی بنا پر آپ ان بیان کردہ شرائط پر صلح کرنے کو رضامند ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے ان کو ملک اور عوام کی حفاظت

کے لیے قبول کیا ہے تو کہاں ہیں وہ عوام اور کہاں ہے وہ ملک۔ ان شرائط سے ان لوگوں کا جو ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ واپس آنا ممکن ہے۔ البتہ ان میں ان لوگوں کے لیے جواب تک باقی ہیں بھاگ جانے کے ممکنات موجود ہیں راعی اور رعایا میں فرق ہونا چاہیئے۔ آپ ایک لمحہ کے لیے اس پر غور کریں، کہ ان باغیوں نے کس قدر بے چینی پھیلائی۔ اور رعایا کو تکلیف پہنچائی ہے جن سے مجبور ہو کر وہ رعایا دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہے۔

انگریزی حکومت باغیوں کی ان غیر پسندیدہ حرکتوں کو پسند نہیں کرتی اس لیے میر خان جاموٹ کو گرفتار کر کے بمبئی (پونا) بھیجوا چکی ہے۔ انگریزی حکومت جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کے پیش نظر ان شرائط پر صلح کی ہرگز ہرگز منظوری نہیں دے گی۔

نورالدین کو آزاد خان نے جس کے پاس وہ امداد کے لیے گیا تھا۔ خاران سے نکال دیا ہے۔ فقیر محمد اور کیہرا خان بزنجو دونوں نے ہمارے وفادار رہ کر نورالدین کو امداد دینے سے انکار کر دیا ہے۔ نورالدین ہر جگہ سے مایوس ہو کر اب اپنی جان بچانے پھر مینگلوں کے پاس گیا ہے لیکن وہاں بھی اُسے کامیابی نہیں ہوئی ہے کسی نے اُسے پناہ نہیں دی ہے سب ڈر کر اس سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں آخر آپ نے کیوں صلح پر رضامندی کا اظہار کیا۔ جو آپ نے کیا ہے وہ اچھا نہیں۔ بلکہ بہت ہی بُرا ہے۔ جیسے کہ شاعر نے کہا ہے۔ ؎

بے وقت جنگ اور بے وقت صلح بے فائدہ ہیں
پھول اپنی جگہ پر ہے اور کانٹا اپنی جگہ پر

لہٰذا اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ کمر باندھ لو اور اپنی بہادری دکھاؤ اور ایسے کام کر کے دکھاؤ کہ تاکہ ابد تک یادگار رہیں۔ اور زمانہ انہیں کبھی فراموش نہ کر سکے"۔

سرداروں کی مایوسی ۵

امیر بلوچستان کا خط پہنچنے سے پہلے محمد خان وکیل باغی سرداروں کے ساتھ صلحنامہ پر تصدیق کرانے جیکب آباد روانہ ہو چکا تھا۔ امیر بلوچستان کا خط محمد خان وکیل کو جیکب آباد میں ملا۔ میر ویدر کمشنر سندھ نے باغی سرداروں سے ملنے سے انکار کر دیا۔ انہیں جیکب آباد کی حدود میں داخل ہونے سے روک دیا۔ لہٰذا سارے باغی سردار مایوس ہو کر واپس لوٹے منٹھڑی اور حاجی کے مقامات پہ فیصلہ کن لڑائی لڑنے کے لیے اپنا لشکر جمع کرنے لگے۔ ۶

کمشنر سندھ کا محمد خان وکیل کو ملامت کرنا

جب کمشنر سندھ میر ویدر نے محمد خان وکیل سے جیکب آباد میں ملاقات کی تو اس نے وکیل کو باغی سرداروں کے ساتھ صلح کرنے پر سخت ملامت کی بعد ازاں اسے حوصلہ دیکر خان کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے واپس کچھی روانہ کر دیا۔

کمشنر سندھ کا امیر بلوچستان کو خط لکھنا ۷

کمشنر سندھ میر ویدر نے محمد خان وکیل کو ملامت کرنے کے بعد امیر بلوچستان

امیر خداداد خان کو ایک مراسلہ لکھا: "کہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں آپ کو اس طرف توجہ دلاؤں۔ میں نہیں سمجھتا کہ محمد خان وکیل نے آپ کے، آپ کے ملک اور اُن لوگوں کے مفادات کا جن پر آپ حکومت کرتے ہیں خیال رکھا ہے۔ اور یہ کہ آپ کی حکومت کا استحکام آپ کے ملک میں امن و ترقی سے جسے مضبوطی سے قائم کرنا انگریزی حکومت کی انتہائی خواہش ہے۔ وکیل محمد خان کے ہاتھوں بالخصوص موجودہ صورت حال میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس لئے میں آپ پر زور دیتا ہوں کہ بلا تاخیر شاغاسی ولی محمد کو کچھی روانہ کر دیں اور مکمل اختیار دے کر مجھ سے گفتگو کرنے کی اجازت دے دیں۔"

اُمیر بلوچستان اُمیر خداداد خان کے احکامات کمانی شکر خان کو

محمد خان وکیل اب تک جیکب آباد میں تھا کہ اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان نے سرداروں کے ساتھ اس کی طے کردہ شرائط کو نامنظور کر کے کمانی شکر خان کو جو بھاگ میں تھا۔ باغیوں کا تعاقب جاری رکھ کر رڑ نے کا حکم دیا کمانی شکر خان باغیوں کے تعاقب اور مقابلہ کو نکلا۔ باغی سرداروں کو صلحنامہ جلال خان کی نامنظوری کی اطلاع مل چکی تھی۔ باغی سب منٹھڑی میں جمع تھے۔ کمانی شکر خان کی پیش قدمی کی خبر پا کر منٹھڑی سے آگے بڑھ کر حاجی شہر کے مقام پہ ڈیرہ ڈالا۔

ٹوک کی لڑائی

کمانی شکر خان اپنی زیر کمان فوج کے ساتھ نہایت احتیاط سے آگے

بڑھتا رہا۔ کیونکہ بالا ناڑی کا تمام علاقہ باغی سرداروں کا اڈہ تھا۔ آخر کار حاجی شہر سے آگے بڑھ کر ٹوک کے مقام پر باغیوں نے مورخہ ۸ جنوری ۱۸۹۲ء کو اُسے للکارا۔ فریقین میں تین گھنٹے تک سخت لڑائی ہوئی مگر سردار ملا محمد میدان چھوڑ کر متھڑی کی طرف نکل گیا۔ اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ باغیوں نے لڑائی سے دست کش ہو کر سب نے متھڑی کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

متھڑی کی لڑائی

کمانی شکر خان نے تعاقب جاری رکھا۔ دوسرے دن متھڑی شہر کے عین سامنے دونوں لشکر مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۲ء کو صف آرا ہوئے کمانی شکر خان نے بندوقوں کی شلک سے جنگ کی ابتدا کی۔ باغی قبائل جو کل کی شکست پر جوش کھا رہے تھے۔ تلواریں سونت کر گولیوں کی بوچھاڑ میں فوج پر حملہ بول دیا۔ لیکن دست بدست جنگ کرنے کی نوبت پہنچ نہ سکی۔ آن واحد میں ایک سو بیس لاشیں میدان میں چھوڑ کر باغی پھر راہ فرار اختیار کر گئے۔ اس لڑائی میں باغیوں کی طرف سے چونامور اشخاص مارے گئے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ سعد اللہ رئیسانی' جمال زہری' گل محمد' دیار محمد لیسران' قطب خان رئیسانی' صاحب خان رئیسانی اور داد محمد رئیسانی' کمانی شکر خان کی فوج کو کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔ کمانی شکر خان نے بڑھ کر متھڑی پر قبضہ کر لیا۔

امیر خداداد امیر بلوچستان کی پریشانی

اگرچہ امیر کی فوج نے کچھی سے سراوان کے باغی سرداروں کو اکھیڑ کر علاقہ

سے باہر نکال دیا تھا۔ لیکن اسی اثنا میں بلوچستان کے دوسرے اطراف واکناف میں تیزی سے بغاوت کی آگ سُلگنے لگی تھی جس کی وجہ سے امیر بہت پریشان ہو چکے تھے۔ چنانچہ گذشتہ دو سال کی پیہم خانہ جنگی قتل و غارت گری سے تنگ آکر امیر نے بہ امر مجبوری انگریزی حکومت کے نمائندے سے امداد کی اپیل کی۔ گویا ایک گونہ امیر نے انگریزی نمائندہ کے سامنے یہ تسلیم کر لیا کہ اگر انگریزی حکومت ان کی امداد نہیں کرے گی۔ وہ صرف اپنی طاقت کے بل بوتے پر بلوچستان کی بغاوت کو فرو کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور امیر نے انگریزی حکومت کو اشارۃً یہ بھی لکھا کہ اگر انگریزی حکومت ان کی امداد نہیں کرے گی تب۔ اُن کو مجبوراً امداد کے لیے افغانستان یا ایران کی حکومتوں کی طرف دیکھنا پڑے گا۔

امیر خداداد خان کی پریشانی پر تبصرہ

ایسی سیاسی صورت حال میں نہ معلوم امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے اپنے ناراض قبائلی سرداروں سے سمجھوتہ کا راستہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امیر موصوف کے دل میں ان باغی سرداروں کے کردار کی وجہ سے اس قدر نفرت اور بغض پیدا ہوا ہو گا کہ ان کا ضمیر ان سے کسی قسم کی مفاہمت پر تیار نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ دوسری بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ اور بالکل صحیح وجہ ہے کہ انگریزوں کی پالیسی بلوچستان پر قبضہ کرنے کی تھی لہٰذا ان کا نمائندہ جو دربار قلات میں متعین تھا در حقیقت وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ فریقین کے درمیان مفاہمت ہو جائے۔ سمجھوتے کی

صورت میں تو انگریزوں کی بلوچستان پر قبضہ کرنے کی پالیسی ناکام ہو جاتی تھی لہذا انگریزوں کی طرف سے یہی کوشش ہوتی رہی کہ بغاوت کی آگ سلگتی رہے اور بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہے۔ لہذا انگریزی نمائندہ امیر اور باغی سرداروں کی مفاہمت میں ہر وقت مانع رہتا تھا۔

سندھ کمشنر کی تجویز امداد

چنانچہ امیر بلوچستان کی استدعا پر میجر ویدر کمشنر نے جو امیر کا طرفدار اور سرداروں کے خلاف تھا۔ حکومت ہند کو لکھا کہ امیر بلوچستان کو فی الوقت چار سو اینفلیڈ رائفلیں اور ہر رائفل کے لیے دو دو سو کارتوسوں کی فوری طور پر امداد دی جائے۔ مگر حکومت ہند نے میجر ویدر کی سفارش منظور نہیں کی۔

کمشنر سندھ کی سفارش کی نامنظوری کی وجہ

حکومت انگریزی ہند نے کمشنر سندھ میجر ویدر کی سفارش منظور نہیں کی کیونکہ اُس وقت (عدم مداخلت) کی پالیسی کے خلاف انگریز افسروں کا ایک گروہ محسوس باثر گروہ میجر ویدر کی پالیسی کے برعکس امیر کے خلاف مصروف عمل تھا۔

کمشنر سندھ کی تجویز مفاہمت امیر بلوچستان کو

چنانچہ ان حالات میں کمشنر سندھ نے اسے مناسب خیال کیا کہ امیر اور باغی سرداروں کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔ امیر بلوچستان نے بھی میجر ویدر

کی اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ شاغاسی ولی محمد کو اپنا نمائندہ بنا کر میجر ہریسن (انگریزی حکومت کا نمائندہ متعین قلات) کے ساتھ جکیب آباد بھیج دیا۔ دوسری طرف سے سردار نورالدین مینگل کے علاوہ جو انگریزوں کا بدترین مخالف تھا، باقی تمام باغی سردار میر ویدر کے بلاوے پر جکیب آباد گئے۔

صلح نامہ جکیب آباد مابین نمائندہ امیر و باغی سرداران

چنانچہ کمشنر سندھ میر ویدر کی زیر صدارت امیر بلوچستان کا نمائندہ شاغاسی ولی محمد اور باغی سرداران سردار ملا محمد رئیسانی، میر جھنڈا خان سربراہ سردار شاوانی سردار شادی خان جنگل زئی، سردار سید خان محمد شہی، سردار دوست محمد لہڑی اور سردار اللہ ڈنہ کرد کے درمیان ایک کانفرنس منعقد ہوئی جو تین دن تک متواتر جاری رہی امیر کے نمائندہ شاغاسی ولی محمد اور باغی سرداروں کے درمیان مندرجہ ذیل شرائط پر سمجھوتہ ہوا۔

۱۔ امیر سرداروں کی اُن تمام مراعات، وظائف اور خلعت وغیرہ کو جو نصیر خان دوئم کے وقت میں ان کو ملتے رہے بحال رکھے گا۔

۲۔ قافلوں سے جتنا مال لوٹا گیا ہے سرداران کو اُن کے مالکوں کو کُل واپس لوٹا دیں گے۔

۳۔ بغاوت کے دوران بلوچستان کے باشندوں کا جس قدر مال لوٹا گیا ہے سردار وہ تمام واپس کر دیں گے۔

۴۔ امیر کا جس قدر مال لوٹا گیا ہے۔ ان کے لیے امیر سرداروں سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کریں گے۔

شاغاسی ولی محمد نے امیر کی طرف سے باغی سرداروں نے اپنے ساتھیوں اور قبائلوں کی طرف سے متفقہ طور پر کمشنر سندھ کے روبرو ان شرائط کو منظور کر کے ان پر دستخط کئے۔

کمشنر سندھ کی مصالحتی تقریر سرداروں کے سامنے

سمجھوتہ کے بعد کمشنر سندھ میر ویدہ نے تمام باغی سرداروں کو اس طرح خطاب کر کے ہدایت کی۔

کہ وہ امیر بلوچستان کے جو ان کا حکمران ہے۔ فرمانبردار رہے کہ اسے اس بات پر رضامند کریں کہ ان کی تمام منضبط اراضیات اور جائیدادیں واگزار کریں۔ وہ تمام مال جو انہوں نے دوران بغاوت میں بلوچستان کے باشندوں یا قافلوں کا لوٹا ہے ان کے مالکوں کو واپس کریں۔ حکومت بلوچستان میں سرداروں کو اس وقت شریک کرنا۔ اس وقت نہ صرف مشکل ہے۔ بلکہ خطرناک بھی ہے۔ البتہ انگریزی نمائندہ متعینہ قلات یہ کوشش کریگا کہ امیر کو سرداروں کو اپنے قریب لانے پر رضامند کرے۔ امیر بلوچستان ان کا بادشاہ ہے۔ ان سے ہی وہ فائدہ حاصل کرنے کی امید رکھیں۔ اور اپنی شکایتیں رفع کرنے کی توقع رکھیں اور یہ اچھی طرح جان لیں کہ ان کا اور امیر کا مفاد ایک ہے جو چیز امیر کے اقتدار کو نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ چیز سرداروں پر بھی وہی اثر ڈال سکتی ہے۔ نیز اس قسم کے باغیانہ حرکات کو حکومت برطانیہ بھی ناپسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتی ہے۔ اور میر ویدہ نے سرداروں کو اس بات کی بھی ممانعت کی وہ آئندہ اپنے کو اپنے خطوط میں (انگریزی حکومت کی رعیت)

نہ کیا کریں کیونکہ وہ امیر کی رعایا ہیں۔ انگریزی حکومت کے نمائندے محض صلاح کار اور مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

انگریز افسروں کی سازش

جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ہندوستان میں انگریزی افسروں کے بلوچستان پالیسی کے متعلق دو مختلف الخیال گروہ تھے۔ ایک گروہ بلوچستان کی حکومت میں عدم مداخلت کی پالیسی کا حامی تھا۔ اس گروہ کا سرگروہ میر ویدر کمشنر سندھ اور اس کے ہم خیال انگریز افسر تھے۔ دوسرا گروہ سر رابرٹ سنڈیمن کا تھا جس کا بڑا کپتان سنڈیمن تھا۔ یہ حکومت برطانیہ کی طے شدہ پالیسی کے خلاف بلوچستان کے معاملات میں براہ راست مداخلت کے حق میں تھے۔ تاکہ بلوچستان میں انگریزی حکومت کا اقتدار قائم ہو جائے۔

جام عالی کا قید سے فرار

لہٰذا انگریزی افسروں کا وہ گروہ جو بلوچستان کے معاملات میں براہ راست مداخلت کرنا چاہتا تھا۔ جام میر خان جام لس بیلہ جس کو انگریزوں نے ۱۸۶۹ء میں امیر بلوچستان کے ایما پر حیدرآباد سندھ میں نظر بند کر رکھا تھا اور بعد میں اسے بمبئی پونا لے جا کر نظر بند کیا۔ مگر اس کا اہل و عیال حیدرآباد سندھ میں نظر بند تھا مورخہ ۱۶ اپریل ۱۸۷۰ء کو جام عالی ولد جام میر خان انہی مداخلت کرنے والے انگریزی افسروں کے ایما پر فرار ہو کر لس بیلہ پہنچا دوران فرار حکومت سندھ کے ذمہ دار انگریزی افسروں نے اس کا تعاقب بھی نہیں کیا۔ نیز امیر بلوچستان

نے بھی اپنے دربار میں متعینہ انگریزی نمائندہ کو احتجاجی مراسلہ بھی لکھا جس کا کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ جام عالی خان بیلہ پہنچتے ہی جمع آوری لشکر میں مصروف ہوگیا سردار نورالدین مینگل کو جب وڈھ میں پتہ چلا تو اس نے بھی جام عالی کی حمایت میں مینگل لشکر جمع کرنا شروع کردیا۔

جام عالی خان کا لس بیلہ پر حملہ

لس بیلہ پر ان دنوں امیر بلوچستان کی طرف سے شاغاسی غلام جان حاکم تھا۔ اس کے پاس فوج اور رسالہ کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ لیکن اس کے باوجود شاغاسی غلام جان کو جام عالی کے خلاف بروقت فوری اقدام کرنے کی جرأت نہ ہوئی جس سے جام عالی کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس نے لاسیوں کے ایک لشکر کے ساتھ سورخر۔ ۲۰ اپریل ۱۸۶۹ء کو لس بیلہ پر حملہ کیا کمانی شکر خان اس کے مقابلے کو نکلا ایک معمولی جھڑپ میں جام عالی خان شکست کھا کر اوتھل کی طرف پسپا ہوا۔ وہاں پر کیمپ کیا۔ شاغاسی غلام جان نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ عالی خان کے ساتھیوں کو موقع مل گیا وہ غلہ اور بھوسہ جمع کرنے لگے۔

جام عالی خان کا بیلہ پر قبضہ

سردار نورالدین مینگل وڈھ سے اور جام عالی خان اپنے لشکر کے ساتھ اوتھل سے بیلہ کی طرف بڑھے۔ نورالدین مینگل نے بیلہ سے تین میل دور اور جام عالی خان بیلہ سے چھ میل دور کیمپ کیا۔

شاغاسی غلام جان نمائندہ امیر بلوچستان کی بزدلی اور فرار

شاغاسی غلام جان کے ساتھ قبیلہ رونجھا کا امیر سردار ابراہیم و دیگر معتبرین صالح، اسماعیل، حاجی محمد تھے۔ یہ لوگ در پردہ جام عالی خان سے ملے ہوئے تھے انہوں نے شاغاسی غلام جان کو یقین دلایا کہ جام عالی اور سردار نورالدین مینگل کا لشکر بے انتہا زیادہ ہے۔ ان کا مقابلہ کرنا باعث تباہی اور موت ہوگا۔ لہذا شاغاسی غلام جان اپنی جان بچا کر مع اہل و عیال مورخہ ۲۵ اپریل ۱۸۶۳ء کی رات کو جھاؤ کی طرف بھاگ نکلا میروانیوں نے اُسے مشکے پہنچا دیا۔

کپتان حسن خان امیر بلوچستان کے فوجی افسر کا فرار

جب کپتان حسن خان کو شاغاسی غلام جان کے فرار کی خبر ملی تو جنگی پلٹن کے دو سو سوار اور توپخانہ پورے ساز و سامان کو چھوڑ کر ایک سید کے ساتھ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۸۶۳ء کی رات کو چپکے سے بیلہ سے بھاگ گیا مگر سید اُسے راستے میں قتل کر کے اس کا اسلحہ اور گھوڑے لیکر چلتا بنا۔ بہرحال کپتان حسن خان قلات نہیں پہنچ سکا۔

لہذا مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر بعض معتبر راوی یہ کہتے ہیں کہ جب جام عالی خان سندھ سے نظر بندی سے فرار ہو رہا تھا۔ تو انگریزی حکومت کے کارندوں نے اُسے کافی رقم بطور امداد دی تھی۔ لہذا جب وہ بیلہ پہنچ کر لشکر جمع کرنے لگا تو اُس نے اپنے کارندوں کے ذریعے سے کافی رقم شاغاسی غلام جان اور کپتان حسن کو بطور رشوت دی کہ وہ بغیر لڑائی میدان چھوڑ کر

بھاگ جائیں۔ وہ سید جو کپتان حسن کے ہمراہ ہوا۔ اسے معلوم تھا کہ کپتان کے پاس کافی پیسہ ہے۔ لہٰذا اُس نے اُسے راستے میں قتل کر دیا۔ اور اُس کے روپوں اسلحہ اور گھوڑے پر قابض ہوگیا۔ امیر بلوچستان کے حاکموں کی بیلہ میں اُس کی مدافعت نہ کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی جو ہم نے اوپر بیان کی۔ لہٰذا جام عالی خان اور سردار نورالدین نے آگے بڑھ کر بلا مزاحمت بیلہ پر قبضہ لیا۔ امیر بلوچستان کے فوجی سپاہی بھی فرار ہوگئے توپ خانہ اسلحہ بارود کے ذخیرے صحیح سالم جام عالی خان اور نورالدین مینگل کے ہاتھ لگے۔

کیچ مکران میں بغاوت کی وجوہات

۱۔ سردار فقیر محمد بزنجو ایک طویل عرصہ سے کیچ کا گورنر رہ چکا تھا۔ وہ یہاں کے عوام اور معتبرین میں بہت ہر دلعزیز تھا اس کی پالیسی اخوت اور رواداری پر مبنی تھی۔ اس نے اپنے طویل عرصہ گورنری میں کیچ کے عوام کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔

۲۔ داروغہ عطا محمد نے کیچ پہنچتے ہی یہاں کے معتبرین اور عوام کے ساتھ سخت گیری شروع کی جس سے ناراض ہو کر سردار فقیر محمد کیچ چھوڑ کر چلا گیا۔ لہٰذا سردار فقیر محمد کی غیر موجودگی میں داروغہ عطا محمد کیچ میں من مانی کرنے لگا۔ کیچ کے باشندے دوبارہ سردار فقیر محمد کی گورنری کو بحال کرانے کے درپے ہوگئے۔

۳۔ داروغہ عطا محمد نے کیچ کے زمینداروں سے بقایا مالیہ جبراً وصول کرنا شروع کیا اور اس سلسلے میں زمینداروں کے ساتھ سختی اور تشدد کا

استعمال بلا استثنا جاری رکھا۔

۴۔ داروغہ عطا محمد نے نخل خرما پر ٹیکس کی رقم بڑھادی جسے کیچ کے باشندوں نے منظور نہیں کیا۔ لہٰذا لوگ در پردہ داروغہ عطا محمد کے خلاف باغیانہ تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

سردار میر بائیاں گچکی کا اعلان بغاوت

جب مکران کے لوگوں نے سراوان کی بغاوت اور جام عالی کے بیلہ پر قبضہ کی خبر سنی تو انہوں نے بھی حکومت بلوچستان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا کیچ کے باشندے سردار میر بائیاں گچکی اور ملا رحمت ذکری کی سرکردگی میں جمع ہو گئے۔

داروغہ کا شئ تمپ پر شب خون مارنا

داروغہ عطا محمد کو جب شی تمپ کے مقام پر کیچ کے باشندوں کے اجتماع کا علم ہوا تو مورخہ ۸ مئی کی آدھی رات کو پلٹن کو ساتھ لے کر شئ تمپ پر شب خون مارنے نکلا۔ باغیوں کو اس کے ارادے کی قبل از وقت اطلاع مل چکی تھی اور وہ داروغہ کے انتظار میں قلعہ بائیاں اور قلعہ گشتنگ کے درمیان کاریزوں میں چھپے بیٹھے تھے جس کا داروغہ کو علم نہ تھا۔ بے خبری کے عالم میں اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ لیکن داروغہ نے جلد سنبھل کر مورچے سنبھال لیے تمام رات فریقین کے درمیان گولیاں چلتی رہیں اور اوپر سے موسلا دھار بارش برستی رہی۔ صبح کے وقت باغیوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں بانٹ دیا

ایک حصہ ڈٹ کر داروغہ کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور دوسرا حصہ میر اللہ نوشیروانی کی سرکردگی میں قلعہ تربت کی طرف بڑھا جہاں کر داروغہ عطا محمد کے اہل و عیال اور نائب علی جان بقایا سپاہ کے ساتھ مقیم تھا۔ نائب علی جان نے قلعہ کے دروازے بند کر کے مقابلہ کیا اس دوطرفہ حملہ سے داروغہ عطاءٔ محمد کو سخت پریشانی ہوئی اُسے تربت کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر پیدا ہوگیا چنانچہ اس نے پلٹ کر میر اللہ کے لشکر پر حملہ کیا میر اللہ کا لشکر کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا تھا۔ داروغہ عطاءٔ محمد کے آدمیوں نے ان پہ بے تحاشا گولیاں برسائیں باغی لشکر مقابلہ کا تاب نہ لاکر پسپا ہوگیا داروغہ عطاءٔ محمد کو قلعہ تربت میں داخل ہونے کا راستہ مل گیا چنانچہ داروغہ قلعہ میں داخل ہوکر محصور ہوگیا۔

قلعہ تربت کا اِنخلا

باغیوں نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ قلعہ تربت کا محاصرہ کیا داروغہ عطاءٔ محمد کو قلعہ سے باہر نکل کر مبازرت پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی فصیلوں سے باغیوں کا مقابلہ کرتا رہا پچیس دن تک لڑائی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

تربت میں گورنر پنجگور کی آمد

اسی دوران میر عیسیٰ گچکی گورنر پنجگور بھی تربت پہنچ گیا۔ اُس نے داروغہ عطاءٔ محمد کو امداد دینے کی بجائے اس کے اور باغیوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی کوشش کی اور شرط یہ پیش کی کہ داروغہ عطاءٔ محمد کیچ خالی کر کے واپس قلات چلا جائے اس صورت میں اسے بحفاظت قلات تک پہنچا دیا جائیگا

داروغہ عطاءً محمد نے اس ذلت آمیز شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

داروغہ عطاءً محمد کی امیر بلوچستان سے فوجی امداد

داروغہ عطاءً محمد نے امیر بلوچستان سے فوجی امداد کی درخواست کی تھی چونکہ امیر سراوان کے باغیوں سے اُلجھا ہوا تھا۔ امداد روانہ کرنے کی بجائے اُسے حکم دیا کہ کیچ کی نیابت سردار بائیان گچکی کے حوالہ کر کے خود مع سپاہ قلات چلا آئے داروغہ عطاءً محمد نے اس حکم سے سردار بائیان کو مطلع کیا۔

حوالگی گورنری کیچ بہ سردار بائیان گچکی

لہٰذا جب داروغہ عطاءً محمد نے امیر بلوچستان کے حکم سے سردار بائیان گچکی کو مطلع کیا۔ وہ اور اس کے حمایتی بہت خوش ہوئے دوسرے دن مورخہ ۱۰ جون ۱۸۷۲ء کو سردار بائیان داروغہ عطاءً محمد کی ملاقات کو آیا دوران ملاقات داروغہ عطاءً محمد نے بہ حکم امیر بلوچستان آمیر خداداد خان کیچ کی گورنری کا چارج سردار بائیان کے حوالے کر دیا۔

داروغہ عطاءً محمد کی بطرف قلات روانگی

چنانچہ سردار بائیان گچکی نئے گورنر کیچ نے راسن اور بار برداری کے لیے اونٹوں کا انتظام کیا۔ چند دن بعد مورخہ ۱۷ جون ۱۸۷۲ء کو داروغہ عطاءً محمد اپنی سپاہ، توپ خانہ اور کلیم سامان حرب کو ساتھ لے کر عازم قلات ہوا۔ البتہ نائب علی جان کو وصولی مالیہ کے لیے بدستور قلعہ تربت میں رہنے

دیا جس پر سردار بائیان گچکی اور اس کے ساتھیوں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا

سمالانی اور مریوں کی لڑائی

امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے مزارانی مریوں کو درہ بولان کی حفاظت پر مامور کیا تھا موسم بہار میں جب کر مالدار قبائل کچھی سے واپس کوہستان بلوچستان جا رہے تھے سمالانیوں کا وہ گروہ جو ملا محمد رئیسانی کا طرفدار تھا ان کا مزارانی مریوں سے جھگڑا ہوا اس لئے کہ مزارانی مریوں نے ان کے چند افراد کو قتل کیا اور ریوڑ لوٹ لئے تھے۔ لہٰذا اس کے عوض میں مورخہ ۸ اپریل ۱۸۷۲ء کو سمالانیوں نے ایک دن اچانک مزارانی مریوں پر حملہ کیا لڑائی ہوگئی جس میں بہت سے مری مارے گئے اور باقی جان بچا کر پہاڑوں میں منتشر ہو گئے سمالانیوں نے ان کے کئی ریوڑ لوٹ لیں۔ مزارانی مری امیر بلوچستان کے پاس فریادی قلات گئے۔ امیر نے حاکم مستونگ عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ سمالانیوں سے مریوں کو عوض دلائے حاکم مستونگ نے حکم کی تعمیل کی سمالانیوں کا تعاقب کیا ان کے کئی ریوڑ لوٹ کر قلات بھجوائے جس سے مزارانی مریوں کی حق رسی تو ہوگئی لیکن بعد میں سمالانیوں اور مریوں کے درمیان عوض و معاوضہ کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس طرح علاقہ میں پھر لوٹ مار اور بدامنی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

سردار علم خان بادینی (زرخشانی) کی فراری

سردار رحمٰن خان زگر مینگل امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا حمایتی

تھا۔ اُس نے اُمیر کو اطلاع دی کہ سردار علم خان بادینی رخشانی سردار آزاد خان نوشیروانی کے ساتھ مل کر علاقے میں بدامنی پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُمیر نے سردار علم خان کو قلات طلب کیا لیکن اس نے قلات جانے سے پس وپیش کی اس بنا پہ اُمیر نے اپنے ایک کارندہ امداد نامی کو فوج دیکر سردار علم خان بادینی کی گرفتاری کے لیے نوشکی بھیج دیا۔ لیکن سردار علم خان کو قبل از وقت اطلاع مل گئی تھی وہ شوراوک کی طرف فرار ہوگیا۔

امداد نے نوشکی پہنچکر۔ حاکم نوشکی لشکو کی مدد سے جمالدینی، مندا ہی بارونی اور ساسولی قبائل سے لشکر جمع کر کے سردار علم خان بادینی کے قبیلہ پہ حملہ کیا میر ابیل خان اور میر شریف خان بادینی نے ملا دین محمد کو امداد کارندہ کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی لیکن امداد کسی صورت میں بھی صلح کرنے پر رضامند نہیں ہوا بالآخر مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۷۲ء کو لڑائی ہوئی فریقین کے چند آدمی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے قبیلہ بادینی کے افراد منتشر ہوگئے اور راہ فرار اختیار کیا۔ امداد کارندہ اور حاکم لشکو نے اُن کے گاؤں کو لوٹا اور آگ لگادی۔

سردار نورالدین کا خضدار پہ حملہ

سردار نورالدین مینگل نے جب جام عالی خان سے مل کر بیلہ پہ حملہ کر کے اس پہ قبضہ کیا تو اُمیر بلوچستان کے توپ خانہ اور گولہ بارود کے ذخائر جو شاغاسی غلام جان بیلہ سے فرار ہوتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ سردار نورالدین نے اس سے اپنے لشکر کو مسلح کیا اور وڈھ پہنچ گیا کچھ عرصہ وڈھ میں مقیم رہا۔ اسی دوران انگریزی حکومت کی طرف سے سرداروں کو جیکب آباد آنے کی دعوت دی گئی تھی

مگر سردار نورالدین دعوت کو ٹھکرا کر اپنے لشکر کے ساتھ خضدار کی طرف آگے بڑھا مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو خضدار کا محاصرہ کر کے امیر کے انباروں کے سوا جو قلعہ میں تھے، باقی خضدار کے تمام مضافاتی علاقوں کو تاراج کیا۔

سردار آزاد خان نوشیروانی کا جھالاوان پر حملہ

چونکہ انگریزی حکومت نے سردار آزاد خان نوشیروانی کو معلق نظر انداز کر کے جیکب آباد کے سرداروں کے اجلاس میں شمولیت کی دعوت نہیں دی تھی جس کا سردار آزاد خان کو بہت ملال تھا۔ اس نے بھی اپنی اہمیت جتلانے کے لیے ایک لشکر جمع کر کے جھالاوان پر چڑھائی کر دی۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کی تدابیر

جب امیر کو سردار آزاد خان کے حملہ آوری کی اطلاع ہوئی تو اس وقت داروغہ عطا محمد کران کی حکومت سردار بائیاں گچکی کے حوالے کر کے سوراب پہنچ چکا تھا۔ امیر نے وہاں پر اُسے رکنے کا حکم دیا کہ قلات سے اُس کے لیے فوجی کمک بھیج دی جائیگی۔ تاکہ وہ آگے بڑھ کر سردار آزاد خان نوشیروانی کا مقابلہ کر سکے اور پھر خضدار جا کر سردار نورالدین سے نبرد آزما ہو۔ داروغہ نے سوراب ہی میں ڈیرہ ڈال دیا۔

سردار آزاد خان کے راستے کی تبدیلی

جب سردار آزاد خان نوشیروانی کو سوراب میں داروغہ عطا محمد کی چھاؤنی ڈالنے

کی اطلاع ملی وہ اپنا راستہ تبدیل کر کے گریشہ سے ہوتا ہوا باغبانہ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۸۷۰ء کو پہنچا اور تمام علاقے کو لوٹا اور تاراج کیا۔

سردار آزاد خان کی پسپائی بطرف خاران

سردار آزاد خان نوشیروانی کے علاقہ باغبانہ کو تاراج کرنے کی وجہ سے سردار نورالدین بہت برہم ہوا اور اُس کی اس حرکت کو پسند نہیں کیا قریب تھا کہ ان دونوں سرداروں میں لڑائی ہو جائے لیکن سردار آزاد خان نوشیروانی دارو غہ عطا محمد کے عقب سے حملہ کرنے کے خوف سے باغبانہ میں ٹھہر نہ سکا اور اسی راستے سے واپس خاران چلا گیا۔

شاغاسی ولی محمد خضدار میں

جیکب آباد میں سرداروں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے بعد شاغاسی ولی محمد گنداوہ پہنچا تو اسے حکم ملا کہ براستہ مولا خضدار جا کر سردار نورالدین مینگل کو وہاں سے نکال دے۔ سوراب میں دارو غہ عطا محمد کو بھی حکم دیا گیا کہ شاغاسی ولی محمد کی امداد کو خضدار پہنچے۔ شاغاسی ولی محمد اور دارو غہ عطا محمد کے خضدار پہنچنے سے قبل ہی سردار نورالدین مینگل محاصرہ اُٹھا کر وڈھ چلا گیا شاغاسی ولی محمد نے خضدار پہنچکر امیر کے دوسرے حکم کا انتظار کیا۔ اس سفر میں میجر ہریسن بھی شاغاسی کے ساتھ تھا۔

سردار نورالدین مینگل کے رشتہ داروں کی اس سے ناراضگی

سردار نورالدین مینگل کے بعض رشتہ دار خاص کر میر محمد شاہی زئی مینگل

اور معتبرین امیر کے خلاف بغاوت اور جام عالی خان کی طرفداری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ میر محمد شاہ بہانسی مینگل نے علی الاعلان نورالدین کی مخالفت کا اعلان کیا اور امیر بلوچستان کی طرفداری کا عہد کیا مینگل کے معتبرین بھی امیر کے خلاف لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

سردار نورالدین مینگل ذاتی طور پر اگرچہ امیر کے خلاف تھا۔ اور ان کی بعض حرکتوں کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ امیر کا احترام کرتا تھا وہ کبھی بھی انگریزوں کو امیر پر ترجیح نہیں دیتا تھا جب بھی دیگر سرداروں نے امیر کے خلاف انگریزی حکومت کی مدد چاہی سردار نورالدین ان سے علیحدہ اور کنارہ کش رہا چنانچہ اس دفعہ بھی جب کہ سردار انگریز کے بلاوے پر جیکب آباد گئے سردار نورالدین نے اپنا راستہ جدا اختیار کیا جس طرح سردار نورالدین انگریزوں کا شدید مخالف تھا اسی طرح انگریزی حکومت بھی اس کی مخالف تھی اور اسے ہر قیمت پر راستے سے ہٹانے کے درپے تھی۔

سردار نورالدین مینگل کی اطاعت

جب سراوان کے سرداروں نے جیکب آباد جا کر انگریزی حکومت کے توسط سے امیر بلوچستان کے ساتھ سمجھوتہ کیا تو سردار نورالدین نے براہ راست امیر بلوچستان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو مناسب اور مردانگی خیال کیا چنانچہ اس سلسلے میں اس نے فیروز آباد کے مقام پر شاغاسی ولی محمد سے ملاقات کی اور اس کے ساتھ آئندہ کے لیے امیر بلوچستان کا وفادار رہنے کا عہد کیا دو ضرب توپ ایک ضرب غبارہ جو شاغاسی غلام جان بیلہ میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ وہ سردار موصوف

نے شاغاسی ولی محمد کے پاس واپس پہنچائے فیروز آباد میں سردار نورالدین مینگل اور شاغاسی ولی محمد کی ملاقات ۲ اپریل ۱۸۷۶ء کو ہوئی۔

شاغاسی ولی محمد سے امیر کی ناراضگی

شاغاسی ولی محمد نے سرداروں سے جو سمجھوتہ کیا۔ وہ غیر مشروط نہ تھا دوئم۔ کہ شاغاسی نے امیر کے نقصانات کو نظر انداز کر کے سرداروں سے سمجھوتہ کیا جب شاغاسی ولی محمد قلات پہنچا اور سمجھوتہ کی تفصیلات سے امیر کو آگاہ کیا وہ سخت برہم ہوگئے۔ اور سمجھوتہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سوئم کہ کچھ عرصہ سے انگریزی حکومت کے نمائندے شاغاسی ولی محمد پر نظر التفات رکھنے لگے تھے اور وقتاً فوقتاً امیر کے پاس اس کی سفارش کرتے تھے حالانکہ شاغاسی ولی محمد وہی شخص تھا جس کے خلاف امیر خداداد خان کے ابتدائی عہد حکومت میں انگریزوں کے ایماء پر سرداروں نے اس کی وزارت سے برطرفی کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر امیر خداداد خان نے اُسے برطرف نہیں کیا۔ چونکہ امیر خداداد خان کچھ شکی مزاج تھے۔ انگریزی حکومت کے نمائندوں کی اس تبدیلی ذہنیت سے وہ پہلے ہی شاغاسی ولی محمد کو شک کی نظر سے دیکھنے لگے تھے۔ اب جیکب آباد کے سمجھوتہ پر ان کا شک کسی حد تک یقین کی صورت اختیار کرنے لگا۔ امیر شاغاسی کو انگریزی حکومت کا آلہ کار۔ اور باغی سرداروں کا طرفدار خیال کرنے لگے۔

شہزادہ مصطفےٰ خان کی دربار میں شاغاسی ولی محمد سے بے اعتنائی

شہزادہ مصطفےٰ خان۔ امیر خداداد خان کا چہیتا بیٹا تھا جو سردار تاج محمد زرکزئی

کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ امیر خداداد خان جب قلات میں قیام فرما ہوتا تھا تو روزانہ محل کے دربار ہال میں دربار منعقد ہوا کرتا تھا۔ اور دن کے تقریباً دوپہر کے وقت دربار برخاست ہوتا تھا۔ ایک دن دربار میں امیر کا چہیتا بیٹا شہزادہ مصطفےٰ خان بھی موجود تھا شاغاسی ولی محمد نے ان کی دست بوسی کرنا چاہی شہزادے نے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا کہ میں اپنے خونی سے ہاتھ ملانا نہیں چاہتا ہوں اسی اثنا میں امیر خداداد خان نے شہزادے کو فہمائش کی کہ وہ شاغاسی ولی محمد سے ہاتھ ملائے۔ چنانچہ شہزادے نے ہاتھ ملا دیا۔ شہزادے کا اشارہ اپنے نانا سردار تاج محمد زرک زئی کے قید خانے میں موت واقع ہونے کی طرف اشارہ تھا کیونکہ اس بارے میں اُس وقت یہ بات مشہور تھی کہ امیر کے کہنے پر شاغاسی ولی محمد اور چند دیگر دربار کے عہدہ داروں نے قید خانے میں سردار تاج محمد زرک زئی کا گلا گھونٹ کر اُس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہ اپنی طبعی موت نہیں مرا تھا۔

شہزادہ مصطفےٰ خان کی وفات

شہزادہ مصطفےٰ خان کے دربار کے اس واقعہ کے چند ماہ بعد شہزادے کی اچانک موت واقع ہوگئی۔ شاغاسی ولی محمد کے مخالفین نے دربار قلات میں یہ بات مشہور کی کہ شہزادے کی موت میں شاغاسی کا ہاتھ ہے جسے زہر دیکر مارا گیا ہے

شہزادہ مصطفےٰ خان کی زہر خورانی کی روایت

شہزادہ مصطفےٰ خان کی وفات کے بعد شاغاسی ولی محمد کے مخالفین نے

یہ بات مشہور کی کہ جب دربار میں شہزادہ مصطفےٰ خان نے شاغاسی کو اپنے اتالیک قتل کا ذمہ دار گردانا تو اس کو خطرہ محسوس ہوا کہ اگر یہ شہزادہ جوان ہوا تو اس سے ضرور بدلے گا۔ لہٰذا اُس نے یعنی شاغاسی ولی محمد نے شہزادہ ولی عہد شہزادہ محمود خان کی والدہ سے رابطہ قائم کر کے اُن کو یہ باور کرایا کہ اگر شہزادہ مصطفےٰ خان زندہ رہا تو ان کے صاحبزادے کی ولی عہدی خطرے میں پڑ جائے گی بہتر ہے کہ ابھی سے ہی شہزادہ مصطفےٰ خان کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ لہٰذا شہزادہ ولی عہد کی والدہ کے آشیرباد کے بعد شاغاسی ولی محمد نے خفیہ طور پر اس کنیز کے ذریعے شہزادہ مصطفےٰ کو زہر دیا جو شہزادہ کی پیش خدمت تھی اس طرح شہزادہ مصطفےٰ خان کی موت واقع ہوئی۔

دربار قلات میں شاغاسی ولی محمد کے مخالفین

اس دور میں۔ دربار قلات میں کمانی لشکر خان، منشی گل محمد، منشی صالح محمد شاغاسی کے سخت مخالف اور بدخواہ تھے۔ یہ کئی مدت سے شاغاسی ولی محمد کو انگریزی حکومت کا آلۂ کار اور غدار ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے شہزادہ مصطفےٰ خان کی موت کے واقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انہوں نے امیر بلوچستان کو شاغاسی ولی محمد کے خلاف انتہائی طور پر متنفر کیا اور خوب بھڑکایا۔

شاغاسی ولی محمد کے دشمنوں کی چال

شاغاسی ولی محمد ان حالات سے بے خبر نہ تھا اُس کو اُس کی جان کے لالے

پڑ گئے تھے۔ ایک دن کمانی شکر خان اور اس کے ساتھیوں نے رازدارانہ انداز میں شاغاسی ولی محمد کو اطلاع پہنچائی کہ تھوڑی دیر میں امیر اُسے گرفتار کر کے اپنے بیٹے میر مصطفیٰ خان کے قصاص میں قتل کر دے گا۔ شاغاسی ولی محمد اس اطلاع کو درست مان کر انگریزی حکومت کے نمائیدہ میجر ہرلسن کے پاس اس کے کیمپ میں پہنچ کر پناہ گزین ہوا۔

میجر ہرلسن کی امیر بلوچستان سے ملاقات

اُسی دن جس دن شاغاسی ولی محمد میجر ہرلسن کے کیمپ میں پناہ گزین ہوا میجر ہرلسن نے اُسی دن امیر سے ملاقات کر کے شاغاسی کے مسئلہ پر گفتگو کی امیر نے میجر ہرلسن کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ ان کے دل میں شاغاسی ولی محمد کے خلاف کوئی عناد موجود نہیں۔ اور نہ کبھی ان کے دل میں اُسے قتل کروانے یا گرفتار کروانے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ میجر ہرلسن نے امیر کی یقین دہانی پر بھروسہ نہیں کیا اُس نے امیر سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ اپنے قول میں سچے ہیں۔ اور شاغاسی ولی محمد کے مخالف نہیں۔ تو کمانی شکر خان، منشی صالح محمد، منشی گل محمد کو جو نہ صرف شاغاسی ولی محمد کے مخالف ہیں بلکہ انگریزی حکومت اور امیر کے درمیان شرارت کرتے ہیں۔ اور بد اعتمادی پھیلاتے ہیں۔ ملازمتوں سے علیحدہ کر دے۔ امیر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا میجر ہرلسن ناراض ہو کر اٹھا اور شہر قلات سے شاغاسی ولی محمد کے اہل وعیال کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔

کمانی شکر خان کا خاندانی پس منظر

کمانی شکر خان جس کی وجہ سے انگریزی حکومت اور امیر بلوچستان کے

درمیان مخالفت کی بنیاد پڑی. مستونگ کا رہنے والا ایک غیر معروف قبیلہ کا فرد تھا یہ پہلے انگریزوں کی قائم کردہ بلوچ رجمنٹ میں ملازم تھا لیکن بعد ازاں انگریزوں کی ملازمت چھوڑ کر امیر بلوچستان کی فوج میں ملازمت اختیار کی یہ ایک چالاک شخص تھا. بہت جلد نام پیدا کر کے امیر کے معتمدین میں داخل ہوا.

ایک دفعہ رات کو اس نے قلات میں میجر ہریسن کے کیمپ پر گولی چلائی اگرچہ نقصان جان نہیں ہوا لیکن میجر ہریسن نے اس سلسلہ میں کمشنر سندھ کے پاس ایک طویل رپورٹ بھیجی جس میں کمانی شکر خان، منشی گل محمد، منشی صالح محمد کو اس فتنہ کی بنیاد اور ذمہ دار گردانا کمانی شکر خان نے فقیر محمد کی زیر کمان پلٹن کے ایک سپاہی کو رشوت دیکر میرے کیمپ پر گولی چلوائی ہے. اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سپاہی کو قتل کر دیا جائے گا. اور فقیر محمد کی پلٹن بدلہ لینے کے لیے انگریزی کیمپ پر حملہ کر دے گا. اور یہ شخص (کمانی شکر خان) انگریزی کیمپ پر حملہ کرنے کی تجویزیں سوچ رہا ہے.

منشی صالح محمد و منشی گل محمد کا خاندانی پس منظر

منشی صالح محمد اور منشی گل محمد علاقہ کچھی کے باشندے تھے اور ذات کے شیخ تھے. غازی امیر نصیر خان ثانی کے عہد حکومت میں یہ دونوں محمد حسن نائب کچھی کے ماتحت منشی تھے لیکن جب سرجان جیکب نے امیر نصیر خان ثانی کے سامنے نائب محمد حسن کی غداریوں کا راز طشت از بام کیا تو یہ دونوں منشی اس کے ساتھ مجرم قرار پائے گئے اور قید میں ڈال دیئے گئے. لیکن امیر خداداد خان نے امیر بلوچستان مقرر ہوتے ہی انہیں رہا کر دیا. دیوان گنگا رام کے ماتحت رکھا. دیوان گنگا رام

انگریزوں کا دشمن اور سخت مخالف تھا۔ جسے بعدازاں انگریزوں نے امیر بلوچستان کو مشورہ دے کر سکھر جلا وطن کر دیا تھا۔ منشی صالح محمد اور منشی گل محمد اس کے جانشین ہوئے۔

امیر کی اپنے فیصلے پر نظر ثانی

جب میجر ہریسن نے شاغاسی ولی محمد اور اس کے بال بچوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا، اُس نے دوسرے دن قلات سے نکل جانے کی تیاریاں شروع کر دیں میجر ہریسن شاغاسی ولی محمد کو بھی معہ اہل و عیال اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ جب امیر کو اس کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو ان غیر یقینی حالات میں امیر نے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر کے میجر ہریسن سے ملنے اور قلات میں ٹھہر جانے پر رضامند کرنے اس کے کیمپ میں گئے اور اس کے مطالبہ کو تسلیم کر کے کمانی شکر خان منشی صالح محمد اور منشی گل محمد کو ملازمتوں سے برطرف کر دیا۔

ہریسن کا شاغاسی ولی محمد کو امیر کے پاس لے جانا

دوسرے دن ہریسن شاغاسی ولی محمد کو ساتھ لے کر امیر کے پاس گیا اور اُن سے مندرجہ ذیل تحریری اقرار نامہ تحریر کرالیا۔

امیر خداداد خان کے اقرار نامے کی شرائط

امیر خداداد خان کے اقرار نامہ کی شرائط یہ ہیں۔

میں امیر خداداد خان مندرجہ ذیل تحریری اقرار نامہ لکھ دیتا ہوں۔

ار پٹھان تاجروں کا جس قدر مال گذشتہ دسمبر کو درہ بولان میں سراوان کے باغیوں نے لوٹا ہے میں انگریزی حکومت کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کی رُو سے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں۔

اور تاجروں کو یقین دلاتا ہوں کہ ۱۹ ار ستمبر ۱۸۷۲ء کو میں اپنے خزانہ سے ان کو چوتیس ہزار روپے دے چکا ہوں۔ قلات پہنچنے پر ان کا بقایا مال یا اسکی قیمت ادا کر دونگا۔

۲۔ جہاں تک مزارانی مری اور سالانی کا تعلق ہے میں امیر خداداد خان دیانت داری اور خلوص کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرتا ہوں جو انگریزی حکومت کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کی رُو سے مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ جو کچھ اب تک ان سے وصول کیا جا چکا ہے وہ انہیں مل چکا ہے بقایا میں ادا کر دوں گا۔ سید احمد کو جسے سردار نورالدین نے لوٹا ہے۔ پانچ ہزار میں ادا کر دونگا۔

۳۔ کمانی شکر خان، منشی صالح محمد، منشی گل محمد کو شرارت اور سازش کرنے کی بنا پر ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔ اب میں تحریری طور پر لکھ دیتا ہوں کہ ان کو پھر اپنی ملازمت میں کبھی نہیں رکھوں گا۔ اور میں ان کی طرف سے یہ ذمہ داری بھی لیتا ہوں کہ وہ پھر کبھی شرارت اور سازش نہیں کریں گے۔

۴۔ مندرجہ تین افراد کی وجہ سے میرے اور شاغاسی ولی محمد کے درمیان جو غلط فہمیاں پیدا ہو چکی تھیں ان سلسلے میں انگریزی حکومت کے نمائندہ نے جو مشورہ دیا ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور شاغاسی ولی محمد کو خلعت دے کر اس کی سابقہ ملازمت پر بحال کرتا ہوں۔ کہ جب تک میں زندہ

ہوں وہ اس عہدہ پر بحیثیت وزیر بحال رہے گا۔

۵۔ میں امیر خداداد خان درہ بولان میں ایسے انتظامات کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں جن سے تاجروں کو آمد و رفت میں سہولت اور مال کی حفاظت میں اطمینان ہو۔

۶۔ اگر میں نے مندرجہ بالا میں کسی ایک شرط کی بجا آوری میں کوتاہی کی تو انگریزی حکومت کے ساتھ معاملہ کو توڑنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی۔

وائسرائے ہند لارڈ نارتھ بُرک کی سکھر میں آمد

۱۰ نومبر ۱۸۷۲ء میں وائسرائے ہند لارڈ نارتھ بُرک کے سکھر آنے کا پروگرام تھا۔ کمشنر سندھ نے اپنے نمائندہ میجر ہریلین کے ذریعے امیر خداداد خان کو وائسرائے موصوف سے ملنے کی دعوت دی۔ امیر کے بعض مشیروں نے جام میر خان کی طرح انہیں گرفتاری اور نظربندی کا بھی خوف دلایا لیکن میجر ہریلین نے اِن کو سمجھا کر اُن کی ہر طرح سے تسلی کرا دی۔ لہٰذا امیر بلوچستان وائسرائے سے ملنے کے لیے سکھر جانے کو رضامند ہو گیا۔

امیر خداداد خان کی لارڈ نارتھ برک سے ملاقات

امیر خداداد خان اپنے بیٹے ولی عہد امیر محمود خان کو اپنا جانشین مقرر کر کے بعزم سکھر قلات سے روانہ ہوا۔ جیکب آباد پہنچنے پر کمشنر سندھ میری ویدر بھی اِن کے ہمرکاب ہوتے۔ ۵ نومبر ۱۸۷۲ء کو امیر نے سکھر میں وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔

امیر بلوچستان اور وائسرائے ہند کی ملاقات پر تبصرہ

امیر بلوچستان اور وائسرائے ہند کی اس ملاقات میں حکومت برطانیہ اور امیر کے تعلقات پر غیر رسمی بات چیت ہوئی. چونکہ میجر ہرسین کی خفیہ رپورٹوں سے متاثر ہو کر حکومت ہند کے نمائندے امیر بلوچستان سے بدظن ہو چکے تھے. اور ان کو مزید اہمیت دینا نہیں چاہتے تھے چنانچہ وائسرائے ہند نے بھی اپنے افسروں کے کہنے پر امیر کے ساتھ ایک سرسری ملاقات کر کے انکو رخصت کر دیا. سکھر کے مقام پر وائسرائے ہند جس طرح امیر بلوچستان سے ملا. اور انگریز افسروں کی غیر ہمدردانہ سلوک سے امیر بہت ناراض ہوئے اور انکے رویہ کو بہت محسوس کیا. امیر بلوچستان کو سکھر جانے پر انگریزوں کی حکومت کے نمائندے نے یہ کہہ کر رضامند کیا تھا کہ وائسرائے ہند باغی سرداروں کے خلاف اور ملک میں امن وامان بحال کرنے کے لیے ان کی ہر ممکن امداد کرنے کی منظوری دے دیں گے لیکن جب امیر بلوچستان وائسرائے سے ملے تو سوائے غیر رسمی علیک سلیک کے اس سلسلہ میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی. اس سلوک سے امیر انگریزی حکومت سے دل برداشتہ اور بدظن ہو گئے تھے۔

میری ویدر کمشنر سندھ کی ایک اور نازیبا حرکت

جب امیر بلوچستان سکھر میں وائسرائے سے ملنے کے بعد بطرف جیکب آباد روانہ ہوئے. تو میری ویدر کمشنر سندھ نے امیر کے ساتھ ایک اور

نازیبا حرکت کی کہ جیکب آباد پہنچتے ہی اُس نے کمانی شکر خان، منشی صالح محمد، منشی گل محمد کے بازو طلب کئے اور پھر اُن کو امیر کی موجودگی میں، امیر کی تحریری ضمانت کے باوجود گرفتار کر کے قید کر دیا کمشنر سندھ کی اس حرکت نے امیر کے جذبات پر تیل کا کام کیا وہاں پر تو امیر بالکل خاموش رہے قلات پہنچنے پر انہوں نے شاغاسی ولی محمد وزیر کو دوبارہ معزول کیا ۔

کمشنر سندھ کی نازیبا حرکت کا ردِعمل

جب امیر خداداد خان قلات پہنچا تو اُسے اب بالکل یقین ہو گیا کہ شاغاسی ولی محمد انگریزوں کا آدمی ہے۔ لہٰذا اُسے امیر نے دوبارہ منصب وزارت سے معزول کر دیا۔ اب شاغاسی ولی محمد کو دوبارہ جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ پھر بھاگ کر میجر ہرلیسن کی پناہ میں چلا گیا مگر اس دفعہ امیر نے اس واقعہ کی کوئی پرواہ نہیں کی اور نہ ہی میجر ہرلیسن کو کوئی اہمیت دی۔

لوٹ مار اور افراتفری کی دوبارہ ابتدا

اس دوران ملک میں پھر شدت کے ساتھ لوٹ مار اور افراتفری پھیل گئی جسے امیر بلوچستان نے انگریزوں کے نمائندہ میجر ہرلیسن اور شاغاسی ولی محمد کی شرارت اور سازش پر محمول کیا امیر بلوچستان کے حکام اور افسروں نے ہر جگہ فسادیوں اور لیڈروں کو دبانے اور حالات پر قابو پانے کی کوشش کی بعض دفعہ ان حاکموں کی نادانش مندی اور غلط اقدام سے لوگ اور زیادہ مشتعل ہو گئے اور ہر جگہ فساد کو پھیلاتے رہے ۔

محمد خان وکیل کی کچھی میں غلط پالیسی

محمد خان وکیل کو امیر بلوچستان نے نواب کا خطاب دیا تھا۔ اور بعد میں اُسے گورنر کچھی مقرر کیا میر امام بخش سردار رند اور میر تاج محمد رند کے درمیان مخالفت تھی مگر محمد خان وکیل سردار رند کے خلاف میر تاج محمد رند کا طرفدار بن چکا تھا۔ اُسے بحیثیت حاکم غیر جانبدار رہنا چاہیئے تھا۔ مگر وہ اپنی غیر جانب داری کو برقرار نہ رکھ سکا۔

سردار امام بخش رند نے اپنے غلام کو قتل کیا

ایک دن اتفاقاً سردار امام بخش رند نے کسی بات پر مشتعل ہو کر اپنے ڈانو نامی غلام کو قتل کیا محمد خان وکیل سردار رند کے خلاف تھا۔ وہ سردار کے خلاف کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا لہذا اس واقع کے بعد اس نے جانشین نبی بخش کو شوران پر حملہ کر کے سردار رند کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اس کے حکم سے سردار رند کو گرفتار کر کے بھاگ لایا گیا اور قید رکھا گیا۔

محمد خان وکیل کا خلاف رواج فیصلہ

نواب محمد خان وکیل نے ملک کے رواج کے برعکس غلام کے خون بہا کے پانچ سو روپے کے مقابلے میں دس ہزار روپے کا عوضیانہ اور جرمانہ مقرر کیا سردار نے اس رقم کی ادائیگی سے انکار کیا۔ نواب محمد خان وکیل نے سردار کو جیل میں ڈالا اور رقم عوضانہ و جرمانہ قبیلہ رند و لاشار سے وصول کرنے کا حکم دیا

قبیلہ رند کی ہجرت

جب نواب محمد خان وکیل نے حکم دیا کہ سردار رند میر امام بخش کے غلام کا خون بہا قبیلہ رند ولاشار سے وصول کیا جائے۔ اس فیصلہ پر قبیلہ رند ولاشار کے دو ہزار گھرانے کچھی سے ہجرت کر کے سندھ کی طرف چلے لیکن انگریزی حکومت کے نمائندوں نے انہیں سندھ کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی انہوں نے سردار بگٹی سے پناہ کی درخواست کی لیکن اس نے بھی انگریزوں کے کہنے پر ان کو اپنے علاقے میں آنے کی اجازت نہ دی آخر انہوں نے بہ امر مجبوری سندھ کی سرحد کے قریب در محمد جمالی کے گردونواح میں ڈیرہ ڈال دیا۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا فیصلہ

رند کے معتبرین نے بعد میں قلات جا کر امیر سے اپنے بڑے سردار امام بخش کی رہائی کی درخواست کی۔ ولی داد رند امیر کے سامنے پیش ہوا اور اقبال کیا کہ اس نے ڈانو غلام کو قتل کیا ہے لہٰذا سردار امام بخش رند بے گناہ ہے اسے چھوڑا جائے۔ امیر نے بروقت سردار امام بخش کی رہائی کا حکم دے دیا اور ولی داد کو بھی چھوڑ دیا۔

نواب محمد خان وکیل کی ہٹ دھرمی

جب رندوں کے معتبرین امیر کا حکم لے کر بھاگ پہنچے تو نواب محمد خان وکیل حکم کی تعمیل میں لیت و لعل کرتا رہا اور ایک دن ولی داد کو بھاگ ہی میں کسی

نامعلوم شخص نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اور محمد خان وکیل نے سردار امام بخش سے جبراً دس ہزار روپے وصول کر کے اسے رہا کیا۔

نواب محمد خان وکیل کی ضد کا نتیجہ

قبیلہ رند و لاشار جو اب تک امیر بلوچستان کے طرفدار تھے اور اس کے وفادار تھے نواب محمد خان وکیل کے غیر منصفانہ رویہ نے ان کو آگ بگولا کر دیا وہ کچھی کے علاقہ پر ٹوٹ پڑے اور لوٹ مار کا بازار ایسا گرم کیا جو اس سے پہلے علاقہ کچھی میں نہیں دیکھا گیا تھا۔

کچھی میں مریوں کی لوٹ مار

نواب محمد خان وکیل کے دور گورنری میں قبیلہ مری کا ایک لشکر جمع ہو کر کچھی کے علاقہ میں اترا۔ اور تمام علاقہ میں لوٹ مار کر کے آگ لگا دی نواب محمد خان وکیل اور نبی بخش جانشین نے بھاگ اور لہڑی کے درمیان مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۸۱۲ء ان کا راستہ روکا مریوں کا لشکر زیرین، ناڑی اور چھتگری سے مال مویشی لوٹ کر آ رہا تھا۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو مریوں نے اپنے گھوڑوں سے اتر کر تلواریں نکال لیں آگے بڑھے نواب محمد خان کے پاس باقاعدہ فوج اور توپ خانہ کا ایک دستہ بھی تھا ہر چند کہ انہوں نے توپوں سے چھرے برسائے اور بندوقوں سے تفنگ دیئے مری حملہ آوروں کے قدم نہ رکے دست بدست لڑائی ہوئی نواب محمد خان شکست کھا کر بھاگ گیا مریوں نے اس کی توپوں پر قبضہ کیا چنانچہ دو ضرب توپ مقتول سپاہیوں کے

ہتھیار اور تمام لوٹا ہوا مال مویشی لے کر مری لشکر صحیح سالم واپس کوہستان مری میں داخل ہو گیا۔

انگریزی حکومت کے نمائندہ کا قلات سے چلا جانا

مزارانی مری اور سالانی قبیلوں کے آپس میں جھگڑے کی وجہ سے درہ بولان میں قافلوں کی آمد و رفت رُک گئی کچھی کے میدانوں میں مری، بگٹی، رند، لاشاری جمالی نے مار دھاڑ کی انتہا کر دی۔ یہ مار دھاڑ کا سلسلہ اگرچہ انگریزی حکومت کے خفیہ جاسوں نے خود شروع کر دیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اس کی تمام ذمہ داری اُمیر بلوچستان پر ڈال دی اور اپنے نمائندہ متعینہ قلات کو ہدایت کر دی کہ امیر کو انگریزی حکومت کی سرحدات کے تحفظ اور تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کے لیے درہ بولان کی حفاظت کے لیے معاہدہ کی شرائط کی پابندی کرنے کی طرف توجہ دلائے

میجر ہرسین کی ملاقات اُمیر بلوچستان سے

میجر ہرسین نے اُمیر سے ملاقات کی ان کو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ مری آپ کی رعایا ہیں۔ بولان میں لوٹ مار کر رہے ہیں ان سے لٹے ہوئے قافلوں کو معاوضہ دلا دیں امیر نے ان کو سختی سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ انگریزی حکومت کے افسر کرنل فیری اور کپتان سنڈیمن مریوں کے معاملے میں اس حد تک دخل در معقولات کر چکے ہیں کہ اب وہ ان کو اپنی رعایا تصور نہیں کر سکتے۔ میجر ہرسین نے اُمیر کے ساتھ اپنی گفتگو سے کمشنر سندھ کو مطلع کیا جس کے نتیجے میں انگریزی حکومت نے ۲۳ اپریل کو بطور دھمکی اپنے نمائندہ

کو قلات سے واپس چلے آنے کی ہدایت کی۔

میجر ہریسن کی قلات سے روانگی

چنانچہ انگریزی حکومت ہند کی ہدایات کے مطابق میجر ہریسن نمائندہ برطانیہ شاغاسی ولی محمد اور اس کے بھتیجے شاغاسی غلام جان کو جسے انگریزوں نے اپنے علاقے میں آباد ہونے کی اجازت دی تھی مع اہل وعیال اپنے ساتھ لے کر قلات سے مورخہ ۲۳ اپریل ۱۸۷۳ء کو نکل گیا۔

امیر بلوچستان کی امدادرقم کی بندش

انگریزی حکومت کی طرف سے معاہدہ ۱۸۵۴ء کی رو سے امیر بلوچستان کو پچاس ہزار روپے سالانہ کی جو امدادی رقم دی جاتی تھی۔ معاہدہ کی شرائط پر کاربند نہ ہونے کی بنا پر حکومت انگریزی ہند نے امیر بلوچستان کو مدد دینی بند کر دی۔

باب یازدہم

سراوان کے سرداروں کی پشیمانی

جب جیکب آباد میں مورخہ ۱۷ مارچ ۱۸۸۲ء کو سراوان کے باغی سرداروں نے شاغاسی ولی محمد کے ساتھ مجھوتہ پر دستخط کر کے واپس بلوچستان آئے۔ انہوں نے جو شرائط نامہ پر غور کیا تو انہیں محسوس ہونے لگا کہ ان کی قبول کردہ اُن شرائط کی بجاآوری جو قافلوں اور بلوچستان کے باشندوں سے لوٹے ہوئے مال کی واپسی سے ہے وہ ان کے بس سے باہر ہے۔ لہٰذا سرداروں کی پریشانی بڑھتی گئی وہ اسی کشمکش میں سرگرداں تھے کہ اُنہیں امیر کے مجھوتہ کو منظور نہ کرنے کی خبر مل گئی۔ اس خبر سے سرداروں کی جان میں جان آئی۔

سردار ملا محمد رئیسانی نے اپنی سرگرمیاں شروع کیں

جب سردار ملا محمد رئیسانی نے صحیح صورت حال کو بھانپ لیا تو اُس نے نہایت ہوشیاری سے اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دیں۔ ان دنوں سردار

ملا محمد رئیسانی اور اُس کے رفیق سردار کوہستان مری میں بھٹک رہے تھے۔ انہوں نے مری اور سمالانی تنازعہ کو جس قدر ہو سکا ہوا دی اور دونوں فریقین میں مزید بدظنی پھیلائی اور ان کو یقین دلایا کہ یہ سب کچھ اُمیر بلوچستان کی ترغیب پر ہو رہا ہے۔

اُمیر بلوچستان کے لیے مزید مشکلات

جب فریقین کو یہ یقین ہو گیا کہ اُمیر بلوچستان کی ترغیب پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو انہوں نے اُمیر بلوچستان کی جائیدادوں اور مال مویشیوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اس سے اُمیر بلوچستان کے لیے درہ بولان اور علاقہ کچھی میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے ہو گئے۔ جن پر عبور حاصل کرنا اُمیر کے غیر ملکی ملازموں اور فوج کے بس سے باہر تھا۔

مری سمالانی جنگ

۸ مارچ ۱۸۴۳ء کو سمالانی قبیلہ نے پھر ایک بار وسیع پیمانے پر قبیلہ مزارانی مری پر ایک زبردست حملہ کیا۔ اُس کے کئی آدمی مارے اور ریوڑوں کو لوٹا۔ سردار شیر دل خان مزارانی کی فریاد پر اُمیر بلوچستان نے حاکم بھاگ کو سمالانیوں کی لوٹ مار کا حکم دیا۔ کیونکہ سمالانی مال چرائی کے لیے کچھی میں جمع تھے حاکم بھاگ نے سمالانیوں کے خلاف لشکر کشی کی انہوں نے بھاگ کر اور اپنے ریوڑ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لی حاکم بھاگ نے ان کی دس ہزار بھیڑیں تھیں ان پر قبضہ کیا آٹھ ہزار بھیڑیں مزارانی مریوں کو عوضانہ میں دے دیا۔ اور دو ہزار بھیڑیں بیانہ میں سرکاری تحویل میں لے لی گئیں۔

سمالانی قبیلہ کا ردعمل

سمالانی کچھی سے نکل کر امیر بلوچستان سے انتقام لینے کی تاک میں رہے کیونکہ علاقہ نیابت قلات میں نواب نامی سمالانی نے امیر بلوچستان کا وہ ریوڑ جو کچھی سے واپسی پر کپوتو میں تھا اُس نے ڈاکہ ڈال کر ان میں سے دس ہزار بھیڑ بکریاں لوٹ لیں۔ کمانی محسن اور حاکم عبداللطیف نواب سمالانی کے تعاقب میں نکلے مگر اُسے پہنچ نہیں سکے۔ وہ افغانستان کے علاقے شوراوک میں داخل ہو گیا تھا اس طرح زہری کے مقام پر سمالانی قبیلہ کے لوگ امیر بلوچستان کی ایک ہزار بھیڑ بکریاں اور پچاس اُونٹ جن میں بیس میراک اُونٹ تھے لوٹ کر لے گئے مگر امیر کی فوج جو قلعہ زہری میں تھی ڈر کے مارے سمالانیوں کے مقابلہ کو قلعہ سے باہر نہیں نکلی۔ اسی طرح کوہ ماران میں سمالانیوں نے امیر بلوچستان کے تین سو ریوڑ لوٹ لیے۔

دزان کی لڑائی

موسم سرما میں خاران نوشکی اور شوراک سے تمام سمالانی جمع ہو کر بہت بڑی تعداد میں کچھی روانہ ہوئے امیر بلوچستان نے مریوں کو ہدایت کی کہ درہ بولان میں ان کا راستہ روک لیں اور مستونگ سے چھ سو سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج درہ بولان میں سمالانیوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجی دزان کے مقام پر کھور لکھتی کے کنارے امیر کی فوج نے مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۷۳ء کو سمالانیوں کو جا لیا۔ تمام دن دور دور سے گولیاں چلتی رہیں لیکن امیر کی فوج سمالانیوں کو

آگے بڑھنے سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکی دوسرے دن ایک تنگ گھاٹی میں لڑائی شدت اختیار کر گئی امیر کی فوج کے ۲۹ سپاہی مارے گئے بہت سے زخمی ہوئے۔ بقایا شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مری بھی سمالانیوں کے مقابلہ پر نہیں آئے سمالانی ڈھاڈر کے قریب پہنچے تو ڈھاڈر کے حاکم سید اعظم شاہ نے ان کے پاس میرٹھ بھیجا کہ ڈھاڈر کو نہ لوٹیں۔ لہٰذا سمالانی ڈھاڈر سے پُر امن طور پر گزر گئے۔

مریوں کا حملہ سمالانیوں پر

کچھی پہنچ کر مال چرائی کے لیے سمالانی کسی قدر منتشر ہو گئے۔ سردار شیر دل خان مزارانی نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سمالانیوں کے ایک طائفے پر حملہ کیا تین سمالانی مارے گئے یہ حملہ مریوں نے مورخہ ۲ نومبر ۱۸۷۴ء کو سمالانیوں پر کیا شیر دل خان مزارانی ان کے ریوڑ لوٹ کرلے گیا راہو سمالانی ایک بہادر شخص تھا اس نے تعاقب کیا مگر اُسے پہنچ نہ سکا البتہ راستے میں اُسے دو ڈومبکی اور ایک مری ملا ان تینوں کو اُس نے شیر خان مزارانی کے طائفے کے آدمی سمجھ کر اپنے سمالانیوں کے عوض میں قتل کر دیا۔

بی بی نانی کی لڑائی

کچھی سے واپسی پر بارہ سو مریوں کے ایک لشکر نے بی بی نانی کے مقام پر ۲۸ مارچ ۱۸۷۵ء کو سمالانیوں کے ایک طائفہ پر ہیتیان مری کی سرکردگی میں حملہ کیا۔ اُن کے پندرہ آدمی مارے۔ اور تمام مال مویشی لوٹ کرلے گئے جب

دره بولان - حدود شرقی بولان (دزان)

دوسرے سمالانیوں کو اس واقعہ کی بروقت اطلاع ملی تو وہ مری لشکر کے تعاقب میں نکلے۔ ایک تنگ درے میں چھپ کر اس کا انتظار کرنے لگے مری لشکران سے بے خبر تھا۔ وہ غافل حالت میں درے میں داخل ہوئے اچانک سمالانی ان پر ٹوٹ پڑے پچاس مری مارے گئے باقی جان بچاکر راہ فرار اختیار کر گئے سمالانیوں کو ہیتان کے طائفہ سے لوٹا ہوا تمام مال ہاتھ آیا اور ان کے علاوہ مری لشکر کی کئی گھوڑیاں ہتھیار اور سامان وغیرہ بھی ان کے ہاتھ آیا۔ اس لڑائی کے بعد پھر کئی سالوں تک سمالانی قبیلہ نے کبھی کا رخ نہیں کیا ان کا بوڑھا سردار مہرم جسے امیر بلوچستان نے گرفتار کرلیا تھا جیل میں ہی فوت ہوگیا۔

سردار میر سعادت خان کا قبیلہ زہری کا سردار ہونا

۱۸۶۷ء میں سردار تاج محمد زرک زئی کی موت قلات کی جیل میں واقع ہوئی تھی۔ امیر بلوچستان امیر خداداد خان چاہتے تھے کہ قبیلہ زہری کا سردار اس کا بیٹا مصطفےٰ خان جو سردار تاج محمد زرک زئی کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ اُسے سردار قبیلہ مقرر کرے مگر قبیلہ زہری کے معتبرین نے امیر سے اتفاق نہیں کیا جب ۱۸۶۷ء میں امیر کا بیٹا مصطفےٰ خان اچانک اور مشکوک حالت میں فوت ہوا اس سے امیر کا اپنے بیٹے مصطفےٰ خان کو قبیلہ زہری کا سردار مقرر کرنے کا سلسلہ قدرتی طور پر کٹ گیا چنانچہ ۱۸۶۷ء میں بی بی نور بی بی کے کہنے پر جو سردار تاج محمد کی والدہ تھی امیر نے سعادت خان زرک زئی کو جو سردار تاج محمد مرحوم کا بھتیجا تھا۔ اپنی طرف سے قبیلہ زہری کا سردار مقرر کیا مگر سعادت خان نااہل اور نالائق تھا اس کے مقابلے میں میر گوہر خان زرک زئی اس سرداری کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ قبیلہ کے لوگ بھی

اُس کے طرفدار تھے۔

میر گوہر خان زرک زئی کی بغاوت

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کے فیصلہ کو میر گوہر خان زرک زئی نے ماننے سے انکار کر دیا امیر کے نورگامہ کے غلہ کے انباروں کو لوٹا درہ سانہدک مکمل طور پر بند ہو گیا اور حکومت بلوچستان کے خلاف علم بغاوت بلند کی۔

درہ مولہ کی ناکہ بندی

اسی اثناء میں حاکم گنداواہ پیر بخش مالیہ کی جمع کردہ رقم لے کر ایک کمپنی پلٹن اور ایک دستہ رسالہ کے ساتھ براستہ مولا قلات جارہا تھا میر گوہر خان نے مقام سانہدک سے آگے بڑھ کر درہ مولا میں اس کا راستہ روک لیا۔ مختصر سی لڑائی ہوئی جس میں حاکم پیر بخش کی محافظ فوج شکست کھا کر پسپا ہوئی پیر بخش نے سردار چاکر خان جتک کو جو میر گوہر خان کے خلاف تھا۔ ایک ہزار روپے دینے کے وعدہ پر اپنے ساتھ ملا لیا۔ لیکن اسی دوران سردار پہاڑ خان بہاسولی اپنے قبیلہ کے تین سو آدمیوں کے ساتھ میر گوہر خان کی امداد کو پہنچ گیا۔ اب سردار چاکر خان جتک کو بھی آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ رہا۔

حاکم گنداواہ پیر بخش کا امیر سے کمک طلب کرنا

ان حالات میں حاکم گنداواہ پیر بخش نے امیر کو قلات سے امداد روانہ کرنے کی درخواست کی۔

امیر بلوچستان کی امداد حاکم گنداواہ کو

امیر بلوچستان نے ماہ جون ۱۸۷۲ء کو کمانی محسن کو دو سو سپاہی پلٹن ایک دستہ رسالہ ایک ضرب توپ کے ساتھ پیر بخش حاکم گنداواہ کو امداد بھیجی میر گوہر خان زرک زئی کو اس امداد کی خبر مل گئی تھی اس نے اور سردار پہاڑ خان ساسولی نے اپنے لشکر کے ساتھ جس کی تعداد چھ سو تھی کمانی محسن کے مقابلے کے لیے گزان کے مقام پر مورچے سنبھال لئے۔

جرکی کے مقام پر لڑائی

کمانی محسن جب قلات سے آگے بڑھا تو بہ مقام جرکی جو ایک تنگ درہ ہے۔ قبیلہ زہری کے ایک لشکر نے اس کا راستہ روک لیا۔ ۱۴ جون ۱۸۷۲ء کو فریقین کے درمیان لڑائی ہوئی اور دو دن تک لڑائی جاری رہی کمانی محسن خان نے راستے سے گزرنا ناممکن پا کر پندران کا راستہ اختیار کیا دشمن کی آنکھ بچا کر نورگاما پہنچ گیا۔

گزآن کی لڑائی

نورگاما سے کمانی محسن نے گزآن کا رخ کیا جہاں میر گوہر خان مورچہ بند تھا مورخہ ۲۱ جون ۱۸۷۲ء کو معرکہ کارزار گرم ہوا میر گوہر خان شکست کھا کر پسپا ہوا پھر سانہدک گٹ پر مورچہ بندی کر کے بیٹھ گیا۔

دیگر قبائل کی میر گوہر خان زرک زئی کی امداد کو آنا

اسی دوران باغبانہ سے جونگل خان مینگل ایک لشکر کے ساتھ اور سیفول جتک دو سو آدمیوں کے ساتھ اس کی امداد کو پہنچے بعد میں حیات خان سمالانی بھی ایک سو آدمیوں کے ساتھ اُس کے ساتھ مل گیا۔

سانبہدک کی لڑائی

کمانی محسن نے سانبہدک کے مقام پر ۲۴ جون ۱۸۶۲ء میں حملہ کیا لڑائی ہوئی کمانی محسن خان کے گیارہ سپاہی مارے گئے۔ اور سولہ زخمی ہوئے اور لیقابدوڑ کی طرف منتشر حالت میں پسپا ہوئے۔ اس پسپائی کے بعد کمانی محسن زہری کے قلعہ میں محصور پڑا رہا میر گوہر خان زہری کی طرف آنے والے تمام راستوں کی سخت ناکہ بندی کی گئی

قلات سے آنے والی رسد پر میر گوہر خان کا قبضہ

قلات سے ایک فوجی دستہ کمانی محسن اور اُس کی فوج کے لیے رسد لا رہا تھا۔ میر گوہر خان کے گھیرے میں پھنس گیا اس کے آٹھ سپاہی مارے گئے فوجی راشن چھوڑ کر بھاگ گئے جس پر میر گوہر خان نے قبضہ کیا۔ اسی اثناء میں سردار چاکر خان جتک جسے پیر بخش حاکم گنداواہ نے ایک ہزار روپے دینے سے انکار کیا تھا میر گوہر خان سے آکر مل گیا۔

کمانی محسن کی سیاسی چال

جب کمانی محسن نے دیکھا کہ اُس کے زہری سے نکلنے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے اس نے سردار قیصر خان موسیانی اور بی بی لنڈ بی بی کے ذریعے میر گوہر خان کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کی۔ یہ طے پایا کہ میر گوہر خان کی طرف سے چند معتبرین پیر سلطان العارفین کے مقام پر آکر حاکم پیر بخش سے ملیں اور صلح کی شرائط طے کریں۔ پیر بخش نے اس مقام پر خیمہ لگوایا اور معتبرین کے لیے دعوت کا بھی انتظام کیا۔

میر گوہر خان کے معتبرین کی گرفتاری

جب میر گوہر خان کے معتبرین کھانے پر بیٹھے۔ تو کمانی محسن نے چپکے سے اپنی فوج کے ساتھ آکر خیمہ کو گھیر لیا۔ اس طرح سردار مدت خان پندرانی، سردار چاکر خان جتک، سردار خیر محمد باران زئی، رمل خان لوٹیانی اور عبدالروف خان نیچاری کو اکیس اور معتبرین کے ساتھ گرفتار کر کے راتوں رات انہیں ساتھ لیکر چپکے سے قلات کی طرف نکل گیا۔ قلات پہنچ کر ان تمام معتبرین کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

میر گوہر خان زرک زئی کا نورالدین مینگل سے امداد طلب کرنا

جب میر گوہر خان زرک زئی کو اطلاع ہوئی۔ وہ آگ بگولا ہوگیا مگر کمانی محسن اور حاکم پیر بخش بہت دور نکل چکے تھے وہ اُن کا تعاقب بھی نہیں کرسکتا تھا میر گوہر خان نے پیر قلندر کے مقام پر چھاؤنی ڈالی اور وہاں سے سردار نورالدین مینگل

کو تمام واقعات کی اطلاع دیتے ہوئے قلات پر حملہ کرنے کے لیے امداد طلب کی لیکن سردار نورالدین نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہزار خان چوٹائی کا پھانسی پانا

ہزار خان چوٹائی سراوان کے سرداروں کا طرفدار تھا پچھلی بغاوت میں امیر کے خلاف باغی سرداروں کی بڑی حمایت اور طرفداری کی تھی اور خود بھی امیر کے خلاف لڑتا رہا تھا۔ اب جب کہ سردار کوہستان مری میں منتشر تھے۔ امیر بلوچستان کو سردار ہزار خان چوٹائی کو کیفر کردار تک پہنچانے کا موقع ہاتھ آیا۔

گورنر کچھی نواب محمد خان نے ملا جمعہ نامی ایک شخص کو ہزار خان کے پاس بھیج کر اور اسے بہلا پھسلا کر بھاگ منگوایا۔ یہاں پر پہنچتے ہی اسے گرفتار کر کے دوسرے دن ۲ مارچ ۱۸۷۵ء میں امیر بلوچستان کے حکم سے اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا

باغی سرداروں کا ردعمل

ہزار خان چوٹائی کی پھانسی کے واقعے سے باغی سرداروں میں کھلبلی مچ گئی سردار اللہ ڈنہ کرد اور سردار وڈیرہ قادر بخش بنگل زئی نے سردار ملا محمد رئیسانی کو فوراً احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کو لکھا۔ اور خیال ظاہر کیا کہ جب امیر نے ہزار خان چوٹائی جیسے شخص کو جب تے ہماری معمولی سی امداد کی تھی زندہ نہیں چھوڑا ہمیں کب معاف کرے گا۔

داروغہ عطا محمد کی تقرری بحیثیت وزیر

شاغاسی ولی محمد کی وزارت سے معزولی کے بعد امیر بلوچستان امیر خداداد خان

نے داروغہ عطا محمد کو اپنا وزیر مقرر کر کے وزارت کا عہدہ اُسے دیدیا۔

لسبیلہ اور جھالاوان سے سندھ سے ملحقہ سرحدات پر لوٹ مار

کافی عرصہ سے قبیلہ چھٹہ اور جاموٹ انگریزی حکومت کے علاقہ سندھ میں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کر رہے تھے۔ اور قافلوں کو بھی لوٹ لیا کرتے تھے یہ قافلے جو درہ بولان کے بند ہونے کی وجہ سے براستہ راج راہ کراچی آیا جایا کرتے تھے۔ اُمیر بلوچستان کے حکم سے یہ راستہ اختیار کیا تھا یہ درہ اُمیر بلوچستان کی بلا شرکت غیرے ملکیت تھی۔ اس کے مقابلے میں درہ بولان اور درہ مولہ کے ٹیکس و محصول میں علاقے کے متعلقہ سردار بھی شریک تھے بغاوت کے دوران قبیلے کے سردار قافلوں کو تنگ کرتے تھے۔ لہٰذا اس صورت حال کے پیش نظر اُمیر بلوچستان نے قافلوں کو کراچی آمدورفت کے لیے درہ راج راہ سے گزرنے کے احکامات صادر کیے تھے۔ قبیلہ چھٹہ و جاموٹ اسی درے سے گزرنے والے قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

میری ویدر کمشنر سندھ کی حکومت ہند کو تجویز

جب راج راہ درہ میں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی انتہا کو پہنچ گئی قافلوں کا کراچی آنا ناممکن ہوگیا تو میری ویدر کمشنر سندھ نے راستوں کے تحفظ کے لیے بلوچستان پر فوج کشی کرنے کی حکومت ہند سے اجازت طلب کی حکومت ہند نے اس کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ اُمیر کو خط لکھے کہ وہ قیام امن اور شاہراہوں کے تحفظ کا انتظام کرے۔

ورنہ حکومت ہند مجبور ہوگی کہ وہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے۔

امیر بلوچستان کی تدابیر

میری ویدر کمشنر سندھ نے ماہ مارچ ۱۸۷۵ء کو امیر بلوچستان کو ایک خط لکھا۔ امیر بلوچستان نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ داروغہ عطا محمد کو ایک پلٹن دو سو سواران رسالہ دو چھوٹی توپیں اور غیر منظم لیویز کے پچاس سوار اور پچاس پیادے دے کر ہدایت کی گئی کہ راج راہ سے گزرنے والے قافلوں کے تحفظ کا مستقل بندوبست کرے۔ ان لٹیروں اور بدمعاشوں کو جو لوٹ مار کرتے ہیں جن کے بازو سندھ کی انگریزی حکومت کے حکام امیر بلوچستان سے طلب کرتے رہے ہیں گرفتار کرکے انگریزی حکومت کے افسروں کے حوالہ کرے۔ اور داروغہ عطا محمد کو میر گوہر خان زرک زئی کی شورش کو دبانے کا بھی حکم دیا۔

میر گوہر خان زرک زئی کے آدمیوں کی رہائی

میر گوہر خان زرک زئی کے وہ تمام ساتھی جن کو کمانی محسن اور حاکم گنداواہ پیر بخش نے قید کرکے قلات لاتے تھے امیر بلوچستان کی اجازت سے داروغہ عطا محمد نے ان سب کو رہا کر دیا۔

امیر بلوچستان کا دوستانہ خط بنام سردار نورالدین مینگل

داروغہ عطا محمد کی جھالاوان مہم پر روانگی سے قبل امیر بلوچستان سردار

نورالدین مینگل کو ایک دوستانہ خط لکھ کر خواہش ظاہر کی تھی کہ میر عالی خان کو لے کر قلات آجائیں ان کے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کے ساتھ باعزت سمجھوتہ کیا جائے گا۔ سردار نورالدین مینگل نے اُمیر کے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا

اُمیر بلوچستان کا دوسرا خط بنام سردار نورالدین مینگل

جب داروغہ عطاءٔ محمد جھالاوان اور لس بیلہ کی مہم پر روانہ ہو رہا تھا تو اُمیر بلوچستان نے دوسرا خط سردار نورالدین کو لکھا کہ داروغہ عطاءٔ محمد کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی بہن کی وفات کی مناسبت سے آپ کے پاس آکر ہماری طرف سے فاتحہ خوانی کی رسم ادا کرے۔

میر گوہر خان پر حملہ

جب داروغہ عطاءٔ محمد قلات سے اپنی مہم پر روانہ ہوا اور وہ جب سوراب پہنچا تو اُسے اطلاع ملی کہ میر گوہر خان زرک زئی میر گٹ میں مورچہ بند ہے داروغہ نے کمانی محسن کو پلٹن سے دو کمپنی دے کر میر گوہر خان کے مقابلے کو بھیجا کمانی محسن جب میر گٹ کے دامن میں پہنچا تو اُسے پتہ چلا کہ اس دشوار گزار اور بلند پہاڑ پر میر گوہر خان تک پہنچنا ناممکن ہے لہٰذا وہیں سے واپس ہو گیا۔ پاشتہ خان مقام پر چند تھوانی اور دوسرے غریب خانہ بدوش افراد کچھی جاتے ہوئے ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ انہیں میر گوہر خان کے آدمی سمجھ کر محسن نے ان پر حملہ کیا۔ اُن کے ریوڑوں کو لوٹا۔ اور باغبانہ چلا گیا۔

نورالدین کا امیر بلوچستان کے خط کا جواب دینا

داروغہ عطاء محمد ابھی تک سوراب میں تھا کہ سردار نورالدین نے امیر کے خط کا جواب قلات بھیجا جس میں اُس نے امیر کو لکھا کہ جب آپ کا وزیر خضدار پہنچے گا تو میں سردار آزاد خان نوشیروانی سردار یوسف خان محمد حسنی اور مینگل معتبرین کے ساتھ ان سے وہاں ملوں گا۔ اور میر عالی خان کے متعلق گفتگو کروں گا۔ امیر نے داروغہ عطاء محمد کو ہدایت کی کہ میر کبیر خان بزنجو اور کمانی محسن کو نوروائی پلٹن کے ساتھ ہمراہ لے کر خضدار جائے اور سردار نورالدین کے ساتھ معاملہ طے کرے۔

داروغہ عطاء محمد کا خضدار پہنچنا

دو اکتوبر ۱۸۷۵ء کو داروغہ عطاء محمد خضدار پہنچا سردار نورالدین کو اپنی آمد کی اطلاع دی سردار نورالدین کو داروغہ عطاء محمد کے اس طرح جلدی پہنچ جانے سے شک پیدا ہوا۔ کہ کہیں اس طرح دوستی کے پردہ میں اس کے لیے دشمنی کا کوئی خفیہ جال تو نہیں بچھایا گیا ہے۔ سردار نورالدین ڈر گیا اور اُس نے داروغہ کو لکھا کہ اگر وہ اپنے بیٹے اور کمانی محسن کو بطور ضمانت اس کے پاس وڈھ بھیج دے تو وہ خضدار آجائے گا۔ ورنہ نہیں سردار نورالدین نے میر عالی خان کو بیلہ سے امداد کے لیے لکھا۔ اور میر گوہر خان زرک زئی کو بھی اطلاع دی میر گوہر خان نے میر گٹ میں اپنی پوزیشن کو چھوڑنا مناسب خیال نہیں کیا۔ چنانچہ اُس نے سردار نورالدین کو کہلا بھیجا کہ وہ وڈھ میں بیٹھے رہنے کی بجائے وہ اُسکے پاس میر گٹ چلا آئے۔

داروغہ عطا محمد کا تدبر

سردار نورالدین کے جواب پر داروغہ عطاء محمد برافروختہ نہیں بلکہ اس نے تدبر اور دوراندیشی سے کام لے کر اپنی طرف سے چند معتبرین سردار نورالدین کے پاس وڈھ روانہ کئے جنہوں نے اُسے سمجھا بجھا کر اور تسلی دے کر داروغہ سے ملنے پر رضامند کیا آخر سردار نورالدین نے خضدار سے سات میل دور داروغہ عطاء محمد سے ملاقات کی۔

سردار فقیر محمد بزنجو کا خط

داروغہ عطاء محمد نے سردار نورالدین کو سمجھایا کہ میر عالی خان کو ساتھ لے آئے۔ آئندہ کے لیے پرامن اور امیر کا وفادار رہے جس میں اُس کی اور قوم و وطن کی بھلائی ہے۔ سردار نورالدین نے کہا کہ اس نے اُمیر کے خلاف کوئی ایسا جرم نہیں کیا ہے جس کے لیے وہ نادم ہو اور امیر کے پاس جاکر اس کی معافی طلب کرے البتہ اُس نے کہا کہ اگر امیر سرادان کے سرداروں قبیلہ مری کے مقتدیوں اور سردار آزاد خان نوشیروانی اور میر عالی خان جاموٹ کی شکایات کا ازالہ کر دے تو اسے بھی امیر کے سلام کے لئے قلات جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جب داروغہ نے شدید اعتراض کیا تو سردار نورالدین نے اُسے سردار فقیر محمد بزنجو کا ایک خط دکھلایا جس میں سردار فقیر محمد نے اسے قلات جانے سے خبردار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ قلات پہنچتے ہی امیر اُسے گرفتار کرے گا۔ داروغہ عطاء محمد نے یہ خط سردار نورالدین سے لے کر امیر کے پاس قلات بھجوا دیا۔ اگرچہ داروغہ عطاء محمد سردار نورالدین کو قلات جانے پر آمادہ نہ کر سکا لیکن اپنی طرف سے

اُسے مطمئن کر دیا کہ اس کے ساتھ دھوکا اور فریب کا کوئی کھیل نہیں کھیلا جائے گا اور اس طرح اُسے اپنے ساتھ جنوبی سرحدات کا انتظام کرنے کو چلنے پر رضامند کر لیا۔

سردار پہاڑ خان ساسولی کی اطاعت

سردار پہاڑ خان ساسولی کے کچھ غلام فرار ہو کر سندھ کے انگریزی علاقہ میں داخل ہوئے تھے۔ سردار پہاڑ خان ان کے تعاقب میں دو سو ساسولیوں کا ایک لشکر لے کر انگریزی حکومت کے علاقہ میں داخل ہوا تھا اور بہ زور و زبردستی اپنے مفرور غلاموں کو واپس لے آیا تھا۔ انگریزی حکومت کے افسر سردار پہاڑ خان کی اس سینہ زوری کو مداخلت بے جا پر محمول کر کے امیر سے اُس کا بازو طلب کر رہے تھے۔ داروغہ عطا محمد کے خضدار پہنچنے پر سردار پہاڑ خان نے خود کو داروغہ عطا محمد کے پیش ہوا۔ داروغہ نے اُسے اس کے مرتبہ کے مطابق عزت دے کر اپنے ساتھ لے لیا۔

قبیلہ چھٹہ کی سرزنش

داروغہ عطا محمد جب وڈھ کے علاقہ میں پہنچا تو سردار نورالدین مینگل اور میر عالی خان جاموٹ بھی آ کر اُس سے ملے۔ اور ساتھ ہوئے یہاں سے آگے بڑھ کر اُس نے نوشیروان چھٹہ کو جو اس علاقہ کے تمام لیٹروں اور ڈاکوؤں کا سرغنہ تھا گرفتار کیا اس کے علاوہ وہ کئی دوسرے مشہور چور اور راہزنوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ قبیلہ چھٹا کو مجموعی طور پر اسی ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی

گئی. اور آئندہ پر امن رہنے کے لیے اس کے تمام معتبرین سے اور سر کردگان کو سنگین ضمانتوں سے پابند کیا گیا.

داروغہ عطاء محمد کی انگریزی حکام سے ملاقات

داروغہ عطاء محمد نے کپتان وائیز سپرنٹنڈنٹ پولیس کراچی کو تمام ملزموں کی گرفتاری کی اطلاع دے دی اور پھر ایک مقررہ پروگرام کے مطابق تمام گرفتار کردہ ملزموں کو ساتھ لے کر حب ندی روانہ ہوا. جہاں پر انگریزی حکومت کی طرف سے کپتان وائیز آکر اُس سے قیدیوں کے متعلق گفت و شنید کرنا چاہتا تھا.

داروغہ عطاء محمد نے حب ندی پہنچ کر کھار کے مقام پر کیمپ کیا یہاں پر کپتان وائیز نمائندہ انگریزی حکومت سندھ اُس سے ملا اور کئی قیدیوں کا باہمی تبادلہ کیا گیا. داروغہ عطاء محمد نے امیر کی ہدایت کے مطابق سردار پہاڑ خان ساسولی نوشیروان چھٹہ، جان محمد، بلوچ خان اور زور خان کو انگریزی حکومت کے حوالے نہیں کیا.

کپتان وائیز کی داروغہ عطاء محمد کے کیمپ کے بارے میں منظر کشی

کپتان وائیز داروغہ عطاء محمد کے کیمپ کے بارے میں یوں منظر کشی کرتا ہے "داروغہ عطاء محمد نے حب ندی کے مغربی سرے پر ڈیرہ ڈالا تھا. اس کے ساتھ رسالے کے دو سو اچھے سوار تھے جو سبز وردیوں میں ملبوس تھے. اور تلوار لگائے ہوئے تھے. پلٹن کے چار سو سپاہی انگریزی ساخت

کی بندوقوں سے مسلح تھے۔ دو پہاڑی توپیں تھیں جن کو اونٹوں پر لے جایا جاتا تھا ان کے علاوہ لیونیز کے پچاس ملکی سوار اور پچاس ملکی پیادے تھے جو مقامی ہتھیاروں سے مسلح تھے۔"

داروغہ عطا محمد کی مظفر و منصور واپسی

داروغہ عطا محمد نے اپنی مہم میں پوری تندہی اور جوانمردی سے کام لیکر جنوبی سرحد کے تمام ڈاکوؤں، لٹیروں اور بدمعاشوں سے علاقہ پاک کر دیا ہر علاقے کے بڑے سے بڑے آئندہ اُس علاقہ میں امن قائم رکھنے کی سنگین ضمانت لی اور متعلقہ طائفہ کے بھلے بُرے کا اُسے ذمہ دار ٹھہرایا تاجروں کے لوٹے ہوئے مال کے عوض میں مجرموں سے ہزاروں روپے نقد اور ہزاروں کی قیمت کا مال مویشی وصول کیا۔ سردار نورالدین مینگل اور میر عالی خان جاموٹ کو جنہوں نے اُس کے ساتھ دیانت داری سے امداد کی تھی خلعت اور انعام واکرام دے کر عزت کے ساتھ مرخص کیا اور اس طرح مظفر و منصور واپس قلات چلا آیا۔

اہم قیدیوں کا معاملہ

داروغہ عطا محمد کے قلات پہنچنے پر سندھ کی انگریزی حکومت نے اُمیر سے سردار پہاڑ خان ساسولی، نوشیروان جھٹہ اور اُن تمام دوسرے قیدیوں کا جنہیں داروغہ عطا محمد نے گرفتار کر کے انگریزی حکومت کے حوالے نہیں کیا تھا۔ امیر سے قیدیوں کو حکومت سندھ کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔

اُمیر بلوچستان کا حکومت ہند کو جواب

اُمیر بلوچستان نے قیدیوں کو حکومت سندھ کے حوالے کرنے سے انکار کرتے ہوئے لکھا کہ ان قیدیوں کو صرف اس صورت میں انگریزی حکومت کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جب کہ ان کے عوض میں شاغاسی ولی محمد اور شاغاسی غلام جان کو اُمیر کی حکومت کے حوالے کیا جائے۔ اُمیر نے لکھا کہ ولی محمد اور غلام جان نے علاقہ جات کچھی جھالاوان اور بیلہ کے مالیہ کے لاکھوں روپے کا حساب دینا ہے۔ وہ ہماری دولت اور مالیہ کے متعلق رجسٹرات اپنے ساتھ لے کر انگریزی حکومت کے علاقہ میں آرام سے بے غم بیٹھے ہیں جب تک انہیں ہمارے حوالے نہیں کیا جائے گا ہم ان قیدیوں کو آپ کی حکومت کے حوالہ نہیں کریں گے۔

سردار ملا محمد رئیسانی کی دوبارہ سازشیں

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جب اُمیر بلوچستان نے معاہدہ جیکب آباد کو تسلیم نہیں کیا۔ اسی دوران شاغاسی ولی محمد کی معزولی اور پھر فراری، انگریزوں کے نمائندہ کی قلات سے واپسی ایسے حالات تھے۔ جس سے سردار ملا محمد رئیسانی کو دوبارہ زریں موقع ہاتھ آیا کہ وہ اپنی حسب منشا سراوان کے دوسرے سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر امیر بلوچستان کے خلاف پھر منظم بغاوت کرے۔ اور اُمیر بلوچستان سے اپنی خواہش کے مطابق شرائط منوائے۔ لہذا سردار ملا محمد مری کے علاقے سے نکل کر بی کے افغانی علاقہ میں آکر مقیم ہوا۔ اور یہاں سراوان کے

سرداروں کے ساتھ تعلقات قائم کر کے بغاوت کی آگ کو پھر ہوا دینے لگا۔

اُمیر بلوچستان کا بمبئی کے بارو زئی سردار کو خط لکھنا

جب اُمیر خدادادخان کو پتہ چلا کہ سردار ملا محمد رئیسانی بمبئی میں مقیم ہو کر خفیہ اور اعلانیہ طور پر ایک بار پھر بلوچستان میں بغاوت کی آگ کو پھیلا رہا ہے تو انہوں نے سردار شیر زمان خان بارو زئی کو خط لکھا۔ "کہ ہم اُمیر کابل کے متعلق آپ سے زیادہ بہتر رائے رکھتے رہے ہیں۔ اُمیر کا ملک اور میرا ملک دو بھائیوں کا ملک ہے لہٰذا یہ ایک چیز ہیں۔ مگر آپ نے ہمارے دشمنوں کو اپنے علاقے میں پناہ کی اجازت دی ہے۔ آپ اُن کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیں۔"

سردار بارو زئی کا جواب اُمیر بلوچستان کو

سردار شیر زمان خان نے اُمیر بلوچستان کے خط کا اس طرح جواب دیا۔
"میں نے اُمیر کابل کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ اُمیر نے مجھے لکھا ہے کہ سردار ملا محمد کو اس وقت تک اپنے پاس رکھو۔ زمین اور پانی دو اور آرام پہنچاؤ جب تک کہ وہ خوشی سے وہاں رہے اور اس کی ایسی خدمت کرو جیسی خدمت کہ میری کرتے ہو"۔ لہٰذا سردار شیر زمان بارو زئی کے اس جواب سے اُمیر بلوچستان خاموش ہو گئے۔

سردار ملا محمد کی مریوں سے درخواست

سردار ملا محمد رئیسانی جب بمبئی میں مقیم ہوا۔ تو اُس نے مری قبیلے کے سردار

سردار گزین خان کو خط لکھا اور اطلاع دی کہ امیر عنقریب اپنے بیٹے کو ایک فوج کے ساتھ کچھی بھیج رہا ہے۔ اور سراوانی قبائل کو ترغیب دے رہا ہے کہ وہ بھی اُس کے لڑکے کے ساتھ مل کر مریوں پر حملہ کریں۔ ملا محمد سردار نے مزید لکھا کہ اگرچہ میرے اور امیر کے درمیان سمجھوتہ کی کوشش ہو رہی ہے۔ اگر سمجھوتہ ہوگیا تو آپ کے اور امیر کے درمیان میں سمجھوتہ کرانے کے قابل ہو سکونگا۔ اگر امیر نے میرے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ اور اپنی فوجوں کو مریوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ تو آپ عبداللہ خان یا شیر محمد خان کو مریوں کے لشکر کے ساتھ میری امداد کو روانہ کر دیں۔ اور اس طرح ہم امیر کے مقابلے میں ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔

مری مقدموں کا سردار ملا محمد سے اتحاد

مری قبیلہ کے تمام مقدموں نے بہ اتفاق رائے سردار ملا محمد رئیسانی کو لکھا "کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کو اپنے سردار سے بھی بڑا خیال کرتے ہیں جس وقت آپ ہمیں حکم دیں ہم لڑنے کو تیار ہو جائیں گے یہ ضروری ہے کہ آپ تمام سراوان کے قبائل کو جمع کریں۔ تاکہ ہم اور سراوانی متحد ہو کر لڑائی شروع کریں اگر کسی وجہ سے سراوانی رضامند نہ ہوں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم ملک میں ایسی آگ لگا دیں گے جس کے بجھانے سے لوگ عاجز آ جائیں گے۔

امیر بلوچستان کی فصلات کو ڈھاڈر میں لوٹنا

جب ۱۱ر نومبر ۱۸۶۵ء میں وڈیرہ شادی خان بنگل زئی اور سردار اللہ ڈنہ کرد

نے اجتماعی صورت میں اپنے قبائل کے ساتھ کچھی جاتے ہوئے ڈھاڈر میں ڈیرہ ڈالا تو امیر بلوچستان کی فصلات کو لوٹا۔ اور ان میں کھلے بندوں اپنے مال مویشی کو چھوڑ کر چرایا۔ انہوں نے سردار علا محمد رئیسانی کو بھی اطلاع دی کہ جس وقت سردار سید خان محمد شہی۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ کچھی پہنچے گا ہم سب مل کر کچھی میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں گے۔

علا محمد سردار کی انگریزوں سے آخری درخواست

سردار علا محمد رئیسانی کمشنر سرحدات سندھ کو ایک خط میں آخری بار درخواست کرتے ہوئے لکھا۔

"جب سے انگریزی حکومت نے ہمارے اور امیر بلوچستان کے درمیان صلح جیکب آباد میں کرائی ہے۔ اس وقت سے امیر بلوچستان فیصلہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھے اور میرے طرفداروں کو تکلیف پہنچا رہا ہے میں آپکی حکومت کو ہر وقت اس کی اطلاع دیتا رہا ہوں اور آپ ہر وقت مجھے یہی ہدایت کرتے رہے ہیں کہ اپنے آدمیوں کو امیر بلوچستان کے علاقہ میں بدامنی پھیلانے سے روکے رکھو۔ اپنے آدمیوں کو امیر کے زمینداروں اور غریب رعایا کو لوٹنے اور ستانے کی اجازت نہ دو قافلوں کے لوٹنے سے منع کرو اور لوگوں کو امن و چین سے رکھنے میں خان کی مدد کرو اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ اس وقت سے اب تک میں نے ان ہدایات کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ میرے ہاتھ سے امیر کے علاقہ اور خود امیر کو اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا رہا اور مجھے امید تھی کہ

انگریزی حکومت اور انگریز افسر ضرور بادشاہوں کی طرح میرے اور میرے آدمیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں گے۔ اور ہمارے ساتھ ایسا کریں گے جسے دیکھکر دوسرے لوگ بھی انگریزوں کی تعریف کریں گے اور انگریزی حکومت کے احکام کی اس طرح تعمیل کریں گے۔ جس طرح میں نے کی ہے مگر افسوس ہے کہ میں نے اب تک کوئی ایسا مہربانہ کا سلوک نہیں دیکھا بلکہ اس کے برعکس اُمیر نے سمجھوتے کی جس قدر بھی خلاف ورزی کی ہے میری طرف سے پیہم شکایات کے باوجود آپ نے کوئی تحقیقات نہیں کی اُمیر کیوں سمجھوتے کے مطابق عملدرآمد نہیں کرتا اس فیصلہ کی جو آپکے توسط سے آپ کی حکومت نے ہمارے اور اُمیر کے درمیان کیا ہے۔ اُمیر اس کی علی الاعلان خلاف ورزی کر رہا ہے اس کے متعلق میں آپ کو لکھ چکا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو لکھ کر میں نے اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ اب جب کہ اُمیر ہماری بنیادیں اکھیڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں ان کی زیادتیوں کو مزید عرصہ کے لیے برداشت نہیں کر سکتا اور زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھ سکتا ہوں جو کچھ میں کر سکوں گا۔ کروں گا۔ کہ کل آپ کی حکومت یہ نہ کہے کہ اُسے میرے ارادوں کا علم نہ تھا۔

گوہر خان زرک زئی کی سیاسی صورت حال

جب کہ سراوان اور کچھی میں سردار ملا محمد رئیسانی اُمیر بلوچستان کے خلاف پھر بغاوت کی آگ بھڑکا رہا تھا جھالاوان میں میر گوہر خان زرک زئی سرکش اور باغی ہو کر درہ مولا پر قابض تھا۔ جنوبی سرحدات کے انتظام سے وارد و فہ عطا محمد کی واپسی پر میر گوہر خان نے علاقہ میں اپنی لوٹ مار کی سرگرمیاں پھر تیز کر دیں

میرگٹ سے اُتر کر پھر زہری میں آکر مقیم ہوا۔

اُمیر بلوچستان کو سردار نورالدین مینگل کی تجویز

سردار نورالدین مینگل جواب دار وغہ عطا محمد کی وجہ سے اُمیر سے کسی قدر مطمئن ہو چکا تھا۔ میر گوہر خان زرک زئی کو اپنا ہم خیال بنانے زہری چلا گیا اور یہاں سے اُس نے اُمیر کو لکھا کر علاقہ میں امن قائم رکھنے اور موجودہ غیر مساعد حالات سے عہدہ برا ہونے کے لیے بہتر اور ضروری ہے کہ میر گوہر خان کو قبیلہ زہری کا سردار مقرر کیا جائے میر گوہر خان کو سردار تسلیم کر کے شہزادہ محمود خان کو اس کی دستار بندی کرانے زہری بھیج دیں۔

درباری اُمرا کی بدگمانی

بعض درباری اُمرا نے اُمیر کو یقین دلایا کہ شہزادہ محمود خان کو زہری طلب کر کے سردار نورالدین ایک نئی سازش کر رہا ہے۔ انہوں نے اُمیر کو خبردار کیا کہ اگر آپ نے شہزادہ محمود خان کو زہری بھیج دیا تو سردار نورالدین اور میر گوہر خان جن کے ساتھ میر عالی خان جاموٹ اور سردار نوشیروانی بھی شامل ہیں اُسے خان مقرر کر کے قلات پر چڑھائی کر دیں گے۔ اُمیر چونکہ شکی مزاج تھے اپنے مشیروں کی باتوں میں آ گئے۔ اُمیر نے سردار نورالدین کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا چند دن انتظار کے بعد سردار نورالدین مینگل اور جھالاوان کے کئی دوسرے سرداروں نے مل کر میر گوہر خان زرک زئی کو قبیلہ زہری کا سردار مقرر کر دیا۔ اور جھالاوان کے رواج کے مطابق اس کی دستار بندی کی رسم بھی ادا کی گئی

امیر بلوچستان سردار نورالدین کی اس حرکت سے برافروختہ ہوئے مگر حالات ایسے تھے کہ انہوں نے خاموشی اختیار کی

امیر بلوچستان کی فوج کی بددلی

خانہ جنگیوں، بغاوتوں کی وجہ سے امیر بلوچستان کا خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ ملک غیر آباد اور دیہات بے چراغ پڑے ہوئے تھے۔ قافلوں کی آمد و رفت رُک گئی تھی غرضیکہ آمدنی کے تمام ذرائع بند ہو چکے تھے۔ سپاہیوں کو کئی مہینے سے تنخواہ نہیں ملی تھی تنگ آکر ماہ جنوری ۱۸۷۰ء میں پہلی بار تمام سپاہیوں نے بندوقیں پھینک دیں اور اس وقت تک ہڑتال پر رہے جب تک کہ ان کی تمام تنخواہیں ادا نہ کر دی گئیں۔

جام میر عالی جام لس بیلہ کی فوجی بھرتی

جام میر عالی خان جاموٹ جو جام یا سردار علاقہ لس بیلہ تھا۔ اس نے بھی امیر بلوچستان کی دیکھا دیکھی پانچ سو افراد پر مشتمل ایک پلٹن اور تین سو سواروں کا ایک رسالہ بھرتی کرنے کا اعلان کیا وہ اپنے سپاہیوں کو نسبتاً امیر بلوچستان سے زیادہ تنخواہ اور راشن دیتا تھا اس وجہ سے امیر بلوچستان کی فوج کے سپاہی جو زیادہ تر پٹھان یا ہندوستانی تھے بھاگ بھاگ کر میر عالی خان کی فوج میں بھرتی ہونے کے لیے لس بیلہ جانے لگے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امیر بلوچستان کی تمام فوج میں بے اطمینانی اور بددلی پھیل رہی تھی۔ میر عالی خان جاموٹ اپنے سپاہیوں کو سات روپے ماہوار تنخواہ کے علاوہ ایک سیر آٹا۔ دو چھٹانک گھی اور دو پیسے روزانہ راشن دیتا تھا۔ اس لئے

اُمیر بلوچستان کے اکثر پٹھان سپاہی قلات سے بھاگ کر بیلہ جاکر جام عالی خان جاموٹ کی ملازمت میں چلے جاتے تھے۔

اُمیر بلوچستان کی نازک سیاسی صورت حال

بلوچستان اس دور میں اُمیر بلوچستان کے پنجہ اقتدار سے نکل چکا تھا سراوان اور کچھی کے سردار تو پہلے ہی بغاوت کی لپیٹ میں آ چکے تھے۔ سراوانی سردار جھلاوان کے دو بڑے سردار سردار نورالدین مینگل اور سردار گوہر خان زرک کو اپنے ساتھ ملانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ سردار آزاد خان نوشیروانی اور جام میر عالی جاموٹ جام لس بیلہ پوری طرح منظم ہو کر اُمیر بلوچستان سے آخری ٹکر لینے کے موقع کی تلاش میں تھے۔ بلوچستان کی یہ تھی سیاسی صورت حال۔

ہندوستان کی انگریزی حکومت کی توقعات

انگریزی حکومت کے نمائندے جو پنجاب اور سندھ میں بلوچستان سے متصل سرحد پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اندرون ملک میں جلد ایک ایسی بغاوت کی توقع کر رہے تھے جس سے ان کے خیال میں بہت کم خونریزی سے بادشاہ کی تبدیلی عمل میں آئے گی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فوج جیسے بل پر امیر کا اقتدار ملک میں قائم تھا بد نظمی اور انتشار کا شکار ہو چکی ہے۔ اور اس انتشار سے آمیر کے اقتدار کو ملک میں شدید ضرب پہنچی ہے۔ انگریزی حکومت کے نمائندوں کا خیال تھا کہ اب اُمیر خداداد خان کو مستقبل تاریک ہے ممکن ہے۔ وہ بھاگ کر زندہ بچ نکلے لیکن زیادہ خیال یہ تھا کہ بغاوت کے شروع ہوتے ہی انہیں قتل کر دیا جائے گا اور ان کے

ولی عہد میر محمود خان کو امیر بلوچستان مقرر کر دیا جائے گا۔

دربار قلات کے مشیروں میں پھوٹ اور گروہ بندی

سرداروں کی بغاوت فوج میں انتشار کے ماسوائے دربار کے مشیروں کا درباری حلقہ میں بھی پھوٹ حسد اور نفاق پڑ چکا تھا اس وقت دربار میں دو گروہ تھے جو ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی کر کے بلوچستان کی حکومت کی بنیادیں اکھاڑ رہے تھے ان میں سے ہر گروہ دوسرے کے خلاف کیچڑ اچھال کر امیر کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے لیے اقتدار حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

دربار قلات کے غیر بلوچ مشیر

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے دور حکمرانی میں دربار کے مشیر یا تو خانہ زاد تھے یا غیر بلوچ تھے بہرحال بلوچ نہ تھے۔

یہ درباری دو گروہ میں تقسیم تھے۔ اس میں یہ افراد شامل تھے ا۔ نواب محمد خان وکیل شیخ ۲۔ عبداللہ جان افغان تاجر ۳۔ ملا محمد حیات قاضی بھاگ ۴۔ احمد کمانی محسن۔ یہ گروہ دوسرے گروہ سے نسبتاً مضبوط تھا۔ داروغہ عطا محمد اگرچہ بظاہر غیر جانبدار تھا۔ لیکن اسی گروہ کے ساتھ لگاؤ رکھتا تھا۔ دربار کا دوسرا گروہ ا۔ فقیر محمد جنگی پلٹن والا ۲۔ عبدالعزیز حاکم بھاگ ۳۔ اس کا لڑکا فقیر محمد ۴۔ اور شیخ فیض محمد حاکم مستونگ۔ یہ دونوں گروہ اپنی خود غرضی اور ذاتی منفعت کے لیے مصروف کار تھے چونکہ ان کی اکثریت نسلاً بلوچ نہ تھی۔ لہٰذا ان کو وطن اور بادشاہ کے جن کے خوان نعمت کے وہ ریزہ چین تھے۔ مفادات کا کوئی خیال نہ تھا

داروغہ عطا محمد کے ماسوائے جو امیر کا وفادار اور خیر اندیش تھا باقی سب اپنا ہی کے بندے اور ملک میں اچھی حکومت قائم کرنے کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اچھی حکومت میں ان کی دال گلنے کی کم امید ہے اور اچھی حکومت میں وہ ایک دن بھی اپنے عہدوں پر نہیں رہ سکتے تھے۔

امیر بلوچستان کی آخری حکمت عملی

امیر خداداد خان کو اپنے گرد و پیش کے حالات کا پورا احساس تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سراوان یا جھالاوان میں سے کسی ایک دستہ کے ساتھ سمجھوتہ کر کے ان میں انتشار پیدا کیا جائے تاکہ ایک دستہ اس کا طرفدار بن جائے سراوان پر امیر کو اعتماد نہ تھا کیونکہ سراوان کا سرسردار سردار ملا محمد رئیسانی انگریزی حکومت کا آدمی تھا اور دوست تھا۔ اور انہیں معلوم تھا کہ ملک میں یہ آگ اس کے ذریعے سے انگریزوں نے لگائی ہے۔ اس لیے سردار ملا محمد انگریزوں کے مشورہ کے بغیر امیر بلوچستان سے براہ راست سمجھوتہ کرنے پر ہرگز رضامند نہیں ہوگا۔ جیسے کہ نواب محمد خان کے ساتھ کئے ہوئے سمجھوتہ جلال خان کی مثال موجود ہے جس میں سردار ملا محمد نے سمجھوتہ کی شرائط پر کمشنر سندھ کی تصدیق لازمی قرار دی تھی۔ دوسری طرف جھالاوان میں سردار نورالدین مینگل تھا جو ایک راست باز بہادر سردار ہونے کے علاوہ ابتدا سے ہی انگریزی حکومت کا مخالف تھا اس نے کبھی بھی امیر کے مقابلے میں انگریزی حکومت سے امداد طلب نہیں کی تھی۔ اور نہ کبھی انگریزی حکومت کے نمائندوں کے بلاوے پر ان سے ملنے گیا تھا۔ بہرحال وہ امیر کو انگریزوں پر ترجیح دیتا تھا موجودہ وقت میں

سردار گوہر خان زرک زئی کی سرداری کے معاملے کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو نورالدین کے لیے امیر کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے راستے میں کوئی مشکل حائل نہ تھی نورالدین کے توسط سے میر عالی خان جو اس کا سجا بخا تھا. امیر کے ساتھ مل سکتا تھا چنانچہ بہت غور و فکر کے بعد آخر کار امیر اس فیصلہ پر پہنچا کہ سردار نورالدین کے ساتھ صلح کر کے اُسے ساتھ ملایا جائے.

داروغہ عطاءٔ محمد کو امیر بلوچستان کی ہدایات

امیر نے داروغہ عطاءٔ محمد کو سردار نورالدین کے ساتھ سمجھوتہ کے لیے سلسلہ جنبانی کرنے کی ہدایت کی اور اس پہ زور دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے سردار نورالدین کو راضی کر کے قلات لایا جائے. امیر نے داروغہ عطاءٔ محمد کو یہ اطلاع بھی دی کہ ان کا خیال ہے کہ سردار نورالدین کو کیچ کا گورنر مقرر کیا جائے اور اس کے توسط سے میر عالی خان کے ساتھ رشتہ ناطہ کر کے ان کے ساتھ خاندانی تعلقات استوار کرنے کا سلسلہ قائم کرے.

امیر بلوچستان کا خط بنام سردار نورالدین مینگل

داروغہ عطاءٔ محمد نے امیر خداداد خان کی ہدایت پر عبدالنبی گرگ ناڑی کو گدر سے طلب کیا جسے امیر بلوچستان نے سردار نورالدین اور میر عالی کے نام دوستانہ خطوط دیکر لسبیلہ روانہ کر دیا تھا. سردار نورالدین بھی ان دنوں بیلہ میں تھا چند دن بعد عبدالنبی ان کا جواب لے کر آیا کہ سردار نورالدین خان کے سلام کے لیے قلات آرہا ہے لیکن میر عالی خان سر دست اپنے علاقے

کو چھوڑ کر قلات آنے کو مناسب خیال نہیں کرتے۔

سردار نورالدین کا بیلہ سے وڈھ پہنچنا

سردار نورالدین جب بیلہ سے روانہ ہو کر وڈھ پہنچا تو امیر بلوچستان نے پھر عبدالنبی کو ایک خط دے کر اس کے پاس بھیجا اور اسے جلد قلات آنے کی تاکید کی۔

سردار نورالدین کی باغبانہ میں آمد

سردار نورالدین جب وڈھ سے باغبانہ پہنچا تو قلات سے منافقین نے کچھ ایسی اطلاعات سردار نورالدین کو بھیجیں کہ سردار موصوف قلات کی طرف سفر کو جاری رکھنے میں متذبذب ہوئے چنانچہ خود باغبانہ میں ٹھہر کر اس نے عبدالنبی کے ذریعہ امیر کو لکھا کہ میں قلات آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کیونکہ وہاں سے مجھے کئی آدمیوں کی طرف سے ایسی خبریں ملی ہیں جن سے مجھے اپنی جان کا خطرہ لاحق معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ مجھے کوئی ایسی تحریر جس سے مجھے اطمینان خاطر حاصل ہو سکتا ہو بھیج دیں۔ اور سنگین عہد و پیمان درمیان میں لائیں تب میں قلات آجاؤں گا۔

امیر بلوچستان کا تسلی آمیز خط بنام سردار نورالدین

امیر نے سردار موصوف کو جوابی خط لکھا جس میں انہوں نے لکھا کہ سردار کی بدی ہرگز نہیں چاہتے۔ آپ ذلیل اور شیطان آدمیوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں

اور خاطر تسلی رکھ کر قلات آجائیں۔ عبدالنبی کو یہ خط دے کر امیر نے شاغاسی علی جان کو بھی اس کے ساتھ سردار نورالدین کے پاس روانہ کر دیا۔ علی جان نے باغبانہ پہنچ کر سردار نورالدین کو امیر کی نیک نیتی اور ہمدردی کا یقین دلایا لیکن سردار نورالدین کو اس کے قول و پیمان سے چنداں تسلی نہیں ہوئی۔

سردار نورالدین کا سوراب پہنچنا

جب سردار نورالدین باغبانہ سے سوراب پہنچا تو وہ پھر شش و پنج میں پڑ گیا۔ لہٰذا امیر نے قرآن مقدس کی سورۃ یٰسین پر قول دیا کہ سردار نورالدین کو کسی قسم کا جانی اور مالی گزند نہیں پہنچائیگا۔ اور اس کے ساتھ شایان شان اور آبرو مندانہ سلوک کرنے کا حلیفہ عہد و پیمان تحریر کیا اس پر اپنی مہر لگا کر داروغہ عطا محمد کے ساتھ اس کے پاس سوراب بھیج دی۔ داروغہ عطا محمد کے سوراب پہنچنے پر سردار نورالدین نے بھی سورۃ یٰسین پر امیر کا دوست اور وفادار رہنے کی تحریر لکھ کر اپنی مہر لگا دی۔ اب اُسے خان کی طرف سے دلی اطمینان حاصل ہوا۔

سردار نورالدین کی آمد قلات میں

لہٰذا سردار نورالدین داروغہ عطا محمد کی معیت میں مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۷۵ء کو قلات پہنچا۔ امیر بلوچستان کے سلام سے مشرف ہوا۔ امیر اس سے پُر تپاک طور سے ملا اور گرانقدر خلعت سے اُسے نوازا اور اُسے شاہی مہمان خانہ میں خاص الخاص مہمان کی حیثیت سے رکھا اور ہر طرح سے اُس کی خاطر مدارت کرنے کے احکامات امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے جاری کئے۔

بلوچستان کی بفراسٹیٹی حیثیت میں تبدیلی

جیسے کہ میں نے اپنی تاریخ بلوچ و بلوچستان کی جلد اول جلد دوئم جلد سوئم میں بار بار یہ تحریر کیا ہے کہ زمانہ قدیم سے سلطنت ایران و سلطنت ہندوستان کے درمیان خطہ بلوچستان کی حیثیت ایک بفراسٹیٹ یا فاضل ریاست کی رہی ہے۔ جب مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کی وفات کے بعد ۱۸۰۶ء میں انگریز ہندوستان کی سیاست پر حاوی ہو گئے اور ہندوستان کی جنگ آزادی جو ۱۸۵۷ء میں ہوئی اُس کے بعد انگریز مکمل طور پر ہندوستان پر قابض ہو گئے مشرق وسطی میں سیاست کی صورت حال بالکل بدل گئی۔ اس دور میں ایران میں بھی کوئی مضبوط حکمرانی وجود نہیں رکھتی تھی۔ لہذا انگریز بطور ایک سپر پاور کے نمودار ہوا۔ اسی دور میں بلوچستان کے شمال میں افغانستان کی حکومت وجود میں آچکی تھی جس کا بانی احمد شاہ ابدالی تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۷ء سے لیکر ۱۷۷۲ء تک افغانستان پر حکمرانی کی۔ اُن کے بعد اُن کے جانشین اتنے طاقتور نہ تھے ایشیا میں ہر طرف روسی سلطنت حاوی ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس سے انگریزوں کی ہندوستانی سلطنت کو ہمیشہ کے لیے خطرہ لاحق ہو گیا۔ لہذا اس طرح بین الاقوامی سیاست میں تبدیلی کی وجہ سے خطہ بلوچستان کی فاضل ریاستی حیثیت میں بھی تبدیلی کے امکانات پیدا ہو گئے۔ بلوچستان میں اس دور میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان تھے چنانچہ انگریزوں نے سلطنت روسیہ اور سلطنت برطانوی ہندوستان کے درمیان مملکت افغانستان کو بطور بفراسٹیٹ کے رکھا بلوچستان کے بارے میں ہندوستان کی انگریزی حکومت کے افسروں کے دو رائیں

تھیں. افسروں کا وہ گروہ جو پنجاب سے تعلق رکھتا تھا. ان کی رائے یہ تھی کہ بلوچستان پر قبضہ کیا جائے تاکہ سلطنت روسیہ اس کے ساحل کے گرم پانیوں تک رسائی حاصل نہ کرسکے. انگریز افسروں کا دوسرا گروہ جنکا تعلق سندھ سے تھا. وہ چاہتے تھے کہ دستور قدیم کے مطابق بلوچستان کو سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان بطور فاصل ریاست یا بفر اسٹیٹ کے رکھا جائے لہٰذا حکومت برطانیہ نے اپنے پنجاب کے انگریز افسروں کی رائے کو مانتے ہوئے بلوچستان پر قبضے کا فیصلہ کیا. اس دور میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان تھے لہٰذا انگریزوں کے بلوچستان پر قبضہ کرنے کی پالیسی کی وجہ سے امیر خداداد خان کا تمام دورِ حکمرانی پرآشوب رہا بلوچستان میں ہر جگہ امیر کے ساتھ لڑائی جھگڑے ہوتے رہے قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا کیونکہ پر امن صورت میں بلوچستان پر انگریز قبضہ نہیں کرسکتا تھا. لہٰذا انگریزی جاسوس امیر بلوچستان اور اس کے قبائلی سرداروں کو امیر سے لڑاتے رہے. بلوچستان میں امیر خداداد خان کے دور میں مسلسل انتشار ہنگامہ، فساد برپا رہا لہٰذا بلوچستان پر انگریزوں کو بحیثیت ثالث قبضہ کرنے کا موقع فراہم ہوگیا.

انگریزوں کی بلوچستان میں عدم مداخلت کی پالیسی کی ناکامی

بلوچستان کی سیاست سے بعض بے بہرہ حضرات کی یہ رائے ہے کہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی مشکوک طبعیت، سخت گیری اور ضد کی وجہ سے اُن کی حکومت ناکام ہوگئی. اور انگریزوں نے بلوچستان پر قبضہ کرلیا. ان حضرات کی یہ رائے بالکل غلط ہے، امیر خداداد خان بہت سمجھدار، دیانت دار، معاملہ فہم

حکمران تھے۔ وہ ایک اعلیٰ منتظم تھے۔ ان کی اس خاصیت کی واضح دلیل ان کی ۳۶ سالہ دورِ حکمرانی ہے۔ اُن کے دورِ حکمرانی میں انگریزی حکومت کی مسلسل ریشہ دوانی سرداروں کو بغاوت پر اُکسانا ہر بات پر اپنے جاسوسوں کے ذریعے دنگا فساد کھڑا کرانے کے باوجود امیر موصوف نے ۳۶ سال حکمرانی کی۔

بلوچستان کی سیاست کے بارے میں انگریز افسروں کے دو گروہ

اصل میں بلوچستان کی سیاست کے بارے میں انگریز افسروں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عدم مداخلت کی پالیسی کا داعی تھا۔ دوسرا گروہ فارورڈ پالیسی کا علمبردار تھا۔ فارورڈ پالیسی والے۔ انگریز افسر بلوچستان میں غیر مستحکم سیاست، سازش بغاوت، فسادات، لڑائی جھگڑے کے ذمہ دار تھے۔ انگریزوں کے علاقہ سندھ کے افسر عدم مداخلت کی پالیسی بلوچستان میں چاہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں پنجاب کے علاقہ کے انگریز افسر اس پالیسی کے بالکل خلاف تھے۔ اور وہ فارورڈ پالیسی کے تحت بلوچستان پر مکمل قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ سیاسی حیثیت سے بلوچستان کا تعلق کمشنر سندھ کی توسط سے حکومت بمبئی کے ساتھ قائم تھا۔ مگر انگریزوں کی حکومت پنجاب کا ایک ماتحت افسر کپتان سنڈیمن منٹھن کوٹ کانفرنس کے واضح فیصلوں کے خلاف بلوچستان کے سرحدی علاقوں کے بلوچ قبائل مری بگٹی کے اندرونی معاملات میں دخل دیتا تھا۔ اور اس افسر کی کوشش یہی تھی کہ عدم مداخلت کی پالیسی بالکل ناکام ہو جائے۔ اس نے آمیر بلوچستان کے ماتحت مری اور بگٹی قبائل کے ساتھ براہ راست تعلقات پیدا کیے۔ یہ افسر بلوچستان کے اندرونی معاملات میں نہ صرف بے جا مداخلت کرتا تھا

بلکہ سرداروں کو امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت پر اکثر اکسایا کرتا تھا۔ انہیں مالی اور اخلاقی امداد بھی دیتا تھا۔

سراوان کی بغاوت کے بارے میں انگریز سرحدی افسروں کی رائے

جب سراوان میں امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت ہوگئی تو اس بغاوت کے بارے میں فارورڈ پالیسی کے طرفدار افسر کرنل فیری نے سراوان کی بغاوت کو "استبداد کے خلاف قومی رستخیز کا نام دیا۔ اور اس کے برعکس وہ انگریز افسر جو عدم مداخلت کی پالیسی کا داعی تھا یعنی میری ویدر کمشنر سندھ اس کی تردید کی بلکہ واضح الفاظ میں یہی کہا کہ ہماری انگریز سرحدی افسروں نے سرداروں کو بغاوت کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

لارڈ لٹن وائسرائے ہند کا فارورڈ پالیسی کے علمبرداروں کو تنبیہ

میری ویدر کمشنر سندھ کی اس رائے پر لارڈ لٹن وائسرائے ہند نے فارورڈ پالیسی کے طرفدار انگریزوں کو متنبہ کر کے لکھا کہ ہمارے امیر بلوچستان کے ساتھ کیا ہوا ۱۸۵۴ء کا معاہدہ ہے۔ لیکن سخت افسوس ہے اسے کئی دفعہ ہم نے خود نظرانداز کیا ہے۔

فارورڈ پالیسی کے طرفدار انگریز افسروں کی ہٹ دھرمی

وائسرائے ہند کی سرزنش کے باوجود فارورڈ پالیسی کے طرفدار انگریز افسروں

کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی. انہوں نے امیر بلوچستان کے خلاف بلوچستان میں بغاوت کی ایک ایسی آگ لگا دی جس کا بجھانا. امیر بلوچستان کے تین ہزار غیر ملکی سپاہی اور خانہ زاد حاکموں کے ذریعے ناممکن تھا۔

سیاسی حالات کی بلوچستان میں انتہائی خرابی

بلوچستان میں رفتہ رفتہ حالات اس حد تک بگڑ گئے کہ خود اُن فارورڈ پالیسی کے علمبردار انگریز افسروں کو بھی اپنی سرحدات کی حفاظت کا خطرہ بھی لاحق ہوگیا

عدم مداخلت کی پالیسی کو انگریزی حکومت ہند کا نظر انداز کرنا

چنانچہ ان حالات سے متاثر ہوکر ۶ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو حکومت ہند نے عدم مداخلت کی پالیسی کو نظر انداز کر کے کپتان سنڈیمن کو ہدایت کردی کہ انگریزی سرحدات سے متصل بلوچستان کے علاقوں کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات بہم پہنچائی جائیں۔

۱. مری و بگٹی قبائل کے آپس میں جھگڑوں. ان کے اور پٹھان قبائل کے درمیان مناقشوں اور ان کے اور براوانی قبائل کے درمیان تنازعات کی اصل وجوہات کیا ہیں۔

۲. جہاں تک ممکن ہو سکے ان کے آپس میں تنازعات کا پرامن طریقوں سے تصفیہ کرانے کی مناسب صورت پیدا کریں۔

۳. ایسے تنازعات جن کو وہ حل یا تصفیہ نہ کر سکے اپنی رپورٹ کے ساتھ حکومت ہند کے پاس بھیج دیں۔

۴۔ امیر اور مری و بگٹی قبائل کے تعلق کے بارے میں رپورٹ کریں۔

۵۔ ایسے ذرائع معلوم کرکے جن میں بولان میں سے تجارت کی حفاظت ہو اور دیکھیے کہ جو لوگ اس وقت درہ بولان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ان کے ساتھ سنگ کی رقم مقرر کرنے کی صورت میں کیا ہو سکتی ہے۔

۶۔ معلوم کریں کہ آیا امیر انگریزی حکومت کے ساتھ تعاون کرنے اور صحیح راستہ اختیار کرنے پر کسی صورت سے رضامند ہو سکتا ہے حکومت ہند کو خوشی ہو گی۔ اگر امیر اپنے گذشتہ رویہ پر اظہار افسوس کرے، تو کہ ان کی امدادی رقم پھر جاری کر دی جائے اور ان کے ساتھ پرانے تعلقات کو پھر سے استوار کیا جائے۔

باب دوازدہم

بلوچ باغی سرداروں کا آخری فیصلہ

جن دنوں حکومت ہند بلوچستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی پالیسی پر غور کر رہی تھی۔ بلوچ باغی سرداروں نے ۲۵ر دسمبر ۱۸۹۵ء کا دن عام بغاوت کرنے کی تاریخ مقرر کر دیا تھا۔ بغاوت کا پروگرام اس طرح بنایا گیا تھا کہ مقررہ تاریخ پر سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران سوراب کے راستے قلات پر چڑھائی کریگا اور سردار گوہر خان زرک زئی زہری سے براہ راست قلات پر حملہ آور ہوگا۔ سراوان کے سردار جو اپنے قبائل کے ساتھ کچھی میں تھے سردار ملا محمد رئیسانی کی سرکردگی میں تاریخ مقررہ سے چند روز قبل کچھی پر قبضہ کر کے ۲۵ر دسمبر کو براستہ بولان قلات کی طرف آگے بڑھیں گے۔ درہ بولان میں جہاں کش ۲۵ راستہ اختیار کر کے قلات پر یلغار کریں گے اس سہ طرفہ حملے کے دوران قلات پر قبضہ کر کے امیر خداداد خان کو معزول کر کے اس کے بڑے بیٹے ولی عہد شہزادہ امیر محمود خان کو خان مقرر کیا جائے گا۔ مگر اسی اثنا میں ۸ر دسمبر ۱۸۹۵ء

میں کپتان سنڈیمن سیوی پہنچا۔ سردار ملا محمد رئیسانی کڑک میں مقیم تھا جب اُسے کپتان سنڈیمن کی آمد کی اطلاع ملی سردار ملا محمد مجوزہ بغاوت کی اسکیم کو بالائے طاق رکھ کر سنڈیمن سے ملنے روانہ ہوا اور سراوان کے دوسرے سرداروں کو بھی سیوی طلب کر لیا۔

کپتان سنڈیمن کی سیوی میں آمد

۹ دسمبر ۱۸۷۵ء کے دن کپتان سنڈیمن سیوی پہنچا۔ اس کے ساتھ انگریزی فوج اور رسالہ کے حفاظتی دستہ کے علاوہ درج ذیل بلوچ سردار بھی ساتھ تھے ڈیرہ غازی خان کے بلوچ سردار یہ تھے۔ ۱۔ سردار امام بخش خان مزاری ۲۔ سردار جمال خان لغاری ۳۔ غلام حیدر خان گورچانی ۴۔ میران خان دریشک ۵۔ غلام حیدر خان گنڈ ۶۔ سکندر خان کھوسہ ۷۔ مزار خان گنڈ۔ بلوچستان کے یہ سردار تھے۔ ۱۔ سردار مہراللہ خان مری ۲۔ سردار غلام مرتضےٰ خان بگٹی ۳۔ بلوچ خان کھیتران ۴۔ قادر بخش کھیتران۔

کپتان سنڈیمن کو سراوان کے سرداروں کا مطالبہ پیش کرنا

سنڈیمن کے استفسار پر سراوان کے سرداروں نے اپنے مطالبات خان سے منوانے کے لیے لکھ کر اس کے حوالے کر دیئے۔ مطالبات وہی تھے جو ۱۸۶۹ء میں سرداروں نے کپتان ہریسن کے ذریعے امیر کو پیش کر چکے تھے۔

کپتان سنڈیمن کے وفد کا بطرف قلات جانا

کپتان سنڈیمن جب درہ بولان تک بی بی نانی کے مقام پہ پہنچا تو اس نے سراوان کے سرداروں کے مطالبات کی ایک نقل سردار امام بخش مزاری اور سردار جمال خان لغاری کے ذریعے ملاحظہ کے لیے امیر بلوچستان کے پاس قلات بھجوادی چنانچہ یہ دونوں سردار بی بی نانی کے مقام سے کپتان سنڈیمن سے جدا ہوکر جوبان وکشان کے راستے قلات گئے۔

کپتان سنڈیمن کا شالکوٹ پہنچنا

کپتان سنڈیمن خود براستہ بولان شالکوٹ کی طرف روانہ ہوا۔ اُس وقت سراوان کے سرداروں میں سے سردار ملا محمد رئیسانی، وڈیرہ شادی خان جنگل زئی، سردار سید خان محمد شہی، سردار اللہ ڈنہ خان کرد اور میر جہندا خان سرپرہ و سردار شادانی اس کے ساتھ تھے۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۷۵ء کو سنڈیمن شالکوٹ پہنچا۔

حاکم شالکوٹ نے کپتان سنڈیمن کو امیر بلوچستان کا خط دیا

جب کپتان سنڈیمن ۲۰ دسمبر ۱۸۷۵ء کو شالکوٹ پہنچا تو حاکم شالکوٹ نے اُسے امیر بلوچستان کا ایک خط دیا جس میں امیر بلوچستان نے اس سے ملنے پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ سرداروں کے ساتھ نصیر خان اول کے قائم کردہ اصولوں پہ فیصلہ کرنے میں انہیں کوا عتراض نہیں ہوگا۔

کپتان سنڈیمن کا مستونگ میں استقبال

کپتان سنڈیمن ۲۳ دسمبر ۱۸۷۵ء کو مستونگ پہنچا جہاں مستوفی فقیر محمد نے ان کو امیر امیر بلوچستان کی طرف سے خوش آمدید کہا۔

سردار نورالدین سے سنڈیمن اور سرداروں کی ناراضگی

جب کپتان سنڈیمن اور بعض سردار مستونگ پہنچے تو ان کو یہ حال معلوم ہوا کہ سردار نورالدین نے قلات جاکر امیر بلوچستان سے راضی نامہ کیا ہے۔ اس بنا پر دیگر سردار سردار نورالدین سے ناراض ہوئے۔ اور اُسے ایک گلہ آمیز خط لکھا۔

سردار نورالدین کے خط کا جواب

سردار نورالدین نے اس خط کا جواب لشکری نامی ایک مینگل کے ذریعے سردار ملا محمد کے پاس مستونگ بھجوایا جس میں سردار نورالدین نے امیر کے ساتھ اپنے قول و پیمان، وابستگی اور وفاداری کا پرزور الفاظ میں ذکر کیا تھا اور سنڈیمن کے نام بھی لشکری کے ساتھ ایسا ہی پیغام کیا تھا۔ سردار نورالدین کی یہ حرکت سردار ملا محمد کو بہت ناگوار گزری۔ اُس نے اب نورالدین سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

سردار ملا محمد رئیسانی کا نورالدین سے انتقام لینا

سردار نورالدین کا قاصد لشکری اب تک سنڈیمن سے نہیں ملا تھا سردار

ملا محمد رئیسانی نے اسے طلب کر کے یہ پٹی پڑھائی کہ سنڈیمن سردار نورالدین سے سخت ناراض ہے کہ اُس نے کیوں اُمیر بلوچستان سے مصلحت کی ہے۔ اب اگر تم سردار نورالدین کا یہ صحیح پیغام جا کر سنڈیمن کو کہہ دو گے۔ تو وہ نورالدین سے مزید ناراض ہو جائے گا۔ اور اس کا زیادہ مخالف ہو جائیگا تم سنڈیمن کو سردار نورالدین کا یوں پیغام پہنچا دو۔" کہ میں سردار نورالدین خوش ہو کر خیر خواہانہ جذبات لے کر اُمیر بلوچستان کے پاس نہیں آیا ہوں۔ بلکہ بد خواہی اور اسے نقصان پہنچانے کی پوشیدہ نیت سے اس کے ساتھ مل گیا ہوں" نادان لشکری نے سردار ملا محمد کی بات مان کر ملاقات کے وقت سنڈیمن کو ایسا ہی کہا۔ سنڈیمن نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔

کپتان سنڈیمن کی قلات میں آمد

کپتان سنڈیمن ۳۱ دسمبر ۱۸۷۵ء کو قلات پہنچا تو نواحی علاقہ میں شہزادہ میر محمود خان نے زیادہ دور تک آگے آکر اس کا استقبال کیا دوسرے دن سنڈیمن نے اُمیر بلوچستان سے ملاقات کی۔ اُمیر بلوچستان دربار میں سراوان کے سرداروں اور مری بگٹی اور دیگر ڈیرہ غازی خان کے بلوچ سرداروں سے دربار میں ملاقات کرنے پر رضامند ہو گیا۔

قلات میں اُمیر بلوچستان کے دربار کا انعقاد

دوسرے دن مورخہ یکم جنوری ۱۸۷۶ء کو قلات میں اُمیر بلوچستان اُمیر خداداد خان کا دربار منعقد ہوا جس کی تفصیلات نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ اس

دربار میں سراوان، مری، بگٹی کے سردار موجود تھے جھالاوان کی طرف سے صرف سردار نورالدین مینگل موجود تھا۔ لیکن وہ بھی سرداروں کی صف میں بیٹھنے کی بجائے امیر کے افسروں کی صف میں جا بیٹھا۔

دربار کی کارروائی کی ابتدا

دربار کی کارروائی کی یوں ابتدا ہوئی سب سے پہلے کپتان سنڈیمن نے ایک مختصر تقریر جس میں اپنے مشن کا مقصد یوں بیان کیا۔

کپتان سنڈیمن کی تقریر

اس سے پہلے آپ کے ملک کا انتظام حکومت بمبئی کے افسروں کے ذریعے ہوتا تھا۔ لیکن میجر ہریسن نمائندہ متعینہ قلات کے ناراض ہو کر چلے جانے سے بمبئی سے متعلق افسروں نے وائسرائے ہند کو لکھا کہ ملک بلوچستان کا انتظام فوج کشی کرنے، امیر اور سرداران کوہستان کی سرزنش اور پائمال کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا وائسرائے ہند نے ہم افسران احاطہ پنجاب سے مشورہ طلب کیا ہم نے یہ رائے دی کہ ملک بلوچستان میں فوج کشی کرنے کی ضرورت نہیں، اس کے اختیارات ہم افسران احاطہ پنجاب کے سپرد کئے جائیں۔ ہم اس کا انتظام بخوبی کر سکیں گے۔ چنانچہ اب وائسرائے ہند کے حکم سے میں تمہارے ملک کا انتظام اور بندوبست کرنے یہاں آیا ہوں۔

سردار ملا محمد رئیسانی کی تقریر

کپتان سنڈیمن کے بعد ملا محمد رئیسانی نے امیر بلوچستان کو خطاب

کرتے ہوئے کہا: "ہم سراوان کے قبائل آپ کی رعایا ہیں۔ آپ ہمارے بادشاہ اور مالک ہیں۔ ہم آپ کے دروازے پر اپنی گذشتہ غلطیوں کے لیے معافی مانگنے آئے ہیں ہم سب نے بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں جس کے لیے ہمیں افسوس ہے جو کچھ ہوا اسے ہماری بد بختی تصور کریں۔ اور ہم پر رحم کریں ہم آپ کی رعایا ہیں۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کی تقریر

سردار ملا محمد رئیسانی کی تقریر کے بعد امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے دربار سے مخاطب ہو کر کہا: "جب سے انگریزوں نے سندھ فتح کیا ہے اور دنیا کے اس حصے میں آئے۔ بلوچستان سے ان کے روابط قائم ہوئے سوائے اس کے کہ گذشتہ چند سالوں سے وہ خود اپنی مرضی سے یہ روابط منقطع کر کے علیحدہ رہے ہے۔ مجھے اس کی اصل وجہ معلوم نہیں کیونکہ میں نے بلوچستان کے مفاد میں کبھی بھی انگریزی حکومت کے مشوروں کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں مجھے جو مشکلات پیش آئی ہیں میں نے ارادہ کیا کہ میں امیر افغانستان یا شاہ ایران سے امداد طلب کر لوں۔ مگر بعد میں میں نے یہ ارادہ ترک کیا۔ امیر موصوف نے کپتان سنڈیمن کو مخاطب کر کے کہا: "اگر آپ مجھے کہیں کہ ایسا کرو۔ ویسا کرو ممکن ہے کہ میں مجبوراً ایسا ویسا کر دوں۔ لیکن مجھے امید کامل ہے کہ آپ میری خواہشات کے خلاف مجھے کوئی حکم نہیں دیں گے۔"

امیر بلوچستان نے سردار ملا محمد رئیسانی سے مخاطب ہو کر دوران تقریر یوں کہا: "ملا محمد ایک وقت تم میری رعیت تھے۔ سترہ سال ہوئے کہ ہمارے اور

تمہارے درمیان اختلافات پیدا ہوئے. تم سمجھتے ہو. کہ اپنی حرکتوں سے تم نے ہمیں نقصان پہنچایا. لیکن تمہیں خود بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا. میں امیر ہوں اور تم ہمارے سردار ہو. ہم اپنے کو ایک ایسے شخص سے مثال دیتے ہیں کہ خدا نے اُسے ہاتھ اور پاؤں کی نعمت دی ہے. ہم جسم ہیں. سردار ہمارے ہاتھ پاؤں ہیں. کوئی زندہ آدمی نہیں چاہتا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں کٹ جائیں. اگر ایک عضو کو بیماری لگ جائے. اور اس عضو کے جسم سے لگے رہنے سے تمام جسم کو نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو اس صورت میں نقصان دہ بیمار عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے. سنڈیمن سے مخاطب ہو کر امیر نے کہا کہ کیا انگریزی حکیم ضرورت پڑنے پر ایسا نہیں کرتے۔

امیر خداداد خان. امیر بلوچستان دوران تقریر سرداروں کو انتباہ کرتے ہوئے کہا" کہ تم سردار آئندہ کے لیے دیانت داری کے ساتھ وفادار رہنے کا وعدہ کرو. ہم تمہارے ساتھ صلح کرلیں گے. تمہاری حرکتوں سے ہم نے مجبور ہو کر تم کو نقصان پہنچایا. آئندہ کے لیے ہماری رعایا کو تکلیف مت پہنچاؤ جو کچھ گزر چکا ہے اُسے ہم تم پر معاف کرتے ہیں. آج سے چار سال پہلے ڈبلیو ایل میری ویدر نے ہمارے درمیان صلح کرائی. ہم اب تک اُس پر کاربند ہیں مگر تم سردار اس صلح کی شرائط پر کاربند نہ رہے. تم نے ان قافلوں کے مال کی قیمت نہیں دی. جو تم نے لوٹے تھے. نہ ہی اُن نقصانات کا معاوضہ دیا. جو تمہاری حرکتوں سے ہماری رعایا کو پہنچا. مگر اب جب کہ تم کپتان سنڈیمن کو یہاں لائے ہو. ہم یہ سب تم پر معاف کر دیں گے. اس سلسلہ میں ہم پہلے انگریزی حکومت کو لکھیں گے. جب انگریزی حکومت نے ہم کو اُس کا

جواب دیا۔ کپتان سنڈیمن سے مل کر اس کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ اور ہماری فوج آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیگی۔

آخر میں امیر بلوچستان نے سردار معتبرین مری سے مخاطب ہو کر کہا "تم گذشتہ زمانوں سے ہماری رعیت چلے آتے ہو۔ ایک وقت تم ہماری حکومت کے بچے وفادار تھے۔ پھر جب تم نے اپنی بری عادتیں شروع کر دیں۔ ہم تم کو غلط کاروں کا ایک گروہ سمجھتے رہے۔ لیکن پھر تم نے ہمارے فوجیوں پر حملہ کیا انہیں قتل کیا ہماری توپوں پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے ہم تم کو بے وفا سمجھتے ہیں اور اب جب کہ تم ہمارے پاس آئے ہو ہم اس شرط پر تمہاری گذشتہ بری حرکتوں سے درگزر کرتے ہیں۔ کہ تم آئندہ ان بری حرکتوں سے پرہیز کرو گے

سنڈیمن کی ناکامی کی وجہ

اگرچہ سنڈیمن بلوچ سرداروں کے ساتھ قلات آیا اور اس نے امیر بلوچستان سے سرداروں کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لیے اصرار کیا۔ مگر خفیہ طور پر سندھ کے مخالف انگریز افسروں نے امیر خداداد خان کو اطلاع دی تھی کہ سنڈیمن کے پاس حکومت ہند کا کوئی سرکاری دستاویز سمجھوتے کے بارے میں موجود نہیں ہے۔ اس بنا پر امیر بلوچستان نے کپتان سنڈیمن کو کہا کہ اگر آپ کے کہنے کے مطابق سرداروں کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ اور کل کمشنر سندھ اُسے نہ مانیں۔ تو ہم ایک ناخوشگوار صورت حال سے دوچار ہوں گے۔ امیر نے سنڈیمن کو یہ بھی کہا کہ ان کے پاس ایک دفتر انگریزی حکومت کے افسروں کے ان خطوط سے بھرا پڑا ہے جس میں ان کو مشورہ دیا گیا ہے کہ سرداروں کو کچلنے کی اپنی پالیسی پر قائم

رہی۔ چنانچہ سنڈیمن کے پاس امیر کے ان دلائل کا کوئی جواب نہ تھا سنڈیمن کو یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ کمشنر سندھ امیر کو اس کی مخالفت پر اکسا رہا ہے۔ ان حالات میں اپنے مشن کی کامیابی کی کوئی صورت نہ پا کر سنڈیمن بے نیل مرام قلات سے مورخہ ۵ ر جنوری ۱۸۷۶ء کو واپس ہوا۔

کپتان سنڈیمن کی دو رنگی چال

سنڈیمن جب اپنے مشن میں ناکام ہو گیا تو وہ بہت مشتعل ہوا اس نے سراوان کے سرداروں کو جو اس کے ہمرکاب تھے بڑی بڑی رقمیں انعام دیں اور بسیر خود بولان کی حفاظت پر مامور کر کے ہر سوار کے لیے ایک سو پچاس روپے کے حساب سے ماہوار تنخواہ مقرر کر دی اس کے علاوہ سراوان کے سرداروں کو امیر کے خلاف اکسایا اور ان سے وعدہ کیا کہ جب وہ ڈیرہ غازی خان پہنچ جائے گا۔ وہ سردار گزین خان مری اور سراوان کے سرداروں کے درمیان ایک سمجھوتہ طے کرا دے گا۔ اس سمجھوتہ کے بعد سراوان کے سردار علاقہ مری میں رہ کر وہاں سے اپنی طاقت کو جمع کر کے امیر بلوچستان کے خلاف لڑائی شروع کر دیں سراوان کے سرداروں نے سنڈیمن کے اس مشورہ کو قبول کیا۔

کمشنر سندھ کا احتجاج

سنڈیمن کے یہ اقدامات حکومت ہند کی واضح ہدایات کے برعکس تھے کمشنر سندھ میری ویدر نے احتجاجاً حکومت ہند کو اطلاع دی کہ سنڈیمن شرارت کر کے ڈبل پالیسی چلا رہا ہے۔ اس کے علاوہ سراوان کے قبائل نے بھی سنڈیمن

کی ان حرکتوں کو ناپسند کیا اور اس کے متعلق یہ رائے قائم کی کہ سنڈیمن نے لکڑی کے دونوں سروں کو آگ لگائی ہے۔

سردار نورالدین کے قتل کا ڈرامہ

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جب کپتان سنڈیمن ۲۳ دسمبر ۱۸۷۵ء کو مستونگ پہنچا، سراوان کے سردار بھی اُس کے ساتھ تھے۔ یہاں آ کر اُن کو پتہ چلا کہ نورالدین نے قلات جا کر امیر بلوچستان سے راضی نامہ کیا ہے۔ لہٰذا سردار ملا محمد رئیسانی نے اُسے ایک گلہ آمیز خط لکھا سردار نورالدین نے دوسری باتوں کے علاوہ امیر بلوچستان کے حق میں بہت سی باتیں لکھیں۔ جو سردار ملا محمد رئیسانی کو بہت ناگوار گزریں۔ اور اس نے سردار نورالدین سے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا سردار نورالدین نے اپنا خط اپنے ایک آدمی لشکری مینگل کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ اس کو سردار ملا محمد رئیسانی نے سمجھا بجھا دیا کہ جب تم سنڈیمن سے ملو تو اس کو کہنا کہ نورالدین نے بامر مجبوری امیر بلوچستان خداداد خان سے سمجھوتہ کیا ہے۔ در پردہ تُمہے وہ نقصان دینے کے درپے ہے۔ اب سردار ملا محمد رئیسانی سردار نورالدین کو امیر خداداد خان کے خلاف مزید اشتعال دینا چاہتے تھے۔ لہٰذا اُس نے اسی دوران اپنے ایک خاص قاصد کے ذریعے اُسے خط لکھا کہ تم تو امیر بلوچستان کے طرفدار بن کر اُس کی ثنا خوانی کر رہے ہو۔ ہماری تو اطلاع یہ ہے کہ وہ تمہارے حرم کو اپنے حرم میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ تم ہمارے دوست ہو۔ ہمارا فرض ہے کہ تمہیں ہر صورت حال سے آگاہ کریں۔ جب ملا محمد رئیسانی کا یہ خط سردار نورالدین کو ملا تو اس نے واقعی اشتعال میں آ کر سردار ملا محمد رئیسانی

کو جواب میں لکھا کہ انشاء اللہ میں امیر خداداد خان کو یہ موقع ہی نہیں دوں گا کہ وہ میرے حرم کو اپنے حرم میں شامل کرے۔ جب آپ لوگ قلات آئیں گے میں بھی قلات پہنچ جاؤنگا۔ عید بھی قریب آرہی ہے میں نماز عید کے موقع پر امیر کا خاتمہ کردوں گا۔ جب یہ خط ملا محمد رئیسانی کو ملا وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے۔ اور اپنے منصوبہ کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے یہ خط اُس نے کپتان سنڈیمن کے حوالے کردیا۔

کپتان سنڈیمن کا رابطہ نورالدین سے

سنڈیمن چند دن قلات میں رہا مگر سردار نورالدین مینگل نے نہ تو اُن سے ملاقات کی اور نہ ہی اُن سرداروں سے ملا جو سنڈیمن کے کیمپ میں تھے۔ سنڈیمن جب قلات سے واپس بطرف پنجاب جارہا تھا۔ امیر بلوچستان سے رخصتی ملاقات کرنے سے قبل سردار ملا محمد رئیسانی کے ذریعے سردار نورالدین کو پیغام بھیجا کہ امیر کی طرفداری چھوڑ دو ہم سے مل جاؤ اور ہمارے ساتھ اکٹھے قلات سے نکل جاؤ سردار نورالدین نے سنڈیمن کو بہت تلخ جواب دیا جس سے سنڈیمن بہت ناراض ہوا۔

کپتان سنڈیمن کی امیر بلوچستان سے رخصتی ملاقات

جب سنڈیمن امیر بلوچستان سے رخصتی ملاقات کرنے گئے تو دوران ملاقات ، نورالدین مینگل کے قاصد لشکری کی تمام باتیں امیر کو بتائیں جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور امیر خداداد خان کو سردار نورالدین کا دوسرا خط بھی

حوالہ کیا۔ جو اس نے سردار ملا محمد رئیسانی کو لکھا تھا۔ اور ساتھ یہ بھی گلہ کیا کہ آپ کہتے ہیں کپتان سنڈیمن میرا مخالف ہے۔ اور خیر خواہ نہیں چنانچہ ۵ر جنوری ۱۸۷۶ء کو بعد رخصتی ملاقات کپتان سنڈیمن قلات سے براستہ رود بار بطرف سیوی روانہ ہوا۔

امام بخش مزاری اور جمال خان لغاری کا خط بنام امیر بلوچستان

سردار امام بخش مزاری اور سردار جمال خان لغاری جب ۵ر جنوری ۱۸۷۶ء کو ہمراہ سنڈیمن قلات سے جارہے تھے انہوں نے امیر خداداد خان کو ایک خط لکھا اور مشورہ دیا کہ سنڈیمن کا ناراض ہونا۔ اور قلات سے جانا اُن کے ملک کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ سنڈیمن کو رضامند کرکے واپس بلایا جائے۔

خط کی رسیدگی کے بعد امیر بلوچستان کا ردعمل

اس خط کے ملنے کے بعد امیر خداداد خان نے داروغہ عطاء محمد کو طلب کرکے خط کے مضمون سے باخبر کیا اور اس کو ہدایت کی کہ وہ سردار نورالدین مینگل کو ساتھ لے کر سنڈیمن کے پاس جائے جو اس وقت جہاں میں قیام پذیر ہے اُسے امیر کا پیغام پہنچا کر قلات واپس آنے پر رضامند کرے امیر نے داروغہ عطاء محمد کو کہا کہ ابھی سردار نورالدین کو بھی بلائے۔ تاکہ اُن کے سامنے امیر داروغہ کو سنڈیمن کے نام پیغام دے۔ سردار نورالدین طلبی پر فوراً آیا۔ لہٰذا تھوڑی دیر تک۔ امیر خداداد خان سردار نورالدین اور داروغہ عطاء محمد

کے ساتھ تخلیہ میں بات چیت کرتے رہے۔ بعد میں سردار نورالدین امیر سے رخصت ہو کر داروغہ کے ساتھ اُس کے گھر گیا۔ اس وقت سردار نورالدین بالکل اکیلا تھا۔ اس کے ساتھ جو تین سو آدمی تھے وہ قلات شہر کی فصیل کے باہر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔

اُمیر بلوچستان کی سیاسی چال

چونکہ اُمیر خدادادخان کو جاتے وقت کپتان سنڈیمن نے سردار نورالدین کے قاصد کی زبانی باتیں بتائیں تھیں اور خط بنام سردار ملا محمد رئیسانی حوالے کر چکا تھا۔ لہٰذا سنڈیمن کو راضی کر کے واپس قلات لانے کا پروگرام سردار نورالدین اور داروغہ عطا محمد سے تخلیہ میں صلاح و مشورہ کرنا یہ سب اُمیر خدادادخان کی سیاسی چال تھی۔ وہ سردار نورالدین کی صحیح صورت حال سے اپنے کو واقف کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اُمیر کو معلوم ہوا کہ سردار موصوف اس وقت بالکل اکیلا ہے۔ اور یہی موقع ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے۔

سردار نورالدین کی گرفتاری کے احکام

چنانچہ جب داروغہ عطا محمد اور سردار نورالدین اُمیر خدادادخان سے رخصت لے کر چلے گئے تو اُمیر نے نورو ائی بلیٹن کے کمان دار محسن کو طلب کر کے اس کو مورخہ ۲۶ جنوری ۱۸۷۶ء کو سردار نورالدین کی گرفتاری کا حکم دیا۔ کمانی محسن چار سو سپاہی لے کر داروغہ عطا محمد کے گھر کو محاصرے میں لے لیا۔ اسی دوران سردار نورالدین کے کوئی اسی آدمی بھی موقع پہ پہنچ گئے۔ یہ حالت

دیکھکر سردار نورالدین اور داروغہ عطا محمد گھر کے احاطے سے باہر آئے پلٹن نے اُن پر گولیوں کی باڑ چلادی۔ داروغہ عطا محمد زخمی ہوکر گرا مگر سردار نورالدین کو گولی نہ لگی اس نے تلوار نکال کر پلٹن پر حملہ کر دیا۔ اُس کے آدمیوں نے بھی تلواریں سونت لیں اور پلٹن پر بھرپور حملہ کر دیا کہتے ہیں کہ اس وقت اُمیر خداداد خان اپنے محل کے دربار ہال کے دریچے سے اس تمام نبرد آزمائی کا تماشا دیکھ رہا تھا کیونکہ داروغہ عطا محمد کا گھر محل کے دریچے سے دکھائی دیتا تھا داروغہ عطا محمد کے لڑکے نے اُمیر خداداد خان کو دریچے کے سامنے دیکھکر تاک کر اس پر گولی چلائی لیکن نشانہ چوک گیا اور اُمیر نے دریچے کے پٹ بند کر دیئے۔

داروغہ عطا محمد کے گھر کے محاصرے کا انجام

داروغہ عطا محمد کے گھر کو نوروائی پلٹن نے ۶ جنوری ۱۸۷۶ء کو اس واسطے محاصرہ میں لے لیا کہ سردار نورالدین مینگل ان کے ہاں قیام پذیر تھا اور اُمیر خداداد خان سردار موصوف کی گرفتاری کا حکم دے چکے تھے۔
دریں اثنا گھیرے ہوئے اور گھیراؤ کرنے والوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ ایک بلوچ کی حیثیت سے داروغہ عطا محمد اور شاغاسی علی جان نے سردار نورالدین کا ساتھ دیا اور دوران جنگ دونوں شدید زخمی ہوئے۔ داروغہ عطا محمد کے دو نوجوان لڑکے اور اُس کا بھائی محمد علی لڑتے ہوئے مارے گئے۔ سردار نورالدین کے ساتھ اُس کے اسّی ساتھی بھی کام آئے اُمیر کی پلٹن سے ۳۶ سپاہی مرے اور کوئی پچاس کے قریب زخمی ہوئے

داروغہ عطاء محمد کی نظر بندی

نورالدین مینگل کے قتل کے بعد امیر کے فوجی داروغہ کے گھر میں گھس گئے تمام اثاثہ لوٹ کر لے گئے داروغہ عطاء محمد کو زخمی حالت میں چھاؤنی میں نظر بند رکھا

لاشوں کی تدفین

سردار نورالدین اور داروغہ علی محمد کی لاشوں کے علاوہ دیگر مقتولین کی لاشوں کو قلات شہر کے سامنے ایک تالاب میں سر بسر رکھ کر بیلوں کے جوڑوں کے ذریعے ان پر مٹی ڈال کر اُن کو ڈھانپ دیا گیا جو ایک ڈھیر کی شکل اختیار کر گیا یہ ڈھیر آج بھی قلات کے قدیم شہر کے سامنے اُسی حالت میں موجود ہے سردار نورالدین مینگل اور داروغہ علی محمد کو گورستان میں باقاعدہ دفنایا گیا۔

سردار نورالدین کی میت کی منتقلی وڈھ میں

تقریباً ایک سال بعد ۸، دسمبر ۱۸۷۶ء کو سردار گوہر خان زرک زئی سردار نورالدین کی لاش کو نکلوا کر وڈھ لے گیا اور اُسے اُن کے آبائی قبرستان میں عزت واحترام کے ساتھ دفن کرادیا۔

امیر خداداد خان کا داروغہ عطاء محمد کی مزاج پرسی کرنا

دوسرے دن امیر خداداد خان نے اپنا ایک آدمی داروغہ عطا محمد کی مزاج پرسی کے لیے بھیج دیا۔ اسی آدمی کے ساتھ داروغہ نے امیر سے

درخواست کی اگر آپ کا ارادہ مجھے مار دینے کا ہے۔ تو اس میں دیر نہ کیجئے اگر زندہ رکھنا مقصود ہے۔ تب اتنی مہربانی کریں کہ مجھے میرے عیال واطفال کے ساتھ میری اپنی سرائے میں رہنے کی اجازت دیں۔ امیر نے داروغہ کی درخواست منظور کی نواب محمد خان وکیل کی ضمانت پر اُسے اس کی سرائے میں رہنے کی اجازت دے کر سرائے کے چاروں طرف پہرہ بٹھا دیا۔

امیر بلوچستان کا خط بنام کپتان سنڈیمن دربارہ قتل نورالدین

جب سردار نورالدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو اس وقت سنڈیمن جوہان میں تھا۔ امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے بذریعہ مراسلہ سنڈیمن کو سردار نورالدین کے قتل کے بارے میں مطلع کر کے اُن کی قتل کی یوں وجوہات بیان کیں ہم نے سردار نورالدین کو بلا بھیجا اور اُسے ہدایت کی کہ وہ جاکر گوہر خان زرکزئی کو جو موڑ میں تاجروں کو لوٹ رہا ہے گرفتار کر کے لائے مگر نورالدین نے گوہر خان کو گرفتار کرنے سے انکار کر دیا بجائے تلخ کلمات اور ناز یباں باتیں کیں، ہم نے اُسے اپنا ایک معزز امیر تصور کر کے اس کی اس حرکت کو نظر انداز کیا بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ سردار نورالدین نے داروغہ عطاء محمد سے سازش کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ جمعرات کے دن جب کہ دربار میں کچہری نہیں ہوتی ہے۔ وہ خاص ملاقات کے بہانے ہم سے مل کر ہم کو قتل کر دے گا۔ ہم نے فوج کو اُن گرفتاری کا حکم دیا۔ لڑائی ہوئی نورالدین اپنے کئی آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ اس لڑائی میں علی محمد داروغہ عطاء محمد کا بھائی بھی مارا گیا اور داروغہ عطاء محمد خود زخمی ہوا۔

اُمیر بلوچستان کا خط بنام کمشنر سندھ دربارہ قتل نورالدین

چند دن بعد اُمیر بلوچستان نے کمشنر سندھ کو ایک مراسلہ لکھا اس میں ان کو سردار نورالدین کے قتل کا واقعہ بیان کیا کہ نورالدین نے داروغہ عطا محمد اور شاغاسی علی جان کے ساتھ مل کر ہم کو عید کے نماز کے موقع پر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا ہمیں اس سازش کی اطلاع ہوئی لہذا ہم نے نورالدین کی گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ فوجیوں سے لڑائی ہوئی اور سردار نورالدین مارا گیا واضح رہے نورالدین کے قتل کا واقعہ عید سے دو دن قبل ہوا۔

سردار نورالدین کے قتل پر تبصرہ

اُمیر خداداد خان کے بعد بلوچستان میں انگریزی حکومت کا دوسرا بڑا اور سخت ترین مخالف سردار نورالدین مینگل تھا۔ اس نے کسی موقع پر بھی اُمیر کے خلاف انگریزوں کی مدد طلب نہیں کی ان سے خفیہ اور ظاہر نامہ و پیام کا کوئی سلسلہ نہیں رکھا اور نہ ہی ان کے بلاوے پر دوسرے سرداروں کی طرح کبھی انگریزی حکومت کے نمائندوں سے ملنے گیا۔ اُمیر کا شدید مخالف ہونے کے باوجود جہاں بات اُمیر اور انگریزوں کی حکومت سے امتیاز کرنے کی آئی اس نے اُمیر بلوچستان کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جب ۱۸۷۱ء میں محمد خان وکیل کے ساتھ صلح نامہ کے موقع پر سرداروں نے اُسے جیکب آباد جانے کے لیے طلب کیا۔ تو اُس نے انگریزی حکومت کے نمائندہ کے پاس جانے سے انکار کیا پھر جب ۱۸۷۳ء میں انگریزی حکومت نے ناراض ہو کر اپنے نمائندہ کو قلات سے واپس بلا لیا۔ اس موقع

سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سراوان کے سرداروں نے اُمیر کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکائی تو نورالدین نے نہ صرف سرداروں کا ساتھ چھوڑا بلکہ داروغہ محمد کے ساتھ مل کر جنوبی سرحدات پر لیڑوں کے خلاف کاروائیوں میں حصہ لیا اور بعدازاں جب کپتان سنڈیمن اپنا مشن لے کر بلوچستان آیا اور سراوان کے سرداروں نے اس کی رکاب تھام لی. تو سردار نورالدین نے اُمیر کی اطاعت قبول کی دوسری طرف سے انتہائی ترغیبات کے باوجود سنڈیمن کو دھتکارا سردار نورالدین انگریزی حکومت اور اس کے افسروں سے نفرت کیا کرتا تھا اسی طرح انگریزی حکومت کے نمائندہ اُسے پسند نہیں کرتے تھے. فارورڈ پالیسی کے آفیسر نورالدین کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھتے تھے اور اسے ہر طرح سے ہٹانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے. اس آڑے وقت میں سردار ملا محمد رئیسانی نے انگریزی افسروں کی دستگیری کی جس کی تفصیلات اس طرح ہیں سردار ملا محمد رئیسانی سراوان کا سر سردار تو تھا لیکن سردار تاج محمد زرک زئی کی وفات کے بعد جب جھالاوان کا کوئی سر سردار مقرر نہیں ہوا تھا. وہ اپنے کو اُمیر کے بعد بلوچستان کا سب سے بڑا آدمی خیال کرنے لگا تھا. اس لئے وہ یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا. کہ سردار نورالدین یا کوئی دوسرا اُمیر کی قربت حاصل کرکے اور اس قدر آگے بڑھے جس سے اس کی بڑائی خطرہ میں پڑ جائے جب کوئی ایسا موقع آیا اُس نے بیچ میں ایسی کوئی بات پیدا کردی جس سے حریف کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا.

مثال ۱: جب مئی ۱۸۶۹ء میں قلات پر سردار نورالدین مینگل جام میر خان اور سردار آزاد خان نوشیروانی کی متفقہ چڑھائی سے قلات کی

فتح اور امیر کی گرفتاری اور معزولی یقینی امر بن گئی تھی سردار علا محمد رئیسانی نے درمیان میں پڑ کر رخنہ اندازی کی، امیر سے تن تنہا ملا اور حملہ آور سرداروں کو بے نیل و مرام واپس لوٹا دیا، اس وقت بھی جب کہ نورالدین امیر کے معتبرین میں شامل ہو چکا تھا سردار علا محمد رئیسانی کے دل پر سانپ لوٹ رہا تھا اُس نے ایسی چالیں چلیں جو سردار نورالدین کی نابودی کا باعث بنے۔

سردار نورالدین مینگل کے قتل کے ملک پر اثرات

سردار نورالدین مینگل کے قتل پر بلوچستان کے سرداروں میں خوف و ہراس پھیل گیا ہر طرف سے سرداران قبائل نے امیر کے خلاف فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی تیاریاں شروع کیں اُن کے درمیان باہمی مشورہ اور خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ امیر کو بھی معلوم تھا کہ نورالدین کے قتل کے بعد بلوچستان میں طوفان اُٹھے گا۔ اس لئے نورالدین کے قتل کے دوسرے دن انہوں نے کمانی فقیر محمد جنگی پلٹن کے چار سو سپاہی کچھی کے گورنر عبدالعزیز کی امداد کو بھاگ روانہ کر دئے اور حاکم ڈھاڈر فیض محمد کو دو سو سپاہی پلٹن اور رسالہ سے امداد دی گئی۔ اسی دوران میں سرداروں نے جو باغی تھے۔ کچھی میں اپنا لشکر جمع کرنے لگے

داروغہ عطا محمد کی فراری

داروغہ عطا محمد کے زخموں کو مندمل ہونے میں ڈھائی مہینے لگے۔ اس دوران وہ اپنے گھر میں پڑا رہا۔ جب زخم ٹھیک ہو گئے مورخہ ۱۰ مارچ ۱۸۹۶ء کی رات کو موقع پا کر اپنے دو لڑکوں اور چار نوکروں کے ساتھ حویلی کی

دیوار میں سوراخ کر کے باہر نکلا اور پھر قلعہ کی دیوار کو پھاند کر راہ فرار اختیار کر لی تمام رات پیدل سفر کر کے علی الصبح ہربوئی کے پہاڑ پر پہنچا یہاں پر سیگل شاہ اور بارانزئی مینگلوں نے اس کی امداد کی سواری کے لیے گھوڑے دے کر اسے کوہ درنیلہ پر فتح خان جنگ کے پاس پہنچا دیا چند روز بعد فاضل خان جنگ بھی چالیس سواروں کے ساتھ اس کی امداد کو آیا۔

مٹھا چوبدار کا قتل

اسی دوران میں مٹھا چوبدار اور عبدالاحد نیچاری اور کچھ دیگر چوبدار کچھی سے امیر کے چند ریوڑ زنک کے راستے قلات لا رہے تھے کہ چاکر خان جنگ اور بڈھا جنگ اور صالح محمد موسیانی جو داروغہ عطاء محمد کے طرفدار تھے انہوں نے ان کا راستہ روک لیا لڑائی ہوئی مٹھا چوبدار اور دیگر دو چوبداروں کو قتل کیا گیا، ریوڑوں کو لوٹ لیا اس واقعہ کے بعد جو ۱۴ مارچ ۱۸۷۶ء کو وقوع پذیر ہوا۔ داروغہ عطاء محمد درنیلی کے مقام سے سوہندک چلا گیا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ جو کافی تعداد میں تھے درہ کو روک کر بیٹھ گیا۔

گوہر خان زرک زئی کی انتقامی کاروائی

جب سردار گوہر خان زرک زئی کو سردار نورالدین کے قتل کی اطلاع ہوئی اس کے پاس کل بیس آدمی تھے ان کو ساتھ لے کر اس نے نیابت زہری پر حملہ کر دیا مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۷۶ء کو لڑائی ہوئی اس میں حاکم نیابت زہری داروغہ مستی خان و دیگر تمام ملازمان حکومت بلوچستان مارے گئے جن کو سردار

گوہر خان زرک زئی نے تہ تیغ کیا۔

میری ویدر کا تبادلہ

میری ویدر کمشنر سندھ جو عدم مداخلت کی پالیسی کا طرفدار تھا اور بلوچ سرداروں کے مقابلے میں امیر بلوچستان کا طرفدار تھا۔ فاورڈ پالیسی کے حامی انگریز افسروں کی پیہم کوششوں سے اُس کو عہدہ کمشنری سندھ سے تبدیل کر دیا گیا اُس کی بجائے لیفٹیننٹ کرنل منرو مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۷۶ء کو کمشنر سندھ مقرر ہوا اور اُس نے آکر کمشنر سندھ کا چارج سنبھال لیا۔

سرداروں کا خط بنام کرنل منرو

میری ویدر کے تبادلہ کے بعد اُس کی جگہ کرنل منرو کی آمد سے سرادان کے باغی سرداروں کے حوصلے بڑھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے کرنل منرو کو ایک خط لکھا اور اپنے حالات بیان کئے۔

"امیر بلوچستان چاہتا ہے کہ بلوچستان پر اپنے ملازموں اور غلاموں کے ذریعے حکومت کرے۔ سرداروں کو قتل کر کے ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرے امیر کی یہ حرکتیں بلوچ آئین کے خلاف ہیں۔ جب اُس کے باپ دادا نے اس ملک پر قبضہ کیا۔ ہمارے باپ دادوں نے اس کی مدد کی اس امداد کے لیے سرداروں کو مالیہ معاف جاگیریں عطا ہوئیں۔ ہمارے ملک کا آئین ہے کہ امیر اپنے سرداروں اور قبائل کے ذریعے حکومت کرے مگر امیر بلوچستان ان اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اب ہم اس سے

یا تو میدان جنگ میں نبرد آزما ہو جائیں یا پھر ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔

ملا محمد کو گزین خان مری کی امداد

چونکہ سردار ملا محمد رئیسانی اب امیر بلوچستان کے خلاف فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی تیاریوں میں مصروف تھا وہ ہر طرف سے قبائلی امداد کے لئے کوشاں تھا اس نے اپنے بیٹے اسد خان کو امداد حاصل کرنے کے لیے سردار گزین خان مری کے پاس کاہان بھیج دیا۔ سردار گزین خان نے اسے پوری امداد دینے کا یقین دلایا اور اپنے بھتیجے میر شیر محمد کو اسد خان کے ساتھ سردار ملا محمد کے پاس روانہ کر دیا۔

جام عالی خان کو بلوچ باغی سرداروں کو امداد کی یقین دہانی

اسی اثنا میں بیلہ سے میر عالی خان جام کا ایک قاصد بھی سردار ملا محمد کے پاس تلی پہنچا میر عالی خان نے سردار ملا محمد کو لکھا "کہ جب سراوان و جھالاوان نے متفق ہو کر امیر بلوچستان کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے تو مجھے بھی اپنے ساتھ شامل سمجھیں۔ اب امیر بلوچستان امیر خداداد خان پر بالکل اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متفق ہو کر اس کے خلاف دل و جان سے مل کر لڑائی لڑیں اور اس سے نجات حاصل کریں"۔

جھوک قاسم شاہ کی لڑائی

سراوان کے سرداروں نے اپنے قبائل سے لشکر جمع کر کے کوہ مری کے

دامن میں رو ردخانہ ناڑی کے کنارے کیمپ کیا پھر یہاں سے کچھی پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا امیر کے رسالہ کے سو سواروں کا ایک دستہ جھوک قاسم شاہ میں مقیم تھا سراوانی لشکر کے ایک دستہ نے ایک دن اچانک اُن پر مورخہ ۱۹ مارچ ۱۸۷۶ء کو حملہ کیا رسالہ نے جی توڑ کر مقابلہ کیا مگر بہت جلد شکست کھا کر فرار ہو گیا رسالہ کے چالیس سوار اور ایک جمعدار مارے گئے سراوانی لشکر کے صرف چھ آدمی مرے باغی لشکر نے جھوک قاسم شاہ اور گردونواح کے دیہات کو لوٹا اور تاراج کیا

سرداروں کے کیمپ پر حملہ

اس واقعہ کے بعد امیر بلوچستان نے اپنی فوج مقیم بھاگ اور ڈھاڈر کو سرداروں کے کیمپ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ گورنر کچھی عبدالعزیز اور حاکم ڈھاڈر فیض محمد پلٹن اور رسالہ کی ایک بڑی تعداد ساتھ لے کر آگے بڑھے سرداروں نے اپنے کیمپ کا مضبوط انتظام کیا ہوا تھا۔ اگرچہ امیر کی فوج نے توپوں سے گولہ باری کرنے اور بندوقوں سے شلک دینے اور رسالہ سے سرپٹ حملہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہ حملہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۷۶ء کو سرداروں کے کیمپ پر ہوا۔ مگر سراوانی لشکر کے قدم میدان سے اُکھڑ نہ سکے کیونکہ سراوانی لشکر نے عزم و استقلال کے ساتھ نہ صرف اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ بڑھ بڑھ کر ان پر حملے بھی کرتے رہے۔ تا آنکہ گورنر کچھی عبدالعزیز اور حاکم ڈھاڈر فیض محمد میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد فوج بھی اپنی لاشوں اور زخمیوں کو ساتھ لے کر واپس ہو گئی۔

گوہر خان کا کوٹڑو پر حملہ اور پسپائی

سردار گوہر خان زرک زئی نے جو زہری پر قابض ہو چکا تھا جس کے ساتھ داروغہ عطا محمد بھی اب آ کر مل گیا تھا بمورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۷۶ء کو کوٹڑو پر چھاپہ مارا۔ امیر کی فوج مقیم کوٹڑو کو قبل از وقت اس کے چھاپہ کی اطلاع مل چکی تھی سردار مگسی امیر بلوچستان کی طرفداری میں اس کے لشکر کی امداد کو پہنچ چکا تھا اس لئے سردار گوہر خان کا چھاپہ ناکام رہا وہ ایک مختصر جھڑپ میں امیر کی فوج اور مگسیوں کے لشکر سے شکست کھا کر واپس بھاگ گیا۔

گوہر خان زرک زئی کا درہ مولہ پر قبضہ

کوٹڑو کی شکست کے بعد سردار گوہر خان زرک زئی نے سردار نورالدین کے بجائی میر ابراہیم خان کو جو امیر کے خلاف باغی ہو چکا تھا امداد کے لیے لکھا۔ میر ابراہیم خان مینگل اپنے قبیلے سے لشکر لے کر اس کی امداد کو آیا دونوں نے مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۷۶ء کو درہ مولہ پر قبضہ کیا اس کی مکمل ناکہ بندی کردی ۔ اور قندھار سے آنے والے قافلوں کو جی بھر کر لوٹا۔

سنڈیمن کا دوسرے مشن پر بلوچستان آنا

لارڈ نارتھ بُرک کی بجائے لارڈ لٹن ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہو کر آیا۔ اس نے کپتان سنڈیمن کو باقاعدہ سرکاری طور پر خط دے کر امیر بلوچستان کے ساتھ گفت و شنید کے لیے پھر بلوچستان روانہ کیا اور اُسے وائسرائے

ہندتے ہدایت کی کہ وہ حکومت ہند کی طرف سے امیر اور اُن کے سرداروں کے ساتھ کسی قسم کی پالیسی طے نہ کرے۔ لہٰذا کپتان سنڈیمن وائسرائے ہند کے حکم کے مطابق ۳ اپریل ۱۸۷۶ء کو دوبارہ بطرف بلوچستان روانہ ہوا۔

مستونگ میں دربار کے انعقاد کا فیصلہ

کپتان سنڈیمن کے بلوچستان پہنچنے سے پہلے جیکب آباد کے مقام پر سندھ سرحد کے انگریزی افسروں نے اپنی ایک میٹنگ میں یہ طے کیا کہ مستونگ کے مقام پر کثیر مجمع کے لیے رہائش، خوراک اور اُن کے جانوروں کے لیے چارہ کا آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے۔ دوئم قلات سے باہر دربار منعقد کرانے سے انگریزوں کا اصل مدعا یہ تھا کہ اس طرح امیر بلوچستان آسانی سے ان کی شرائط قبول کرنے پر رضامند ہو جائے گا۔ لہٰذا اس فیصلے کے بارے میں امیر کو بھی قلات میں اطلاع دے دی گئی تھی اور سرداروں کو بھی دربار میں شمولیت کرنے کے لیے مستونگ میں جمع ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔ کپتان سنڈیمن ۲۸ اپریل ۱۸۷۶ء کو مستونگ پہنچا۔

امیر بلوچستان کا دربار مستونگ میں شمولیت سے تردد

امیر بلوچستان نے اپنے جواب میں اس دربار میں شامل ہونے سے صاف طور پر انکار تو نہیں کیا تھا۔ لیکن ان کے جواب سے یہ اندازہ کیا جاتا تھا کہ وہ اس دربار میں آنے پر بجوشی رضامند نہیں۔ اُنہیں اپنے بارے میں دل میں کچھ تردد موجود تھا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

۱. امیر اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ انگریزوں کے زیر اقتدار اپنے باغی سرداروں سے ملیں۔
۲. امیر کو اس دربار میں سرداروں کی کسی گہری سازش کا خطرہ تھا۔
۳. امیر کو انگریزی حکومت پر اعتماد نہ تھا۔ خاص کر سنڈیمن کی نیت پر اُسے شک تھا۔

سنڈیمن کا ردِ عمل

جب کپتان سنڈیمن کو امیر بلوچستان کا خط ملا تو اُس نے امیر کے جواب سے حالات کا اندازہ لگایا۔ اور وائسرائے ہند کا خط کپتان ویلی کے ذریعے امیر بلوچستان کے پاس قلات بھجوا دیا۔ اس خط کے ملاحظہ کے بعد امیر کو کچھ اطمینان ہوا۔

امیر بلوچستان کا وائسرائے ہند کے خط کا جواب دینا

جب امیر بلوچستان کو کپتان ویلی نے وائسرائے کا خط دیا۔ تو امیر بلوچستان نے اُس کے پڑھنے کے بعد اُس کا جواب یوں دیا " آپ کا کہنا ہے کہ معاہدہ کی خلاف ورزی اور تعلقات کا انقطاع جو گذشتہ تین سال سے عمل میں آیا ہے۔ اس کی ذمہ دار ہم ہیں۔ ہم نے آپ کی حکومت کے ساتھ قول و پیمان کے مطابق وعدہ وفا کیا۔
جو کچھ ہوا اُس کی وجہ یہ ہے کہ کپتان ہریسن جب قلات آیا تو اُنکے دوران قیام میں ولی محمد جو ہمارا خاندانی غلام ہے۔ اور ہمارا وزیر تھا ہمارا دشمن ہوا

اس نے ہرلیسن کو جھوٹی باتیں کہہ کر ہمارے خلاف بدظن کرایا رفتہ رفتہ ہرلیسن نے ولی محمد کی باتوں پر اعتبار کرلیا اور ہم سے اس کا اعتبار اُٹھ گیا۔"

بلوچستان کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر نے وائسرائے ہند کو اسی خط میں لکھا کہ "ہم امید کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت ہمارے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گی۔ جیساکہ امیر شیر علی خان امیر افغانستان اور دوسرے سرحدی راجاؤں کے ساتھ کرتی رہی ہے۔ ان کا اقتدار ان کے اپنے معاملات میں ان کی رعایا پر بحال رکھا گیا ہے ہمیں یقین ہے کہ حکومت برطانیہ قبائل کو ہمارے ماتحت رکھے گی اور ہمیں ان پر اقتدار قائم رکھنے میں مدد دے گی اور اس طرح ہماری طاقت اور شان کو قائم رکھے گی۔"

امیر خداداد خان کا مستونگ پہنچنا

امیر بلوچستان امیر خداداد خان مورخہ ۳۱ مئی ۱۸۷۶ء کو کاریز امان اللہ تحصیل مستونگ سے علی الصباح بطرف مستونگ روانہ ہوئے یہاں پر کپتان سنڈیمن ان کے پیشوائی کو آکر اُن سے ملاقات کی۔

مستونگ میں دربار کا انعقاد

مورخہ یکم جون ۱۸۷۶ء کو کپتان سنڈیمن نے ایک تعارفی دربار منعقد کیا جس میں امیر بلوچستان اور تمام بلوچ سردار شامل ہوئے سنڈیمن نے دربار میں تقریر کرتے ہوئے امیر بلوچستان سے مخاطب ہو کر کہا "بلوچستان جیسی ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ مجھے یقین ہے کہ اس طریقہ

حکومت کی تعریف کریں گے جس کی روشنی میں برطانیہ ہندوستان جیسی ایک عظیم سلطنت پر حکومت کر رہا ہے۔ وہ ہے۔ امن تدبر سمجھوتہ اثر ورسوخ اور اپنے حقوق کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کی حفاظت اس سے بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اس اصول سے بہت سے معاملات میں دریافت و تحقیقات اور فریقین کی نیک نیتی کے جذبہ سے اپنے جھگڑوں اور اختلافات کا پرامن حل تلاش کیا جاسکتا ہے اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے طاقت کے بل پر ایسے معاملات کا فیصلہ کرنا ایک غیر پسندیدہ طریقہ ہے کسی ملک کا بادشاہ اور حکمران جو دل سے اپنے ملک اور رعایا کی بھلائی چاہتا ہو وہ صرف اس وقت طاقت سے کام لیتا ہے جب کہ دوسرے تمام ذرائع ناکام ہوں۔

مستونگ کے کپتان سنڈیمن کے دربار پر تبصرہ

کپتان سنڈیمن کے مستونگ کے اس دربار میں امیر بلوچستان امیر خداداد خان نے شرکت کر کے باغی سرداروں کے ساتھ اپنے مساویانہ حیثیت کو تسلیم کیا۔ اور ایک طرح سے قبائلی جھگڑوں کے تصفیہ کرنے پر جھک گئے۔ اس دربار میں مملکت بلوچستان کے ڈیرہ غازی خان سے لے کر تا حد ایران کے تمام بلوچ سردار کپتان سنڈیمن کے زیر عافیت موجود تھے۔ یہ دن صحیح معنوں میں بلوچستان کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالنے کی تقریب ثابت ہوا اور اس دربار میں امیر بلوچستان کا تاج سنڈیمن کے قدموں پر تھا۔ اور بلوچوں کا وطن اس کی مٹھی میں تھا۔

امیر بلوچستان کا کمانی فقیر محمد اور عبداللطیف کی کچھی سے طلبی

جب امیر خداداد خان سنڈیمن کے دربار میں شامل ہونے کے لیے مستونگ روانہ ہو رہے تھے تو انہوں نے ایک قاصد کے ذریعے سے کمانی فقیر محمد اور عبداللطیف کو جو کچھی میں تھے لکھا کہ وہ بہت جلد اپنی سپاہ کے ساتھ زہری پہنچیں وہاں تاحکم ثانی انتظار کریں۔

امیر کے قاصد کا پکڑا جانا

امیر کے قاصد کو زنک کے مقام پر مردان جتک نے پکڑ لیا۔ اُسے داروغہ عطا محمد کے پاس لایا۔ قاصد سے خط برآمد کر لیا گیا خط کے مضمون سے داروغہ عطا محمد نے اندازہ لگایا کہ کمانی فقیر محمد اور عبداللطیف کے زہری پہنچنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اُس کے (داروغہ عطا محمد) خلاف کارروائی کی جائے۔

داروغہ عطا محمد کا لشکر جمع کرنا

چنانچہ داروغہ عطا محمد نے جام میر خان اور میر ابراہیم خان مینگل کو لکھا کہ جمع ہو کر زہری پہنچیں نیز سردار زرک زئی کو بھی مولہ سے زہری طلب کیا۔ تاکہ لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو جائے۔

کمانی فقیر محمد کی کچھی سے روانگی

اسی اثنا میں کمانی فقیر محمد عبداللطیف مع ایک پلٹن رسالہ اور دو ضرب توپ

کچھی سے روانہ ہوکر براستہ مولا حاذم زہری ہوئے۔ دارو غہ عطا محمد نے سردار گوہر خان کے مشورہ سے صالح محمد موسیانی کو بطور جاسوس کمانی فقیر محمد کی نقل و حرکت معلوم کرنے مولا روانہ کیا جو منزل بہ منزل ان کے حالات سے داروغہ کو آگاہ کیا کرتا

پستی بینٹ کی لڑائی

جب کمانی فقیر محمد پیر لاکھا کے مقام پر پہنچا۔ تو داروغہ عطا محمد اور سردار گوہر خان زرک زئی نے درہ مشک میں اس کا راستہ روکا۔ لیکن کمانی فقیر محمد اس راستے سے نہیں آیا۔ بلکہ پاشتہ خان سے روانہ ہوکر براستہ پستی بینٹ زہری کی طرف چلا جب گوہر خان اور داروغہ کو اطلاع ہوئی تو وہ شتیانی سے روانہ ہوکر اس کے پہنچنے سے قبل درہ پستی بینٹ میں پہنچ کر مورخہ ۲۸ مئی ۱۸۷۶ء کو دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ معرکہ کارزار گرم ہوا فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی پہلے زہری اور گرگناڑی اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے پھر جتک اور موسیانی شکست کھا گئے کمال خان لونیانی اپنے پچیس آدمیوں کے ساتھ بھاگتے وقت پلٹن کی گولیوں کی زد میں آکر مارا گیا۔ پھر داروغہ عطا محمد اور چاکر خان جتک اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے فریقین کو شدید جانی نقصان برداشت کرنا پڑا کمانی فقیر محمد اور عبداللطیف مظفر و منصور درہ پار کر کے زہری پہنچ گئے۔

کپتان سنڈمین کا مشورہ

کپتان سنڈمین کو جب اس لڑائی کی خبر مستونگ میں پہنچی تو اس نے امیر سے مزید کشت وخون کے بند کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ امیر نے کمانی فقیر محمد

کو زہری خالی کر کے قلات پہنچنے کی ہدایت کی۔

گوہر خان اور جام عالی خان کی مستونگ میں آمد

سنڈیمن نے میر مہر اللہ خان رئیسانی اور رسالدار نواب خان کو سردار گوہر خان داروغہ عطا محمد، جام عالی خان اور دوسرے سرداران جھالاوان کے نام بلاوے کے خطوط دیکر جھالاوان بھیجا چنانچہ اس دعوت نامے کے بعد سردار گوہر خان داروغہ عطا محمد، جام عالی خان، میر ابراہیم خان مینگل براستہ پندران، نیچارہ، اسکلکو منگوچر ہوتے ہوئے مستونگ پہنچے۔

درہ بولان کا انتظام

اسی عرصہ میں جب تک دور دراز علاقوں کے بعض سردار نہیں پہنچے تھے سنڈیمن نے امیر بلوچستان کے مشورہ اور رضامندی سے درہ بولان میں قافلوں کے گزرنے اور حفاظت کے انتظامات کی کارروائی شروع کی چنانچہ قبائل کرد مینگل، مری کو درہ بولان کی حفاظت کا ذمہ دار گردانا گیا سردار اللہ ڈنا کرد کو درہ بولان کا سپرنٹنڈنٹ اور سردار ملا محمد رئیسانی کو درہ کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا مری اور بولان کے دیگر بلوچ قبائل کو نگران دستوں میں بطور سپاہی ملازمتیں دی گئیں۔ جن پر سردار اللہ ڈنا کرد کے دو بیٹوں کو افسر مقرر کیا گیا درہ بولان سے گزرنے والے قافلوں پر ایک مختصر شرح سنگ (محصول) لگایا گیا۔ اور رقم سنگ کی تقسیم کا انتظام کیا گیا۔

تصفیاتی کمیٹی کا قیام

سنڈیمن نے امیر بلوچستان کے مشورہ اور منظوری سے باغی سرداروں اور امیر بلوچستان کے درمیان متنازعہ امور کو طے کرنے کے لیے ایک تصفیاتی کمیٹی قائم کی۔ جس میں فریقین کے تین تین نمائندے نامزد کئے گئے۔ امیر بلوچستان نے اپنی طرف سے نواب محمد خان وکیل مستوفی فقیر محمد اور ملا عبداللہ جاق کو نمائندہ مقرر کیا۔ اور باغی سرداروں نے اپنی طرف سے سردار امام بخش مزاری، سردار جمال خان لغاری اور سردار ملا محمد رئیسانی کو نمائندہ مقرر کیا نیٹو اسسٹنٹ ہتورام کو جو سنڈیمن کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ تھا اس کمیٹی کا سیکرٹری نامزد کیا گیا۔

امیر بلوچستان کی شرائط صلح

جب امیر بلوچستان اور باغی سرداروں کے درمیان شکایات کے تصفیہ کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ امیر بلوچستان نے باغی سرداروں کے ساتھ صلح کرنے کے لیے ۶ جون ۱۸۷۶ء کے دن مندرجہ ذیل شرائط کمیٹی کے سامنے رکھیں

۱۔ حکومت برطانیہ قندھار کے تاجروں اور قافلوں کو معاوضہ دلانے کا بندوبست کرے جن کو مولا، تاکری اور گزنگ کے راستوں میں جھالاوانی قبائل نے لوٹا اور ان سے سنگ وصول کیا۔

۲۔ مسٹر ولیم میری ویدر کے مشورہ کے مطابق ہم نے علاقہ لس بیلہ پر قبضہ کیا بڑے نقصانات برداشت کئے ہیں۔ یہ علاقہ ہمیں دیا جائے۔ یا اگر اسے برطانوی ہند میں شامل کیا جاتا ہے۔ تو حکومت برطانیہ ہمیں وہ تمام اخراجات اور نقصانات

ادا کرے جو جام کے خلاف لڑائیوں میں ہمیں برداشت کرنے پڑے ہیں۔

اگر مندرجہ بالا دونوں تجاویز میں سے کسی پر عمل درآمد ممکن نہ ہو تو جام میر خان جو اس وقت برطانوی ہند کے علاقہ بمبئی میں قید ہے۔ اس شرط پر کہ وہ ہماری حکومت کا اسی طرح ماتحت ہو جیسا کہ اُس کے آباؤ اجداد سابق اُمیران بلوچستان کے ماتحت رہے ہیں۔ بیلہ کا جام مقرر کیا جائے۔ ہم اپنی طرف سے اُس کے جائز حقوق اور مراعات کو نظر انداز نہیں کریں گے۔

۳۔ ہمارے سابق وزیر داروغہ عطا محمد کو جو ہمارے ملازم نواب محمد خان وکیل کی خدمات کا خیال نہ کرتے ہوئے۔ غداری کر کے قلات سے بھاگ نکلا ہمارے خلاف سرداروں کی بہت سی بغاوتوں میں حصہ لیا۔ بلوچستان سے جلاوطن کر دیا جائے ہم اس کے اہل و عیال کو جو قلات میں ہیں اس کے ساتھ جانے کی اجازت دیں گے۔

۴۔ سر ولیم میری ویدر کمشنر سندھ کے ۱۸۶۲ء کے سمجھوتہ کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ سراوان کے سرداران تمام قافلوں کو عوضانہ ادا کر دیں گے جن کو انہوں نے درہ بولان میں لوٹا ہے۔ یہ عوضانہ سردار اب تک ادا نہ کر سکے اور ہم نے نوے ہزار روپے ان قافلوں کے عوض میں جو مری اور دوسرے بلوچ قبائل نے لوٹے تھے۔ سوداگروں کو بطور عوضانہ ادا کر چکے ہیں۔ یہ رقم ہمیں دلائی جائے

۵۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے ہم کو پچاس ہزار روپے سالانہ جو امدادی رقم ملتی تھی اور جو گزشتہ تین سال سے روک دی گئی ہے واگزار کی جائے۔

۶۔ ہمارے کمانی شکر خان، منشی صالح محمد، منشی گل محمد جن کے بازو ہم سے حکومت برطانیہ کے نمائندوں نے ان کو بلا کسی وجہ اور جرم قید کر رکھا ہے

Scanned with CamScanner

رہا کر دیا جائے نواب محمد خان وکیل کو ہم اپنا نمائندہ مقرر کرتے ہیں جو انگریز بااختیار
سنڈیمن کے ساتھ گفت و شنید کرے گا۔

۷۔ گزشتہ دستور کے مطابق سرداروں کو سنگ وصول کرنے کے جو حقوق
حاصل ہیں اور جن کا فیصلہ سر ولیم میری وید رنے کیا تھا۔ وہ جاری رہے گا۔

۸۔ ہم حکومت برطانیہ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں۔ جو فیصلہ وہ ہمارے اور
سرداروں کے درمیان کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا۔

۱۔ ہم سراوان اور جھالاوان کے سرداروں کی آبائی میراث ان کو واپس کر
دیں گے۔

ب۔ اگر سردار آئندہ کبھی شرائط صلح کی خلاف ورزی کریں۔ اُن کو کسی قسم کی سزا
دینے سے قبل ہم انگریزی نمائندہ متعینہ قلات کے مشورہ کے بعد اُن کو سزا
دیں گے۔

ج۔ اگر ہم ان کے ساتھ کوئی بے انصافی کریں تو ہمیں خوشی ہوگی کہ سردار
برطانوی نمائندہ متعینہ قلات کے توسط سے حکومت برطانیہ کو ہمارے
خلاف اپیل کریں۔

۹۔ سردار گذشتہ دستور اور رواج کے مطابق ہمارے احکام کی تعمیل اور
ہماری خدمت کریں گے تو ہم اپنی طرف سے ان پر ایسی مہربانیاں کریں گے جو
ہمارے آباؤ اجداد ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔

۱۰۔ جب حکومت برطانیہ ہماری ان خواہشات کی جو اوپر بیان کی گئی ہیں
منظور کرے گی تب ہماری حکومت بولان، مولا، راج راہ، کیچ مکران کے دوسرے
تمام دروں کی حفاظت کی ذمہ دار ہوگی۔

سمجھوتہ مستونگ کے سلسلے میں دربار

تصفیہ کمیٹی نے امیر بلوچستان اور باغی سرداروں کی شکایات اور امیر بلوچستان کی پیش کردہ شرائط پر تفصیلی غور و خوض کیا۔ اور ایک سمجھوتہ کی صورت پیدا ہو گئی سمجھوتہ کا اعلان کرنے کے لیے ۱۳ جولائی ۱۸۷۶ء کو مستونگ میں ایک دربار منعقد کیا گیا جس میں امیر بلوچستان' بلوچستان کے تمام سردار سنڈیمن کے ساتھ تمام انگریزوں نے شمولیت کی۔ سمجھوتہ کے تحریری مسودہ کو قرآن شریف کے ساتھ رکھا گیا۔ امیر اور سرداروں نے قرآن پاک اور سمجھوتہ پر ہاتھ رکھکر مندرجہ ذیل شرائط کو قبول کرنے کی تصدیق کی۔ ازاں بعد سمجھوتہ کو دربار میں پڑھ کر سنایا گیا سمجھوتہ کی شرائط کی تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

۱۔ سرداروں نے قدیم اصول و روایات کے مطابق امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا اعلان کیا۔ اور امیر نے ان کے قدیم حقوق بحال کر دیئے۔

۲۔ امیر نے سردار ملا محمد رئیسانی کی بجائے اس کے بیٹے اسد خان کو' سردار تاج محمد زرک زئی کی بجائے میر گوہر خان کو اور سردار نورالدین مینگل کی بجائے اس کے خورد سال بیٹے شکر خان کو متعلقہ قبائل کا سردار تسلیم کر لیا۔

۳۔ امیر نے جام میر خان کی رہائی کی سفارش کی۔

۴۔ منضبط جائیدادوں کے متعلق سرداروں نے امیر کا فیصلہ کو تسلیم کیا۔

۵۔ سرداروں نے لوہلان کے متعلق سنڈیمن کے ساتھ امیر کے کئے ہوئے فیصلہ کو قبول کیا۔

۶۔ امیر نے سرداروں کی وراثتی حقوق اور مراتب کی نگاہ داشت کا وعدہ کیا۔

۸۔ اپنے تمام متنازعہ امور کے تصفیہ کے لیے امیر اور سرداروں نے آئندہ انگریزی حکومت کو واحد ثالث قبول کیا۔

اصل متن معاہدہ ۱۸۷۶ء

۸

عہد نامہ مستونگ ۱۳ جولائی ۱۸۷۶ء

شرائط صلح نامہ مابین ہز ہائی نیس میر خداداد خان حکمران بلوچستان المعروف بہ والی قلات بلوچستان و میر جام عالی خان ساکن لسبیلہ اور سرداران بلوچستان۔ ازانجا کہ گذشتہ سالوں مابین حکومت قلات و میر جام عالی خان خلف جام میر خان حاکم لسبیلہ اور سرداران ساراوان و جھالاوان تنازعات ہوتے رہے ہیں میجر سنڈیمن ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان (آن اسپیشل ڈیوٹی) حکومت برطانیہ کی جانب سے خان صاحب قلات و میر جام عالی خان اور سرداران بلوچستان کے درمیان آکر صلح کرانے پر مامور ہوئے تھے اور ازانجا کہ میجر سنڈیمن موصوف نے ان کے درمیان صلح کی ہے۔ اور خان صاحب کو بعد غور مشورہ دے چکا ہے۔ اور فریقین اس سے مستفید ہو کر صلح کرنے پر رضامند ہو چکے ہیں جس کی شرائط حسب ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اور جس کا ہم یہاں اعلان اور اظہار کر دیتے ہیں۔

۲۔ ہم سرداران اور جام صاحب لس بیلہ اپنی فرمانبرداری کا بحق ہز ہائی نیس میر خداداد خان والی قلات اعلان کرتے ہیں۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں۔ اور وہ قدیمی دستور اور قواعد کے مطابق قدیمی قانون اور نظیر ہز ہائی نیس ہمارے

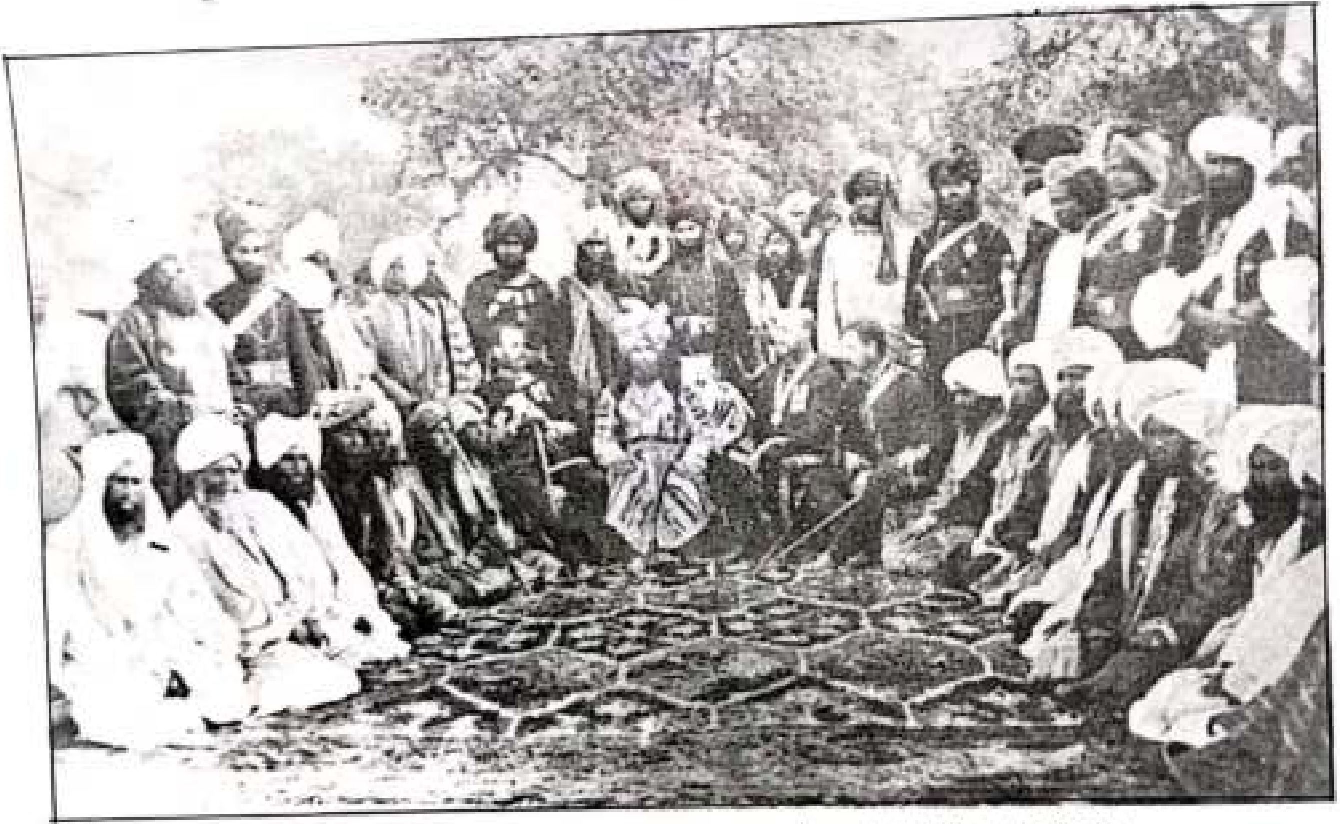

معاہدہ پڑھا جا رہا ہے۔ امیر خداداد خان امیر بلوچستان، رابرٹ سنڈیمن نمائندہ برطانیہ سلطنت انگریزی سن رہے ہیں۔
مستونگ ۱۰ جولائی ۱۸۷۶ء

قدیمی حقوق کو تفویض فرما چکے ہیں۔ اور مستقبل کے لیے وہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے حقوق میں ہر طرح کی مہربانی اور لحاظ داری فرمایا کریں گے۔ بشرطیکہ قدیمی دستور کے مطابق ہم حکومت قلات بلوچستان کی وفادار رعایا ہیں۔

۲۔ ہز ہائی نس مفصلہ ذیل مراعات ہمارے حق میں منظور فرما چکے ہیں۔

و ہز ہائی نس۔ سردار اسد خان خلف سردار ملا محمد کے انتخاب کو سرداری ساراوان پر بحال رکھتے ہیں اور بر موقع دربار اس کی سرداری کا اعتراف کر چکے ہیں۔ اور اعلانیہ خلعت دے چکے ہیں۔

ب:۔ ہز ہائی نس۔ سردار گوہر خان ساکن زہری کے انتخاب سرداری کو جو جھالاوانیوں نے بجائے مرحوم تاج محمد کی ہے۔ منظور فرما کر بحال رکھتے ہیں۔

ج:۔ ہز ہائی نس۔ سردار نور الدین مرحوم کی جگہ میر شکر خان کو بطور سردار مینگل تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس کے چچا میر ابراہیم خان اس کی جگہ تا سن بلوغت کام کرے گا اور اس کو ہز ہائی نس خلعت دے چکے ہیں۔

د:۔ ہم جام عالی خان خلف میر خان اور سرداران ساراوان و جھالاوان نے مطابق روایت ماضی ہز ہائی نس کو ایک درخواست دے چکے ہیں جس میں ان سے عرض کیا گیا ہے کہ وہ جام میر خان کی رہائی کے لیے برطانوی حکومت کو سفارش کریں جس کو اس وقت برطانوی مقبوضہ میں قید رکھا گیا ہے اور ہز ہائی نس نے اس درخواست کو لے کر ہماری معروضات کو قبول فرمایا ہے۔ اس درخواست کو ہز ہائی نس نے اپنے خط کے ساتھ میجر سنڈیمن کے پاس بھیج کر ان سے استدعا کی ہے کہ ان کے خط اور درخواست مذکورہ برطانوی حکومت کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ تاکہ میر خان قید سے مخلصی پائے یہ آرزو ہم اس ریکارڈ میں

مختص برطانوی حکومت کے غور کے لیے مکرر بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ قلات اور لس بیلہ کے درمیان صلح کے اظہار کے طور پر میر جام عالی خان کو مقبول نظر بنانے کی خاطر ہز ہائی نس نے ان کو خلعت عطا فرمایا۔

۴۔ سرداران سراوان و جھالاوان کی شکایات کے برخلاف حکومت قلات کے متعلق ضبطی اراضیات وغیرہ کو اس کمیٹی نے جس کو ہز ہائنس نے مقرر فرمایا تھا۔ اور جس میں منجانب سردار ملا محمد رئیسانی سراوانی سردار امام بخش خان مزاری اور سردار جمال خان لغاری اور منجانب ہز ہائی نس وکیل نواب محمد حسان مستوفی فقیر محمد اور ملا عبداللہ جان تھے۔ احتیاط سے ہر ایک معاملہ میں تحقیقات کرنے کے بعد تحریری اظہار رائے کر چکی تھی۔ جو ہز ہائی نس کو پیش کی گئی اور وہ اس پر اظہار رائے فرما کر ہر معاملہ میں حکم صادر فرما چکے ہیں وہ کاغذات علیحدہ ہیں جن میں ہر ایک معاملہ کی تحقیقات کا نتیجہ اور آخری حکم درج ہے ہم ساراوان کے سرداران فیصلہ جات کو جو ہز ہائی نس خان صاحب فرما چکے ہیں۔ قبول کرتے ہیں۔ اور ان پر کاربند رہنے کا یقین دلاتے ہیں۔

۵۔ ہم خان صاحب اور سرداران اس اقرار نامہ کو جو میجر سنڈیمن اور ہز ہائی نس خان صاحب کے مابین متعلق تجارت درہ بولان علیحدہ تحریر میں آچکا ہے۔ اسی تحریر کی رو سے قبول کرتے ہیں اور اس کی شرائط پر کاربند رہیں گے۔

۶۔ ہز ہائی نس خان صاحب اس تحریر کی رو سے جام صاحب اور سرداران سراوان و جھالاوان کے ساتھ ہر ایک کی متعلقہ موروثی حق کے مطابق مہربانی اور توقیر سے پیش آنا قبول فرماتے ہیں۔ اور دوسری جانب جام صاحب

معاہدہ مابین امیر بلوچستان میر خداداد خان و نمائندہ برطانیہ، سلطنت انگریز سر رابرٹ سنڈیمن ۔ ۱۲ جولائی ۱۸۷۶ء مستونگ

اور سرداران مذکورہ قدیم دستور کے مطابق خان صاحب قلات کے احکام کی بجا آوری کو اپنے ذمہ لیتے ہیں ہز ہائی نس خان صاحب اور سرداران مذکورہ اس تحریر کے مطابق اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ ان کے درمیان ماضی میں پیش آچکا ہے اس کو بھلا دیا جائے۔ مستقبل میں اگر خان صاحب کے نائبان یا عمالان کسی کو نقصان پہنچائیں یا ان پر ظلم کریں تو وہ معاملہ برائے دریافت و فیصلہ خان صاحب کے پیش کیا جائے گا اور اس بارے میں سرداران حکومت قلات کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے۔ البتہ اگر خان صاحب ان کے حق میں انصاف نہ کریں تو پہلے معاملہ زیر بحث کو سرکار برطانیہ کے پاس برائے فیصلہ لے جایا جائے اور اسی طرح خان صاحب ان کے ساتھ خانہ جنگی نہیں کریں گے جب تک وہ پہلے معاملہ زیر بحث کو بتوسط پولیٹیکل ایجنٹ حکومت برطانیہ کے پاس مرسل نہ کرے۔

منکہ میر خداداد خان صاحب قلات اور ہم جام صاحب و سرداران مذکورہ اس شرائط کو قبول کرتے ہیں ہم سب اقرار کرتے ہیں۔

i۔ اس یادداشت پر جس میں صلح کی ابتدائی شرط درج ہیں عمل کریں گے۔

ii۔ کاغذات سرکاری و مالگذاری کا زمینداران کے ساتھ جن میں فیصلہ ثالثان درج ہے اور جن کو خان صاحب نے بحال رکھا ہے۔ ان پر عمل کریں گے۔

iii۔ درہ بولان کے اقرار نامہ کی تحریر جس میں ہم فریقین نے اپنی مہریں ثبت کردی ہیں۔ اس کے متعلق ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم اس شرط پر عمل پیرا رہیں گے۔ علاوہ ازیں ہم فریقین صدق دل سے اپنی طاقت کے ساتھ تجارت

کے راستوں کو ملک کے امن کو محفوظ رکھنے کی خاطر کھلا رکھتے ہیں۔ امداد دیا کریں گے اور ہم قسم اُٹھاتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو ہمارے اس تحریری اقرار نامہ کو توڑ سکے ہم اس متحدہ اقرار نامہ کو بطور یادداشت ٹریٹی صلح جو ہمارے درمیان ہوا ہے اور جس پر ہم نے اپنی پوری مہر ثبت کر دی ہیں حکومت برطانیہ کے سپرد کرتے ہیں

۱۔ مہر/ میر خداداد خان صاحب خان صاحب قلات۔

۲۔ جام میر عالی خان آف لس بیلہ
۳۔ سردار ملا محمد رئیسانی
۴۔ سردار گوہر خان سکنہ زہری
۵۔ سردار ابراہیم خان مینگل
۶۔ وڈیرہ شادی خان بنگل زئی
۷۔ سردار سید خان محمد شہی
۸۔ سردار عبدالرحمٰن زگر مینگل سکنہ نوشکی
۹۔ سردار قادر بخش سرپرہ
۱۰۔ سردار علم خان
۱۱۔ سردار چاکر خان۔
۱۲۔ سردار جھنڈا خان شاوانی
۱۳۔ سردار سہراب خان

باب سیزدہم

تجدید معاہدہ مابین حکومت قلات و حکومت برطانیہ

ہرگاہ یہ مصلحت آمیز ہے کہ حکومت برطانیہ اور میر نصیر خان خان قلات کے درمیان ۱۸۵۴ء کا معاہدہ از سر نو ترتیب دیا جائے۔ اور اس میں چند امور کا مزید اضافہ کیا جائے۔ تاکہ دونوں حکومتوں کے دوستانہ تعلقات اور رفاقت مضبوط تر ہو جائے۔ اور ان چند دفعات پر لارڈ لٹن منجانب حکومت برطانیہ اور ہز ہائی نیس میر خداداد خان خان قلات نے اتفاق رائے کیا۔

۱۔ اس معاہدہ کی جو ۱۸۵۴ء کی ۱۴ مئی کو مابین حکومت برطانیہ اور خان میر نصیر خان طے ہوا تھا تصدیق و تجدید کی جاتی ہے۔

۲۔ میر خداداد خان والی قلات اس کے جانشین اور اخلاف و حکومت برطانیہ میں دائمی دوستی و رفاقت استوار رہے گی۔

۳۔ درحالیکہ میر خداداد خان اپنی جانب سے اپنے جانشینوں، اخلاف

اور سرداران قوم اور اپنے آپ کو اس امر کا پابند قرار دیتے ہیں کہ وہ معاہدہ ۱۸۵۴ء کی دفعہ سوئم کی شرائط پر کاربند رہیں گے۔ حکومت برطانیہ اپنی جانب سے اس امر کا اقرار کرتی ہے کہ قلات کی آزادی کا احترام کرے گی اور وعدہ کرتی ہے کہ بوقت ضرورت خان صاحب کو برائے حفظ امن عامہ و حفاظت اور حملہ ہائے بیرو نجات مناسب حال امداد دے گی۔

۴۔ نظر بہ استواری تعلقات دوستانہ جو اس معاہدہ کی رو سے دونوں حکومتوں میں از سر نو تازہ کئے جاتے ہیں۔ ایک جانب سے حکومت برطانیہ اپنے سفراء مختار بر مع نگہبانوں کے خان صاحب کے قلمرو میں مستقل رہائش کے لیے بھیجے گی اور منجانب خان صاحب ایک نمائندہ بہ عطائے اختیارات حکومت ہند کے پاس رہے گا۔

۵۔ اس امر کا اقرار کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وقت خان صاحب اور اس کے دوسرے سرداران قبائل کے درمیان کوئی ایسا قضیہ رونما ہو کہ جس سے ملک کے امن کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو حکومت برطانیہ کا نمائندہ جو خان صاحب کے دربار میں متعین ہوگا فریقین پہ اپنے اثر رسوخ کو کام میں لا کر قضیہ رفع کرائے گا۔ اگر یہ صورت ناکام رہے تو خان صاحب برضائے حکومت برطانیہ اس معاملہ کو اس کی یعنی برطانیہ کی ثالثی میں پیش کرے گا۔ اور اس کے فیصلے پر خان صاحب کو کاربند ہونا پڑے گا۔

۶۔ چونکہ خان صاحب نے اپنی جانب سے اور اپنے سرداران قوم کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ برطانوی فوج کا ایک دستہ اس کی قلمرو میں رکھا جائے۔ معاہدہ ۱۸۵۴ء کی دفعہ چہارم کی شرائط کے مطابق اور ان گہرے

تعلقات کی قدر دانی کرتے ہوئے جو اس وقت ہر دو ممالک میں موجود ہیں حکومت برطانیہ خان صاحب کی اس خواہش کو اس شرط پر قبول کرتی ہے کہ فوج مذکورہ کو حکومت برطانیہ ایسی چوکیوں پر جیسے وہ مناسب خیال کرے متعین کرے گی اور پھر جب چاہے اٹھائے گی۔ اس امر پر بھی اتفاق کیا جاتا ہے کہ ایسے تار برقی یا ریلوے لائین جن کا وجود دونوں حکومتوں کے مفاد کے موافق ہو وقتاً فوقتاً حکومت برطانیہ خان صاحب کے قلمرو میں تعمیر کیا کرے گی لیکن ایسی تعمیرات سے پیشتر دونوں حکومتوں کو شرائط متعلقہ طے کئے جانے چاہئیں۔

۷۔ حکومت برطانیہ اور قلمرو خان صاحب کے درمیان تجارت کی مکمل آزادی ہوگی لیکن حکومت برطانیہ خان صاحب کے مشورے سے جب چاہے اپنے مالی مفاد کے مدنظر اس تجارت پر شرائط عائد کر سکتی ہے۔

۸۔ حکومت برطانیہ خان صاحب میر خداداد خان اس کے جانشین اور اخلاف کو ۱۸۵۴ء کے معاہدہ اور موجودہ معاہدے کے ضمنی شرائط کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے وعدہ کرتی ہے کہ وہ خان صاحب موصوف اس کے جانشین اور اخلاف کو جب تک کہ وہ ان عہد و پیمان کے پابند رہیں گے ایک لاکھ روپے سالانہ امداد دے گی۔

۹۔ علاوہ ازیں حکومت برطانیہ اس امر کا وعدہ کرتی ہے کہ وہ قلمرو خان صاحب میں شاہراہ تجارت پر رسل و رسائل مواصلات کی ترقی اور تعمیرات چوکی کے لیے سالانہ بیس ہزار پانچ سو کلدار خان صاحب موصوف کو اس شرط پر دے گی کہ خان صاحب موصوف مبلغ مذکورہ ایسے طریقے پر صرف کرے گی جس کو حکومت برطانیہ منظور کرے گی۔

عہدنامہ ہذا بمقام جیکب آباد بتاریخ ۸ دسمبر ۱۸۷۶ء قرار پایا۔

دستخط .. مہر

وائسرائے وگورنر جنرل ہند — خان صاحب میر خداداد خان والی قلات

بلوچستان کے نظام حکومت کو چلانے کیلئے نئے طور وطریقوں کا اجرا

یکم اگست ۱۹۲۸ء کو شذمین نے سرداروں کی خواہش اور امیر بلوچستان کے مشورہ ومنظوری سے بلوچستان کے نظام حکومت کو بہتر طریقہ پہ چلانے کے لیے نئے طور وطریقے تجویز کئے جسے امیر بلوچستان نے منظور کرکے برائے آئندہ اس کے مطابق عملدرآمد کرنے کے احکام جاری کردیئے اس جدید طریقہ کار کی رو سے ملک کے سول نظام حکومت کو چار حصوں میں تقسیم کرکے اُن سے متعلق مندرجہ ذیل ہدایات جاری کردی گئیں۔

۱۔ وصولی مالیہ بصورت نقدی یا جنس

اس ضمن میں امیر کے نائبوں کو قبائل کی مالیہ معاف جاگیروں میں مداخلت کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ البتہ اگر کوئی مالیہ معاف قبائل کوئی اور ایسی زمین خریدے جس پر سرکاری مالیہ بصورت نقدی یا جنس مقرر ہو تو نائبان کو ایسی زمین پر بلشرح دستور مالیہ وصول کرنے کا اختیار ہوگا۔

۲۔ دیوانی مقدمات

ان مقدمات میں جب کہ فریقین مقدمہ قبائل ہوں۔ متعلقہ سردار یا

سرداروں کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا. لیکن اگر سائل کوئی قبائل اور مسئول غیر قبائلی باشندہ ہو تب مقدمہ فیصلہ کے لیے اول نائب کے پاس جائیگا. اور اگر سائل غیر قبائلی باشندہ ہو اور مسئول کوئی قبائلی ہو تو مقدمہ فیصلہ کے لیے اول متعلقہ سردار کے سپرد ہوگا. تمام صورتوں میں اپیل کی سماعت کا حق امیر کو حاصل ہوگا جن کا فیصلہ آخری ہوگا.

۳. فوجداری مقدمات

اگر فریقین مقدمہ قبائلی ہوں تو متعلقہ سردار یا سرداروں کو مقدمہ کے فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا لیکن اس صورت میں جبکہ مدعی ریاست کا کوئی غیر قبائلی باشندہ اور مدعا علیہ کوئی قبائلی ہو تو نائب مثل کی تکمیل کرے گا اور متعلقہ سردار نائب کی درخواست پر مدعا علیہ کو گرفتار کرکے پیش کرے گا اور کارروائی میں حصہ لے گا. اگر سردار اس ضمن میں اپیل پر امیر کے حکم کو منصفانہ خیال نہ کرے تو اُس کے خلاف انگریزی حکومت کے پاس اُس کو درخواست کرنے کا حق حاصل ہوگا.

۴. امداد و تحفظ سول افسران بذریعہ فوج

امیر کو یہ اختیار ہوگا کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے اپنی فوج رکھے اپنے سول افسروں کو بذریعہ فوج امداد دے اور ان کی حفاظت کرے. اگر کوئی قبیلہ یا اُس کا کوئی طائفہ کسی جائز حکم سے نافرمانی کرے تو امیر اور سرداران یا سردار متعلقہ کو اسے مطیع کرنے کو کہے گا. ناگزیر حالات میں جبکہ ہتھیاروں کا استعمال ضروری ہو سردار سابقہ دستور کے مطابق اپنے آدمیوں کے ساتھ

امیر کی امداد کرے گا۔ لیکن کسی قبیلہ کے خلاف اعلان جنگ کرنے سے قبل امیر کے لیے انگریزی حکومت کی منظوری حاصل کرنی ضروری ہوگی۔ اور سردار بھی اگر خان کے کسی حکم سے ناراض ہوں بغاوت نہیں کریں گے جب تک کہ معاملہ کو فیصلہ کے لئے اول انگریزی حکومت کے سامنے پیش نہ کریں۔

برطانیہ کی دائمی ثالثی

سنڈیمن نے ان سرداروں اور امیر کی نااتفاقی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے درمیان آئندہ پیش آنے والے تمام معاملات میں حکومت برطانیہ کی واحد ثالثی کا ایک جداگانہ پٹہ بھی لکھوایا لیکن جب سنڈیمن نے اس ضمن میں اپنی رپورٹ حکومت ہند کو بھیجی تو اس کی نازیبا اور مکارانہ حرکت پر حکومت ہند کو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

وائسرائے ہند کا کمشنر سندھ سے رابطہ

چنانچہ سنڈیمن کی اس رپورٹ کے بعد لارڈ لٹن وائسرائے ہند کی کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعے کمشنر سندھ کو اس صورت حال کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا: "کہ ہمارے سامنے قلات کے ساتھ ہمارا ۱۸۵۴ء کا معاہدہ ہے جس کی کئی دفعات ہم خود نظر انداز کر چکے ہیں ہم کو اس (سنڈیمن کے برطانوی ثالثی نامہ) پر شدت سے غور کرنا ہوگا کہ قلات کی امارات پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ اس کے ان باشندوں سرداروں اور حکمرانوں پر اس کا کیا اثر ہوگا جنہوں نے کسی تحفظ کے بغیر اپنے حقوق اور مفادات ہمارے ہاتھ میں دے

دیئے ہیں۔

سردار ملا محمد رئیسانی کی معافی دلانے کی مہم

جب بلوچستان میں سارے معاملات سنڈیمن کی منشا کے مطابق فیصلہ ہوگئے۔ اُس نے ۱۶ جولائی ۱۸۷۶ء میں سردار امام بخش مزاری اور سردار جمال خان لغاری کو سردار ملا محمد رئیسانی کے لیے امیر بلوچستان سے معافی دلانے پر مامور کیا چنانچہ یہ سردار ایک دن سردار ملا محمد رئیسانی کو لے کر مستونگ کی میری میں امیر کی ملاقات کو گئے سردار ملا محمد آداب بجالاتے ہوئے اپنی تلوار کھول کر امیر بلوچستان کے قدموں پر رکھدی اور ان سے مخاطب ہوا۔ "کہ آپ ملک کے بادشاہ ہیں اور میں آپ کی رعیت ہوں میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ اور اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں، آپ مجھے مار ڈالیں یا معاف کردیں آپ کو اختیار ہے میں نے آپ کے خلاف لڑائیاں لڑی آج میری تلوار آپ کے قدموں پر ہے اس سے میرا سر قلم کریں یا اسے پھر میرے حوالے کریں۔ جو آپ پسند کریں ویسا کریں" امیر بلوچستان نے ملا محمد رئیسانی کی تلوار اُٹھا کر اور یہ کہہ کر اُسے واپس کردی "کہ مجھے اُمید ہے میں زندہ رہونگا اور آپ کو یہ تلوار اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرتے ہوئے دیکھوں گا۔

سمجھوتہ مستونگ کے اسباب

ا۔ امیر بلوچستان اور بلوچ قبائل کے سرداروں میں پچھلے بیس سال یعنی

۱۸۵۷ء-۷۶ء کی خانہ جنگی نے بلوچستان کے طول و عرض میں تباہی مچادی تھی حکمران اور قبائلی سرداروں کی بداعتمادی کی یہ حالت تھی کہ سردار اپنی زندگی کے ڈر سے امیر کے پاس نہیں جا سکتے تھے۔ امیر سرداروں کے خوف انتقام سے حکومتی فرائض کی صحیح طور پر بجا آوری نہیں کر سکتا تھا۔

۲۔ چونکہ انگریزوں کی حکومت ہندوستان بلوچستان پر قبضہ کرنا چاہتی تھی لہٰذا اپنے قبضے کے جواز کے لیے امیر بلوچستان اور اس کے سرداروں میں خانہ جنگی کرانا اس کی پالیسی کی کامیابی کا ایک اہم راز تھا۔

۳۔ بلوچستان میں سیاسی صورت حال یہ تھی کہ امیر اس قدر طاقتور نہ تھا کہ بزور شمشیر سرداروں کا سر جھکا سکتا۔ اور نہ ہی سردار اس قدر منظم اور مضبوط تھے کہ اپنی طاقت کے بل پر امیر سے اپنی شرائط منوا سکتے یا ان کو معزول کر کے دوسرا امیر منتخب کر لیتے لہٰذا ملک میں ہر طرف بے بسی کا عالم تھا جس کے نتیجے میں شرپسندوں کی طرف سے لوٹ مار فساد اور بدامنی کا بازار گرم تھا۔

۴۔ تمام بلوچستان میں زمیندار اور کاشتکار طبقہ خستہ حال اور پریشان تھا وہ بڑی تعداد میں ملک چھوڑ چکے تھے۔ زرخیز اراضیات بنجر پڑی تھیں کاروانوں کی آمد و رفت بند ہو چکی تھی۔ آمدنی کے تمام ذرائع مسدود ہو چکے تھے امیر کا خزانہ خالی تھا۔ فوج کی وقت پر تنخواہ کی ادائیگی نہیں ہوتی تھی جس سے سپاہی بددل تھے کبھی دل لگا کر نہیں لڑتے تھے عموماً لڑائی کے دوران ہتھیار لے کر بھاگ جایا کرتے تھے۔

۵۔ بلوچستان کی حکومت کے بڑے عہدوں پہ خانہ زاد غلام حاکم تھے تمام فوج میں غیر بلوچ افراد بھرتی تھے ان کے پاس لامحدود اختیارات تھے

وہ اپنی نا اہلی کی وجہ سے لوگوں پر بے تحاشا ظلم کر کے باغی سرداروں کے طرفداروں میں اضافہ کرنے کا باعث بنے ہوئے تھے۔

۵۔ کمشنر سندھ میر ویدر کے تبادلے انگریزوں کے اُن افسروں کا غلبہ سیاست پر ہوا۔ جو اُمیر بلوچستان کے خلاف تھے۔ لہٰذا اُمیر کی طرفداری کمزور پڑ گئی۔ انجام کار اس صورت حال کو دیکھ کر امیر کو بادل نخواستہ انگریزی اقتدار کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔

اُمیر بلوچستان کا ہمت ہارنا

معجوتہ مستونگ کے دوران اُمیر بلوچستان بلاپس وپیش ان تمام شرائط کو قبول کرتے جاتے تھے جو میجر سنڈمین حکومت برطانیہ کے مفادات کے پیش نظر ان کے سامنے پیش کرتا تھا اس معجوتہ کے عالم وجود میں آنے کے بعد جس کی رو سے حکومت برطانیہ کو نہ صرف اقتدار اعلیٰ بلکہ صحیح معنوں میں ملک کا مالک اور حکمران بھی تسلیم کر لیا گیا اس معجوتہ میں برطانیہ کے مفادات کا خیال رکھا گیا اور سب سے زیادہ بلوچستان پر اُمیر کے اختیارات حکمرانی کو نقصان پہنچایا گیا لیکن اُمیر نے اُس کے خلاف احتجاج کا ایک لفظ بھی نہیں کہا حالانکہ ان کی ہمشیرہ بی بی اللہ دُھنی نے اُن پر انتہائی دباؤ ڈالا کہ وہ یہ شرائط منظور نہ کریں مگر اُمیر پر ان مشوروں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ شاید اُمیر نے اپنے آپ کو شکست خوردہ فریق سمجھتے تھے۔ بعض درباری اُمرا کی رائے تھی کہ اُمیر خداداد خان اگر ہمت کر کے سنڈمین کی پیش کردہ شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو بہت ممکن تھا کہ سنڈمین محتاط شرائط پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ پس معجوتہ مستونگ

میجر سنڈیمن کی بددیانتی، دھوکہ بازی اور فریب کاری کا ایک روشن ثبوت تھا۔ اگر امیر خداداد خان اس کے خلاف حکومت ہند یا برطانوی حکومت تک اپنی آواز پہنچانے کی کوشش کرتے تو یقیناً ان کا وطن اور اُن کی آزادی بڑی حد تک محفوظ رہ سکتی۔ مگر بدقسمتی سے انہوں نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو شکست خوردہ سمجھ کر ہمت ہار دی۔ اور تن بر تقدیر ہو کر بیٹھ گئے۔ جس کا نتیجہ بعد میں، اُن کے حق میں تلخ تر پیمانہ میں برآمد ہوا۔

سیاسی صورت حال کی تبدیلی

افغانستان میں تیزی سے انگریزوں کے خلاف صورت حال تبدیل ہو رہی تھی اس کے پیش نظر حکومت ہند اپنی سرحد پر بالخصوص بلوچستان میں حالات کو اپنے مفادات کے حق میں سازگار رکھنا چاہتی تھی اس غرض کے لیے لارڈ لٹن وائسرائے ہند خود جیکب آباد کی سرحد پر آکر حالات کا ذاتی طور پر جائزہ لینا چاہتا تھا۔

وائسرائے کا کرنل کولی کو قلات روانہ کرنا۔

میجر سنڈیمن نے خود اپنی طرف سے، بلوچستان سے متعلق اپنی رپورٹ وائسرائے کو بھیجی تھی وائسرائے اور ان کی کونسل اسے درست سمجھ نہیں رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ امیر اور اُن کے سردار اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے تمام حقوق و مفادات حکومت برطانیہ کے سپرد کرنے پر رضامند

ہوئے ہیں۔ لہٰذا لارڈ لٹن نے اپنے سٹاف سے ایک خاص نمائندہ کرنل کولی کو اُس کے دورہ جیکب آباد کے انتظامات کرنے کے علاوہ امیر بلوچستان کے نام ایک خط دیکر صحیح حالات معلوم کرنے قلات روانہ کر دیا۔

میجر سنڈیمن کی قلات روانگی

میجر سنڈیمن کو جب کرنل کولی کی دہلی سے روانگی کی اطلاع ملی تو وہ اسکی آمد سے قبل جیکب آباد سے روانہ ہو کر قلات پہنچا اور یہاں پر امیر بلوچستان سے کئی ملاقاتیں کرکے اور ان کو دم دلاسہ دے کر اپنے حق میں ہموار کر لیا۔

کرنل کولی کی قلات میں آمد

کرنل کولی ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو قلات پہنچا ۱۸ اکتوبر کو قلات میں امیر بلوچستان نے ایک دربار منعقد کیا جسمیں کرنل کولی نے امیر کے نام وائسرائے ہند کا مراسلہ اور اس کی نقل پیش کی جو وائسرائے ہند حکومت برطانیہ کی طرف سے امیر کے ساتھ بمقام جیکب آباد ملاقات کرنا چاہتے تھے کرنل کولی نے دربار میں امیر کو وائسرائے ہند کی طرف سے جیکب آباد آنے اور معاہدہ صدر پر دستخط کرنے کی دعوت دی تھی۔ جسے امیر نے بلا غور و فکر اور بلا اعتراض منظور کر لیا۔

امیر بلوچستان کی جیکب آباد جانے کی تیاری

کرنل کولی اور سنڈیمن کے قلات سے واپس چلے جانے کے بعد امیر نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور بلوچستان کے تین سو سرداروں اور معتبرین

کے ساتھ جن میں مکران' خاران' لس بیلہ' مری' بگٹی' کھیتران کے تمام قبائلی نمائندے شامل تھے۔ امیر آہستہ آہستہ براستہ مولا' گنداواہ روانہ ہوا۔ گنداواہ کے مقام پر کرنل کولی اور سنڈیمن پھر آکر امیر سے ملے۔ اور ان کے جلو میں جیکب آباد روانہ ہوئے۔

لارڈ لٹن وائسرائے ہند کی جیکب آباد میں آمد

۷، دسمبر ۱۸۷۶ء کو وائسرائے ہند لارڈ لٹن اور لیڈی لٹن جیکب آباد پہنچے دوسرے دن ۸، دسمبر ۱۸۷۶ء کو دن کے تین بجے وائسرائے کی طرف سے دربار منعقد ہوا جس میں امیر بلوچستان اپنے تمام سرداروں اور معتبرین اور معززین کے ساتھ شامل ہوئے اور دربار میں حکومت برطانیہ کے نمائندہ لارڈ لٹن کے ساتھ اس معاہدہ پر اپنی مہر ثبت کی جو معاہدہ ۱۸۷۶ء کے نام سے حکومت برطانیہ اور امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کے تعلقات میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

معاہدہ ۱۸۷۶ء کے اقتباسات

۱۸۵۴ء کے معاہدہ میں جو فیمابین امیر نصیر خان دوئم اور حکومت برطانیہ عمل میں آیا تھا۔ تین اور دفعات بڑھا کر اس معاہدہ ۱۸۷۶ء کی تکمیل کی گئی تھی جس کی تفصیلات اس طرح ہیں۔

۱۔ امیر میر خداداد خان نے حکومت برطانیہ کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر ان کی مخالفت کرنا تسلیم کر لیا۔

ب :۔ حکومت برطانیہ کی ماتحتی اور اُس کے مشورہ کے مطابق کام کرنے کا اقرار کیا۔

ج :۔ امیر خداداد خان حکومت برطانیہ کے مشورہ اور اجازت کے بغیر کسی اور بیرونی طاقت سے خط و کتابت نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

حکومت برطانیہ نے اس کے عوض میں اپنی طرف سے ذیل باتوں کا پابند ہوگا۔

۱۔ حکومت برطانیہ قلات کی خود مختاری کو تسلیم کیا۔

۲ اور بوقت ضرورت امیر کے جائز اقتدار کو بحال رکھنے اور بیرونی حملہ آوروں سے ان کی مملکت کی حفاظت کے لئے مناسب اور ضروری امداد دینے کا وعہدہ کیا۔

۱۸۵۴ء اور ۱۸۷۶ء کے معاہدہ کے دو نکات میں اہم فرق

پہلا :۔ یہ کہ ۱۸۵۴ء کا معاہدہ صرف امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات اور حکومت برطانیہ کے درمیان ہوا تھا لیکن ۱۸۷۶ء کے معاہدہ میں سرداروں کو بھی امیر کے ساتھ معاہدہ کنندہ کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔

دوسرا :۔ یہ کہ ۱۸۷۶ء کے معاہدہ کی چوتھی اور پانچویں دفعات میں برٹش پولیٹیکل ایجنسی کو امیر کے دربار میں مستقل طور پہ قائم کیا گیا اور حکومت برطانیہ کو امیر اور اس کے سرداروں کے درمیان تمام تنازعات میں واحد ثالث قرار دیا گیا۔ اور یہی تمام معاہدہ میں ایک اہم اندراج ہے۔ اس سے یہ ثابت

ہوا کہ حکومت برطانیہ نے اپنی عدم مداخلت کی پالیسی کو خیرباد کہا اور بلوچستان کے تمام معاملات کا تعلق براہ راست حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں آگیا۔

امیر بلوچستان کو تین لاکھ روپے کا عطیہ

معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد وائسرائے ہند نے امیر کو تین لاکھ روپے کی امداد پیش کی تاکہ گذشتہ بغاوتوں کے دوران اُن کا خزانہ جو خالی ہو چکا تھا اُسے بھرے۔ امیر بلوچستان نے یہ رقم شکریہ کے ساتھ قبول کی۔

بلوچستان کے دربار میں ایجنٹ گورنر جنرل کا تقرر

لارڈ لٹن نے تکمیل معاہدہ کے بعد دربار میں تقریر کرتے ہوئے خاص طور پر سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا معاہدہ میں امیر کے ساتھ ان کے نام بھی شامل کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں وائسرائے نے یہ اعلان بھی کر دیا اس نے میجر سنڈیمن کو ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل کے عہدے پر امیر کے دربار میں اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے۔

امیر بلوچستان کے مشیروں کی رہائی

لارڈ لٹن وائسرائے ہند نے اپنی تقریر میں اس بات کا بھی اعلان کر دیا کہ امیر کے جن مشیروں یعنی کمانی شکر خان، منشی صالح محمد اور منشی گل محمد کو نظر بند کیا گیا تھا۔ انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔

سر رابرٹ سنڈیمن پہلا نمائندہ حکومت برطانیہ در بلوچستان

جام میر خان کی مشروط رہائی

وائسرائے ہند نے اپنے دوران قیام جیکب آباد مندرجہ ذیل شرائط پر جام میر خان کی رہائی کا بھی اعلان کیا۔

۱۔ جام میر خان سابقہ دستور کے مطابق امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کی بالادستی قبول کرے گا۔

۲۔ کمال خان اناززئی کی جائیداد کے متعلق میجر ہرلین کے فیصلہ کو جس کی تصدیق ۳ جون ۱۸۶۹ء کو کرنل میری ویدر نے کی ہے اور جس کی رو سے یہ جائیداد ہزہائی نیس امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کو دی گئی ہے منظور کرے گا۔

۳۔ اور یہ کہ آج کے دن جو معاہدہ حکومت برطانیہ اور امیر بلوچستان کے درمیان عمل میں آیا ہے جام میر خان اس کی ان دفعات کو جو اس پر حاوی اور اثر انداز ہوتی ہیں۔ منظور کرے گا۔ اور ان تمام شرائط پر اپنے کو اور اپنے جانشینوں کو پابند کرے گا۔

جام میر خان نے بعد میں ان تمام شرائط کو قبول کیا چنانچہ ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء میں اُسے پونے سے جہاں وہ نظر بند تھا رہا کر دیا گیا۔

جیکب آباد کی حوالگی

امیر خداداد خان نے بلوچی رسم کے مطابق خان گڑھ (جیکب آباد) کا علاقہ مہمانی کے طور پہ۔ لارڈ لٹن وائسرائے ہند کو پیش کیا۔ لارڈ لٹن نے

اس پیش کش کو قبول کر لیا۔

امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی دہلی کو روانگی

ہز میجسٹی ایڈورڈ ہفتم شاہ انگلستان مملکت ہند کی سیاحت پر آئے اس مناسبت سے ہندوستان کی انگریزی حکومت نے دہلی میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا والسرائے ہند نے امیر خداداد خان کو اس میں شمولیت کرنے کی دعوت دی۔ امیر نے اس دعوت کو بخوشی قبول کیا جیکب آباد سے ہی امیر بلوچستان اپنے بیشتر سرداروں اور معتبرین کے ساتھ عازم دہلی ہوئے میجر سنڈمین چونکہ امیر بلوچستان کے دربار سے وابستہ تھے اس تمام سفر میں امیر کے ہمرکاب رہا امیر خداداد خان امیر بلوچستان یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی پہنچا۔

امیر بلوچستان لبطور اتحادی

امیر خداداد خان جب یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو اپنے سرداروں کے ساتھ دہلی پہنچا تو ہندوستان کے راجہ اور مہاراجوں کو برطانوی حکومت کے جھنڈے تقسیم کئے گئے۔ امیر بلوچستان کو یہ جھنڈا نہیں دیا گیا جب امیر بلوچستان نے اس کی وجہ دریافت کی تو حکومت ہند کی طرف سے ان کو اطلاع دی گئی کہ ہندوستان کے جن جن حکمرانوں کو برطانوی حکومت کے جھنڈے دیئے گئے ہیں وہ حکومت برطانیہ کے ماتحت ہیں لیکن امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات حکومت برطانیہ کے ماتحت نہیں

اعلیٰ حضرت میر خداداد خان امیر بلوچستان مع پانچ صاحبزادگان

نشستہ بہرام، محمود، اللہ داد، محمد خان، اعظم، شاہنواز

ہیں بلکہ اُس کے اتحادی (ALLY) ہیں۔

حکومت افغانستان اور انگریزی کی حکومت میں معاہدہ

اُمیر افغانستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں اُمیر افغانستان کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ حکومت روس کے ساتھ حکومت برطانیہ کے مشورہ اور منظوری کے بغیر کسی قسم کا کوئی تعلق قائم نہیں کرے گا اور اس کے حلقہ اثر سے باہر رہے گا۔

روسی سفیر کی افغانستان میں آمد

چنانچہ ۲۱ جولائی ۱۸۷۸ء کو حکومت روس کا سفیر ایک اعلیٰ فوجی افسر اور قازق رسالہ کے سواروں کا ایک طاقتور دستہ افغانستان کے دارالخلافہ کابل پہنچا۔ حکومت افغانستان نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

حکومت برطانیہ کا ردعمل

چنانچہ جب اس روسی وفد کے متعلق حکومت برطانیہ کو اطلاع ملی تو اُس نے اُمیر افغانستان کی اس حرکت کو معاہدہ شکنی قرار دیا۔ اُس کے خلاف سخت قدم اٹھانے کی بجائے۔ حکومت برطانیہ نے اسے مناسب خیال کیا کہ سر نیول چیمبرلین کی زیر قیادت حکومت ہند کا ایک وفد جس میں تین انگریز اور تین ہندوستانی اور دو ہندوستانی شہزادے ہوں کابل جا کر اُمیر کے ساتھ اس سلسلے میں گفت و شنید کرے۔

حکومت برطانیہ کے وفد کے ساتھ حکومت افغانستان کی بدسلوکی

جب حکومت برطانیہ کا یہ وفد ۲۱ ستمبر ۱۸۷۸ء کو درہ خیبر کے دہانے پر پہنچا وہاں افغانستان کی طرف سے مامور ایک فوجی افسر نے وفد کو آگے بڑھنے سے روکا اور ان کے ساتھ نامناسب اور متشددانہ سلوک بھی کیا۔

حکومت برطانیہ کا ردعمل

حکومت برطانیہ نے اپنے وفد کے ساتھ کئے ہوئے اس توہین آمیز سلوک پر امیر افغانستان کو جلد از جلد معذرت طلب کرنے کا الٹی میٹم دے دیا امیر افغانستان امیر شیر علی خان نے حکومت برطانیہ کے الٹی میٹم کو ٹھکرا دیا۔ اس پر حکومت برطانیہ نے امیر افغانستان کے خلاف اعلان جنگ کیا۔

حکومت برطانیہ کی افغانستان پر چڑھائی

۲۱ نومبر ۱۸۷۸ء میں برطانوی افواج نے پشاور، کرم درہ اور کوئٹہ سے ایک ساتھ افغانستان پر چڑھائی کر دی۔

انگریزوں کا پشین پر قبضہ

کوئٹہ سے میجر ایڈلف کی زیر کمان فوج نے آگے بڑھ کر پشین پر قبضہ کیا جیکب آباد کی ایک اور انگریزی فوج آگے بڑھی اور سیوی کے افغانی علاقہ پر قابض ہو گئی۔

میجر سنڈیمن کا افغانی علاقہ پر قبضہ

میجر سنڈیمن نے جو بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ تھے پشین، شوراوک کے علاقوں پر جو افغانستان سے فتح کر لئے گئے تھے. چارج سنبھال لیا. ان علاقوں میں علاقہ سیوی بھی شامل تھا.

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا اس دور میں رویہ

چونکہ امیر بلوچستان امیر خداداد خان ۱۸۷۶ء میں انگریزوں سے ایک دوستانہ معاہدہ کر چکا تھا. انہوں نے اس جنگ کے دوران انگریزوں کی ہر طرح سے کمک کی اور اپنے ولی عہد شہزادہ میر محمود خان کو لیفٹیننٹ جنرل اسٹورٹ کے سٹاف میں شامل کرنے کی پیشکش کی۔

میوند کی لڑائی

۲۱ فروری ۱۸۷۹ء کو امیر شیر علی خان کابل سے مزار شریف جاتے ہوئے مزار شریف میں فوت ہوا. اس کے بیٹے امیر یعقوب خان کو امیر افغانستان مقرر کیا گیا. انہوں نے ۱۸ جون ۱۸۸۰ء کو ہرات سے ایک بڑا لشکر جمع کر کے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا مگر اس دوران میں انگریز تمام افغانستان پر قابض ہو چکے تھے. امیر یعقوب خان کے پاس بارہ ہزار کا ایک لشکر اور ۲۵ توپیں تھیں. وہ اس لشکر کو ساتھ لے کر ہرات سے براستہ میوند قندھار کی طرف بڑھا.

یکم جولائی ۱۸۸۰ء کو صبح کے وقت جنرل لبرونڈ کی زیر کمان انگریزی فوج سردار ایوب خان کو روکنے آگے بڑھی۔ میوند کے مقام پر دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی گھمسان کی لڑائی ہوئی انگریز فوج کو شکست فاش ہوئی اُس کے بارہ سو سپاہی اور انیس افسر میدان جنگ میں کام آئے۔ انگریزوں کا تمام اسلحہ گولہ بارود اور راشن افغانوں کے ہاتھ لگا۔ انگریزی فوج کے سپاہی شکست کے بعد سراسیمہ اور پریشان حالت میں راہ فرار اختیار کر گئے، بہرحال افغان فاتحین نے انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔

اُمیر افغانستان کا انگریزوں سے معاہدہ گنڈمک

بعد میں اُمیر یعقوب خان نے بحیثیت اُمیر افغانستان انگریزوں کے ساتھ گنڈمک کے عہدنامے پر دستخط کر لیے سیوی اور پشین کے علاقے حکومت برطانیہ کو تاوان جنگ میں دے دیئے۔

بلوچستان پر میوند کی لڑائی کے اثرات

بلوچستان میں میوند کی لڑائی کے بعد یہ ضرور اثر ہوا کہ جو قبائل اس وقت امن و امان سے زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے پھر ہر جگہ علم بغاوت بلند کرکے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا جسے انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا نام دیا۔

اُمیر بلوچستان کی فوج میں بغاوت

اُمیر بلوچستان کا وہ حصہ فوج جو افغان اور پٹھان تھے۔ اُن کے بیشتر

افراد نے باغی ہوکر براستہ لوشکے اور شوراوک قندھار کی راہ لی۔

مریوں کی لوٹ مار

میوند کی لڑائی میں انگریزوں کی شکست کی خبر پاکر مری قبیلہ نے درہ بولان میں چھیڑ چھاڑ کر زنی کا سلسلہ شروع کیا اس پر انگریزی حکومت نے بولان میں نقل و حرکت کی حفاظت کے لیے درہ کے اہم مقامات پر فوجی چوکیاں قائم کر دیں۔ اسی دوران انگریزوں کا ایک کانوائی ڈیڑھ لاکھ روپے لے کر سبی جا رہا تھا۔ مریوں نے اس پر حملہ کر کے محافظ دستہ کو شکست دے کر کانوائی اور رقم پر قبضہ کیا۔
چند روز بعد مریوں نے سبی کے علاقہ تلی پر حملہ کر کے لوٹ مار شروع کی۔

مریوں پر فوج کشی

مریوں کی آئے دن کی لوٹ مار سے تنگ آکر انگریزی حکومت نے ان پر فوج کشی کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو بریگیڈیر میک ریگر نے ایک فوج کے ساتھ کوہستان مری کا رُخ کیا اثنا راہ میں مریوں سے کئی چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی تا آنکہ ۲ نومبر ۱۸۸۰ء کو انگریزی فوج کاہان میں داخل ہوگئی۔
میر مہراللہ خان سردار قبیلہ مری اور میر کرم خان مقدم بجارانی سکنہ کوہلو نے انگریزوں کی فوج کے کیمپ میں آکر ہتھیار ڈال دیئے انگریزوں کے لوٹے ہوئے خزانہ کا مبلغ دو لاکھ روپے اور ساٹھ ہزار روپے انگریزی

حکومت کے ان ملازموں کا خون بہا جو خزانہ کے کافوائی پر مامور ہو کر راستے میں مارے گئے تھے۔ انگریزی حکومت کو دینا منظور کیا۔ ادائیگی رقم کی ضمانت میں کٹ منڈائی کا گاؤں دیا اور میر ہزار خان گزینی سردار میر اللہ خان کا بھائی اور میر کرم خان بجارانی کو انگریز بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گئے۔

سردار گوہر خان زہری سردار کی بغاوت

جب میر گوہر خان زرک زئی قبیلہ زہری کا سردار مقرر ہوا تو اُس کے طایفہ موسیانی کے درمیان اختلافات نے خطرناک صورت اختیار کرلی اب اس کی مخالفت امیر بلوچستان کی بجائے انگریزی حکومت اور اُس کے طرفداروں سے تھی سردار موصوف طایفہ موسیانی کو انگریزوں کی طرفداری میں پیش پیش خیال کرتا تھا۔

سردار گوہر خان کا سردار موسیانی کے شہر پر حملہ

چنانچہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۳ء کو سردار گوہر خان زرک زئی نے امیر بلوچستان کی فوج متعینہ زہری کی امداد پاکر موسیانی سردار کے گاؤں نُلیل پر حملہ کرکے اُسے لوٹ لیا۔ اپنے گرد قبائلوں کا ایک کافی مضبوط لشکر جمع کر کے زہری میں خود مختار حاکم بن کر حکومت کرنے لگا۔

سنڈیمن کا خضدار میں جرگہ کا انعقاد

میجر سنڈیمن نے ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء میں خضدار کے مقام پر ایک جرگہ منعقد

کیا تاکہ جھالاوان کی صورت حال کو سلجھانے اور گوہر خان سردار زہری کو راہ راست پرلانے کی کوشش کرے۔ لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی بعد میں سردار گوہر خان نے درہ مولہ میں گزرنے والے قافلوں سے سنگ لینا شروع کیا اور سنڈیمن نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو سردار گوہر خان کے پاس بمقام گاجان (زکھی) بھیج کر اُسے پر امن رہنے اور سنگ وصول نہ کرنے کی ہدایت کی۔ لیکن سردار گوہر خان نے سنڈیمن کی ہدایت کو ٹھکرا دیا۔

میجر سنڈیمن کا سردار گوہر خان کے گھر میں پھوٹ ڈالنا

سنڈیمن کو اس امر کا بخوبی علم تھا کہ سردار گوہر خان کا جھالاوان کے قبائل پر بہت زیادہ اثر تھا لہٰذا سنڈیمن نے بجائے اس کے کہ سردار گوہر خان زرک زئی پر فوج کشی کرے اُس نے اُس کے گھر میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی جس میں انگریزی افسروں کو کافی مہارت حاصل تھی۔ اس نے لعین سنڈیمن نے پھوٹ ڈالنے کی ابتدا سردار گوہر خان کے گھر سے کی اُس کے بھائی لپند خان کو بہت جلد اپنے دام میں پھنسا لیا میر لپند خان سنڈیمن کا اشارہ پا کر اپنے بھائی کے خلاف کمر بستہ ہو کر انگریزی حکومت کی ہر خدمت بجا لانے پر آمادہ ہو گیا۔

قبیلہ زہری کا دو گروہوں میں تقسیم ہونا

چنانچہ قبیلہ زہری دو پارٹیوں کے درمیان بٹ گیا۔ لوٹیانی' جتک اور ساسوئی میر لپند خان کے ساتھ مل گئے۔ دونوں گروہوں میں لڑائیاں بھی ہوئیں، اور کئی آدمی مارے گئے' ایک دفعہ میر لپند خان کے آدمیوں نے

گوہر خان زرک زئی سردار کو اُس کے زہری قلعہ میں گھیر کر محصور بھی کیا بعد میں اپنی شرائط منوا کر انہوں نے محاصرہ اٹھالیا۔

سردار گوہر خان کی معزولی

چنانچہ ۸ رجون ۱۸۷۶ء میں سنڈیمن نے بمقام کوئٹہ سرداران بلوچ کا ایک جرگہ طلب کیا اور سردار گوہر خان کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی وہ بھی کوئٹہ چلا گیا جرگہ نے سنڈیمن کا اشارہ پاکر سردار گوہر خان کو قبیلہ زہری کی سرداری سے معزول کر کے اس کے کم سن بیٹے یوسف خان کو اس کی بجائے سردار مقرر کرنے کی سفارش کی سنڈیمن نے جرگہ کی سفارش کو منظور کر کے سردار گوہر خان کو کوئٹہ میں نظر بند کر دیا اور میر عبدالکریم زرک زئی کو میر یوسف خان کا سربراہ مقرر کر کے زہری بھیج دیا۔

سردار خیل زرک زئی طایفہ کا سردار گوہر خان کی معزولی پر جھگڑا

سنڈیمن کے اس فیصلہ کو میر لسند خان اور دوسرے سردار خیل زرک زئیا نے ماننے سے انکار کر دیا۔ تمام علاقہ میں بے چینی پھیل گئی میر عبدالکریم زرک زئی جان بچا کر کوئٹہ پہنچ گیا سنڈیمن نے ایک تحصیلدار زہری میں بٹھا دیا لیکن تحصیلدار کو بھی جلد واپس آنا پڑا۔

سردار گوہر خان زرک زئی کی بحالی

جب زہری میں امن قائم نہ ہو سکا تب بلوچستان کی انگریزی حکومت

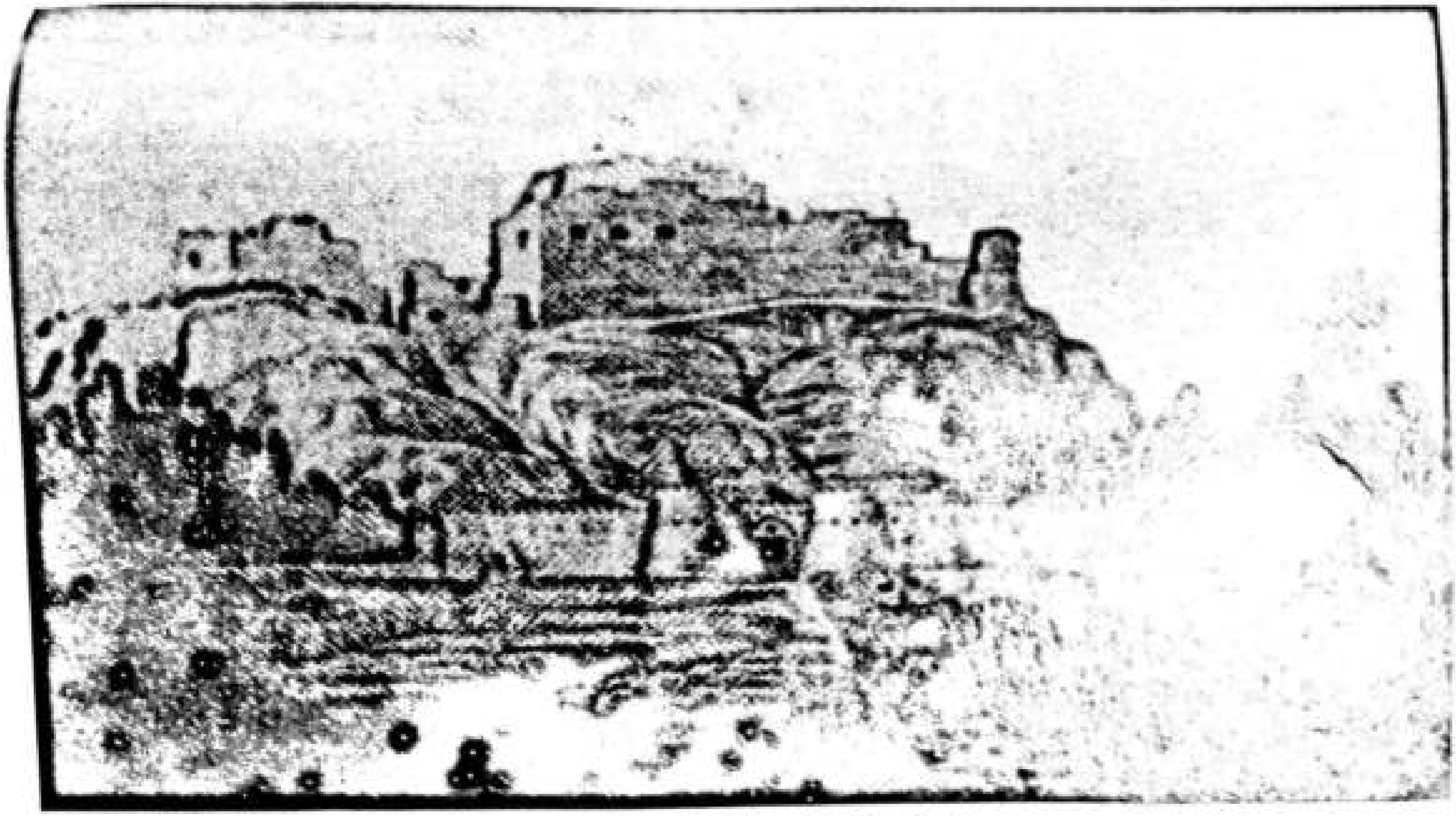

شهر کوئته و قلعه (شالکوت) قبل از اجاره سلطنت انگریزی

نے مجبور ہو کر میر گوہر خان کو نظر بندی سے رہا کر دیا اور اس کی سرداری بحال کر دی سردار گوہر خان کے بیٹے میر یوسف خان کو تعلیم کے لیے علی گڑھ بھیج دیا گیا میر پسند خان اور اس کے بیٹے خان محمد کو زہری سے طلب کر کے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی تحویل میں بمقام مستونگ نظر بند کر دیا گیا۔

شالکوٹ کی میری پر انگریزوں کا قبضہ

امیر بلوچستان سے ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان کی جائے رہائش کی تعمیر کے لیے شالکوٹ میں ایک قطعہ زمین حاصل کیا گیا جس پر تعمیر کا کام شروع تھا ایک دن تین پٹھانوں نے کام کے نگران انگریز افسروں پر حملہ کر کے لیفٹیننٹ ہیوسن کو قتل اور لیفٹیننٹ کہناوٹ کو شدید زخمی کیا لیکن کمانڈر کپتان اسکاٹ نے جو سکھ رجمنٹ کا کپتان تھا موقع پر موجود تھا بروقت حملہ کر کے تینوں حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ انگریزوں نے اس واقع کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا اندازہ لگایا۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ اس واقع کی پشت پر اُن لوگوں کا ہاتھ ہے جو ملک میں انگریزوں کی آمد سے خوش نہیں تھے۔ چنانچہ انگریزوں کی فوج نے اُسی دن مورخہ ۲۵ فروری ۱۸۸۳ء کو شال کی میری پر جس میں امیر بلوچستان کا حاکم اور ایک دستہ فوج رہا کرتا تھا۔ بلا مزاحمت قبضہ کر لیا اور امیر بلوچستان کے عملہ کو وہاں سے نکال دیا۔

انگریزوں کا نیابت شالکوٹ اور بولان کا اجارہ پر لینا

انگریزی حکومت چاہا کر بلوچستان میں اپنے پاؤں زیادہ مضبوطی سے

جانے کے لیے شال کوٹ میں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرے اور درہ بولان کو کلیتہً اپنے زیر انتظام لائے اور اس پر نگرانی رکھنے کی غرض سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس غرض کے لیے ۸ جون ۱۸۸۳ء کو حکومت برطانیہ نے شال کوٹ کی تحصیل مع جملہ حقوق حکمرانی کے ساتھ پچیس ہزار روپے سالانہ اور درہ بولان کے تمام حقوق کو تیس ہزار روپے سالانہ کے دائمی اجارہ پر امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات سے حاصل کیا۔

متن

اجارہ اقرار نامہ نیابت شال کوٹ و بولان

اجارہ نیابت شال کوٹ و بولان۔

اقرار نامہ فی مابین ہز ہائی نیس امیر خداداد خان خان قلات ایک طرف اور سر رابرٹ سنڈیمن کے۔ سی۔ ایس۔ آئی ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل بلوچستان دوسری طرف بامید منظوری ہز ایکسی لینسی وائسرائے ہند درکونسل محررہ وادی دشت ۸ جون ۱۸۸۳ء۔

جب کہ ۱۸۷۹ء میں حکومت برطانیہ اور ہز ہائی نیس میر خداداد خان خان قلات اس انتظام پر بالآخر متفق ہو چکے تھے جس کی رو سے ضلع نیابت شال کوٹ کو چند شرائط پر ایک خاص مدت کے لیے حکومت برطانیہ کے زیر انتظام دیا گیا تھا۔ اور جب کہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ امر دونوں حکومتوں کے لیے مفید ہوگا کہ ضلع اور نیابت شال کوٹ (کوئٹہ) بلا شرکت غیرے حکومت برطانیہ کے افسروں کے زیر انتظام رہے اور جب کہ ہز ایکسی لینسی

وائسرائے اور گورنر جنرل ہند اور ہز ہائی نیس خان قلات پسندیدہ خیال کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ہز نائی کا راستہ کھولنے پر خان قلات کے نقصانات کے پیش نظر اس قسم کا ایک انتظام بولان کے سنگ اور ان کے دوسرے معاملات کے لیے بھی جو درہ بولان سے متعلق ہوں کیا جائے۔ بر آں بذریعہ ہذا متفق ہو کر اعلان کیا جاتا ہے کہ۔

ا میر خداداد خان، خان قلات۔ اپنے اور اپنے ورثا اور جانشینوں کی طرف سے ضلع اور نیابت شال (کوئٹہ) کا کلم انتظام قطعی طور پر اور تمام حقوق و مراعات کے ساتھ نیز کلم مالیہ، دیوانی و فوجداری اختیارات اور تمام اختیارات حکمرانی یکم اپریل ۱۸۸۳ء سے مندرجہ ذیل شرائط پر بذریعہ ہذا حکومت برطانیہ کے حوالہ کرتے ہیں۔

ا۔ یہ کہ متذکرہ ضلع اور نیابت کا انتظام حکومت برطانیہ کی طرف سے ایسے افسران کریں گے جو گورنر جنرل اور کونسل نے اس مقصد کے لیے مقرر کیے۔

۲۔ یہ کہ اس قدر زائد مالیہ کی بجائے جو ۱۸۷۹ء کے متذکرہ صدر انتظام کے تحت خان قلات کو دیا جاتا ہے حکومت برطانیہ خان قلات کو ہر سال کی ۳۱ تاریخ مارچ کو جو یکم مارچ ۱۸۸۴ء سے شروع ہوگا مبلغ پچیس ہزار روپے سالانہ مقررہ رقم اجارہ دیا کریگی۔ اس رقم کو متذکرہ ضلع اور نیابت کی سالانہ آمدنی مالیہ کا جو خان کو ملتا تھا مناسب اور اوسط تسلیم کیا گیا ہے

۳۔ بیان کردہ پچیس ہزار روپے کی رقم جب تک متذکرہ ضلع اور نیابت حکومت برطانیہ کے زیر انتظام ہوں گے۔ نظام حکومت چلانے کے لئے کسی

قسم کے اخراجات کی وضعگی کے بغیر دیجایا کریگی۔
۴۔ ہزہائی نیس خان قلات یکم اپریل ۱۸۸۳ء سے ان تمام تجارتی کاروانوں پر جو بولان سے گزر کر برطانوی ہند اور افغانستان کو آتے جاتے ہوں اور ان پر بھی جو کچھی اور خراسان سے آتے جاتے ہوں۔ جن کی ۱۸۵۴ء کے معاہدہ میں اجازت دی گئی تھی اور ان تجارتی کاروانوں پر جو برطانوی ہند اور ضلع بی سے اضلاع کوئٹہ و پشین کو آتے جاتے ہوں اپنے سنگ اور چونگی وصول کرنے کے تمام حقوق قطعی طور پر حکومت برطانیہ کو منتقل کر دیئے ہیں۔
۵۔ اس کے عوض میں حکومت برطانیہ خان قلات کو مبلغ تیس ہزار روپیہ سالانہ بلا کسی وضعگی کے دو ششماہی اقساط میں ہر سال کے یکم اپریل کو جو یکم اکتوبر ۱۸۸۳ء سے شروع ہوگا۔ دیا کرے گی اس کے علاوہ وائسرائے و گورنر جنرل ہند سراوان کے سرداروں، اس سردار کو درہ بولان میں ان کی بعض خدمات کے عوض میں اور ان کے حصہ جات چونگی اور فیس بدرقہ کی مناسبت سے ایک مقررہ رقم سالانہ دینے پر رضا مند ہیں۔
۶۔ ہزہائی نیس خان قلات بذریعہ ہذا متذکرہ درہ کی حدود کے اندر اور اس زمین کی حدود میں حکومت برطانیہ نے ایک ریلوے سٹیشن اور دوسری عمارتوں کی تعمیر کے لیے بمقام رندعلی خرید کی ہے اپنے کلم اختیارات فوجداری اور دیوانی اور دوسرے تمام اختیارات حکمرانی حکومت برطانیہ کو اپنی صوابدید پر بولان میں سنگ وصول کرنے میں سہولت پہنچانے کی غرض سے حوالہ کرتے ہیں۔

امیر بلوچستان اور سردار آزاد خان نوشیروانی کے درمیان سمجھوتہ

۱۸۸۴ء میں سنڈیمن نے امیر بلوچستان اور میر آزاد خان نوشیروانی کے درمیان اختلافات کے اہم نکات کا تصفیہ کیا سردار آزاد خان نوشیروانی نے امیر کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو قبول کی۔ اور پھر ۱۸۹۰ء میں ہنجگور کے مقام پر منعقدہ دربار میں سرداران سراوان کے درمیان اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھا۔

بلوچ سلطنت کی تجویز

چونکہ امیر خداداد خان امیر بلوچستان نے روسی حکومت کے توسیع پسندی کے عوض میں ہر طرح سے حکومت برطانیہ سے تعاون اور کمک کیا لہذا اس طرفداری کے سلسلے میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ان کو جی۔ سی۔ ایس آئی کا خطاب دیا گیا لہذا سر رابرٹ سنڈیمن۔ اس وجہ سے امیر خداداد خان کا قدردان بن چکا تھا۔

سر رابرٹ سنڈیمن کی حکومت برطانیہ کو رائے

چنانچہ سر رابرٹ سنڈیمن نے حکومت ہند کے ذریعے سے حکومت برطانیہ سے یہ سفارش کی کہ سیوی کا افغانی علاقہ جو امیر بلوچستان کے علاقہ کچھی سے متصل ہے اور پشین کا افغانی علاقہ شالکوٹ سے متصل ہے۔ اور چاغی کا علاقہ تو بلوچستان کا حصہ ہے۔ امیر بلوچستان کو روسی توسیع پسندی کے خلاف برطانیہ حکومت کو کمک دینے کے صلے میں دیا جائے۔

سنڈیمن کی اُمیر بلوچستان کے مملکت کی تشریح

سر رابرٹ سنڈیمن نے حکومت برطانیہ کو اپنی رپورٹ میں اُمیر بلوچستان کے مملکت کی یوں تشریح کرتے ہوئے تفصیل بیان کی کہ ہمارے اُمیر بلوچستان سے سیاسی رابطے کے قائم ہونے سے قبل اُن کی مملکت کی حدود یہ تھی شمال کی طرف شالکوٹ تک، جنوب کی طرف سمندر تک مغرب کی طرف خاران اور پنجگور کے پیچھے کا تمام علاقہ یعنی ایران کی سرحد تک مشرق میں سندھ اور پنجاب تک پھیلا ہوا تھا۔
ہمارے آفیسر پہلی بار بلوچستان سے ۱۸۳۹ء میں آشنا ہوئے۔ اُس وقت بلوچستان میں اُمیر اور سرداروں کی ایک کانفیڈریسی تھی مری بگٹی اور گورچانی وغیرہ تمام بلوچ قبائل اُمیر کی رعیت تھے لیکن گورچانی قبیلہ کو بعد میں مسٹری ڈپٹی کمشنر سندھ نے وائسرائے ہند کی ہدایات کے مطابق حد بندی کے وقت نصف انگریزی علاقہ میں اور نصف بلوچستان کے علاقے میں شامل کر دیا۔ جب ہماری فوجوں نے اُمیر بلوچستان اُمیر میر مہراب خان پر حملہ کر کے اُن کے ملک پر قبضہ کیا تو اس تبدیلی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہاراجہ رنجیت سنگھ حکمران پنجاب نے ہرنئی اور دراجل پر قبضہ کیا اور اُمیر کے علاقے کو پنجاب میں شامل کر دیا۔ لہٰذا ہمارے اُمیر بلوچستان کے ساتھ سلوک کی وجہ موجودہ انتشار بلوچستان میں پھیل گیا ہمارے بلوچستان میں آنے سے پہلے مری، بگٹی اور گورچانی قبائل سراوان میں شامل تھے۔ وہ نہ صرف اُمیر بلوچستان کے لیے فوجی خدمات سرانجام دیتے تھے بلکہ ان کو مالیہ بھی دیتے تھے سنڈیمن جو اُمیر اور بلوچستان کے حالات سے زیادہ باخبر ہو چکا تھا۔ اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ بلوچ قبائل چاہے وہ پنجاب اور بلوچستان

کے موجودہ فرضی حدود کے اندر ہوں۔ یا ان سے باہر ہوں۔ ان سب کو بلوچستان میں شامل کرکے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کے ماتحت بلوچوں کی ایک علیحدہ سلطنت قائم کی جائے یہ بلوچ سلطنت افغانستان، ہندوستان، ایران کے درمیان سلطنت انگریزی کے مفادات کے تحفظ کے لیے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔

سنڈیمن بلوچ پٹھان کردار کی یوں وضاحت کرتا ہے

رابرٹ سنڈیمن بلوچ اور پٹھان قوموں کے کردار کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ اگرچہ یہ دونوں جنگجو، منتقم اور لیٹرے ہیں لیکن ان کے دیگر خواص ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

۱۔ پٹھان جمہوریت پسند ہے اور معتبر کی ذات کے لیے کوئی احترام نہیں رکھتا اس کے مقابلے میں بلوچ اپنے قبیلے کے سردار کا احترام کرتا ہے اور اس کا حکم مانتا ہے۔

۲۔ پٹھان متعصب اور ملا پرست ہے۔ مگر بلوچ سید اور ملا کو بہت کم عزت دیتا ہے۔ بلوچ قبیلہ کے سردار کو راضی کرکے گویا آپ نے تمام قبیلہ کو رضامند کیا لیکن پٹھان معتبر اور مخص ایک ہی خاندان کا بڑا ہوتا ہے۔ دوستی اس کے دشمنوں کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہے اگر آپ کا پٹھان کے ساتھ سالہا سال دوستانہ تعلقات ہوں۔ ملا کا اشارہ چند گھنٹوں میں تباہ و برباد کر دیتا ہے اس لیے بلوچ کے ساتھ معاملہ کرنا پٹھان کی بہ نسبت آسان اور قابل اعتماد ہے بالخصوص امن اور دوستانہ پالیسی کے لیے بلوچ بہت موزوں ہے۔ سر رابرٹ سنڈیمن

نے بلوچ سلطنت کے قیام کے لیے اپنی طرف سے حتی المقدور کوشش کی کیونکہ وہ بلوچی سلطنت کو ہندوستان میں انگریزی مفادات کے تحفظ کے لیے ضروری اور اہم سمجھتا تھا لیکن اس کی یہ تجویز منظور نہ ہوئی۔ ازاں بعد اس کا ارادہ خود انگلستان جا کر اپنی اس تجویز کو پارلیمنٹ سے منظور کرانے کا تھا لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور اس کی یہ تجویز عملی جامعہ نہ پہن سکی۔

علاقہ برٹش بلوچستان کا قیام

۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ کے بعد بلوچستان کی سرحد سے متصل کئی خالص افغانی علاقے معاہدہ گنڈمک کی رو سے حکومت برطانیہ کے ہاتھ آئے اس کے علاوہ وہ پٹھان قبائل جو سنڈیمن کی امن پالیسی کے تحت اپنے علاقوں سمیت انگریزی علاقوں میں شامل ہو گئے تھے۔ جب انگریزوں کی حکومت برطانیہ نے بلوچ سلطنت کے قیام سے متعلق سنڈیمن کی تجویز کو نامنظور کیا تب سنڈیمن نے افغانستان سے حاصل کئے ہوئے علاقے بی، ہرنائی، پیشین، چمن، ژوب، لورالائی کو خالص بلوچ قبائلی علاقوں مری، بگٹی اور کھیتران کو کوئٹہ و بولان کے مستاجر علاقوں کو جو قلات ایجنسی کہلائے جاتے تھے ملا کر برٹش بلوچستان کے نام سے ایک ملا جلا علاقہ قائم کیا ہم اسے ملا جلا اس لئے کہتے ہیں کہ کچھ علاقے بلوچستان کے بلوچ باشندوں کے تھے جنہیں انگریزی حکومت ہند نے ملا کر علاقے کو برٹش بلوچستان کا نام دیا گویا اس حساب سے ایک بلوچستان کے دو بلوچستان بن گئے برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان المعروف بہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان۔ یہاں بھی انگریزوں نے اپنے مقبوضہ ہندوستان کی

پالیسی کو قائم رکھا کیونکہ جب انگریزوں نے سارے ہندوستان پر قبضہ کیا تو انہوں نے ہندوستان میں اپنے طرفدار ہندوستانی ریاستوں کو بھی برقرار رکھا اور اس طرح ہندوستان میں دو قسم کے علاقے وجود میں آگئے ایک خطہ برٹش انڈیا کے نام سے موسوم ہوا اور دوسرا خطہ پرنسلی اسٹیٹ انڈیا کہلانے لگا لہذا بلوچستان کو بھی انگریزوں نے اپنے قبضے کے بعد برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان کے ناموں سے موسوم کر کے دو خطوں میں تقسیم کیا اس طرح قدیم بلوچستان کی ناخوشگوار تقسیم عمل میں آئی۔ اس تقسیم سے امیر بلوچستان کی حکومت اور بلوچوں کے اتحاد کو اور بلوچوں کی قومیت کو بہت نقصان پہنچا جس کا وہ آج تک خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

چاغی پر افغانستان کا قبضہ

ان دنوں چاغی ایک سرحدی علاقہ تھا۔ برائے نام میر شیر محمد سنجرانی افغانستان کی طرف سے حاکم مقرر تھا شیر محمد کا اپنا ایک عزیز میر شاہ نظر سنجرانی سے کسی بات پر تنازعہ ہوا شاہ نظر فرار ہو کر قلات آیا یہاں سے سردار رسول بخش لانگو نے اُسے امداد دے کر چاغی کے قلعہ پر حملہ کیا میر شیر محمد خان لڑائی میں مارا گیا اور شاہ نظر خان سنجرانی قلعہ پر قابض ہوگیا۔ اس دور میں امیر عبدالرحمن خان محمدزئی افغانستان کے حکمران تھے۔ وہ ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک حکمران افغانستان رہے اس واقعہ کی اطلاع پاکر امیر عبدالرحمٰن خان نے کابل سے مورخہ ۱۳ اپریل ۱۸۹۶ء میں اپنی فوج بھیج کر شاہ نظر سنجرانی ملک جنید خان کو مع اہل و عیال یرغمال کر لیا تمام علاقے کو لوٹا اور تاراج کیا شاہ نظر اور ملک جنید خان کو امیر عبدالرحمٰن نے

کابل میں پھانسی پر لٹکا دیا۔

جام میر عالی خان جاموٹ کی نظر بندی

جام میر خان جالس بیلہ کے تین بیٹے تھے جن میں سے دو چھوٹے تھے انکی والدہ ہندوستانی تھی جس سے میر خان نے اپنے دوران قید میں پونا میں شادی کی تھی بڑے بیٹے کا نام میر عالی خان تھا جو سردار نورالدین مینگل کا بھانجا تھا جام میر عالی خان کی ہندوستانی بیگم اس کوشش میں تھی کہ اُس کے بڑے بیٹے کو جام میر خان اپنا ولی عہد مقرر کرے وہ اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب بھی ہو چکی تھی لیکن میر عالی خان ایک دلیر اور باعمل شخص تھا اس صورت حال کو دیکھ کر اپنے والد کے خلاف ہتھیار اُٹھائے بلوچستان کی انگریز حکومت نے بروقت میر عالی خان کو گرفتار کر کے سبی میں نظر بند کر دیا وہ ایک دن موقع پا کر سبی سے بھاگ نکلا لیکن بہت جلد حکومت نے اُسے گرفتار کر کے کوئٹہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔

جام میر خان کی وفات

میر عالی خان کوئٹہ کے قلعہ میں قید تھا ۹ جنوری ۱۸۹۶ء کو جب کہ سنڈیمن رخصت پر انگلستان گیا ہوا تھا جام میر خان فوت ہو گیا۔ سر سینٹ جان نے جو سنڈیمن کی جگہ قائم مقام ایجنٹ گورنر جنرل تھا حکومت ہند کے پاس جام میر خان کی ہندوستانی بیوی کے بڑے بیٹے میر یعقوب خان کو لس بیلہ کا جام مقرر کرنے کی سفارش کی مگر سنڈیمن نے اس سے اتفاق نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ معاملہ زیادہ سنگین ہو جائے گا چنانچہ سنڈیمن نے واپسی پر یہ فیصلہ کیا کہ جب تک جام میر خان کی جانشینی کا فیصلہ نہ ہو جائے

جام علی خان جام لسبیلہ

اس وقت تک علاقہ کا انتظام بلوچستان کی انگریزی حکومت کے ذریعے سے کی جائے اس غرض کے لیے رائے بہادر ہتو رام کو لس بیلہ کا نگران حاکم مقرر کیا گیا۔

جام عالی خان کی بطور جام تقرری

لسبیلہ کے عوام اور جاموٹ قبیلہ جو حکمران قبیلہ ہے قطعی طور پر میر عالی خان کے حق میں تھا کیونکہ اس کی والدہ ایک بلوچ سردار کی بہن تھی۔ اس کے مقابلے میں اس کے دو بھائی یعقوب خان اور مقبول خان ایک غیر بلوچ کے بطن سے تھے لہٰذا حالات نے سنڈیمن کو مجبور کیا کہ وہ میر عالی خان کے حق میں فیصلہ دے۔ لہٰذا ۲۱ر جنوری ۱۸۸۹ء کو میر عالی خان کو بیلہ کا جام مقرر کیا گیا۔

باب چہاردہم

وائسرائے ہند کی بلوچستان میں آمد

۱۷ر نومبر ۱۸۸۹ء کو لارڈ لینسڈون وائسرائے ہند اور لیڈی لینسڈون کوئٹہ آئے۔ اسٹیشن پر ایجنٹ گورنر جنرل امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات اور بلوچستان کے تمام قبائلی سردار اور معتبرین نے اُن کا استقبال کیا۔

وائسرائے ہند نے کوئٹہ میں دربار منعقد کیا

چنانچہ ۲۰ر نومبر ۱۸۸۹ء کوئٹہ میں وائسرائے ہند نے دربار منعقد کیا جس میں امیر بلوچستان امیر خداداد خان بلوچستان کے تمام قبائلی سرداروں اور معتبرین نے شمولت کی۔

وائسرائے کی تقریر

لارڈ لینسڈون نے امیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات کے ساتھ

۱۸۷۶ء کے کئے ہوئے معاہدہ کے نتائج پر روشنی ڈالی اور درۂ بولان کی حفاظت سنگ کی منسوخی سڑکوں کی تعمیر امیر بلوچستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان تعلقات کی مضبوطی اور بیرونی حملہ سے امیر بلوچستان کے ملک کی حفاظت کی ذمہ داری کے احساس اور درۂ بولان میں ریلوے لائن کی تعمیر کا ذکر کیا افغانستان کی دوسری لڑائی میں امیر بلوچستان کی اور اُن کے سرداروں اور قبائل کی امداد کی بھی تعریف کی۔

لارڈ لینسڈون نے برٹش بلوچستان کے معتبرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا "کہ مشکل سے دس برس گزرے ہوں گے کہ تمہارے علاقے ہمارے زیر انتظام آئے ہیں مگر اس عرصہ میں آپ لوگوں کو احساس ہو گیا ہو گا کہ انگریزی حکومت کے کیا معنی ہیں۔ آپ لوگوں نے مجھے یقین ہے محسوس کیا ہو گا کہ انگریزی حکومت کی بنیاد عدل و انصاف پر قائم ہے۔ حکومت برطانیہ تو تم پر سنگین ٹیکس لگاتی ہے۔ اور نہ ہی تمہارے نجی معاملات میں دخل دینا چاہتی ہے۔ وہ تمہارے پرانے رسم و رواج کی اس حد تک عزت کرتی ہے جہاں تک کہ ان سے کسی فرد کے ساتھ بے انصافی ہونے کا امکان نہ ہو۔"

امیر بلوچستان سے خطاب کرتے ہوئے وائسرائے ہند نے کہا "ہم آپ کے حقوق کا احترام کرتے ہیں۔ آپ کے وراثتی حقوق رسوم و رواج کی قدر کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے گا۔ آپ کے نجی اور اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے سے پرہیز کریں گے۔"

میر نوروز خان نوشیروانی کا پنجگور پر حملہ

میر عیسیٰ خان گچکی۔ امیر محراب خان شہید کے زمانہ سے پنجگور کا حاکم چلا

آتا تھا۔ امیر خداداد خان نے ناراض ہو کر اسے حاکمی سے ہٹا دیا اور اس کی بجائے سردار میر گاجیاں کو پنجگور کا حاکم مقرر کیا۔ خان کے اس سلوک سے ناراض ہو کر میر عیسیٰ خان نے سردار آزاد خان سے ساز باز شروع کی اور بالآخر اسے پنجگور پر حملہ کرنے پر رضامند کیا۔ سردار آزاد خان نوشیروانی بڑھاپے کی وجہ سے خود تو حملہ نہ کر سکا لیکن اپنے بیٹے میر نوروز خان کو ایک لشکر دے کر میر عیسیٰ خان گچکی کی امداد اور علاقہ پنجگور میں لوٹ مار کرنے کو بھیجا۔ میر نوروز خان نوشیروانی نے ڈاکہ ڈال کر پنجگور کے چند دیہات کو لوٹا اور پھر وہاں سے واپس ہوا۔ سردار میر گاجیاں اطلاع پا کر اس کے تعاقب کو نکلا۔ اور (اسپر آب) اور دشت کھور کے مقام اتصال پر آ کے جا لیا فریقین میں سخت لڑائی ہوئی جس میں سردار گاجیاں مارا گیا۔ یہ لڑائی ۲۰ دسمبر ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔

خداباد ان جاگیر کی ضبطی

جب امیر خداداد خان کو میر نوروز خان کے حملے اور سردار گاجیاں کی موت کی اطلاع ملی۔ وہ نہایت مشتعل ہوئے۔ انہوں نے سردار آزاد خان نوشیروانی کی جاگیر واقعہ خداباد ان کو ضبط کر لیا۔ سردار گاجیاں کا بیٹا خورد سال تھا۔ اس لئے امیر نے سردار گاجیاں کے بجائے میر محمد علی کو اس کا سربراہ اور پنجگور کا حاکم مقرر کیا۔

شہزادہ میر محمود خان کی پنجگور میں آمد

سردار آزاد خان نوشیروانی نے دوبارہ میر نوروز خان کو پنجگور پر حملہ

کرنے کے لیے تیار کیا۔ اس پر امیر نے انگریزوں کی حکومت سے سردار آزاد خان کیخلاف فوجی امداد طلب کی لیکن انگریزوں کی حکومت کے نمائندہ نے ان کو مشورہ دیا کہ پہلے معاملہ کی تحقیقات ہونی چاہیئے امیر کو انگریزوں کا یہ مشورہ پسند نہیں آیا چنانچہ انہوں نے شہزادہ میر محمود خان کو فوج دیکر میر محمد علی خان کی امداد اور میر نوروز خان نوشیروانی کے مقابلہ کو پنجگور بھیج دیا شہزادہ میر محمود خان کے پنجگور پہنچنے کی اطلاع پا کر میر نوروز خان نوشیروانی نے پنجگور پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ انگریزی حکومت نے امیر کی اس حرکت کو ۱۸۷۶ء کے معاہدہ مستونگ کے خلاف قرار دیا۔ اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور امیر کو مجبور کیا کہ وہ شہزادہ محمود خان کو واپس بلا ئے۔ میر محمود خان ۳ جنوری ۱۸۹۰ء کو پنجگور پہنچا اور ۱۵ جنوری ۱۸۹۰ء کو واپس قلات آیا۔

سر رابرٹ سنڈیمن کا دورہ مکران

سر رابرٹ سنڈیمن ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان نے ۵ دسمبر ۱۸۹۱ء کو پہلی بار مکران کا دورہ کیا۔ امیر کے کئی افسر جام لس بیلہ سراوان کے اکثر سردار اس دورہ میں اس کے ساتھ تھے۔ سردار آزاد خان نوشیروانی بھی پنجگور میں آکر سنڈیمن سے ملا اور دربار میں سرداران سراوان کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھا سنڈیمن نے اس دورے میں امیر اور نوشیروانی سردار کے تنازعات اور سردار گاجیان، گچکی کے قتل کے قضیہ کا فیصلہ کر دیا۔

مسٹر میئور کی مکران میں تقرری

جب مکران سے واپسی پر سنڈیمن کوئٹہ آرہا تھا۔ تو اس نے میجر میئور کو

مکران کے بقایا علاقوں کے انتظامات کی تکمیل کے لیے ایک حفاظتی فوجی دستہ دے کر کیچ میں متعین کیا ۔ میجر میئور ایک جذباتی نا تجربہ کار مغرور آفیسر تھا ۔ ایک دن جبکہ وہ میر شاہداد خان گچکی حاکم کیچ کے خلاف تحقیقات کر رہا تھا اس نے میر شاہداد گچکی کی تذلیل کی جس سے میر شاہداد خان گچکی مشتعل ہو کر اُسی دن شام کے وقت اُس نے میجر میئور کے خیمے میں جاکر اُس پر خنجر سے حملہ کیا اور میئور شدید زخمی ہوا ایک اور سپاہی جو میئور کی امداد کو خیمہ میں داخل ہوا ۔ میر شاہداد کے ایک اور ساتھی کے ہاتھوں مارا گیا میر شاہداد اپنے آدمیوں کے ساتھ فوج کے درمیان سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا ۔ یہ واقعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۹۰ء کو وقوع پذیر ہوا ۔

انگریزی فوج کا شہرک کا محاصرہ کرنا

انگریزی فوج نے میر شاہداد خان کے گاؤں شہرک کو جو تربت سے بیس میل کے فاصلے پر ہے گھیر لیا ۔ میر شاہداد خان کا اہل و عیال بروقت اطلاع پاکر نکل گیا تھا ۔ انگریزی فوج نے شہرک کے قلعہ کو جو میر شاہداد کی ملکیت تھا مسمار کر دیا میجر میئور کو زخمی اور بے ہوش حالت میں گوادر اور پھر وہاں سے علاج کے لئے بمبئی بھیج دیا گیا ۔ میر شاہداد گچکی اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرحد پار کر کے ایران کے علاقہ میں داخل ہو گیا اور کئی سالوں تک مفرور رہ کر علاقہ میں لوٹ مار کرتا رہا ۔ آخر سردار مہراب خان گچکی کی ضمانت پر اُس نے اپنے کو حکومت برطانیہ کے حوالے کیا اور کوئٹہ کے مقام پر منعقدہ جرگہ نے اُسے سات سال قید کی سزا دی ۔

اُمیر بلوچستان کا برائے نام حکمران ہونا

جب اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان کے ساتھ حکومت ہند کی انگریزی حکومت نے ۱۸۷۶ء کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ کی رُو سے حکومت برطانیہ کے نمایندہ ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل کو اُمیر بلوچستان اور سرداروں کے درمیان تمام معاملات میں واحد ثالث کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ لہٰذا بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے عملی طور پر اُمیر بلوچستان کی بجائے بلوچ کنفیڈریسی کے صدر کی جگہ سنبھال لی اور اُمیر برائے نام ہی صدر رہے۔ اگرچہ اس وقت بھی دربار میں سراوان اور جھالاوان کے سردار سابقہ دستور کے مطابق اُمیر کے دائیں بائیں بیٹھتے تھے۔ اُمیران کو خلعت دیتا تھا۔ ان کے جانشینوں کا تقرر کیا کرتا تھا۔ مگر عملی طور پر سردار کے تقرر اور نامزدگی کا بذریعہ جرگہ منظوری کے لیے تمام سردار گورنر جنرل کے ایجنٹ کو اُمیر کی بجائے مقدم اور صاحب اختیار سمجھتے تھے۔ اگر اُمیر خداداد خان اپنی حکومت کے ابتدائی دور جو پچیس سال پر محیط ہے۔ تشدد کی بجائے میانہ روی سے کام لیتے۔ تو اُن کو اس سیاسی صورت حال سے دوچار ہونا نہ پڑتا۔

امیر بلوچستان کو اپنی سیاسی بے بسی کا احساس ہونے لگا

جب بلوچستان کے سیاسی حالات عہد نامہ ۱۸۷۶ء کے بعد ایسی صورت اختیار کر گئے جس کی وجہ سے اُمیر بلوچستان کو یہ احساس ہونے لگا کہ وہ بلوچستان کے برائے نام حکمران رہ گئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستان کی انگریزی حکومت کے ساتھ سودا بازی میں وہ اپنا سب کچھ کھو چکے ہیں۔ اور ان کی وہ تمام

جدوجہد جو انہوں نے گذشتہ پچیس سال میں بلوچستان پر اپنی مطلق العنانی کو قائم رکھنے کی خاطر جاری رکھی بے سود اور اکارت گئی۔ اُن کی مطلق العنانیت بھی قائم نہ رہی اور بلوچ قبائلی سردار بھی اُس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ انگریزوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ اُن سے ۱۸۷۶ء کا معاہدہ کیا اور بلوچستان کی حکومت اُن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھین گئی۔ اور ان کا تاج انگریزی حکومت کے سیاسی شعبدہ بازوں کے قدموں کے نیچے آپڑا ہے۔ اُن کی روح کانپ اٹھی۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ اب سیاست مداری اور دانشمندی اسی میں تھی کہ کوئی موزوں وقت آنے تک خاموشی سے حکومت برطانیہ کا دم بھرا جاتا۔ سرداروں اور ان کے قبائل پر دست شفقت پھیرا جاتا۔ تاکہ حکومت برطانیہ کو ان کے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع نہ ملتا۔ اس طرح اپنے بلوچ قبائل کو ساتھ ملا کر ان کی خوشنودی قلب حاصل کر کے کسی مناسب وقت اور موزوں موقع پر اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کی بحالی کے لیے حالات کے مطابق جدوجہد کی جاتی۔

اُمیر خداداد خان کی اپنی چھینی ہوئی حکومت کو دوبارہ حاصل کرنے کا عزم

جب اُمیر خداداد خان ۱۸۷۷ء میں۔ دہلی دربار سے واپس بلوچستان پہنچے۔ تو انہوں نے اپنی چھینی ہوئی حکومت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا مصمم ارادہ کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک لاکھ روپے کی سالانہ امدادی رقم لینے سے انکار کیا کہ یہ رقم ان کے فرائض سے خاطر خواہ طور پر عہدہ برا ہونے کے لیے بہت کم ہے لیکن

بعد میں سر رابرٹ سنڈیمن کے سمجھانے پر امیر نے یہ رقم لے لی۔

غصب شدہ اراضیات کچھی کی منضبطگی

امیر خداداد خان سمجھتے تھے کہ پچھلے اکتیس سال کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سراوان کے سرداروں نے کچھی کی بیشتر سرکاری اراضیات پر غاصبانہ قبضہ کرکے انہیں اپنی جاگیروں میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ امیر بلوچستان نے انگریزی حکومت کے نمائندہ سے مشورہ کئے بغیر اپنے حاکم بھاگ کے ذریعے ایسی بہت سی اراضیات ضبط کرلیں جس سے متعلقہ سردار سخت بگڑ گئے۔

نمائندہ برطانیہ کو سردار اسد خان رئیسانی کی شکایات

سردار اسد خان رئیسانی نے جو اب اپنے باپ کی جگہ رئیسانی قبیلہ کا سردار تھا سنڈیمن سے امیر کے اس اقدام کی شکایت کی کہ امیر کا یہ اقدام ۱۸۷۶ء سمجھوتہ مستونگ کے خلاف ہے۔

سنڈیمن کی قلات میں آمد اور امیر سے ملاقات

چونکہ سنڈیمن ایک نرم طبیعت شخص تھا۔ مدبر ہونے کے علاوہ سمجھوتہ بازی کی پالیسی پر عامل اور تھا۔ وہ ۸ ر جون ۱۸۹۱ء کو قلات آیا امیر سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ یہ طے کیا کہ سمجھوتہ مستونگ کے تحت چار افراد کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں دو نمائندہ امیر بلوچستان کی طرف سے اور دو نمائندہ انگریزی حکومت کی طرف سے اس کمیٹی میں شامل کر دیئے جائیں جو سرداران

سراوان کے سندات کے ملاحظہ کے بعد اپنا فیصلہ دے دیں۔

غصب شدہ اراضیات کی چھان بین کے لیے کمیٹی کی تشکیل

چنانچہ امیر بلوچستان اور سنڈیمن کے اس فیصلہ کے مطابق انگریزی حکومت کی طرف سے میجر ریپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور رائے بہادر ہتو رام اور امیر بلوچستان کی طرف سے مستوفی فقیر محمد اور دربار کا ایک اہل کار کمیٹی کے ممبر نامزد کئے گئے اور یہ قرار پایا کہ یہ کمیٹی بہ مقام بی بیٹھ کر اپنی کارروائی شروع کرے گی۔

سرداروں کا کمیٹی کی تشکیل پر اظہار ناراضگی

سنڈیمن کا یہ فیصلہ سراوان کے سرداروں کے خلاف تھا۔ چنانچہ سردار اس کمیٹی والے فیصلے پر بہت سٹ پٹائے اور پریشان ہوئے کیونکہ انہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ کمیٹی کی جس قدر اراضیات پر وہ اس وقت قابض ہیں یہ بہ رُو سندات اُن کا بیشتر حصہ اُن کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس لئے اب سردار اسد خان نے اس معاملہ کو ٹالنے اور کھٹائی میں ڈالنے کی کوششیں شروع کیں۔

امیر کے نمائندہ کا سرداروں کی طرف جھکنا

امیر بلوچستان کا نمائندہ مستوفی فقیر محمد تھا۔ اُس نے امیر کا بہت سا مال و دولت غصب کیا ہوا تھا۔ اب وہ امیر کی گرفت سے خائف رہتا تھا اپنے بچاؤ کی خاطر سرداروں سے راہ و رسم پیدا کرنے کی طرف راغب ہوگیا۔ امیر کی

طرف سے کمیٹی کا ممبر نامزد ہونے سے اُسے یہ نادر موقع ہاتھ آیا کہ وہ اپنے آپ کو بھی امیر کے عتاب سے بچائے. سردار اسد خان نے تمام سرداروں سے ایک لاکھ روپے جمع کر کے مستوفی فقیر محمد کو بطور رشوت دے دیا. یہ بلوچ تاریخ میں پہلی بار دربار کے ایک افسر یا وزیر کو رشوت دینے کا واقع تھا.

کمیٹی کی کارروائی کو التوا میں ڈالنا

انگریزوں کی طرف سے کمیٹی کا ممبر ہتورام پہلے سے ہی سرداروں کا طرفدار تھا. مستوفی فقیر محمد رشوت لینے کے بعد سرداروں کی طرفداری کرنے لگا. لہٰذا اسکی طرفداری سے ہتورام کا حوصلہ بڑھ گیا. لہٰذا دونوں نے مل کر میجر کیمپل کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ چونکہ اس وقت کچھی کا موسم قریب اختتام ہے. اور سردار واپس سراوان جا رہے ہیں. اس لیے بہتر ہوگا کہ یہ کام آئندہ موسم سرما سے شروع کیا جائے. ان کی اس تجویز سے سنڈیمن نے بھی اتفاق کیا. اور اس طرح کچھی کی اراضیات کا مسئلہ التوا میں پڑ گیا۔

جام کمال خان کی نظر بندی

۱۸۹۱ء میں جام عالی خان کا بڑا بیٹا کمال خان اُس سے ناراض ہو کر آمادہ فساد ہوا. اس پر بلوچستان کی انگریزی حکومت نے کمال خان کو کوئٹہ طلب کر کے اُسے نظر بند کر دیا. کمال خان ۵ مئی ۱۸۹۱ء کو انگریزی حکومت کی طلبی پر کوئٹہ پہنچا. جسے حکومت انگریزی نے کوئٹہ میں نظر بند کیا۔

رابرٹ سنڈیمن کا انتقال

سر رابرٹ سنڈیمن جو امیر بلوچستان امیر خداداد خان سے شائستہ برتاؤ کرنے کے حق میں تھا۔ وہ لس بیلہ گیا تا کہ جام عالی خان اور اس کے بیٹے کمال خان کے درمیان خانگی سمجھوتہ کرائے۔ وہاں وہ بیمار ہو گیا۔ ایک مختصر سی علالت کے بعد ۲۹ جنوری ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گیا۔ اُسے بیلہ ہی میں دفن کر دیا گیا۔ حکومت انگریزی ہندوستان نے سر رابرٹ سنڈیمن کی بجائے جنرل جیمز براؤن کو بلوچستان کے گورنر جنرل کا ایجنٹ مقرر کیا۔

امیر بلوچستان اور جنرل جیمز براؤن کے درمیان کشیدگی کی وجوہات

۱۔ جب جنرل جیمز براؤن گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ مقرر ہو کر کوئٹہ آیا تو امیر بلوچستان امیر خداداد خان اُسے خوش آمدید کہنے کوئٹہ نہیں گیا۔ کیونکہ سنڈیمن نے یہ دستور قائم کیا ہوا تھا کہ امیر بلوچستان سے ملنے وہ خود قلات جایا کرتا تھا جنرل براؤن نے اُسے امیر کی مغروری اور حکومت برطانیہ سے بے نیازی پر محمول کیا۔

۲۔ اسی طرح امیر خداداد کو بھی یہ توقع تھی کہ براؤن اُن کے سلام کو ضرور قلات آئے گا۔ مگر براؤن جو امیر بلوچستان کو اپنے ماتحت سمجھتا تھا قلات نہیں گیا۔ تو امیر نے اسے اپنی بے عزتی اور توہین خیال کیا۔ اور پھر آخر وقت تک اس سے ملنے نہیں گیا۔

۳۔ سرداران سراوان کو بھی کی متنازعہ اراضیات پر امیر سے ڈر اور

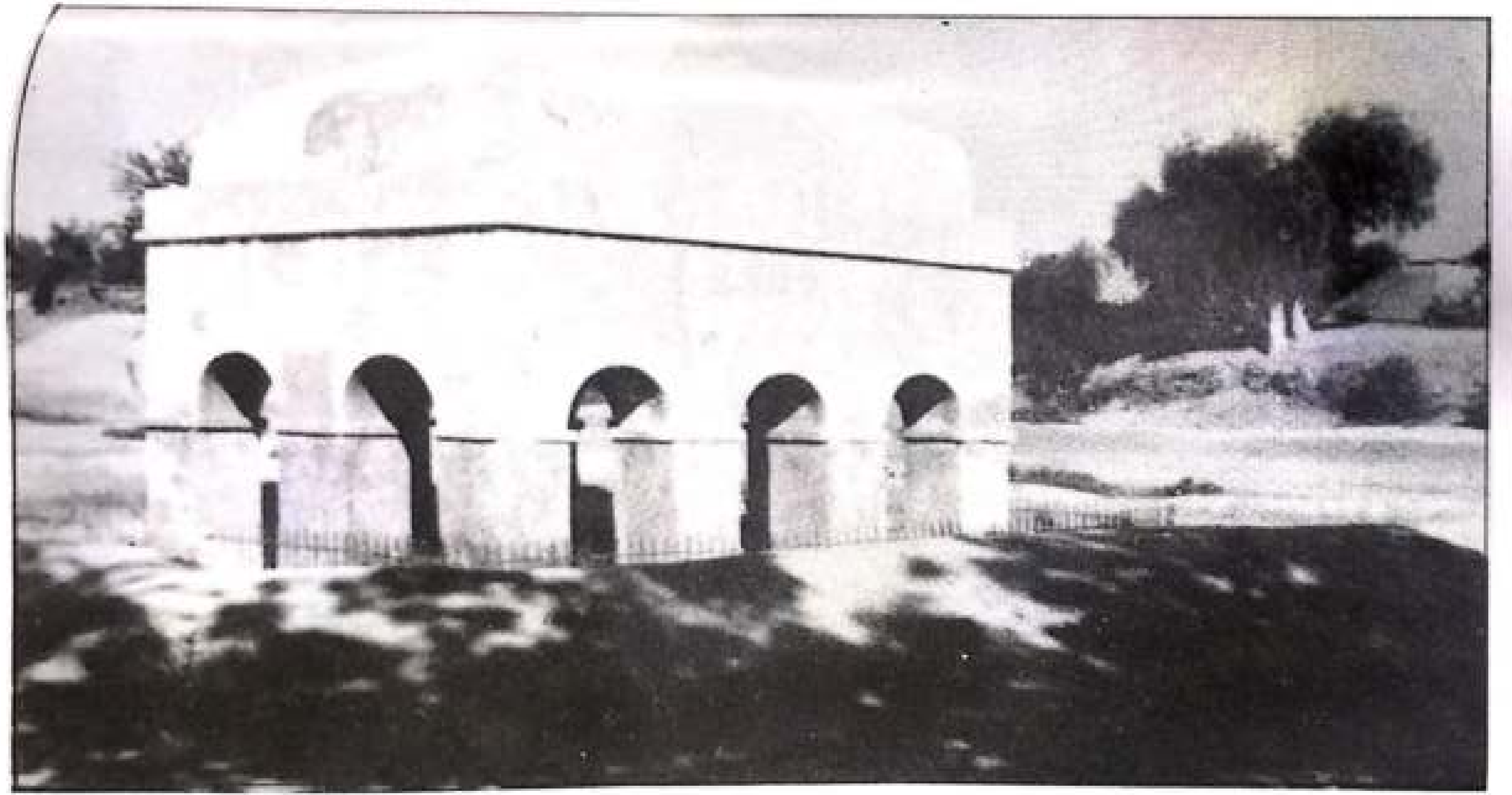

مزار رابرٹ سنڈیمن در لس بیلہ

اختلاف پیدا ہوا تھا۔ وہ سنڈیمن کی طے کردہ تجویز کے مطابق اراضیات کچھی کا فیصلہ کرانا نہیں چاہتے تھے۔ براؤن کو امیر کے خلاف ہر وقت اکساتے تھے۔

۴۔ امیر کے کچھ غلام اور کنیزوں نے مل کر امیر کی غیر موجودگی میں مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۸۹۲ء کو قلات کے خزانے سے تیس ہزار روپے چرالئے لیکن سب موقع پر پکڑے گئے اور شہزادہ میر محمود خان نے سب کو تہ تیغ کر دیا۔

۵۔ اس حادثہ سے جنرل براؤن سخت مشتعل ہوا اور تحقیقات کے لیے میجر ٹمپل پولیٹیکل ایجنٹ کو قلات روانہ کیا۔ امیر خداداد خان نے اُسے اپنے اندرونی خانگی معاملہ تصور کر کے اس میں مداخلت کو بُرا منایا اور اس طرح سر جیمز براؤن اور امیر خداداد کے درمیان شدید اختلاف اور کشیدگی کی بنیاد پڑ گئی۔

جنرل براؤن کی امیر خداداد خان کے خلاف سازش

امیر خداداد خان کی احساس غلامی اور خودداری بعد از وقت تھی جب ان کی خودداری نے ان کو مجبور کیا کہ وہ اس غلامی سے نجات حاصل کریں اس سلسلے میں جو بھی قدم امیر موصوف نے اٹھایا۔ ہر قدم کی سر جیمز براؤن نمائندہ حکومت برطانیہ نے مخالفت کی۔ تاآنکہ براؤن نے حکومت ہند کی منظوری سے امیر کے اختیارات میں مزید کمی کرنے کا فیصلہ کیا جنرل براؤن کو معلوم تھا کہ امیر خداداد خان براہ راست گفت و شنید سے اپنے ان برائے نام اختیارات میں مزید کمی کرنے پر رضامند نہیں ہو سکتے تھے۔ براؤن نے نہایت شاطرانہ انداز سے اس کے گھر کے اندر اُن کے خلاف سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ اس کام کے لیے اس کو مستوفی فقیر محمد جیسا ایک کارگر

مہرہ آسانی سے ہاتھ لگا۔ جو اس دور میں اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان کا وزیر تھا۔

مستوفی فقیر محمد کی جنرل براؤن کو رائے،

چونکہ شہزادہ میر محمود خان ایک خودسر اور خودرائے نوجوان تھا۔ لہٰذا مستوفی فقیر محمد اُسے پسند نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح جنرل براؤن بھی شہزادہ میر محمود خان کو سارق غلاموں اور کنیزوں کے قتل کے واقعہ کے بعد پسند نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا مستوفی فقیر محمد نے شہزادہ میر محمد اعظم خان کو اُمیر خداداد خان کے خلاف اپنے ساتھ ملانا چاہا اور اس بات میں اس نے جنرل براؤن کو بھی یہی رائے دی کہ شہزادہ محمود خان سے شہزادہ میر محمد اعظم خان اُن کے لیے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔

مستوفی فقیر محمد کا غلط اندازہ دربارہ شہزادہ اعظم

مستوفی فقیر محمد چونکہ اُمیر خداداد خان کا خاندانی ملازم تھا۔ اسے علم تھا کہ اُمیر اعظم خان کی والدہ پنجگور کی گچکی سردار کی لڑکی تھی۔ بیگم کی ایک خوبصورت کنیز کو اُمیر خداداد خان نے بطور داشتہ سریت رکھنا نامزد کیا۔ تو شہزادہ کی والدہ نے اسے واپس پنجگور بھیج دیا۔ بیگم کی اس حرکت سے اُمیر بہت کبیدہ خاطر ہو گئے لہٰذا انہوں نے بعد میں ہمیشہ اس بیگم کو اور ان کے لاڈلے بیٹے شہزادہ اعظم کو اپنی نوازشات سے محروم رکھا۔ لہٰذا مستوفی فقیر محمد کو کامل یقین تھا شہزادہ اعظم ایک تو ذاتی طور پر بہت سنجیدہ شخص تھے۔ اور وہ اپنے والد کے اس رویے سے ضرور ناراض ہوں گے۔ لہٰذا وہ جنرل براؤن اور مستوفی فقیر محمد سے مل جائیں گے۔ مستوفی فقیر محمد کا یہ اندازہ غلط ثابت ہو گیا جس کا آئندہ تفصیل سے بیان

جنرل براؤن دوئم نمائندہ حکومت برطانیہ سلطنت انگریزی در بلوچستان

کیا جائے گا۔

مستوفی فقیر محمد کی شہزادہ اعظم سے ملاقات

چنانچہ مستوفی فقیر محمد نے شہزادہ اعظم خان کو علیحدہ کر کے افشائے راز نہ کرنے کا حلف دے کر اُسے کہا: "کہ آپ کے والد امیر خداداد خان بہت عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔ اب حکومت کا کاروبار نہیں چلا سکتے ہیں۔ سردار بھی اُس کے مخالف ہیں اُسے نہیں چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں انگریزی حکومت بھی اُن سے بدظن ہے اُن کو زیادہ عرصہ امیر رہنے دینا نہیں چاہتے ہیں۔ شہزادہ محمود خان ایک خودسر اور خود رائے شخص ہیں آپ کے لیے بلوچستان کا تخت حاصل کرنے کا ایک زرّیں موقع ہے۔ اور اگر آپ میرے ساتھ متفق ہو جائیں اور مجھے اجازت دیں تو میں سر جیمز براؤن کے ساتھ گفتگو کر کے آپ کو امیر بنانے کی کوشش کروں گا۔

شہزادہ اعظم کا مستوفی فقیر محمد کو جواب

چونکہ شہزادہ اعظم اپنے والد کے زیادہ فرمانبردار تھے مستوفی فقیر محمد کے ساتھ متفق نہ ہوئے۔ اور اُسے ایسی غدارانہ حرکت کرنے سے سختی سے منع کیا جب مستوفی فقیر محمد شہزادہ اعظم سے مایوس ہوا تو اُس نے پھر شہزادہ محمود خان کو امیر بنانے کے سلسلے میں اُن سے ملاقات کی جو ولی عہد بھی تھے۔

شہزادہ محمود سے مستوفی فقیر محمد کی ملاقات

چنانچہ مستوفی فقیر محمد جب شہزادہ محمود خان سے ملا۔ اور اُن سے بادشاہت

کے سلسلہ میں گفتگو کی. تو شہزادہ مذکور نے بخوشی اپنی رضامندی کا اظہار کیا تب مستوفی فقیر محمد جیمز براؤن سے ملنے بھی گئے اور اُن کو شہزادہ محمود کی رضامندی کے بارے میں اطلاع دی چنانچہ جیمز براؤن بھی شہزادہ محمود کو امیر بنانے پر رضامند ہو گئے۔

جیمز براؤن اور مستوفی فقیر محمد کے درمیان فیصلہ

جب مستوفی فقیر محمد جیمز براؤن سے بھی ملنے گئے تو ان کے درمیان یہ طے ہوا

۱۔ امیر خداداد خان کے تمام اختیارات حکمرانی کو سلب کر کے چار افراد پر مشتمل ایک کونسل کو دیا جائے گا۔ اس کونسل کو بلوچستان کی حکمرانی کو چلانے کا اختیار ہوگا۔ اس کونسل کے دو ممبر حکومت انگریزی کے نمائندے ہوں گے اور باقی دو ممبر شہزادہ میر محمود خان اور مستوفی فقیر محمد ہوں گے۔

۲۔ افغانستان کی دوسری جنگ میں جتنے افغان علاقے انگریزوں کو تاوان جنگ میں ملے ہیں وہ سب علاقے بلوچستان میں شامل کر دیئے جائیں گے۔

۳۔ اگر امیر خداداد خان اس تجویز سے متفق نہ ہو تو ان کو قتل کر دیا جائے اور شہزادہ میر محمود خان کو ان کی بجائے امیر مقرر کر دیا جائے اور قتل کا ذمہ مستوفی فقیر محمد نے اُٹھایا کہ وہ خود امیر کو قتل کریں گے۔

امیر خداداد خان پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے احتیاطی تدابیر

اس تجویز پر عملدرآمد کے لیے یہ ضروری تھا کہ پہلے دربار قلات سے اُن افراد کو ہٹایا جائے۔ جو امیر بلوچستان کے طرفدار تھے اور بوقت ضرورت کچھ کر سکنے کے قابل تھے۔ اس وقت امیر کے دربار میں صرف نواب بجے

خان اور کمانی میر باز خان دو ۲ ایسے افراد تھے جو مستوفی فقیر محمد اور انگریزوں کے خلاف تھے اور گڑبڑ پھیلا سکتے تھے۔ لہذا مستوفی فقیر محمد کے کہنے پر میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔

مستوفی فقیر محمد کی سازش کا افشا

آمیر بلوچستان آمیر خداداد خان کو بھاگ کے ایک بااثر اور معتبر شخص نے خفیہ طور پر اطلاع دی کہ آپ مستوفی فقیر محمد پر کڑی نگرانی رکھیں کہ وہ جنرل براؤن سے ملا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ اس سازش میں شریک ہے کہ آپ کو حکمرانی سے کیسے معزول کیا جائے۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی اسی سازش کا ایک حصہ ہے۔

مستوفی فقیر محمد کی سبی سے بھاگ واپسی

مستوفی فقیر محمد سبی گیا ہوا تھا، ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو واپس بھاگ پہنچا۔ دستور کے مطابق اُسی دن آمیر خداداد خان آمیر بلوچستان سے نہیں ملا بلکہ تھکان کا بہانہ کر کے آمیر سے ملنے نہیں گیا۔

مستوفی فقیر محمد کی آمیر خداداد خان سے ملاقات

جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ مستوفی فقیر محمد جب سبی سے بھاگ پہنچا تو دوسرے دن مورخہ ۲۷ مارچ ۱۸۹۳ء کو آمیر خداداد خان سے ملنے گیا۔ اور ان کو اطلاع دی کہ انگریزی حکومت نے ان کے اختیارات سلب کر کے

ایک کمیٹی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا ہے اور مستوفی فقیر محمد نے امیر کو یہ بھی بتایا کہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ نے اُس کے بیٹے غلام فاروق کو قلات ایجنسی میں تھانیدار کا عہدہ بھی دیا ہے۔ امیر اُس کی باتوں کو خاموشی سے سنتے رہے جب وہ مرخص ہوا تو امیر نے اُس سے صرف اتنا کہا کہ جب تمہارا لڑکا غلام فاروق بھی روانہ ہو تو اُسے ہمارے پاس بھیج دینا۔

مستوفی فقیر محمد کا گرفتار ہونا

مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۹۳ء کی صبح غلام فاروق رخصت کرنے کی نیت سے امیر کو سلام کرنے آیا۔ امیر نے اُسے بٹھا کر نائب نور محمد کے ذریعے مستوفی فقیر محمد کو بھی بلا بھیجا۔ جب مستوفی فقیر محمد آ گیا تو امیر نے اُس کو خلوت میں طلب کر کے اُس کی سازش کی اطلاع اُس کو بیان کی۔ مستوفی فقیر محمد نے اُس کی صداقت سے انکار کر دیا اور امیر کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ اُس نے انگریزی حکومت کے ساتھ اِن کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔ مگر امیر کو اُس کی جھوٹی قسموں پر یقین نہ آیا اور امیر نے اسے کہا کہ تمہاری مکاریوں اور غداریوں کا پورا پورا علم حاصل ہے۔ اور تمہارے وہ مشورے بھی ہمیں معلوم ہیں جو تو نے ہمارے خلاف براؤن کو دیئے ہیں۔ امیر کو غضبناک حالت میں دیکھ کر مستوفی فقیر محمد کے اوسان خطا ہو گئے اس کی حواس باختگی کی حالت میں وہ اپنے لبادے کے نیچے واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول میں گولی بھرنا چاہتا تھا۔ کہ گولی اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اُس پر امیر نے اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو حکم دیا۔ اس نمک حرام غدار کو پکڑ لو۔ اس گارڈ کا آفیسر میر محمد اعظم خان تھا

مستوق فقیر محمد وزیر بلوچستان

انہوں نے اور کچھ سپاہی جو قریب تھے جھپٹ کر مستوفی فقیر محمد کو گرفتار کرلیا جامہ تلاشی پر اس کی جیب سے ایک پستول برآمد ہوا۔ اس کے بعد امیر نے شہزادہ اعظم خان کو حکم دیا کہ فقیر محمد کے بیٹے غلام فاروق اور ان کے والد نائب عبدالعزیز اور مشیر کار حوالدار شیرداد کو بھی گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ ان ساروں کو گرفتار کر کے ایک کمرہ میں بند کر دیا گیا۔

دربار قلات کی مجلس کی طلبی

اگلی دن یعنی مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۹۳ء کے بعد دوپہر مستوفی فقیر محمد کے معاملہ پر غور کرنے کے لیے امیر نے دربار قلات کی مجلس مشاورت طلب کی تھی۔ جس میں شہزادہ اعظم خان، شہزادہ میر محمود خان، شہزادہ میر شاہنواز خان، قاضی عبدالعزیز، نواب بجے خان، اور ملا محمد حسین شامل تھے۔ شہزادہ میر محمود خان زیادہ پریشان تھے۔ انہوں نے اس رائے پر اصرار کیا کہ سب کو اس وقت قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ ان پر امیر کے قتل کی سازش ثابت ہو چکی ہے۔ چونکہ در پردہ شہزادہ محمود خان مستوفی فقیر محمد سے ملا ہوا تھا۔ لہٰذا ان کے قتل پر یہ راز افشا نہ ہوگا۔ کہ مستوفی فقیر محمد کے ساتھ شہزادہ ولی عہد محمود خان بھی شامل تھا۔ اور قتل کی حرکت سے امیر خداداد خان کی معزولی اور میر محمود خان کی تخت نشینی یقینی صورت اختیار کرے گی۔

مجلس مشاورت کا فیصلہ

مجلس مشاورت نے ایک بڑے غور و فکر کے بعد شہزادہ میر محمود خان

کی رائے سے اتفاق کر کے مستوفی فقیر محمد اُس کے بیٹے غلام فاروق اُس کے والد عبدالعزیز اور اُس کے میرٹ کار حولدار شیرداد کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا فیصلہ کر لیا۔

مستوفی فقیر محمد اور اُس کے ساتھیوں کا سر قلم کرنا

چنانچہ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۹۳ء کو علی الصباح شہزادہ میر اعظم خان نے اُمیر کے حکم سے نامبردہ ہر چار قیدیوں۔ مستوفی فقیر محمد، غلام فاروق، عبدالعزیز اور شیرداد حولدار کو سر برہنہ و پابجولاں کڑے پہرے کی نگرانی میں قید سے باہر نکالا جس وقت شہزادہ موصوف قیدیوں کو لے جا رہا تھا۔ اُمیر خداداد خان محل کے دیوان خانہ کے برآمدہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب قیدی ان کے سامنے سے گزرے تو مستوفی فقیر محمد نے اُمیر کو سلام کیا۔ لیکن اُمیر نے اُس کے سلام کا کوئی جواب نہیں مستوفی فقیر محمد نے عرض کیا" کہ سرکار بے شک مجھے قتل کریں لیکن اس سے پہلے مجھ سے خزانہ کا حساب لے لیں" اُمیر نے دریافت کیا کہ کس قدر رقم ہے۔ مستوفی فقیر محمد نے کہا" چار پانچ لاکھ روپے حوالدار شیرداد کی تحویل میں مستونگ میں ہیں"۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اُمیر نے کہا۔ اے نمک حرام ہم ان تین کروڑ روپیوں سے ہاتھ اُٹھا چکے ہیں جو قلات میں پڑے ہیں۔ اب تو ہمیں چار پانچ لاکھ روپے کے لالچ میں پھسلانا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اُمیر نے شہزادہ اعظم کو حکم دیا کہ ان سب کو لے جا کر۔ سر قلم کرنے کے حکم کی تعمیل کی جاوے۔ شہر بھاگ کے شمالی دروازہ سے باہر نکال کر اُمیر مصطفےٰ خان کے مقبرے سے متصل قبرستان میں۔ ان کو لے جایا گیا۔ جہاں پر بھاگ کے باشندوں کا ایک جم غفیر مستوفی فقیر محمد اور اس کے خاندان کا انجام دیکھنے

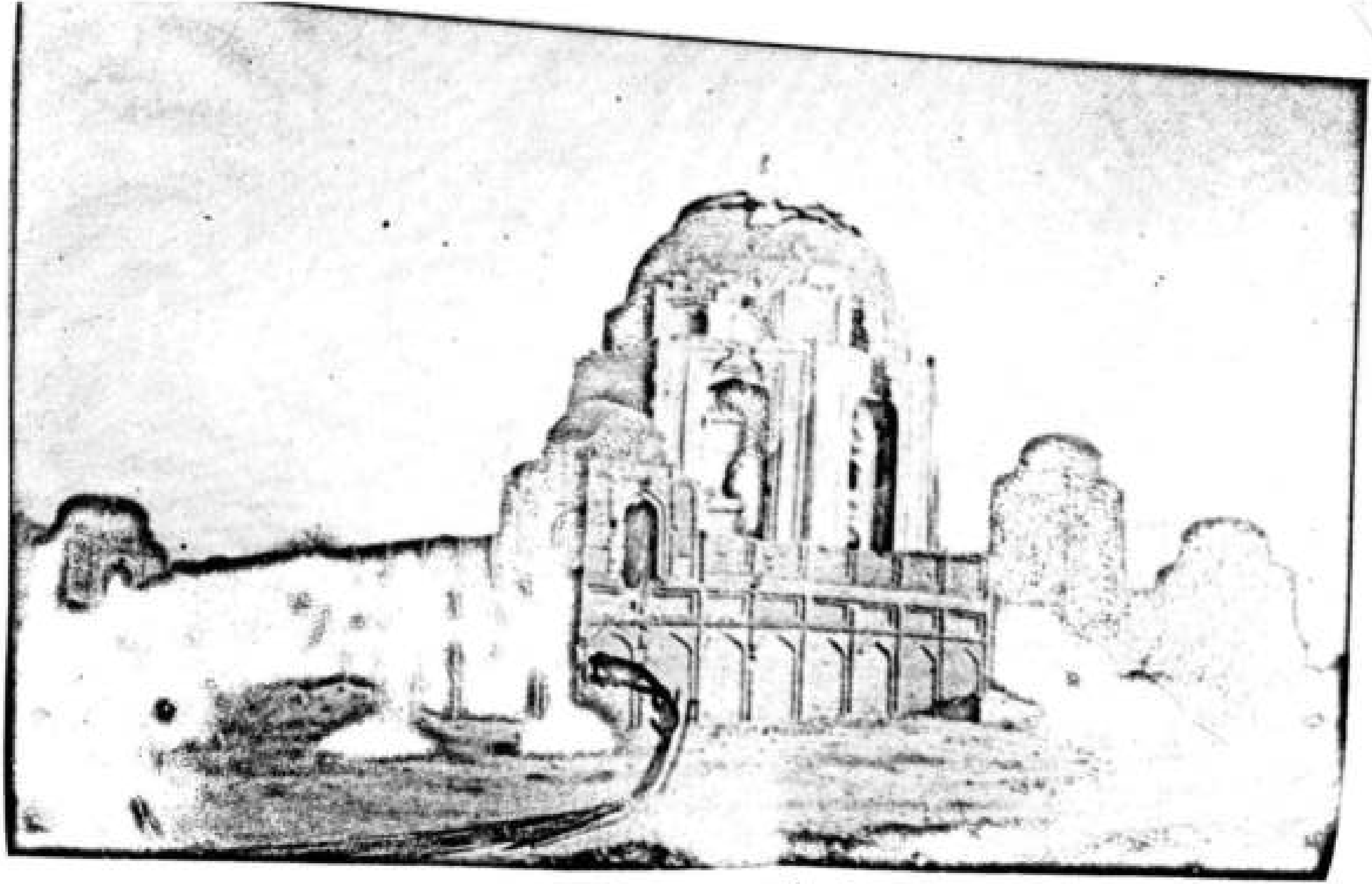

قبر وزیر فقیر محمد وزیر بلوچستان در جنگ زده مزار میر مصطفی خان

جمع ہوگیا تھا شہزادہ نے اللہ رکھیا نامی اپنے ایک خادم کو حکم دیا جس نے تلوار کے ایک وار سے مستوفی فقیر محمد کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اسی طرح دوسرے خدمتگاروں نے باقی تین قیدیوں غلام فاروق، عبدالعزیز، شیر داد حوالدار کو بھی موت کے آغوش میں سلا دیا۔

آمیر خداداد خان کا سر جیمز براؤن کو بذریعہ تار مستوفی فقیر محمد کی موت کی اطلاع دینا

مستوفی فقیر محمد اور اُس کے باپ اور بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد آمیر خداداد خان نے سر جیمز براؤن کو بیل پٹ کے ریلوے اسٹیشن سے بذریعہ تار اس واقع کی اطلاع دے دی کہ مستوفی فقیر محمد نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں اس پر یہ جرم ثابت ہوگیا اور جرم ثابت ہونے پر اُسے موت کی سزا دی گئی۔

مستوفی فقیر محمد کے قتل کے بعد سر جیمز براؤن کا ردعمل

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جیمز براؤن آمیر خداداد خان کے اختیارات کو محدود یا بصورت دیگر اُسے معزول کرنے کی منظوری حکومت ہند سے حاصل کر چکا تھا۔ اب صرف آمیر پہ ہاتھ ڈالنے کے لیے مناسب موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا۔ مستوفی فقیر محمد اور اُس کے باپ اور بیٹے کے قتل نے یہ موقع براؤن کو جلد فراہم کر دیا۔ اُس نے مارچ ۱۸۹۳ء میں برطانوی فوج کے نام حکم جاری کر دیا کہ آمیر خداداد خان کو تخت سے معزول کر کے گرفتار کر کے کوئٹہ

لایا جائے۔

بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پر قبضہ

انگریزی فوج کا ایک دستہ تیار ہوا جو مڈل سکیس رجمنٹ ۲۴ بلوچستان انفنٹری جیکب رسالہ ایک پہاڑی توپ خانہ پر مشتمل تھا۔ کوئٹہ سے بڑھ کر ۲۹ مارچ ۱۸۹۳ء کو قلات پر قبضہ کیا۔ اور امیر کے خزانہ کو قلات سے نکال کر کوئٹہ لایا۔

جنرل براؤن کا بیل پٹ پہنچنا

جنرل جیمز براؤن کی معیت میں کرنل الیکس کی زیر کمان ۲۷ ویں۔ رسالہ ۲۴ ویں رائفلز اور دو پہاڑی توپوں پر مشتمل فوج تھی۔ ریلوے اسٹیشن بیل پٹ پہنچا۔ امیر خداداد خان امیر بلوچستان کو مورخہ ۳۱ مارچ ۱۸۹۳ء کو بیل پٹ پہنچنے کی اطلاع دی۔

بھاگ میں امیر خداداد خان کی صورت حال

اس وقت امیر خداداد خان کے پاس ڈھائی ہزار اپنی باضابطہ فوج اور رسالہ کے علاوہ چار پانچ ہزار قبائلی لشکر بھی جمع ہو چکا تھا اور مزید قبائلی لشکر بھی دھڑا دھڑا پہنچ رہا تھا۔ کیونکہ اس موسم میں تمام قبائلی بڑی تعداد میں کچھی میں جمع ہوتے ہیں۔ جو اطلاع پا کر امیر کی امداد کو پہنچ رہے تھے۔ ہر چند کہ امیر کے مشیروں، فوجی افسروں اور قبائلی معتبرین نے ان کو براؤن کے پاس بیل پٹ

جانے سے منع کیا، اور مردانہ وار میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن امیر پر ان مشوروں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا غلط اندازہ

اگرچہ امیر کے مشیر اور فوجی افسران نے اُن کو انگریزوں سے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا مگر ان کے مشوروں کا امیر پر اس واسطے اثر نہیں ہوا کہ وہ آخر تک اسی مغالطہ میں رہے کہ انہوں نے حکومت برطانیہ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ لہٰذا انہیں حکومت برطانیہ کے نمائندے کے پاس جانے اور اُس سے گفتگو کرنے میں کیوں ہچکچاہٹ ہو۔

مگر افسوس ہے کہ اپنے طویل تجربوں کے باوجود امیر خداداد خان اب تک یہ نہ سمجھ سکے کہ زبردست کی لاٹھی ہمیشہ سر پر پڑتی ہے حصول مقاصد کے لیے معاہدوں، سمجھوتوں اور اقرار ناموں کی اُس وقت تک کوئی حیثیت نہیں ہوتی جب تک کہ فریق ثانی بھی برابر کی چوٹ کا نہ ہو۔ کمزور فریق کے ساتھ معاہدے کی پابندی پیغمبر اسلامؐ کے سوائے اور کسی زبردست و طاقتور فریق نے کبھی نہیں کی ہے اس سلسلے میں خود امیر خداداد خان کی ذاتی تاریخ اور اقدامات ان کے لیے آئینہ کا کام دے سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اُس پر نظر تک نہیں ڈالی۔

امیر خداداد خان کا بیل پٹ ریلوے اسٹیشن پہنچنا

امیر خداداد خان شہزادہ محمود خان و شہزادہ میر شالوانہ خان دو افراد پلٹن و رسالہ کو ساتھ لے کر براؤن سے بیل پٹ ملنے روانہ ہوا جہاں انگریزی فوج جنرل براؤن

کی سرکردگی میں انکی منتظر تھی۔ جب اُمیر خداداد خان بیل پٹ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو انگریزی فوج چوکور صورت میں کھڑی تھی جس کے ایک طرف ریل گاڑی تھی۔ اور تین طرف سنگیں چڑھائے فوج کے سپاہی کھڑے تھے۔ جب اُمیر گھوڑے سے اُترے تو اُن کی سلامی نہیں لی گئی۔ اور جب وہ فوجی چوکور میں اندر آئے جہاں سر جیمز براؤن ایجنٹ گورنر جنرل میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات اور فوج کے کمانڈر کھڑے تھے۔ تو فوج نے رُخ ان کی طرف پھیر دیا۔ اور اس طرح امیر محاصرے کی صورت میں ترتیب دادہ فوجی چوکور کے اندر گھر گئے۔ اس حالت کو دیکھکر اُمیر کو اب اپنی گرفتاری کا احساس ہوا۔

اُمیر خداداد خان کے ہمراہی

اُمیر خداداد خان کو انگریزی فوج کے کمانڈر نے ریل کے ایک ڈبے میں بٹھا دیا۔ ان کے ساتھ شہزادہ میر محمود خان' شہزادہ میر شاہنواز خان' نواب بٹے خان' میر سمندر خان لہڑی اور میر موسیٰ خان ریکی زئی کو بھی بٹھا دیا جب گاڑی کوئٹہ پہنچی انہیں ایک معمولی بنگلہ میں رکھا گیا جس پر فوج کا سنگین پہرہ تھا۔

جنرل سر جیمز براؤن اور اُمیر خداداد خان کی ملاقات

دوسرے دن مورخہ ۹ اپریل ۱۸۹۳ء کو میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات اُمیر کو سر جیمز براؤن کی ملاقات کو لے گیا۔ براؤن نے اُمیر سے متوفی فقیر محمد کے قاتل کا مطالبہ کیا۔ اُمیر نے کہا کہ فقیر محمد کو میں نے قتل کیا ہے۔ میں اس کا قاتل ہوں دونوں کے درمیان گفتگو تلخ اور تیز صورت اختیار کر گئی اس کے بعد براؤن نے

پھر کبھی امیر سے ملاقات نہیں کی تمام گفت و شنید شہزادہ محمود خان کے ذریعے سے ہوتی رہی۔

شہزادہ میر محمود خان کی ایک سیاسی چال

چونکہ شہزادہ محمود خان اُس وقت اپنے والد کے خلاف انگریزوں سے مل چکا تھا۔ چنانچہ اُس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر شہزادہ اعظم خان بھاگ میں رہے ممکن ہے وہ بغاوت کر دے گا۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ بغاوت کی صورت میں بلوچستان کے تمام قبائل ماسوائے چند سرداروں کے شہزادہ اعظم خان کا ساتھ دیں گے۔ لہٰذا اُس نے انگریزوں کو سمجھایا کہ شہزادہ اعظم کو کسی طرح سے بھاگ سے بلوایا جائے چنانچہ شہزادہ محمود خان کے کہنے پر انگریزوں نے امیر کو مجبور کیا کہ وہ شہزادہ اعظم کو کوئٹہ بلائے۔ آخر کار امیر نے مجبور ہو کر شہزادہ اعظم کو کوئٹہ بلایا جہاں پر اُسے بھی امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

شہزادہ اعظم خان کی جنرل براؤن سے ملاقات

کوئٹہ پہنچنے کے دوسرے دن براؤن نے شہزادہ میر محمد اعظم خان کو ملاقات کے لیے طلب کیا جب شہزادہ پہنچا تو نیٹو اسسٹنٹ ہتو رام اور سردار اسد خان رئیسانی براؤن کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے سب تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے جب شہزادہ اعظم نے براؤن سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو براؤن نے اُس کے ساتھ ہاتھ ملانے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "اس ہاتھ نے ہمارے ایک دوست کا ناحق خون کیا ہے"۔ شہزادہ اعظم نے اپنے ہاتھ پر بوسہ

دیتے ہوئے برجستہ جواب دیا۔ "کہ میں اس ہاتھ پر فخر کرتا ہوں جس نے ایک غدار اور نمک حرام کو جہنم پہنچا دیا ہے۔" سر جیمز براؤن نے شہزادہ مذکورہ کو کہا کہ وہ امیر کو مشورہ دیں کہ وہ حکومت سے استعفیٰ دے کر اپنے ولی عہد شہزادہ میر محمود خان کو امیر مقرر کرنے پر رضامند ہو جائیں شہزادہ اعظم نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی مثال بیوی کی ہے میں امیر کو کبھی یہ مشورہ نہیں دونگا کہ وہ اپنی بیوی یعنی حکومت کو طلاق دے۔

سرداروں کی طرف سے درخواست برائے معزولی امیر خداداد خان

جنرل براؤن نے جب دیکھا کہ یہ طریقے امیر خداداد خان کو استعفیٰ پیش کرنے پر رضامند کرنے میں ناکام ثابت ہوئے تو جیمز براؤن نے سراوان جھالاوان کے سرداروں کی طرف سے ایک درخواست حاصل کی جس میں سرداروں نے امیر خداداد خان کو امیر بلوچستان سے معزول کرنے کی انگریزی حکومت سے استدعا کی تھی۔

انعقاد جرگہ

بعد ازاں بلوچستان میں گورنر جنرل کے نمائندہ سر جیمز براؤن نے سراوان اور جھالاوان کی اس درخواست کو بلوچستان کے ایسے جرگہ کے سامنے پیش کیا جس میں مری اور بگٹی کے سردار بھی شامل تھے۔ چنانچہ اس جرگہ کے سرداروں نے جیسے کہ انگریزوں نے ان کو ہدایت کی تھی امیر خداداد خان کو معزول کر کے ان کی بجائے شہزادہ محمود خان کو امیر بلوچستان مقرر کرنے کی سفارش کی۔

آمیر خداداد خان کا جرگہ میں سرداروں کی طرف سے بے ساختہ استقبال

جب انگریزوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آمیر خداداد خان کو بلوچستان کے تمام بلوچ سرداروں کے سامنے جرگہ میں بطور مجرم کے پیش کیا جائے گا۔ تو تمام سرداروں کو یہ ہدایت کی گئی کہ اب آمیر خداداد خان اُن کا حکمران نہیں بلکہ اُن کو مستوفی فقیر محمد کے قتل میں ملزم گردان کر جرگہ میں پیش کیا جارہا ہے۔ لہٰذا جب اُسے جرگہ ہال میں لایا جائے گا۔ تو کوئی سردار اُس کے استقبال کے لیے کھڑا نہیں ہوگا یہ ہدایت سرداروں کو میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے دی تھی۔ اور سرداروں نے اُس کے کہنے کے مطابق وعدہ کیا کہ جب آمیر خداداد خان جرگہ ہال میں داخل ہوگا کوئی سردار اُس کے سامنے تعظیماً کھڑا نہیں ہوگا۔ لیکن جنرل براؤن کو سرداروں کے اس وعدے پر اعتبار نہیں آ رہا تھا لہٰذا جب آمیر خداداد خان کو شاہی کوچ میں جرگہ ہال لایا جا رہا تھا تو میجر ٹیمپل اور جنرل براؤن جرگہ ہال کے ایک ملحق کمرے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جونہی آمیر خداداد خان جرگہ ہال میں داخل ہوگیا تو تمام بلوچ سردار بے ساختہ تعظیماً اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے گورنر جنرل کے ایجنٹ جنرل جیمز براؤن نے میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے کندھے کو تھپکی دے کر کہا۔ (HERE YOU ARE) میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ سردار ضرور آمیر خداداد خان کے استقبال کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے اس ملک میں پورے ۳۹ سال شان و شوکت کیساتھ حکومت کی ہے۔ یہ امکان نہیں کہ سردار اُس کے تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے نہ ہوں۔

امیر خداداد خان کی موجودگی میں جرگہ کی روئیداد

جب امیر خداداد خان جرگہ ہال میں داخل ہو گئے پہلے تو سارے سردار تعظیماً اُن کے سامنے کھڑے ہو گئے سرکاری اہل کار اور سرداروں کو بات کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی امیر موصوف نے خود دریافت کیا کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے. تو سرکاری سررشتہ دار نے کہا. سرکار انگریزی نے آپ کو متوفی فقیر محمد کے قتل کے کیس میں ملزم گردانا ہے اور آپ کو یہاں بلوچستان کے بلوچ قومی جرگہ میں لایا گیا ہے تاکہ آپ اپنے جواب سے جرگہ کو مطلع کریں.

اُمیر خداداد خان کا جرگہ کے سامنے جواب

اُمیر خداداد خان نے کہا کہ میں اپنے ملک کا خود مختار بادشاہ ہوں میرے ایک پروردہ ملازم جس کا نام متوفی فقیر محمد تھا. نمک حرامی پر اُتر آیا اور حکومت برطانیہ کے حاکموں سے مل کر مجھے قتل کرنا چاہا مگر وہ کامیاب نہ ہوا. اور گرفتار ہوا حکومت بلوچستان کی مشاورتی کونسل نے اس پر قتل کے جرم کو ثابت کر کے اسے موت کی سزا دی. اس اظہار خیال کے بعد اُمیر خداداد خان جرگہ ہال سے اُٹھ کھڑے ہوتے حاضرین مجلس پھر ان کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے. اور وہ اپنی شاہی کوچ میں بیٹھ کر اپنے مسکن جہاں رہائش پذیر تھے. واپس آتے. یہ حال ہوا جرگہ کا جو ہم نے بیان کیا.

اُمیر کو معزول کرنے کی تدابیر

جب اُمیر خداداد خان اپنی مرضی سے حکمرانی سے۔ استعفےٰ دینے پر رضامند نہ ہوئے تو جیمز براؤن ایجنٹ گورنر جنرل دھمکی آمیز اور ناشائستہ طریقے اختیار کرنے پر اُتر آئے۔ شہزادہ میر محمد اعظم خان کو پولیس لائن میں لے جا کر علیحدہ نظر بند رکھا گیا اُمیر کے دوسرے خدمت گاروں اور معززین کو جو اُن کے ساتھ تھے جیل بھیج دیا گیا۔

اُمیر خداداد خان کے استعفےٰ پر جبراً اُن کی مہر ثبت کی گئی

ایک دن سہ پہر کے وقت سر جیمز براؤن میجر ٹیمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات مسٹر اسٹیٹ سیکرٹری سردار اسد خان رئیسانی نیٹو اسسٹنٹ ہتورام شہزادہ میر محمود خان۔ اُمیر خداداد خان سے ملنے گئے۔ اور اُن سے اُن کے استعفےٰ نامے پر جبراً مہر لگوائی۔ یعنی اُن کے گلے سے ان لوگوں نے مہر نکال کر ان کے سامنے استعفےٰ نامے پر ثبت کیا۔ بلکہ یہ کام خود شہزادہ ولی عہد میر محمود خان نے انجام دیا۔ جس نے اُٹھ کر خود اُمیر کے گلے سے مہر نکال لی اور استعفےٰ نامے پر لگالی۔

استعفےٰ نامے کا متن

"میں اُمیر خداداد خان۔ اُمیر بلوچستان المعروف بہ خان قلات بسلامتی ہوش و حواس خمسہ و بلا جبر و اکراہ روبروئے جنرل سر جیمز براؤن

ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل و میجر ٹمپل پولیٹیکل ایجنٹ قلات مسٹر اسٹیٹ سیکرٹری ٹو دی ایجنٹ گورنر جنرل نیٹو اسسٹنٹ ہتو رام سردار اسد خان رئیسانی سر سرداران سراوان اور شہزادہ میر محمود خان۔ قلات کے تخت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ چونکہ میری عمر پچپن برس کو پہنچی ہے۔ میں بوڑھا اور حکومت کا بار گران اُٹھانے سے قاصر ہوں۔ اور میری قوم بھی مجھ سے ناخوش ہے اس لئے میں برضا و رغبت خود اپنے بڑے بیٹے اور ولی عہد شہزادہ میر محمود خان کے حق میں تخت قلات سے دستبردار ہوتا ہوں۔

اُمیر خداداد خان کو لورالائی میں نظربند رکھنا

تخت قلات سے دستبرداری نامہ کے بعد اُمیر خداداد خان کو کچھ وقت کوئٹہ کے قلعہ میں رکھا گیا اور پھر وہاں سے لورالائی بھیج دیا گیا بعد میں اُن کو اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اُمیر خداداد خان تقریباً سات سال یعنی ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۰ء تک لورالائی میں نظربند رہے۔

اُمیر خداداد خان کی ہمشیرہ بی بی فتح خاتون کی وائسرائے ہند سے ملاقات

چنانچہ اُمیر خداداد خان کی نظربندی کے ساتویں سال اُن کی ہمشیرہ بی بی فتح خاتون نے دہلی جا کر وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور اپنے نظربند بھائی اُمیر خداداد خان کی مراعات کے بارے میں بات چیت کی جسے وائسرائے ہند نے منظور کیا اور اُن کو مع اہل و اطفال لورالائی سے پشین منتقل کیا گیا جہاں

امیر خدا داد خان امیر بلوچستان

Scanned with CamScanner

انہوں نے مزید سات سال نظر بندی کے دن گزارے یعنی ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۰۷ء تک۔

امیر خداداد خان کا رحلت کرنا

بالآخر چودہ سال کی طویل مدت انگریزی حکومت کی قید میں بسر کرنے کے بعد انہتر ۶۹ سال کی عمر میں امیر خداداد خان نے بمقام پشین داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کو پشین ہی میں سپرد خاک کیا گیا امیر موصوف کا یوم وفات ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء ہے۔

امیر خداداد خان کی معزولی کے بعد ان کے حرم کی صورت حال

امیر خداداد خان بھاگ میں تھے جب کہ ماہ مارچ ۱۸۹۳ء میں ان کو نظر بند کر کے کوئٹہ لے جایا گیا۔ اور ان کے تمام حرم کو بھاگ سے لاکر مستونگ کی میری یعنی امیر بلوچستان کے محل میں منتقل کیا گیا جہاں وہ چار سال تک نظر بند رہے۔ اور حکومت بلوچستان کی طرف سے ان کو نان و نفقہ دیا جاتا رہا۔ امیر موصوف کا حرم ۱۸۹۳ء سے لے کر ۱۸۹۷ء تک مستونگ میں نظر بند رہا۔ اور اس کے بعد حرم کو لورالائی منتقل کر دیا گیا۔

امیر خداداد خان کے حرم سے امیر محمود خان حکمران ریاستی بلوچستان کی ملاقات

امیر خداداد خان کے حرم کو جب مستونگ کے محل میں منتقل کر دیا گیا تو

چار سال بعد یعنی ۱۸۹۶ء میں امیر محمود خان امیر ریاستی بلوچستان المعروف بہ ہز ہائی نیس خان آف قلات نے مستونگ آکر حرم کی بیگمات سے جو ان کی مائیں، بہنیں، بھاوجیں تھیں ملاقاتیں کیں۔ ان کے تمام زیورات و دیگر مال و دولت ان سے چھین کر واپس قلات کا رُخ کیا۔

اُمیر خداداد خان کے حرم سے استصواب رائے

جب نئے اُمیر ریاستی بلوچستان اُمیر محمود خان حرم اُمیر خداداد خان سے ملاقات کرنے کے بعد واپس قلات چلے گئے تو حکومت ریاستی بلوچستان کی طرف سے ایک وفد مستونگ آیا۔ اور اُمیر خداداد خان کے حرم سے استصواب رائے کے ذریعے معلوم کرنا چاہا کر اُمیر خداداد خان کے ساتھ نظر بندی میں کون جائے گا اور اُمیر محمود خان نئے حکمران ریاستی بلوچستان کے ساتھ قلات کون جائے گا۔ لہٰذا حرم کی اکثر بیگمات نے اُمیر خداداد خان کے ساتھ نظر بندی کی زندگی کو ترجیح دی۔ اور بہت کم بیگمات قلات جانے کے لیے تیار ہوئیں۔

اُمیر خداداد خان کے خدوخال

اُمیر خداداد خان درمیانہ قد تھے۔ اُن کی آنکھیں سیاہ اور دلدوز تھیں کہتے ہیں کوئی شخص بھی ان سے آنکھیں ملا کر اُنہیں گھور کر دیکھ نہیں سکتا تھا ان کا رنگ گندم گوں تھا۔ بال گھنگریالے تھے جسمانی ساخت متناسب تھی طبعاً بے پرواہ معلوم ہوتے تھے طبیعت میں بدمزاجی نہ تھی اور نہ ہی غصیلے تھے۔

اُمیر خداداد خان کا کردار بحیثیت حکمران کے

اُمیر خداداد خان نے کل ۳۶ سال بلوچستان پر حکمرانی کی جب اُمیر نصیر خان ثانی فوت ہوئے تو اُن کو بہ عمر سولہ سال بلوچ سرداروں نے اُمیر بلوچستان منتخب کیا جس دور میں اُمیر خداداد خان بلوچستان کے اُمیر منتخب ہوئے یہ زمانہ بلوچستان اور اس کی ہمسایہ مملکتوں افغانستان اور ایران کے لیے انگریزوں کی ہوس ملک گیری کی ریشہ دوانیوں اور فساد انگریزیوں کی وجہ سے ایک پُرخطر اور پُرآشوب دور تھا جس میں اُمن وچین کی زندگی مفقود تھی، ہر جگہ باہمی مناقشوں بداعتمادیوں اور خانہ جنگیوں کا دور دورہ تھا. اگرچہ بلوچستان میں بظاہر امن تھا مگر پس پردہ انگریزوں کے ایجنٹ یہاں بھی اپنی ریشہ دوانیوں کے جال پھیلا رہے تھے. اگرچہ اُمیر خداداد خان ذاتی طور پر بہت ذہین اور بے مثال حافظہ کا مالک تھا. اُس نے ملکی معاملات میں بہت جلد دسترس حاصل کی مگر بدقسمتی سے اُمیر خداداد خان کے حکمران ہوتے ہی کچھ ایسے سیاسی واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے اُن کے اور بلوچ سرداروں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جس کے باعث تمام سردار اُس سے ناراض ہو گئے. جب اُمیر خداداد خان بلوچستان کے اُمیر منتخب ہو گئے تو ان کے ابتدائی دور میں سب سردار قلات میں موجود تھے. جن کی نمائندگی سردار تاج محمد زرکزئی، سردار ملا محمد رئیسانی، سردار نورالدین مینگل، جام میر خان جام لس بیلہ کر رہے تھے وہ ایک وفد کی صورت میں اُمیر خداداد خان سے ملے. اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے دور حکومت میں نوری نصیر خان

اول کے آئین کو نافذ کریں۔ اس آئین کے تحت تمام سردار امیر بلوچستان کے ساتھ نظام حکومت کو چلانے میں برابر کے حصہ دار تھے مگر بدقسمتی سے امیر نے ان کے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ یہاں سے امیر اور سرداروں کے درمیان بدگمانی اور بے اعتمادی کی فضا نے جنم لیا۔ امیر خداداد خان شکی مزاج تھے اور ان کے خیالات میں ہر وقت یکسانیت نہیں رہتی تھی۔ وہ بدلتے رہتے تھے۔ لہٰذا اُن کی طبیعت کی ان خامیوں کی وجہ سے۔ ان کے دور حکمرانی کے سیاسی معاملات سدھرنے کی بجائے بگڑتے گئے۔ اور ان سے نئی سیاسی پیچیدگیاں جنم لیتی گئیں۔ اگرچہ ان کی پرورش غازی امیر نصیر خان ثانی جیسے ایک پاکیزہ خصلت اور صلح کل بھائی کے زیر عاطفت ہوئی تھی مگر امیر خداداد خان طبیعت کے لحاظ سے غازی امیر نصیر خان ثانی سے بالکل مختلف تھے اُن کی طبیعت میں سخت گیری اور بغض کا جذبہ بدرجہ اُتم موجود تھا۔ انہوں نے کبھی بھی میانہ روی کی پالیسی سے کام نہیں لیا جس کی وجہ سے اُن کے دور حکومت میں سیاسی الجھنیں بڑھتی گئیں بلکم کم نہیں ہوئی ہیں۔ اگر ایک دفعہ وہ کسی سے بگڑ جاتے پھر کبھی اُس شخص کو معاف نہیں کرتے۔ اُن کے نفرت اور انتقام کے شدید جذبات نے ان کو کبھی بھی سرداروں سے نرم روی کرنے پر آمادہ نہیں کیا۔ امیر خداداد خان اس قدر شکی مزاج تھے کہ اپنے وفادار ترین خادموں کو جنہوں نے ان کی حکومت اور اقتدار کو بچانے میں بارہا اپنی جان کی بازی لگائی تھی بھی معاف نہیں کیا۔ امیر خداداد خان کی طبیعت کی یہ کمزوریاں ان کی حکومت کی ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ تھیں۔ اُن کے شکی مزاج ہونے کی وجہ سے انگریزی حکومت کے نمائندہ قبائلی سردار اور اُس کے

دربار کے اُمرا اور وفادار ترین ملازم بھی اُن پر بھروسہ نہیں کرتے تھے. کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس کا حشر کیا ہوگا. امیر خداداد خان کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ آزادی خواہ اور بے حد خود دار تھے. اگر ان میں میانہ روی درگزر کا جذبہ اور صلح جوئی کی خصوصیات ہوتیں. تو انگریزی حکومت کی شاطرانہ چالیں. اُن کو مات نہیں دے سکتی تھیں گو کہ بارہا انہوں نے سخت دھوکے بھی کھائے. مگر اُس کے باوجود اپنے ملک کی آزادی اور خود اختیاری پر آخری دم تک قائم رہے پس ہمیں نہایت عقیدت مندی اور اخلاص سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ امیر خداداد خان ایک مجاہد تھے جنہوں نے خالی ہاتھ باغیوں اور غداروں کے گھیرے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی قوم اور آزادی کی خاطر ایک مسلح اور باجبروت دشمن کو للکارا اور اپنی قومی اور ملی آزادی کے لیے قیدی بن کر کے جان کا نذرانہ پیش کیا.

اُمیر خداداد خان کے دور حکومت کی چند چیدہ چیدہ شخصیتیں

ا. سردار تاج محمد زرک زئی

میر تاج محمد زرک زئی قبیلہ زہری کا سردار اور علاقہ جھالاوان کا سردار تھا بہت دلیر اور نڈر شخص تھا. مگر انتہائی طور سازشی تھا. ان کی ہمشیرہ بی بی مراد بی بی میر نصیر ثانی کی بیگم تھیں. اس رشتہ کی وجہ سے اس نے دربار قلات میں کافی اثر و رسوخ حاصل کیا تھا. جب اُمیر خداداد خان اُمیر بلوچستان منتخب ہوئے. تو اس کی بیٹی بی بی جان بی بی کے ناطہ کے سلسلہ میں اُمیر کے ساتھ تعلقات کشیدہ ہوگئے اور آخری دم تک کشیدہ رہے.

سردار تاج محمد کو امیر غازی نصیر خان دوئم کے عہد سے دربار میں اقتدار حاصل تھا۔ جب امیر خداداد خان نے شاغاسی ولی محمد کو اپنا وزیر مقرر کیا تو سردار تاج محمد کو اپنا اقتدار کھو جانے کا خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے شاغاسی غلام محمد کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے سازش کرنی شروع کی جو رفتہ رفتہ امیر خداداد خان کے خلاف ایک ہمہ گیر بغاوت کی صورت اختیار کر گئی سردار تاج محمد جب تک زندہ رہا امیر خداداد خان کے خلاف بغاوتوں کو منظم کر کے ان کی رہنمائی کرتا رہا۔ امیر شیر دل خان پر حملہ اور پھر شیر دل خان کے قتل میں سب سے زیادہ اس کی سازش کارفرما تھی کیونکہ جب اس نے امیر شیر دل خان کو امیر بلوچستان منتخب کیا تو امیر شیر دل خان ان کا کھلے دربار میں تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ کیونکہ سردار تاج محمد ایک آنکھ سے نابینا تھا۔ اور سردار تاج محمد کی طرح امیر شیر دل خان بھی انتہائی طور پر نڈر اور بے پرواہ شخص تھا۔ لہٰذا شیر دل کے تمسخرانہ انداز سلوک نے اُس کے خلاف سردار تاج محمد کے دل میں بغض کا جذبہ پیدا کیا۔ جب ۱۸۶۶ء میں کمانی شیر خان کے ساتھ کی ہوئی سازش کے افشا ہوتے پر سردار ملا محمد رئیسانی اور دوسرے سردار گنداواہ سے بھاگ گئے اور اپنی جانیں بچائیں۔ مگر سردار تاج محمد ڈٹا رہا۔ اس نے امیر خداداد خان کو قتل کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ لیکن اس کی یہ کوشش بھی اکارت گئی اور قبل از وقت افشا راز ہوا۔ شاغاسی ولی محمد امیر کے حکم سے فوج کا دستہ لے کر سردار تاج محمد کی گرفتاری کو نکلا اور اُسے پیغام کیا کر آیا اپنے کو گرفتاری کے لیے پیش کرے گا۔ یا لڑے گا۔ سردار تاج محمد نے لڑنے کی صورت کو ترجیح دی اور اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ جان کی بازی لگا کر گرفتار

ہوگیا۔ ۱۸۹۳ء میں سردار تاج محمد قلات کے قید خانے میں فوت ہوا۔ بہرحال بعد میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ امیر خداداد خان کے حکم سے اس کا گلا گھونٹ کر مروا دیا گیا۔ اس کی موت پر امیر بلوچستان کے دربار میں انگریزی حکومت کے نمائندہ متعینہ ایچ گرین نے حکومت ہند کو یہ رپورٹ دی "ایک چیز شک سے بالاتر ہے کہ سردار تاج محمد جیسا خطرناک سازشی اور اپنی حکومت کا غدار ایشیا کے کسی دربار میں ہمارے مشاہدہ میں نہیں آیا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو امیر کی پوزیشن کبھی بھی محفوظ نہ رہتی"۔

۲۔ سردار ملا محمد رئیسانی

سردار ملا محمد رئیسانی قبیلہ رئیسانی کا سردار تھا۔ اور سراوان کے سرداروں کا سردار تھا۔ وہ بہت ہوشیار، چالاک اور معاملہ فہم اور مستقل مزاج شخص تھا جب تک سردار تاج محمد زرک زئی زندہ رہا۔ سردار ملا محمد رئیسانی نے امیر کے خلاف ہر معاملہ میں اُسے آگے آگے رکھا۔ امیر کے ساتھ تعلقات بنانے اور بگاڑنے میں ہر وقت موقع کے مطابق آگے بڑھتا اور پیچھے ہٹتا رہا۔ سردار تاج محمد زرک زئی کے بعد امیر خداداد خان کے خلاف بلوچستان کے سرداروں کی قیادت اس کے ہاتھ آئی۔ جو سنڈیمن کے ساتھ انگریزی اقتدار کے بلوچستان میں آنے تک اس کے ہاتھ میں رہی۔ اس دوران میں سردار ملا محمد نے غربت جلاوطنی اور دربدری کی انتہا مصیبتیں برداشت کیں۔ لیکن اس کے پائے عزم واستقلال میں لغزش نہیں آئی۔ ہر حالت میں اور ہر جگہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اپنے حقوق کے لیے امیر خداداد خان کے خلاف لڑتا رہا۔

سردار ملا محمد رئیسانی نے ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۷۶ء تک کل چودہ سال امیر خداداد خان کے خلاف متعدد بغاوتوں کی رہنمائی اور راہبری کی اور سخت لڑائیاں لڑیں۔ لیکن کسی موقع پر امیر کے خلاف فیصلہ کن کامیابی حاصل نہ کرسکا بسا اوقات اس کے دوسرے ساتھی سرداروں نے اُن کا ساتھ چھوڑا اور وہ یکہ و تنہا بلوچستان کے مختلف گوشوں میں اور قندھار میں بھٹکتا رہا لیکن اس کا عزم متزلزل نہیں ہوا اور نہ کبھی اس نے اپنے مقصد کو نظرانداز کیا۔ تاآنکہ انگریزی حکومت کی مداخلت سے اس نے امیر خداداد خان پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اور ۱۸۷۶ء کے مجوزہ مستونگ میں ان سے اپنے حسب منشا شرائط منوا کر دم لیا یہی اُس کا منتہائے مقصد تھا جسے حاصل کرنے کے بعد اُسی دن اپنے بڑے بیٹے میر اسد خان کے حق میں اپنی مرضی و منشا سے اپنی سرداری سے دستبردار ہوا اور باقی عمر یکسوئی و گوشہ نشینی میں بسر کی ۔

میں سردار ملا محمد رئیسانی کی مستقل مزاجی اور حصول مقصد کے لیے انتہائی حد تک قربانی پیش کرنے کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں ایک ایسے وقت میں جب کہ میری ویدر کمشنر سرحدات سندھ کی امداد بھی امیر بلوچستان کے ساتھ تھی۔ سردار ملا محمد خان نے امیر خداداد خان کے خلاف بھڑکائی ہوئی آتش بغاوت کو اس وقت تک بجھنے نہ دیا جب تک کہ اُسے مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوئی گو کہ اُس کی اِن بغاوتوں کی وجہ سے بلوچوں کی چھ سو سالہ قومی حکومت راکھ کا ڈھیر بن کر انگریزی اقتدار کے طوفان میں بکھر گئی اگرچہ ملا محمد رئیسانی ذاتی طور پر امیر خداداد خان کے لیے عزت و احترام کا جذبہ بدرجہ اتم رکھتا تھا۔ امیر خداداد خان۔ امیر محراب خان ثانی کی شہادت کے

بعد اُس پر آشوب دور میں سُتھری کے مقام پر اس کے ہی گھر پیدا ہوا تھا اور پھر جب اُمیر شیر دل خان انقلاب برپا کر کے اُمیر خداداد خان کو زخمی کر کے قلات کے تخت پر قابض ہو گیا، تو یہ سردار ملا محمد رئیسانی صاحب نے اُس کو پناہ دے کر اپنے گھر میں رکھا۔ سردار ملا محمد نے کبھی بھی قلات کے تخت پر جام میر خان عالیانی اور آزاد خان نوشیروانی کی طرح قبضہ کرنے کا خیال ظاہر نہیں کیا وہ علی الاعلان کہا کرتا تھا کہ اُمیر ہمارے مالک ہیں اور بادشاہ ہیں ہم اُن سے صرف اپنا حق مانگتے ہیں۔

۳۔ سردار نور الدین مینگل

سردار نور الدین مینگل، قبیلہ مینگل کا سردار تھا۔ سردار تاج محمد زرک زئی کے بعد جھالاوان کی قیادت اس کے ہاتھ میں آئی سردار نور الدین انتہائی طور پر بہادر اور جنگجو تھا، اور ساتھ ساتھ مغرور بھی تھا اس میں سردار تاج محمد زرک زئی جیسی عیاری اور سردار ملا محمد رئیسانی جیسا تدبر نہ تھا۔ ایک سیدھا سادہ جانباز بلوچ تھا۔ اُمیر خداداد خان کے ساتھ اس کی کوئی ذاتی دشمنی یا اختلاف نہ تھا۔ صرف جام میر خان عالیانی کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے بلوچی مثال "سانگ بندی لانگ بندی" کے مصداق پر جام میر خان کی طرفداری میں اُمیر کے خلاف الجھ گیا تھا۔ جام میر خان کی گرفتاری کے بعد سردار نور الدین پہلے امداد حاصل کرنے کے لیے سردار آزاد خان نوشیروان کے پاس خاران گیا لیکن اُس نے اس کی کوئی مدد نہیں کی وہ ملک چھوڑ کر سردار ملا محمد رئیسانی کے پاس قندھار چلا گیا۔ اکتوبر ۱۸۷۱ء میں کھڈ مستونگ کی لڑائی کے موقع پر سردار ملا محمد رئیسانی

کے ساتھ بلوچستان آیا۔ اور سید جا جھالاوان جا کر بغاوت کی تیاریاں کرنے لگا لیکن میر گوہر خان زرک زئی کے علاوہ جھالاوان کے دیگر سرداروں نے ساتھ نہیں دیا۔ جام میر خان عالیانی کے حیدر آباد سندھ سے فرار ہو کر بیلہ پہنچنے پر سردار نورالدین نے اس کا ساتھ دیا۔ اور شاغاسی غلام جان کو بھگا کر بیلہ پر قبضہ کیا۔ سردار نورالدین انگریزوں کا بدترین مخالف تھا اور دشمن تھا۔ اس نے کسی موقع پر بھی انگریزوں کے ساتھ تعلق قائم نہیں کیا۔ اور نہ کبھی کسی انگریز سے ملنے گیا۔ جب کبھی امیر اور انگریزوں کے مقابلہ کی بات آئی تو نورالدین نے ہمیشہ امیر کا ساتھ دیا۔ اسی وجہ سے انگریز بھی نورالدین کے جان لیوا دشمن تھے۔ اور اُسے کسی نہ کسی طرح راستے سے ہٹانے کی فکر میں تھے۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے سنڈیمن کی زیر قیادت مشن کی پہلی بار قلات میں آمد کے موقع پر امیر نے سردار نورالدین کے ساتھ خفیہ سمجھوتہ کیا۔ سردار نورالدین کی یہ حرکت سنڈیمن اور سردار ملا محمد رئیسانی کو سخت ناگوار گزری چنانچہ ان کی سازش سے ۶ جنوری ۱۸۷۶ء کو امیر خداداد خان نے اپنے حلف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سردار نورالدین کو بمقام قلات موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ امیر خداداد خان جب ۱۸۷۶ء کے دربار مستونگ کے موقع پر سردار نورالدین کے کم سن بیٹے میر شکر خان کو دیکھا تو اس حد تک متاثر ہوا کہ امیر کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور جب امیر کو سر جیمز براؤن نے معزول کر کے کوئٹہ میں نظر بند کیا تو ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا گیا۔

"کاش کہ نورالدین آج زندہ ہوتا۔"

۴۔ سردار فقیر محمد بزنجو

سردار فقیر محمد بزنجو جھالاوان کا واحد سردار تھا جس نے اپنی زندگی میں امیر خداداد خان کے خلاف بغاوت نہیں کی حالانکہ سردار نور الدین مینگل، سردار آزاد خان نوشیروانی، جام میر خان عالیانی نے اسے اپنے ساتھ ملانے کی بہت کوششیں کیں۔ لیکن فقیر محمد نے ان سب کو سخت جواب دیکر مایوس کر دیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس کے قبیلہ بزنجو کا ایک بڑا حصہ باغیوں کے ساتھ جا ملا۔ مگر سردار فقیر محمد کی وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا سردار فقیر محمد بزنجو امیر میراب خان ثانی شہید کے عہد حکومت سے کیچ مکران کا گورنر تھا۔ تقریباً ۴۵ سال تک وہ اس عہدے پر رہا۔ اور مکران کو ہر لحاظ سے پُرامن اور مطمئن رکھا۔ یہ سردار فقیر محمد کے تدبر اور کوششوں کا نتیجہ تھا کہ امیر خداداد خان کے خلاف بلوچستان کی ہمہ گیر بغاوت میں مکران نے کوئی حصہ نہیں لیا جب۔ امیر خداداد خان نے داروغہ عطا محمد کو کیچ کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا۔ تو سردار فقیر محمد دل شکستہ ہو کر خاموشی سے مکران چھوڑ کر آواران اور جھاؤ چلا گیا۔ اس کے مکران سے نکلتے ہی کیچ میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ تا آنکہ داروغہ عطا محمد کو واپس طلب کر کے مکران کی حکومت دوبارہ سردار فقیر محمد بزنجو کے سپرد کی گئی۔ سردار فقیر محمد بزنجو ایک مدبر اور دانا اور بہادر شخص تھا۔ اس نے مکران پر امیر کی طرف سے عدل و انصاف اور رواداری سے حکومت کی۔ اس نے بہت لمبی عمر پائی اور آخری دم تک امیر خداداد کا وفادار رہا۔

۵۔ جام میر خان عالیانی جام لس بیلہ

جام میر خان عالیانی لس بیلہ کا جام یعنی سردار تھا۔ وہ امیر بلوچستان کا باجگزار تھا۔

بوقت ضرورت اپنے علاقے سے دو ہزار سات سو افراد پر مشتمل لشکر بھی دیا کرتا تھا امیر کمال خان الٹازئی جو جام میر خان عالیانی کا ماموں تھا۔ اس کی جائیداد پر اس کا امیر خداداد خان کے ساتھ تنازعہ شروع ہوا جو رفتہ رفتہ امیر کے خلاف دشمنی اور مسلح بغاوت کی صورت اختیار کر گیا۔ جام میر خان ایک بہادر شخص تھا۔ اگرچہ وہ خاندانی لحاظ سے امیر خداداد خان کا بہنوئی بھی تھا۔ یعنی امیر خداداد خان کی ہمشیرہ بی بی اللہ وصئی ان کی زوجہ تھیں۔ لیکن اس کے باوجود اُس نے کسی اچھے کردار کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سردار نورالدین کے بل بوتے پر اُس نے امیر خداداد خان کے خلاف تین مرتبہ بغاوت کی۔ لیکن ہر بار اُسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ دو دفعہ خود گرفتار ہو کر سردار نورالدین کے ساتھ امیر کی قید میں رہا۔ آخری بار سردار تاج محمد زرک زئی کی گرفتاری اور موت کے بعد امیر نے اُسے معافی دی۔ اور رہا کر دیا۔ لیکن لسبیلہ پہنچتے ہی اُس نے پھر بغاوت کر دی۔ جب شاغاسی ولی محمد نے بیلہ پر حملہ کیا۔ تو مقابلہ کی تاب نہ لا کر جام میر خان انگریزی حکومت کی پناہ لینے سندھ بھاگ گیا جہاں پر امیر خداداد خان کے کہنے پر کمشنر سندھ نے اسے گرفتار کر کے حیدر آباد میں قید رکھا اور پھر حکومت سندھ کی منظوری سے اُسے پونا منتقل کیا گیا۔ جہاں پر اُسے احمد نگر میں قید رکھا گیا۔ ۱۸۷۶ء کے سمجھوتہ مستونگ کے موقع پر امیر خداداد خان نے حکومت ہند کے پاس اس کی رہائی کی سفارش کی۔ چنانچہ ۸ دسمبر ۱۸۷۶ء میں جیکب آباد کے مقام پر لارڈ لٹن وائسرائے ہند اس کی مشروط رہائی کا اعلان کر دیا۔ رہائی پانے کے بعد اسے بیلہ کی سرداری پر بحال کر دیا گیا جہاں پر جنوری ۱۸۸۹ء کے ابتدائی ہفتہ میں جام میر خان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

۶۔ سردار آزاد خان نوشیروانی سردار خاران

سردار آزاد خان نوشیروانی رخشانی قبیلے کے سردار تھے۔ سردار آزاد خان انیسویں صدی کے شروع ہونے سے قبل پیدا ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں جب کہ امیر بلوچستان امیر محراب خان ثانی شہید، انگریزوں سے اپنے وطن کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ تو سردار مذکور نے اس جنگ آزادی میں امیر شہید کے بیٹے غازی نصیر خان ثانی کو حکومت برطانیہ کے خلاف نمایاں کمک دی۔ امیر نصیر خان ثانی نے ان کو پنجگور کے علاقے میں ایک جاگیر عطا کی اسی جنگ آزادی کے دوران میں نصیر خان دوئم نے اس کی بیٹی بی بی مہناز سے شادی کی۔ امیر خداداد خان کے دور حکومت میں سردار آزاد خان کے ساتھ بی بی مہناز کے رشتہ پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جب امیر خداداد خان مسند امارت بلوچستان پر بیٹھا تو انہوں نے بلوچی دستور رسم باجائی کے مطابق امیر نصیر خان ثانی کی بیوہ بی بی مہناز سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر بی بی مہناز نے اس رشتہ سے انکار کیا کہ وہ امیر نصیر خان کے بعد شادی کرنا نہیں چاہتی ہیں۔ لہٰذا امیر خداداد خان اور سردار آزاد خان نوشیروانی کے درمیان ابتدا میں اسی مسئلہ پر تعلقات خراب ہوئے۔ جو آخری دم تک خراب رہے۔ ایک جھگڑے کے دوران امیر خداداد خان نے اُس کے پنجگور کی جاگیر ضبط کر لی۔ سردار آزاد خان نوشیروانی نے جب سہولت دیکھی۔ وہ فارس، افغانستان بلوچستان کی اطاعت قبول کرتا رہا۔ ۱۸۵۶ء میں ایران کی سرحدی لڑائی میں اُس نے باقاعدہ ایرانی حکومت کی طرف سے حصہ لیا۔ ۱۸۶۶ء میں وہ ایرانی سرحدات پر ڈاکے

بھی ڈالتا رہا۔ ۱۸۸۰ء میں جب سردار ایوب خان ولد امیر شیر علی خان میوند کے مقام پر انگریزوں سے لڑ رہا تھا تو آزاد خان نے سردار ایوب خان کی امداد کو اپنا ایک قبائلی دستہ بھیجا۔ امیر خداداد خان کی دورِ حکمرانی میں ۱۸۸۳ء میں اُس کے بیٹے نوروز خان نے ایک قبائلی لشکر کے ساتھ پنجگور پر حملہ کیا اس لڑائی میں سردار گاجیاں گچکی سردار پنجگور جو امیر بلوچستان کی طرف سے گورنر پنجگور تھا، مارا گیا۔ امیر بلوچستان کا وہ آخری دم تک مخالف رہا۔ آزاد خان نوشیروانی نے لمبی عمر پائی وہ سو سال کی عمر میں فوت ہوا۔

۷۔ شاغاسی ولی محمد

ولی محمد شاغاسی۔ دین محمد کا چھوٹا بیٹا تھا۔ یہ ذات کا کلاغ زئی تھا۔ اُن کا خاندان امیر محبت خان کے زمانے سے پشت در پشت شاغاسی کے عہدے پر فائز چلا آتا تھا۔ جب امیر خداداد خان کے دورِ حکومت میں انگریزوں کے اشارے پر سرداروں نے داروغہ گل محمد کو وزارت سے ہٹانے کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ داروغہ گل محمد کو انگریز اپنا سخت مخالف اور دشمن جانتے تھے۔ تو اُنکی بجائے امیر خداداد خان نے قلمدان وزارت شاغاسی ولی محمد کو سپرد کر دیا۔

شاغاسی ولی محمد ایک بہادر جنگجو شخص تھا۔ اُس نے بلوچستان میں باغی سرداروں کے خلاف فتح یاب لڑائیاں لڑیں جن میں سورگز، ترک بُر، کُد مستونگ کی لڑائیں بہت مشہور ہیں۔ ان فتحیاب لڑائیوں کی وجہ سے شاغاسی ولی محمد کو فتح جنگ کا لقب دیا جب امیر شیر دل خان نے امیر خداداد خان کو زخمی کر کے قلات کی حکومت پر قبضہ کیا۔ تو شاغاسی ولی محمد نے امیر خداداد خان کا ساتھ نہ چھوڑا اور اپنی اخلاص مندی

اور تدبرے امیر خداداد خان کو دوبارہ حکومت بلوچستان دلادی ۱۸۷۲ء میں جیکب آباد کے مقام پر شاغاسی ولی محمد نے انگریزی حکومت کے نمائندہ کے سامنے باغی سرداروں کے ساتھ گفت وشنید میں امیر کی نمائندگی کی اور ان کے ساتھ ایک ایسے سمجھوتہ پر دستخط کئے۔ جسے امیر خداداد خان پسند نہیں کرتے تھے۔ لہذا اس سمجھوتہ پر وہ شاغاسی ولی محمد سے بدظن ہوگئے۔ دربار میں اس کے دشمنوں کو موقع ہاتھ آیا انہوں نے شاغاسی ولی محمد کو امیر کا بدخواہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

اسی دوران امیر خداداد خان کا بیٹا مصطفٰے خان جو سردار تاج محمد زرک زئی کی بیٹی کے بطن سے تھا اچانک فوت ہوا۔ شاغاسی کے مخالفوں نے یہ مشہور کر دیا کہ شہزادہ محمود خان کی والدہ بی بی اللہ رکھی کے اشارے پر مصطفٰے خان کو زہر دیکر مارا گیا ہے۔ دوسری طرف سازشیوں نے شاغاسی ولی محمد کو بھی اطلاع دی کہ اس کی پاداش میں امیر خداداد خان اُسے گرفتار کر کے قتل کرنے کی تدبیر سوچ رہے ہیں شاغاسی ولی محمد کو امیر خداداد خان کی طبعیت کا علم تھا۔ جان کے خوف سے بھاگ کر انگریزی حکومت کے نمائندے میجر ہرسین کی پناہ میں چلا گیا میجر ہرسین نے اگرچہ وقتی طور پر مصالحت کرا دی اور امیر نے اُسے وزارت پر بحال بھی کر دیا۔ چنانچہ ۲۳ اپریل ۱۸۷۳ء کو جب انگریزی حکومت نے اپنے نمائندہ کو قلات سے واپس بلالیا تو شاغاسی مع اہل وعیال قلات چھوڑ کر اس کے ساتھ جیکب آباد چلا گیا۔ انگریزوں نے شاغاسی کو ایک معمولی رقم بطور پنشن دی جس سے وہ اپنا گزر بسر کرتا رہا۔ شاغاسی ولی محمد ۱۸۹۱ء میں بمقام جیکب آباد فوت ہوا۔

۸۔ نواب محمد خان وکیل

نواب محمد خان وکیل، ملا احمد کا بیٹا تھا۔ علاقہ چھتر کچھی کا باشندہ تھا۔ شیخ خاندان سے تھا۔ دربار قلات بلوچستان سے اُس کے خاندان کا تعلق غازی امیر نصیر خان نُوری کے عہد حکومت میں جب بوجہ پیرسنی ملا احمد گوشہ نشین ہوا۔ تو اُس کے بیٹے محمد خان کو وکالت کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔ چنانچہ امیر خداداد خان نے بھی اسے اسی عہدہ پر بحال رکھا۔

جب امیر شیر دل خان نے قلات کے تخت پر قبضہ کیا تو اس دور میں محمد خان وکیل امیر خداداد کے ساتھ وفادار رہا۔ اور انہی کی کوششوں سے امیر خداداد خان بارِ ثانی قلات کے تخت پر قابض ہوا۔ امیر خداداد خان نے محمد خان کو بعد ازاں نواب کا خطاب دیگر امور سرحدات سندھ کا ناظم مقرر کیا۔ اس نے کبھی بھی امیر کے کسی حکم کی مخالفت نہ کی۔ اگرچہ ایک دفعہ باغی سرداروں کے ساتھ جلال خان کا سمجھوتہ کرنے پر امیر اُس سے ناراض ہوا۔ مگر اس کی وفاداری اور فرمانبرداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ امیر خداداد خان کا بھی آخری دم تک اس پر مکمل اعتماد اور بھروسہ رہا چنانچہ ۱۸۷۶ء میں سمجھوتہ مستونگ کے موقع پر امیر خداداد خان نے محمد خان کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ انگریزی حکومت کے نمائندے اسے پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ سازشی ہے اس لیے خطرناک ہے۔

۱۸۸۵ء میں نواب محمد خان وکیل درہ مولا میں بعارضہ ہیضہ فوت ہوا۔

۹ داروغہ عطاء محمد

عطاء محمد مشہور آزادی خواہ داروغہ گل محمد کا بیٹا تھا۔ یہ امیر خداداد خان کا خاندانی وفادار اور خیر خواہ تھا۔ یہ نہایت خاموش طبع اور صلح جو شخص تھا بلوچستان کے تمام سردار جو امیر کے طرفدار یا اُس سے باغی تھے۔ داروغہ عطاء محمد کو پسند کرتے تھے۔ اور اس کی بات مانتے تھے یہی وجہ تھی کہ امیر خداداد خان نے اسے شاغاسی ولی محمد کی بجائے۔ وزیر مقرر کر کے سندھ کی سرحد پر امن قائم کرنے کو بھیجا تو سردار نورالدین اور جام عالی خان عالیانی جیسے مخالف اور باغی سردار اس کے سلام کو آئے اور اُسے شورش پسندوں اور لیڈروں کی گرفتاری و سرزنش میں مدد دی۔ داروغہ عطاء محمد دھوکہ باز اور جھوٹا شخص نہ تھا۔ اس کی طبعیت سادہ اور منافقت سے پاک تھی۔ داروغہ عطاء محمد بلوچی ننگداری اور غیرت کا پرکالہ تھا۔ جب امیر خداداد خان کی فوج نے اُس کے گھر کو گھیرے میں لے لیا جہاں سردار نورالدین ٹھہرا ہوا تھا۔ تو وہ بلوچی ننگ داری اور غیرت کے تقاضے پر پورا اترا اُس نے پہلے اپنے سینہ کو گولیوں کے سامنے پیش کیا۔ اپنے کنبے کو امیر خداداد خان کی فوجیوں کی گولیوں کا ہدف بنایا چنانچہ وہ قلات سے بھاگ کر زہری چلا گیا۔ اور ۱۸۷۶ء کے مجھوتہ مستونگ تک سردار گوہر خان زرک زئی کے پاس رہا مجھوتہ مستونگ کے بعد وہ اپنے عیال و اطفال کو لے کر جیکب آباد چلا گیا انگریزی حکومت نے اُس کے لیے پنشن مقرر کی اور باقی عمر وہیں جیکب آباد میں گزار دی۔

امیر خداداد خان کے دورِ حکومت میں تاریخ وار سلسلہ واقعات

نمبر شمار	تفصیلِ واقعہ	تاریخ و سنہ
۱	امیر خداداد خان کا مسند حکمرانی پہ بیٹھنا	۲ر دسمبر ۱۸۵۷ء
۲	سرداروں کے وفد کا امیر خداداد خان کے پاس جانا برائے رہائی محمد امین برادر ملا محمد حسن بلوزئی بنگل زئی	۱۵ر دسمبر ۱۸۵۷ء
۳	امیر خداداد خان کی فوجیوں کا سرداروں کے کیمپ پر حملہ	۱۷ر دسمبر ۱۸۵۷ء
۴	سرداروں کا کوچ کر کے بطرف جھالاوان جانا	۱۸ر دسمبر ۱۸۵۷ء
۵	گنداواہ میں انگریزوں کے نمائندہ میجر ایچ گرین کی آمد اور امیر خداداد خان امیر بلوچستان سے ملاقات	۲۱ر دسمبر ۱۸۵۷ء
۶	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی جیکب آباد آمد	۱ر جنوری ۱۸۵۸ء
۷	امیر فتح خان احمدزئی کی بغاوت کچھی میں	۲ر فروری ۱۸۵۸ء

نمبر شمار	تفصیل واقعہ	تاریخ و سنہ
۸	سردار تاج محمد زرک زئی کی امیر فتح خان احمدزئی کی بغاوت کو پنجگور جا کر کچلنا۔	۲۰ فروری ۱۸۵۸ء
۹	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے لشکر کے ساتھ کوہستان مری روانگی۔	۲۱ جنوری ۱۸۵۹ء
۱۰	امیر خداداد خان کا کاہان پر بلا مقابلہ قبضہ	۲۳ فروری ۱۸۵۹ء
۱۱	سردار میر نور محمد مری کی امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی اطاعت قبول کرنا۔	۲۸ فروری ۱۸۵۹ء
۱۲	وفات امیر محمد اعظم خان احمدزئی امیر خداداد خان کے چچا کی وفات	۱۰ جون ۱۸۵۹ء
۱۳	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کا دورہ مکران کے لیے روانہ ہونا	۲ جنوری ۱۸۶۰ء
۱۴	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کا تربت مکران میں وارد ہونا	۱۲ جنوری ۱۸۶۰ء

نمبر شمار	تفصیل واقعہ	تاریخ و سنہ
۱۵	کیچ مکران کے گورنر کا گوادر پر بلا مقابلہ قبضہ	۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء
۱۶	سردار تاج محمد زرک زئی کا امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے خلاف بغاوت اور فوری طور پر صلح جوئی	۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۱ء
۱۷	گنداواہ میں بغاوت کے بعد امیر شیر دل خان کی بطرف قلات روانگی	۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۳ء
۱۸	کماندار شیر خان کی قلات میں آمد	۳۰ مارچ سنہ ۱۸۶۳ء
۱۹	امیر شیر دل خان کا منگچر میں کیمپ	۸ اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
۲۰	امیر شیر دل خان کا قلات پر حملہ بول دینا	۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
۲۱	سردار نور الدین مینگل کی امیر خداداد خان کی طرفداری میں داروغہ عطا محمد کی امداد کو قلات روانہ ہونا	۱۸ اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
۲۲	سردار نور الدین مینگل کا قلات پہنچنا اور شیر دل خان کا طرفدار ہونا۔	۱۶ اپریل ۱۸۶۳ء

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۲۳	امیر شیر دل خان کو امیر بلوچستان منتخب کرنا	۱۲/ اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
۲۴	سردار فقیر محمد بزنجو کا امیر خداداد خان کو نال لیکر آنا	۲۸/ مئی سنہ ۱۸۶۳ء
۲۵	امیر خداداد خان کا نال سے کانک منتقل ہونا	۵/ جون سنہ ۱۸۶۳ء
۲۶	امیر خداداد خان کی کانک سے کچھی میں آمد	۲۱/ اکتوبر سنہ ۱۸۶۳ء
۲۷	امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کا شہر بھاگ میں قیام	۲۵/ اکتوبر سنہ ۱۸۶۳ء
۲۸	انگریزی نمائندہ حکومت ہند کی امیر شیر دل خان سے ملاقات	۲۸/ اکتوبر سنہ ۱۸۶۳ء
۲۹	انگریزی نمائندہ کا واپس جیکب آباد آنا۔	۲/ نومبر سنہ ۱۸۶۳ء
۳۰	امیر شیر دل خان امیر بلوچستان کا درہ مولہ میں قتل ہونا	۱۹/ مئی سنہ ۱۸۶۴ء
۳۱	امیر شیر دل خان کی میت کو قلات کے شاہی قبرستان میں سپرد خاک کرنا۔	۲۰/ مئی سنہ ۱۸۶۴ء

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۳۲	امیر خداداد خان کا دوبارہ امیر بلوچستان منتخب ہونا	۲۰ جون ۱۸۶۳ء
۳۳	جام میر خان عالیانی اور سردار نورالدین کی جنگ کی نیت سے بطرف خضدار روانہ ہونا	۲۸ جون ۱۸۶۵ء
۳۴	جام میر خان اور سردار نورالدین کی شاغاسی ولی محمد سے سورگز کے مقام پر لڑائی اور دونوں کا شکست کھانا	یکم جولائی ۱۸۶۵
۳۵	فیضو اور محمود شیر دل خان کے خاص ملازموں کا قتل ہونا۔	۵ جولائی ۱۸۶۵ء
۳۶	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کے قتل کی سازش کا راز افشا ہونا۔	۲ نومبر ۱۸۶۵ء
۳۷	میر غلام حسین بگٹی کا ہرند پر حملہ	۲۶ جنوری ۱۸۶۶ء
۳۸	سردار تاج محمد زرک زئی کی قلات کے بندی خانہ میں وفات پانا	۱۰ اگست ۱۸۶۷ء

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۳۹	داروغہ عطا محمد کا خاران پر کامیاب حملہ اور قلات واپسی۔	۷ر اکتوبر ۱۸۶۷ء
۴۰	سردار آزاد خان نوشیروانی کا ایران فرار ہونا۔	۱۰ر اکتوبر ۱۸۶۷ء
۴۱	امیر خداداد خان امیر بلوچستان کا جام میر خان جاموٹ اور سردار نورالدین مینگل کو رہا کرنا۔	۱۲ر اکتوبر ۱۸۶۷ء
۴۲	سردار ملا محمد رئیسانی کا قندھار سے واپس زہک پہنچنا۔	۳۰ر اکتوبر ۱۸۶۷ء
۴۳	شاغاسی ولی محمد کا بھاگ میں قیام کرنا۔	۷ر نومبر ۱۸۶۷ء
۴۴	سردار محمد خان لہڑی کا امیر بلوچستان امیر خداداد خان کی قید میں وفات پانا۔	۱۱ر نومبر ۱۸۶۷ء
۴۵	میر بلوچ خان نوشیروانی کا سوراب پر حملہ	۱۵ر نومبر ۱۸۶۷ء

تاریخ و سنہ	تفصیلِ واقعہ	نمبر شمار
۲ دسمبر ۱۸۶۷ء	امیر خداداد خان اور سراوانی سرداروں کا عارضی صلح بذریعہ سردار ملا محمد رئیسانی	۴۶
۱۸ ستمبر ۱۸۶۸ء	صلح نامہ مابین امیر خداداد خان اور جام میر خان جام لس بیلہ	۴۷
۲۰ مارچ ۱۸۶۹ء	کپتان ہیریسن کی جیکب آباد میں آمد	۴۸
۴ مئی ۱۸۶۹ء	کپتان ہیریسن کی باغبانہ میں سرداروں سے ملاقات اور ان سے سرداروں کے مطالبات۔	۴۹
۱۸ مئی ۱۸۶۹ء	کپتان ہیریسن کی قلات میں آمد	۵۰
۲۸ مئی ۱۸۶۹ء	قلات میں امیر خداداد خان کپتان ہیریسن اور سردار ملا محمد رئیسانی کی بالمشافہ گفتگو	۵۱
۳ اکتوبر ۱۸۶۹ء	جام میر خان جام لس بیلہ کی دوسری بار بغاوت	۵۲
۲۸ اکتوبر ۱۸۶۹ء	شاغاسی ولی محمد کا بیلہ پر قبضہ	۵۳

تاریخ وسنہ	تفصیل واقع	نمبر شمار
۲۴ر اکتوبر ۱۸۶۹ء	جام میر خان کا مع اہل وعیال سندھ حیدرآباد میں امیر خداداد خان امیر بلوچستان کی حمایت میں نظر بند کرنا	۵۴
۱۳ر جون ۱۸۶۹ء	سرہنگ ابراہیم کا کیچ کے دیہاتوں پر قبضہ	۵۵
۱۴ر دسمبر ۱۸۶۹ء	کپتان ہرلین سردار فقیر محمد گورنر کیچ اور داروغہ عطا محمد کا بھمپور جانا۔	۵۶
۱۸ر دسمبر ۱۸۶۹ء	بھمپور کانفرنس کا انعقاد	۵۷
۲۶ر دسمبر ۱۸۶۹ء	سمجھوتہ گوادر کیچ کے دیہات کی واپسی	۵۸
۲۸ر دسمبر ۱۸۶۹ء	افغان پناہ گزینوں کی آمد	۵۹
۳ر فروری ۱۸۷۱ء	منٹھن کورٹ بمقام ڈیرہ غازی خان کانفرنس کا انعقاد	۶۰
۶ر اکتوبر ۱۸۷۱ء	سراوان کے سرداروں کا مستونگ پر قبضہ	۶۱
۱۱ر اکتوبر ۱۸۷۱ء	شاغاسی ولی محمد کا مستونگ پر قبضہ	۶۲

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ دستر
٦٣	باغیوں کا ڈھاڈر پر قبضہ کرنا۔	۳۱ اکتوبر ۱۸۷۱ء
٦۴	محمد خان وکیل سردار قیصر خان موسیانی، سردار رحمان خان دگر مینگل کا زہری میں سردار گوہر خان زرک زئی کو شکست دینا۔	۲۵ دسمبر ۱۸۷۱ء
٦۵	کچھی میں محمد خان وکیل کا باغی سرداروں کو شکست دینا	۱۹ دسمبر ۱۸۷۱ء
٦٦	محمد خان وکیل نمائندہ امیر بلوچستان اور سراوان کے باغی سرداروں کے ساتھ معاہدہ بمقام جلال خان۔	۳۲ دسمبر ۱۸۷۱ء
٦۷	جیکب آباد میں امیر بلوچستان کے نمائندہ شاغاسی ولی محمد اور باغی سرداروں کے درمیان صلح نامہ زیر سرپرستی کمشنر سندھ میر ویدر۔	۱۷ مارچ ۱۸۷۲ء
٦۸	جام عالی خان عالیانی کا سندھ سے فرار ہو کر لس بیلہ پر حملہ کرنا	۲۰ اپریل ۱۸۷۲ء
٦۹	شاغاسی غلام جان نمائندہ امیر بلوچستان کا بیلہ سے فرار بطرف جھاؤ۔	۲۵ اپریل ۱۸۷۲ء

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۷۰	داروغہ عطا محمد گورنر کیچ مکران کا شاہی تمپ پر شب خون مارنا۔	۸ رمئی ۱۸۷۲ء
۷۱	داروغہ عطا محمد کا عہدہ گورنری کیچ کے سردار بائیان گچکی کے سپرد کر کے بطرف قلات روانہ ہونا۔	۱۷ رجون ۱۸۷۲ء
۷۲	درہ بولان میں مزارانی مریوں پر سمالانی قبیلہ کا حملہ	۸ راپریل ۱۸۷۲ء
۷۳	سردار نورالدین مینگل کا خضدار پر حملہ اور امیر بلوچستان کے غلہ کے گوداموں کو لوٹنا۔	۲۰ رمارچ ۱۸۷۲ء
۷۴	سردار آزاد خان نوشیروانی کا علاقہ باغبانہ کو لوٹ کر تاراج کرنا۔	۲۵ رمارچ ۱۸۷۲ء
۷۵	امیر بلوچستان امیر خداداد خان کی سکھر میں وائسرائے ہندنارتھ برک سے ملاقات۔	۵ رنومبر ۱۸۷۲ء
۷۶	نواب محمد خان وکیل کا بھاگ اور لہڑی کے درمیان مری باغیوں سے شکست کھانا۔	۱۲ ردسمبر ۱۸۷۲ء

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۷۷	حکومت برطانیہ کے نمائندہ میجر ہرلسین کا قلات کے دربار سے ناراض ہو کر واپس سندھ چلا جانا۔	۲۳ اپریل ۱۸۶۳ء
۷۸	درہ بولان میں مری سمالانیوں کی جنگ	۸ مارچ ۱۸۶۳ء
۷۹	کچھی میں مریوں نے سمالانیوں پر حملہ کیا۔	۲ نومبر ۱۸۶۳ء
۸۰	کمانی محسن کی سردار گوہر خان زرک زئی کے ساتھ لڑائی بمقام ساہندگ۔	۲۴ جون ۱۸۶۴ء
۸۱	ہزار خان چوٹانی کو پھانسی دیا جانا	۲ مارچ ۱۸۶۵ء
۸۲	حکومت برطانیہ کی کپتان سنڈیمن کو ہدایت کہ بلوچستان کے سرحدی علاقوں کے بارے میں رپورٹ پیش کرے۔	۶ اکتوبر ۱۸۶۵ء
۸۳	بلوچ سرداروں کا قلات پر حملہ کر کے امیر خداداد خان کو معزول کر کے اس کی جگہ ولی عہد شہزادہ محمود خان کو امیر بلوچستان مقرر کرنا۔	۲۵ دسمبر ۱۸۶۵ء

نمبر شمار	تفصیل واقعہ	تاریخ وسنہ
۸۴	قلات میں دربار کا انعقاد اور سنڈیمن سے بات چیت	یکم جنوری ۱۸۷۶ء
۸۵	کپتان سنڈیمن کی قلات سے ناکام واپسی	۵ جنوری ۱۸۷۶ء
۸۶	داروغہ عطا محمد کے گھر کا محاصرہ اور سردار نورالدین کا قتل	۶ جنوری ۱۸۷۶ء
۸۷	داروغہ عطا محمد کا قلات سے فرار	۱۰ مارچ ۱۸۷۶ء
۸۸	متھا چوبدار کا قتل	۱۳ مارچ ۱۸۷۶ء
۸۹	لیفٹیننٹ کرنل منرو کا کمشنر سندھ ہونا۔	۱۲ فروری ۱۸۷۶ء
۹۰	سردار گوہر خان زرک زئی کا مولہ پر قبضہ	۳۰ مارچ ۱۸۷۶ء
۹۱	کپتان سنڈیمن کا دوبارہ بات چیت کیلئے مستونگ پہنچنا	۲۸ اپریل ۱۸۷۶ء
۹۲	امیر بلوچستان امیر خداداد خان کا کارندہ امان اللہ سے بطرف مستونگ روانہ ہونا۔	۲۱ مئی ۱۸۷۶ء

نمبر شمار	تفصیل واقع	تاریخ و سنہ
۹۳	مستونگ میں کپتان سنڈیمن کے دربار کا انعقاد	یکم جون ۱۸۷۶ء
۹۴	عہد نامہ مابین امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور سرداران قبائل بلوچ و حکومت برطانیہ المعروف بہ معاہدۂ مستونگ	۱۳ جولائی ۱۸۷۶ء
۹۵	لارڈ لٹن وائسرائے ہند کا جیکب آباد آنا۔	۸ دسمبر ۱۸۷۶ء
۹۶	امیر خداداد خان کی سفارش پر جام میر خان جام صاحب جام لس بیلہ کو پونا کی نظر بندی سے رہا کر دیا جانا	۲۱ جنوری ۱۸۷۷ء
۹۷	انگریزوں کے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی آمد پر امیر خداداد خان امیر بلوچستان اور تمام بلوچ سرداروں کے ساتھ دہلی جانا۔	یکم جنوری ۱۸۷۷ء
۹۸	سنڈیمن کا کوئٹہ میں بلوچ سرداروں کا جرگہ طلب کرنا۔	۸ جون ۱۸۹۶ء
۹۹	انگریزوں کا کوئٹہ کی میری پر قبضہ کرنا۔	۲۵ فروری ۱۸۸۳ء

822928 - 823953